

شیعہ مذہب
المعروف

حقائدِ حقیرہ

جلد اول

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد سید علی محمد اللہ علیہ

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

<https://archive.org/details/>

@zohaibhasanattari

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زوہیب حسن عطاری

قَالَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِمَامُ حُسَيْنٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فِيهِ:

قَدْ خَدَلْتَنَا شِيعَتُنَا

تحقیق ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا

{ شیعوں کی معتبر کتاب مقتل ابی مخلف، ص ۴۳ }
{ تاریخ التوارخ حالات سید الشہداء، ص ۱۴۷ ج ۲ }

عُقَاذُ جَعْفَرِيٍّ

(جلد اول)

اللہ، انبیاء، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں

باب اول

آئمہ اہل بیت کی شیعوں پر پھٹکار

باب دوم

بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باب سوم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
محمد علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج، لاہور، پاکستان فون 7227228

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ————— عقائد جعفریہ (جلد اول)

مصنف ————— محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت ————— راجہ محمد صدیق کیلیا نوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ ۰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج لاہور ۰ پاکستان فون 7227228

نقوش حیات

محقق اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

تعلیم: حفظ قرآن 1952ء، درس نظامی 1960ء، فاضل عربی 1961ء

1- جامعہ کا قیام: 1963ء میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج، لاہور قائم کیا جو اس وقت پاکستان میں اہل سنت کی معروف دینی درسگاہوں میں سے ایک ہے۔

2- آپ نے اپنے دور کے نامور علماء سے اکتساب فیض کیا، امام اہل سنت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب حزب الاحناف رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ الحدیث محمد شین محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ، استاد العلماء، حافظ الحدیث سید جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاد اساتذہ حضرت مولانا حافظ محمد نواز صاحب کیلانی مدظلہ العالی

3- دور طالب علمی میں آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی خانقاہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف کے زریب سجادہ سید السادات حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جس نے آپ کی زندگی میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔

4- علوم اسلامیہ کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اسی شوق نے علوم اسلامیہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ رسولیہ کا روپ دھار لیا جو آج وطن عزیز کی صف اول کے اداروں میں شامل ہے۔

5- آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف تدریس کے شعبے تک محدود نہیں رکھا بلکہ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں وہ تاریخی کارنامہ سرانجام دیا جس کی مثال ماضی قریب سے ماضی بعید دور تک کہیں نظر نہیں آتی۔ بلاشبہ آپ کی تصانیف مستقبل کے مورخ کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ صحابہ کرام امہات المؤمنین اور اہل بیت عظام علیہم الرضوان پر فرقہ ہائے باطلہ کی طرف سے دیئے گئے الزامات کا اس قدر مضبوط دلائل سے محاسبہ کیا کہ جن کو پڑھتے ہوئے قارئین پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ آپ کی اس تحقیق کا ذخیرہ آٹھ ہزار سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ خدمت حدیث کے حوالے سے موطا امام محمد کی شرح کئی ہزار صفحات کے لگ بھگ عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہوگی۔

وصال: 28 صفر 1418ھ بمطابق 14 جولائی 1996ء

فہرست مضامین عقائد جعفریہ

حصہ اول

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱	باب اول	۱
۳۲	شیوہ فرود کے گستاخانہ عقائد	۲
۳۳	فصل اول	۲
۳۴	اللاتعائے کی شان میں ان کی گستاخیاں	۳
۳۴	گستاخی ۱	۵
۳۴	مشہد بداد یعنی اللہ کو بھول گئی ہے	۶
۳۳	جہا کی تعریف شیوہ کتب سے	۷
۳۵	ائمہ اہل بیت سے اللہ کے بدلہ پر دو آیات	۸
۳۵	جہا سے زیادہ کوئی صفت اللہ کے لیے قابل حمد نہیں	۹
۳۶	امام جعفر نے فرمایا میرے بیٹے اسماعیل کے بارہ میں اللہ کو بڑا سخت بداد ہو گیا تھا (بھول گئی تھی) اصول کافی	۱۰
۳۶	اہل تشیع کے ہاں امامت کا درجہ رسالت سے زیادہ بلند ہے۔	۱۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۶	گستاخی ۲	۱۲
۴۶	اللہ تعالیٰ اور حضرت علی کی صفات ایک جیسی ہیں۔	۱۳
۴۸	گستاخی ۳	۱۴
۴۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک خدا ہیں۔	۱۵
۵۱	گستاخی ۴	۱۶
۵۱	اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے	۱۷
۵۲	شیعہ مذہب میں مبالغہ آمیزی کی بنیاد بانی مذہب شیعہ عبد اللہ بن سباؓ ڈالی۔ کہ حضرت علی کو خدا کا درجہ دے دیا۔	۱۸
۵۷	گستاخی ۵	۱۹
۵۷	اللہ تعالیٰ تیس سالہ نوجوان کی شکل میں ہے	۲۰
۶۱	فصل دوم	۲۱
۶۱	حضرات انبیاء کرام کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۲
۶۱	گستاخی ۶	۲۳
۶۱	امامت علی سے انکار کرنے پر اللہ نے یونسؑ کو شکم ماہی میں قید کیا تھا۔	۲۴
۶۲	گستاخی ۷	۲۵
۶۲	پنجتن پاک صدر کھنے کی وجہ سے حضرت اُم کو جنت سے نکال دیا گیا۔	۲۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمارہ
۶۲	گستاخی ۱	۲۷
۶۳	کفر کے تین اصولوں میں سے ایک حضرت آدم میں موجود تھا	۲۸
۶۵	ایک طرف انبیاء معصوم اور دوسری طرف کافر؟	۲۹
۶۴	گستاخی ۲	۳۰
۶۴	امامت اہل بیت سے انکار کرنے کی وجہ سے ان گنت انبیاء پر خدا کا	۳۱
۶۴	عذاب اتارا۔	
۶۱	گستاخی ۳	۳۲
۶۱	حضرت علی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔	۳۳
۶۴	ذکورہ گستاخیوں کے بارہ میں کچھ گزارشات	۳۴
۶۹	گستاخی ۴	۳۵
۶۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسری کائنات حضرت علی سے نیچے ہے۔	۳۶
	فصل سوم	۳۷
۸۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۳۸
۸۳	شیعہ کتب کے مطابق تئیرہ جھوٹ برٹنے کو کہتے ہیں۔	۳۹
۸۴	گستاخی ۵	۴۰
	تمام انبیاء کی شریعتیں تئیرہ سے بھر چکی ہیں۔ اور حضور	۴۱
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ تئیرہ باز تھے	
	معاذ اللہ	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۸۶	گستاخی ۲	۴۲
۸۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بری مثال	۴۳
۸۷	گستاخی ۳	۴۴
۸۷	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جلتے جلتے کو سے میں معاذ اللہ	۴۵
۸۷	جبریل غلی سے حضرت علی کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے آیا	۴۶
۸۸	شیوہ فرقہ غزالیہ کا اعتقاد	۴۷
۸۹	دو لطیفے	۴۸
۹۱	گستاخی ۴	۴۹
۹۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو دیکھنے والا بھینکا ہے۔ ایک	۵۰
۹۱	شیوہ مجتہد کی بڑ۔	۵۱
۹۲	حضرت علی فقہیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں معاذ اللہ اصول کافی	۵۲
۹۳	گستاخی ۵	۵۳
۹۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین ایسی صفات میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں	۵۴
۹۴	نوٹ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شرمی کا الزام	۵۵
۹۵	گستاخی ۶	۵۶
۹۵	اللہ تعالیٰ نے امامت علی کے بارے میں نبی کریم کو ڈانٹا۔	۵۷
۹۹	گستاخی ۷	۵۸
۹۹	اللہ تعالیٰ نے ولایت علی کی تاکید کی خاطر ایک سو بیس مرتبہ آسمانوں پر بلایا۔	۵۹
۱۰۱	گستاخی ۸	۶۰
۱۰۱	حضرت علی کے ساتھ کسی اور کی ولایت ماننا شرک جتنا بڑا جرم ہے۔	۶۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۰۳	شیعوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔	۴۰
	فصل چہارم	۴۱
۱۰۶	اہل بیت المؤمنین اور خلفاء راشدین کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۴۲
۱۰۶	گستاخی ۱	۴۳
۱۰۶	حضرت امام جعفر ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔	۴۴
۱۰۶	ہر نماز کے بعد خلفاء ثلاثہ اور سیدہ عائشہ و حضرت رضی اللہ عنہما پر لعنت کرنا شیعوں کا ایمان ہے	۴۵
۱۰۶	جب کہ امام باقر کی نگاہ میں صداقت صدیق رضی اللہ عنہ	۴۶
۱۱۱	گستاخی ۲	۴۷
۱۱۱	امام قائم ظاہر ہو کر حضرت عائشہؓ پر سزا جاری کریں گے۔	۴۸
۱۱۲	گستاخی ۳	۴۹
۱۱۲	صدیق اکبر فاروق اعظم اور عثمان رضی اللہ عنہم وقت کے فرعون اور قارون تھے۔ معاذ اللہ	۵۰
۱۱۵	گستاخی ۴	۵۱
۱۱۵	تمام شیعوں ہر نماز کے بعد خلفاء راشدین پر ۱۰۰ بار لعنت کرتے ہیں۔	۵۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۱۷	جب دس ہزار شیعوں مخلص ہو جائیں گے تو امام قائم ظاہر ہو جائیں گے۔ کیا ابھی تک اتنے شیعوں بھی مخلص نہیں بن سکے۔	۷۲
۱۲۱	گستاخی ۵	۷۳
۱۲۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔	۷۵
۱۲۴	ازواج مطہرات رسول کو طلاق دینے کی بحث	۷۶
۱۲۶	ایک شبہ اور اس کا جواب	۷۷
۱۲۹	شان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے مخالفین کا حالی	۷۸
۱۲۹	قرآن اور شیعہ تفاسیر میں	۷۹
۱۳۳	امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پاک ہیں۔	۸۰
۱۳۶	ہر گناہگار بخشا جائے گا مگر گستاخ عائشہ ناقابل معافی ہے شیعہ تفاسیر کی روشنی میں	۸۱
۱۴۰	گستاخی ۶	۸۲
۱۴۰	تین کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔	۸۳
۱۴۱	صحابہ کی شان کے چند نمونے شیعوں کے کتب سے	۸۴
۱۴۷	گستاخی ۷	۸۵
۱۴۷	حضرت عقیل اور حضرت عباس عم رسولؐ۔ ان دونوں ذلیل تھے	۸۶
	معاذ اللہ	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۴۹	فصل پنجم	۸۷
	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۸۸
۱۵۲	گستاخی ۲	۸۹
	بقول شیعوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جان کے ڈر سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی	۹۰
۱۴۹	گستاخی ۱	۹۱
	بقول شیعوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے ہر حربہ اپنایا۔	۹۲
۱۵۲	گستاخی ۳	۹۳
۱۵۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر ان سے بیعت لی گئی	۹۴
۱۵۲	گستاخی ۴	۹۵
	بقول شیعوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی حقیقی ظاہر نہ کیا۔	۹۶
۱۵۲	گستاخی ۵	۹۷
	شیعوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے سے ان کے	۹۸
۱۵۴	نہاہ جھڑپے تھے۔	
۱۵۷	گستاخی ۶	۹۹
۱۵۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گریبان سے پکڑ کر لایا گیا اور وہ آہ وزاری کرتے رہے۔	۱۰۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۵۸	گستاخی ۱	۱-۱
۱۵۸	حضرت علی رضہ کوشیعوں نے اتنا درجہ کا بزدل ثابت کیا۔	۱-۲
۱۶۲	مذکورہ گستاخیوں سے چار امور ثابت ہوئے۔	۱-۳
۱۶۳	امراول: حضرت علی رضہ حکومت کے حریف تھے، کی تردید شان اہلبیت کی روشنی میں۔	۱-۴
۱۶۳	امردوم: دو حضرت علی رضہ بزدل تھے، کی تردید آپ کے اپنے بہادرانہ اقوال کی روشنی میں	۱-۵
۱۶۹	امرسوم: آپ نے سچی نہ ظاہر کیا، کی تردید آپ کی چند وصیات کی روشنی میں۔	۱-۶
۱۶۳	امرچہارم: حضرت علی کو گالی دینے کے شعمی جواز کی تردید عادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں	۱-۷
۱۶۴	فصل ششم	۱-۸
۱۶۹	سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۱-۹
۱۶۹	گستاخی ۲	۱۱-۰
۱۶۹	سیدہ رضہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی طرح ڈانٹا اور سست کہا۔	۱۱-۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۷۷	گستاخی ۱	۱۱۲
	حضرت علی کی تنگدستی کی وجہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان سے نکاح پر افسوس	۱۱۳
۱۷۷	آیا اور رو پڑیں۔	
۱۷۸	گستاخی ۲	۱۱۴
	سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکارت کی۔	۱۱۵
۱۷۸	اور اللہ نے انہیں ڈانٹا۔	
۱۷۹	گستاخی ۳	۱۱۶
۱۷۹	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح پر ناخوش تھیں۔	۱۱۷
۱۸۱	گستاخی ۴	۱۱۸
۱۸۱	سیدہ رضی اللہ عنہا نے ایک غیر مرد کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور برا بھلا کہا	۱۱۹
۱۸۲	گستاخی ۵	۱۲۰
	سیدہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر مارا اور وہاں کھینچا جس پر	۱۲۱
۱۸۲	اللہ اور نبی نے انہیں ڈانٹا	
۱۸۳	گستاخی ۶	۱۲۲
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کے ایک جائز کام پر غضبناک ہو کر میکے علی	۱۲۳
۱۸۳	گئیں جس پر اللہ اور نبی نے انہیں منع کیا۔	
۱۸۴	گستاخی ۷	۱۲۴
۱۸۶	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باول تانخواستہ جفا	۱۲۵
۱۸۶	گستاخی ۸	۱۲۶
۱۸۷	سیدہ کی شب زفاف کو ستر ہزار فرشتوں نے تکبیر بلند کی	۱۲۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۸۸	گستاخی ۱	۱۲۸
۱۸۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو شب زفاف فرمایا۔ میرے آنے سے قبل	۱۲۹
۱۸۸	مخصوص کام نہ کرنا	
۱۸۹	مذکورہ گستاخیوں سے حاصل ہونے والے نتائج اور ان کی تردید	۱۳۰
۱۹۲	فصل مہتمم	۱۳۱
۱۹۲	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۱۳۲
۱۹۴	گستاخی ۱	۱۳۳
۱۹۴	شیعوں نے امام حسن کو زخمی کیا اور کافر کہا۔	۱۳۴
۱۹۵	شیعوں کے امام حسن کو زخمی کرنے والے چھیننے کا اور یا منڈل المؤمنین کہنے پر شیعوں کے کتب سے حوالہ جات	۱۳۵
۲۱۲	گستاخی ۲	۱۳۶
۲۱۲	شیعوں نے ایک بے حیا اور ناقابل سماعت مذاق امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا۔	۱۳۷
۲۱۳	گستاخی ۳	۱۳۸
۲۱۳	ایک اور گستاخ مذاق آپ کی زبان سے	۱۳۹
۲۱۴	کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گفتگو ایک بازاری لنگے جیسی ہو سکتی ہے۔	۱۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۱۹	فصل ششم	۱۴۱
	حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔	۱۴۲
۲۱۹	قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ دار کون لوگ ہیں	۱۴۳
۲۱۹	اس دور میں پورا کوفہ شیعہ تھا۔ شیعوں کی کتب سے حوالہ جات	۱۴۴
۲۲۳	مخلص شیعوں نے امام حسین کو کوفہ آنے کی دعوت دی	۱۴۵
۲۲۳	شیعوں کی کتب سے وزنی دلائل کے ساتھ۔	۱۴۶
	امام عالی مقام کی طرف آمدہ خطوط و دعوت کوفہ میں صریح اقرار تھا کہ ہم	۱۴۷
۲۳۰	دو شیعیان علی و حسین، ہیں شیعوں تواریخ	۱۴۸
	کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی	۱۴۹
۲۳۱	طرف سے	۱۵۰
	امام مسلم کی بیعت کرنے والے سب شیعوں تھے۔ شیعوں کی کتب سے حوالہ جات	۱۵۱
۲۴۲	کی روشنی میں	۱۵۲
	شیعوں کے بیعت مسلم کرنے پر ایک یزیدی نے کن القاظ میں یزید کو	۱۵۳
۲۴۹	خط لکھا۔	۱۵۴
	صحابہ کرام نے امام حسین کو کوفہ جانے سے روکا مگر آپ نے فرمایا مجھے میرے	۱۵۵
۲۵۴	شیعوں نے خط لکھ چکے ہیں۔ شیعوں کی کتب	۱۵۶
	سفر کربلا میں شہادت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمیں	۱۵۷
۲۵۸	ہمارے شیعوں نے ذلیل کر دیا۔	۱۵۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۶۱	میدانِ کربلا میں کوئی لشکر (شیعوں) کو ان کے خطوط دکھائے مگر انہوں نے ان خطوط سے لاعلمی ظاہر کر دی۔	۱۵۳
۲۶۵	جنہوں نے بلایا انہوں نے ہی شہید کیا۔	۱۵۴
۲۶۹	امام کے مقابلہ میں کوئی حجازی اور شامی آدمی نہ تھا۔ سب کوئی تھے۔	۱۵۵
۲۷۰	شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت کو لوگ لٹتے بھی تھے۔ اور ان کی حالتِ زار پر ساتھ ساتھ روتے بھی تھے۔	۱۵۶
۲۷۲	شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد بازارِ کوفہ میں ماتم کرنے والوں کو اہل بیت نے مکارا اور اپنا قاتل قرار دیا۔	۱۵۷
۲۷۴	بازارِ کوفہ میں خطبہِ امام زین العابدین۔ اسے ماتمیو! تمہارے سوا ہمارا قاتل کون ہے؟	۱۵۸
۲۷۴	خطبہِ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ماتم کرنے والو! قیامت تک ماتم ہی کرتے رہو گے	۱۵۹
۲۷۴	خطبہِ سیدہ فاطمہ بنتِ حسین رضی اللہ عنہا سے ماتمیو! ہمارے قتل سے تمہارے دل شاد ہو گئے۔	۱۶۰
۲۷۵	خطبہِ سیدہ ام کلثوم بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فیو! تمہارا بڑا ہوا اور تمہارے منہ سیاہ ہو جائیں۔	۱۶۱
۲۷۷	انعام اور حلیج	۱۶۲
۲۸۰	دھوکہ دہی	۱۶۳
۲۸۱	قاتلانِ حسین اہل سنت تھے۔ ایک نئے شیعوں مجتہد کا نرالہ	۱۶۴
۲۸۱	اجتہاد۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۱	پہلا دھوکہ	۱۴۵
۲۸۱	واقعہ کربلا کے وقت کوفہ سے شیعہ ختم ہو چکے تھے۔	۱۴۶
۲۸۳	جواب اول	۱۴۷
۲۸۳	حوالہ میں ذکر کی گئی کتاب کا مصنف شیعہ ہے۔	۱۴۸
۲۸۶	جواب دوم	۱۴۹
۲۸۶	یہ کہنا غلط ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں شیعہ معدوم ہو گئے تھے۔	۱۵۰
۲۹۱	دوسرا دھوکہ	۱۵۱
۲۹۱	ایک بے تکلی طویل عبارت	۱۵۲
۲۹۲	جواب اول	۱۵۳
۲۹۲	شیعہ مجتہد نے جن سات افراد کو قتل حسین کا ذمہ دار قرار دیا وہ شیعہ کتب میں	۱۵۴
۲۹۲	شیعہ ثابت ہو گئے۔	
۲۹۶	جواب دوم	۱۵۵
۲۹۶	میدان کربلا میں امام حسین کے مقابل تمام شیعہ تھے۔	۱۵۶
فصل نہم		
۳۰۲	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں۔	۱۵۷
۳۰۲	گستاخی ۱	۱۵۸
۳۰۲	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یزید کا غلام ہوں چاہے مجھے رکھے	۱۵۹
۳۰۲	چاہے بیچے۔	۱۸۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۰۸	گستاخی ۱	۱۸۱
۳۰۸	بقول امام زین العابدین۔ ہر منکر خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کا عضو تناسل اور اس کی دبر اس کے خلاف ہو گیا اور اقرارِ خلافتِ علی کے بغیر بول و برازنہ کرنے کا اعلان کر دیا	۱۸۲
۳۱۰	گستاخی ۲	۱۸۳
۳۱۰	فصل دہم	
۳۱۰	امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں.....	۱۸۵
۳۱۲	گستاخی ۳	۱۸۶
۳۱۲	بقول شیعا امام باقر عضو تناسل پر چوٹا ل کر برہنہ ہو گئے اور لوگوں کے سامنے آ گئے (معاذ اللہ)	۱۸۷
۳۱۳	فقہ جعفریہ کی امتیازی شان	۱۸۸
۳۱۲	گستاخی ۴	۱۸۹
۳۱۲	امام جعفر اپنے آل تناسل پر پٹی لپیٹ کر حمام میں برہنہ آجایا کرتے تھے اور اسی حالت میں ایک شخص سے ملا دنگواتے تھے۔	۱۹۰
۳۱۲	گستاخی ۵	۱۹۱
۳۱۲	بقول شیعوں فتویٰ امام جعفر رضی اللہ عنہ ہے کہ نماز میں مرد کی پدھی نکل کر پاؤں تک آجائے تو بھی نماز قائم رہتی ہے۔	۱۹۲
۳۱۲	گستاخی ۶	۱۹۳
۳۱۸	بقول شیعوں فتویٰ امام جعفر رضی اللہ عنہ ہے کہ بوقتِ ضرورت تھوک سے استنجا کیا جا سکتا ہے۔	۱۹۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۱۹	گستاخی ۵	۱۹۵
	اہل بیت کے دو امام بیک وقت ننگے ہو کر حمام میں آسکتے ہیں۔ کیونکہ	۱۹۶
۳۱۹	معصوم ہیں۔	
۳۲۱	گستاخی ۶	۱۹۷
	بقول شیعہ فرمان امام جعفر ہے کہ بیوی کو ننگا کر کے اس کی شرمگاہ میں انگلی	۱۹۸
۳۲۱	ڈالنا بہت لذیذ ہے۔	
۳۲۳	گستاخی ۷	۱۹۹
	بقول شیعہ امام جعفر کافرمان ہے کہ عورت کے ساتھ پانخانہ کے راستہ میں	۲۰۰
۳۲۳	جماع کرنا جائز ہے۔ (معاذ اللہ)	
۳۲۵	گستاخی ۸	۲۰۱
	بقول شیعہ عورت کی شرمگاہ کو ادھار پر دینا جائز ہے۔ بستران	۲۰۲
۳۲۵	امام جعفر	
۳۲۶	گستاخی ۹	۲۰۳
	بقول شیعہ امام جعفر اور حضرت علی کافرمان ہے۔ بوقت ضرورت زنا	۲۰۴
۳۲۶	کراہ بن جاتا ہے۔	
۳۲۷	گستاخی ۱۰	۲۰۵
۳۲۷	بقول شیعہ فرمان امام جعفر ہے کہ مشت زنی جائز ہے۔	۲۰۶
۳۲۸	گستاخی ۱۱	۲۰۷
	بقول شیعہ اگر امام جعفر رضہ کے تمام اقوال سامنے آجائیں تو لوگوں کے اہل ناسل	۲۰۸
۳۲۸	لکڑ کی طرح سخت ہو جائیں	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۲۹	گستاخی ۱۲	۲۰۹
۳۲۹	بقول شیعہ راوی ابو بصیر اگر امام جعفر کو دنیا مل جاتی تو اس کے پیچھے پڑ جاتے کیونکہ آپ رشوت خور تھے۔ معاذ اللہ	۲۱۰
۳۳۳	فصل پانچم	۲۱۱
۳۳۳	امام موسیٰ کاظم رضی بن امام جعفر رضی اور امام علی رضا رضی بن موسیٰ کاظم رضی کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۱۲
۳۳۳	گستاخی ۱۳	۲۱۳
۳۳۳	بقول شیعہ فرمان امام موسیٰ کاظم ہے کہ اگلی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ لینے سے ہی پردہ ہو جاتا ہے۔	۲۱۴
۳۳۳	شیعوں کو اسی حالت میں اپنی مجالس قائم کرنا چاہیے تاکہ امام کا فرمان زندہ رہے۔ (اور فقہ جعفریہ کا اتفاقاً سان ہو۔)	۲۱۵
۳۳۴	گستاخی ۱۴	۲۱۴
۳۳۵	شیعوں کی اپنے امام سے زالی بے تکلفی۔	۲۱۶
۳۳۶	گستاخی ۱۵	۲۱۸
۳۳۶	بقول شیعہ فرمان امام رضا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے کانٹوں کو اپنی بیٹیاں بشرط نکاح و طہی فی الدبر کے لیے دینا چاہیں۔	۲۱۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۳۷	گستاخی ۱	۲۲۰
۳۳۷	امام موسیٰ کاظم کی والدہ کی شان میں شیعوں کی بدترین گستاخی	۲۲۱
۳۴۵	فصل دوازدہم	۲۲۲
۳۴۵	امام تقی بن امام رضا اور امام تقی بن امام تقی رضی کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۲۳
۳۴۵	گستاخی ۲	۲۲۴
۳۴۵	بقول شیعہ۔ فرمان امام تقی ہے کہ شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے خاکے پتھر کے منہ میں داخل ہو کر دبر سے نکلتا رہا۔	۲۲۵
۳۴۸	گستاخی ۳	۲۲۶
۳۴۸	بقول شیعہ۔ امام تقی رضی اللہ عنہ کے نزدیک تقیہ تمام نیک اعمال سے افضل تھا۔	۲۲۷
۳۵۱	گستاخی ۴	۲۲۸
۳۵۱	شیعوں نے گستاخی علی اور جھوٹ سے بھری عبادت امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی۔	۲۲۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۵۵	فصل بیزواہ	۲۳۰
	امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اور امام قائم (مہدی) کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں	۲۳۱
۳۵۵	گستاخی ۱	۲۳۲
	بقول شیعہ۔ امام حسن عسکری کا فرمان ہے کہ علی نفس نبی ہے (یعنی میں نبی ہے) اس لیے نبی کے معجزے میں علی کے معجزے ہیں۔	۲۳۳
۳۵۵	گستاخی ۲	۲۳۴
۳۵۶	امام مہدی آخر زمانہ میں شیعوں کے نزدیک ننگا ظاہر ہو گا اور سب پہلے اس کی بیعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔	۲۳۵
۳۵۶	امام غائب کا تعارف	۲۳۶
۳۵۸	بقول شیعہ امام مہدی قتل کے خوف سے "غائب ہو گئے ہیں۔"	۲۳۷
۳۵۹	امام غائب کے ظہور میں شیعہ روایات کا اختلاف ہی بتا رہا ہے کہ اس کی غائبانہ موجودگی من گھڑت افسانہ ہے۔	۲۳۸
۳۶۰	روایت ۱: بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ امام غائب کی غیبت زیادہ سے زیادہ چھ سال رہے گی۔	۲۳۹
۳۶۲	روایت ۲: امام رضا کے بقول امام کے غائب رہنے کا عرصہ تین سو تیرہ مخلص شیعہ پیدا ہونے تک ہے۔	۲۴۰
۳۶۵	روایت ۳: امام باقر نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امام مہدی کے ظہور کا زمانہ سترہ ہجری مقرر کیا تھا۔ مگر شیعوں نے لاز فاش کر دیا تو اللہ نے سترہ ہجری	۲۴۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۶۷	سن ظہور مقرر کر دیا۔ اور بعد ازاں غیر معینہ معہ کے لیے ہمدی کا ظہور طتوی کر دیا جو ابھی تک طتوی ہے۔	
۳۷۱	شیعوں کے نزدیک ان کا امام کہاں غائب ہوا۔	۲۲۲
۳۷۱	سامرا کی غار میں بعض اولیاد کو اب بھی امام نظر آتا ہے۔	۲۲۳
۳۷۶	لمحہ فکریہ	۲۲۴
۳۷۶	شیعوں نے امام غائب کو بیسیلی بنا کر رکھ دیا ہے۔	۲۲۵
۳۷۷	امام غائب کیلئے کرائے گا۔	۲۲۶
۳۷۹	حضرت امام ہمدی ستر گز لمبا اصلی قرآن سلاح نبی اور تلواریں لے کر آئے گا	۱۲۷
۳۸۴	خلاصہ کلام۔ شیعوں کے پاس اس وقت نہ قرآن ہے نہ امام	۲۲۸
۳۸۷	باب دوم	۲۲۹
۳۸۸	انکہ اہل بیت کی شیعوں سے سیراری اور ان کے لیے بد دعائیں	۲۵۰
۳۸۸	بد دعاء	۲۵۱
۳۸۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ (شیعوں) سے فرمایا خدا تمہارے چہرے سے بیاہ کرے اور تم بد بخت ہو جاؤ۔	۲۵۲
۳۹۰	بد دعاء	۲۵۳
۳۹۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر تیار تھے کہ امیر معاویہ اپنا ایک آدمی دسے کر دس کوئی (شیعہ) لے لیں	۲۵۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۹۲	بددعاء ۳	۲۵۵
۳۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنے شیعوں سے جدائی اور خلفاء راشدین سے جاملنے کی	۲۵۶
۳۹۲	تمنا کی۔	
۳۹۲	بددعاء ۴	۲۵۷
۳۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حکم عدولی کرنے سے بچنے کی دعا (شیعوں) کو نافرمانی گدھوں	۲۵۸
۳۹۲	سے تشبیہ دی۔	
۳۹۵	بددعاء ۵	۲۵۹
۳۹۵	فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ! اے کو فیو! تم مجھے تھوڑا سمجھتے ہو۔ اللہ مجھے تم سے	۲۶۰
۳۹۵	دور کر دے۔	
۳۹۷	بددعاء ۶	۲۶۱
۳۹۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری تمنا ہے کہ میرے اور شیعوں کے درمیان	۲۶۲
۳۹۷	کوئی معرفت نہ ہو۔	
۳۹۹	بددعاء ۷	۲۶۳
۳۹۹	ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بددعاء کو فیو! اللہ تمہیں تباہ کر دے	۲۶۴
۴۰۱	بددعاء ۸	۲۶۵
۴۰۱	امام رضا نے فرمایا۔ یہ کہتے ہیں ہم ابلیسیت شیعہ میں جب کہ ان میں ہزار کے	۲۶۶
۴۰۱	اندر ایک بھی مخلص نہیں اگر امتحان لیا جائے تو سارے مرتد غیبات ہوں گے	
۴۰۲	ایسی ہی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔	۲۶۷
۴۰۲	بددعاء ۹	۲۶۸
۴۰۲	کو فیو! بلانے والوں پر کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے لعنت کی۔	۲۶۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۰۹	بددعاؤں	۲۷۰
۴۰۹	بازار کوفہ میں ماتم کرنے والے شیعوں کو سیدہ زینبؓ نے فرمایا ہمیشہ جہنم میں رہو تم ہی ہمارے قاتل ہو۔	۲۷۱
۴۰۹	بددعاؤں	۲۷۲
۴۰۹	فاطمہؓ بنت حسینؓ نے فرمایا۔ اے تم ہی ہمارے قاتل ہو تمہارے چہرے سیاہ ہوں اور واقعی سیاہ ہو گئے، اور دعا قبول ہو گئی۔	۲۷۳
۴۱۲	بددعاؤں	۲۷۴
۴۱۲	یہی بددعا سیدہ ام کلثومؓ نے کوفیوں کے حق میں کہی۔	۲۷۵
۴۱۳	بددعاؤں	۲۷۶
۴۱۳	شیعہ کتب حدیث کے بڑے معتمد راویوں پر امام رضاؑ کی لعنت	۲۷۷
۴۱۶	بددعاؤں	۲۷۸
۴۱۶	امام باقرؑ نے اپنے والد نے اپنے والد کے راوی دو تیان کا پیر لعنت کی۔	۲۷۹
۴۱۶	امام جعفرؑ نے برید اور زرارہ پر بار بار لعنت کی۔	۲۸۰
۴۱۶	اگر زرارہ برید ابو بصیر اور محمد بن مسلم شیعہ مذہب میں نہ ہوتے تو نبوت کے آثار مٹ جاتے۔	۲۸۱
۴۱۹	لہذا شیعہ مذہب کے مرکزی راوی طعون کاٹمہ ہیں اور شیعہ فیصلے کے مطابق نبوت کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔	۲۸۲

صفحہ	مضمون	تبر شمار
۲۲۵	باب سوم	۲۸۳
	بحث بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۸۲
۲۲۶	فصل اوّل	۲۸۵
۲۲۷	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن اور شیعہ کتب سے ٹھوس دلائل	۲۸۶
۲۲۸	قرآن سے دلیل شیعہ تفسیر کی روشنی میں	۲۸۷
۲۲۹	شیعوں کی ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ	۲۸۸
۲۳۱	آیت حجاب کے نزول کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں زندہ تھیں۔	۲۸۹
۲۳۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں حضرت خدیجہ کے لطف سے تھیں	۲۹۰
۲۳۲	اصول کافی میں علامہ کلینی کا فیصلہ	۲۹۱
۲۳۹	حیات القلوب بروایت قرب الاسناد	۲۹۲
۲۳۹	صاحب مرآت العقول کا فیصلہ	۲۹۳
۲۳۳	حیات القلوب میں ملاں باقر مجلسی کی فیصلہ کن عبارت	۲۹۴
۲۳۳	ہفتی الامال اور اس کے ماشیہ کی دندان شکنی عبارتیں	۲۹۵
۲۳۶	حیات القلوب کی ایک اور بوجہ اور عبارت	۲۹۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۰	ذبیح عظیم میں امام حسین کی ضحیٰ خالوں کا ذکر	۲۹۷
۲۵۲	فصل دوم	۲۹۸
۲۵۲	چار عدد بنائے رسول والی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناچائز تنقید کا عاجز کن محاسبہ۔	۲۹۹
۲۵۳	قرب الاستناد کی حدیث بنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مولوی اسماعیل شیعہ کی جاہلانہ تنقید۔	۳۰۰
۲۵۴	جواب۔ مولوی اسماعیل کا ڈھٹائی سے بھوٹ بولنا۔	۳۰۱
۲۵۵	شیعہ اسماء الرجال سے مذکورہ حدیث کے راوی مسدہ بن صدوق کی تقابہت و عدالت	۳۰۲
۲۵۸	مذکورہ حدیث کی صحت شیعہ کتب کی روشنی میں	۳۰۳
۲۶۲	مذکورہ حدیث کے دوسرے راوی حمیری کے حالات از کتب اسماء الرجال شیعہ۔	۳۰۴
۲۶۹	بنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری اسناد سے ثبوت۔	۳۰۵
۲۷۶	خصال صدوق کی حدیث بنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں غلام بن نجفی شیعہ کی بدحواسی کہ اس کا راوی عمرو بن ابی المقدام بہت بڑا کذاب اور گمراہ کن ہے۔	۳۰۶
۲۷۴	جواب۔ نجفی شیعہ کا انداز فکر و استدلال عمرو بن ابی المقدام نامی شیعہ اور ثور راوی ہے	۳۰۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	فصل سوم	۳۰۸
۴۸۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں کو آپ کی ربیبہ (بے پالک بیٹیاں) - ثابت کرنے پر نجفی شیعہ کے چودہ دلائل اور ان کے دیمان شکن جوابات	۳۰۹
۴۸۴	دلیل اول۔ ولا تنكحوا المشركين الا الذ	۳۱۰
۴۸۵	جواب ۱: چار متفق علیہ ضابطے اور اصول	۳۱۱
۴۸۹	حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ کی عدم ادائیگی اور آپ کے فرض نمازیں نہ پڑھنے کی وجوہات	۳۱۲
۴۹۳	خلاصہ کلام:	۳۱۳
۴۹۴	نجفی کی غلط بیانی	۳۱۴
۴۹۷	خلاصہ کلام:	۳۱۵
۴۹۸	سیدنا حضرت عثمان غنی کی شان میں نجفی کی مذموم گستاخی بنات رسول کی عثمان غنی سے شادیاں ان کے اسلام لانے کے قبل ہوئی ہیں۔	۳۱۶
۵۰۳	جواب ۱: اس اختلاف پر علامہ ماحسانی کا محاکمہ۔	۳۱۷
۵۱۵	جواب ۲: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ سنی کا اجماع۔ شیوخ کتب کاروشنی میں۔	۳۱۸
۵۱۹	جواب ۳: شیعوں کے دو مرکزی مجتہدان شیخ مفید اور شیخ مرتضیٰ کامکالمہ	۳۱۹
۵۲۵	شیخ مفید کی کلام کا خلاصہ۔	۳۲۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۲۷	مکالمہ شیخ طوسی و شیخ تفتانی۔	۳۲۱
۵۳۱	تین جواب تین مسئلے۔	۳۲۲
۵۳۵	دوسری دلیل۔	۳۲۳
۵۳۵	رقیبہ ام کلثوم اور زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پالتو بیٹیاں تھیں۔ تحقیقی ہے ہی نہیں سکتیں۔	۳۲۴
۵۳۶	جواب ۱	۳۲۵
۵۳۹	تیسری دلیل۔ اور اس کا جواب	۳۲۶
۵۴۱	چوتھی دلیل۔	۳۲۷
۵۴۱	دامادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک سنی کتاب کی عبارت۔	۳۲۸
۵۴۲	جواب۔ شیوہ مولویوں میں شاید عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں	۳۲۹
۵۴۴	پانچویں دلیل۔	۳۳۰
۵۴۴	ذکورہ بیانات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تھیں۔	۳۳۱
۵۴۶	جواب	۳۳۲
۵۵۰	پچھٹی دلیل۔	۳۳۳
۵۵۰	بعض سنی مفسرین نے پالتو بیٹی کی مثال بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دی ہے۔	۳۳۴
۵۵۰	جواب	۳۳۵
۵۵۲	ساتویں دلیل۔	۳۳۶
۵۵۲	تفسیر درمنثور سے دھوکہ دینے کی کوشش۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی۔	۳۳۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۵۵	جواب - خیانت کی آہن۔	۳۳۸
۵۵۶	انٹھویں دلیل اور اس کا جواب	۳۳۹
۵۶۰	تویں دلیل - صواعقِ محرقہ کی عبارت سے دھوکہ دہی اور اس کا جواب	۳۴۰
۵۶۲	دسویں دلیل اور اس کا جواب	۳۴۱
۵۶۷	گیارہویں دلیل - لایعنی گفتگو - اور جواب	۳۴۲
۵۶۹	بارھویں دلیل - ایک بے سکی بات اور جواب	۳۴۳
۵۷۰	تیرھویں دلیل - جناب فاطمہ کی پچھن کی خدمات	۳۴۴
۵۷۲	کتاب۔	۳۴۵
۵۷۴	چودھویں دلیل اور اس کا محاسبہ	۳۴۶
۵۷۶	خاتمہ فصل	۳۴۷
۵۷۸	بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی پالتوی بیٹیاں ثابت کرنے پر مولوی اسماعیل شیعہ کی دھوکہ دہی کا انکشاف	۳۴۸
۵۸۱	سیرت ابن ہشام کی اصل عبارت	۳۴۹
۵۸۲	تفسیر کبیر اور نیشاپوری سے مولوی اسماعیل کے استدلال کی حقیقت ان تفسیر کی اصل عبارتیں۔	۳۵۰
۵۸۷	بناتِ رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر علماء شیعہ کی نظر میں	۳۵۱
۵۹۰	پیر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریعت کا نورانی بیان	۳۵۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۲۷	مکالمہ شیخ طوسی و شیخ تفتازانی۔	۳۲۱
۵۲۱	تین جواب تین مسئلے۔	۳۲۲
۵۳۵	دوسری دلیل۔	۳۲۳
۵۳۵	رقیبہ ام کلثوم اور زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پالتو بیٹیاں تھیں۔ تحقیقی ہے ہی نہیں سکتیں۔	۳۲۴
۵۲۶	جواب ۱	۳۲۵
۵۲۹	تیسری دلیل۔ اور اس کا جواب	۳۲۶
۵۴۱	چوتھی دلیل۔	۳۲۷
۵۴۱	واماد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک سنی کتاب کی عبارت۔	۳۲۸
۵۴۲	جواب۔ شیعوں مولویوں میں شاید عربی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں	۳۲۹
۵۴۴	پانچویں دلیل۔	۳۳۰
۵۴۴	مذکورہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تہمیتیں۔	۳۳۱
۵۴۶	جواب	۳۳۲
۵۵۰	چھٹی دلیل۔	۳۳۳
۵۵۰	بعض سنی مفسرین نے پالتو بیٹی کی مثال بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دی ہے۔	۳۳۴
۵۵۰	جواب	۳۳۵
۵۵۲	ساتویں دلیل۔	۳۳۶
۵۵۲	تفسیر درمنثور سے دھوکہ دینے کی کوشش کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی۔	۳۳۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۵۵	جواب - خیانت کی انتہا۔	۳۳۸
۵۵۶	انٹرویو دلیل اور اس کا جواب	۳۳۹
۵۶۰	توین دلیل - سوائی محرقہ کی عبارت سے دھوکہ دہی اور اس کا جواب	۳۴۰
۵۶۲	دسویں دلیل اور اس کا جواب	۳۴۱
۵۶۷	گیارہویں دلیل - لایعنی گفت گو۔ اور جواب	۳۴۲
۵۶۹	بارہویں دلیل - ایک بے تکلی بات اور جواب	۳۴۳
۵۷۰	تیرہویں دلیل - جناب فاطمہ کی بچپن کی خدمات	۳۴۴
۵۷۲	چھاب۔	۳۴۵
۵۷۴	چودھویں دلیل اور اس کا محاسبہ	۳۴۶
۵۷۶	خاتمہ فصل	۳۴۷
۵۷۸	بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی پالتو بیٹیاں ثابت کرنے پر موری	۳۴۸
	اسماعیل شیبلی کی دھوکہ دہی کا انکشاف	
۵۸۱	سیرت ابن ہشام کی اصل عبارت	۳۴۹
۵۸۲	تفسیر کبیر اور نیشاپوری سے مولوی اسماعیل کے استدلال کی تحقیق	۳۵۰
	ان تفسیر کی اصل عبارتیں۔	
۵۸۷	بنات رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر علماء شیعہ کی نظر میں	۳۵۱
۵۹۰	پیر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمود باقر علی شاہ صاحب سجاد نشین	۳۵۲
	آستانہ عالیہ حضرت کیدیا لوالہ شریعت کالورانی بیان	

شان صحابہؓ اور ردِ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محقق اسلام قاطع رفض و بدعت مناظر اسلام علامہ الحاج

محمد علیؒ علیہ الرحمہ بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ
نقشبندی بلال گنجر لاہور

تالیفات

تحفہ جعفریہ
۵ جلدیں

خصوصیات

- اندازِ بیان نہایت سادہ، آسان، علماء و عوام کیلئے یکساں مفید۔
- ردِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شیعہ سے کیا گیا ہے۔
- ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے انمول خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہیں۔

فقہ جعفریہ
۳ جلدیں

عقائد جعفریہ
۳ جلدیں

■ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔

چیدہ چیدہ مضامین درج ذیل ہیں

مسئلہ خلافت، فضائل صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے ثلاثہ، امہات المؤمنین، امیر معاویہ از کتب شیعہ، صحابہ و اہل بیت کے خاندانی خوشگوار تعلقات، صحابہ کرام پر کئے گئے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، باغ فدک، حدیث قرطاس، اہل سنت کی طرف غلط طور پر منسوب کتب پر تحقیقی و علمی مباحث، خلافت عثمان غنی کے متعلق اقرباء پروری کی تردید، جنگ جمل اور صفین، بناتِ رسول، جنازہ رسول، نکاحِ ام کلثوم

تحفہ
جعفریہ

خدا اور رسول ﷺ اور آئمہ اہل بیت کی شان میں اہل تشیع کی بے ادبیاں اور گستاخیاں، قاطلانِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کون تھے، نام نہاد مجاہدین اہل بیت پر آئمہ اہل بیت کی لعنت و پشکار، پارہ اماموں کے متعلق شیعہ عقائد اور ان کا رد، مسئلہ امامت، مسئلہ تحریف قرآن، مسئلہ تقیہ، قاطلانِ عثمان کا حشر، امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے سنی نما مولویوں اور بیروں کا محاسبہ

فقہ
جعفریہ

شانِ امام اعظم ابو حنیفہ اور فقہ حنفی پر شیعوں کے تمام اعتراضات کے مدلل جوابات، کلمہ اسلام، اذان، وضو، نماز، نماز جنازہ وغیرہ کا بیان، مسئلہ متعہ، مسئلہ ماتم، فقہ جعفریہ کے احکام اور کتب شیعہ سے ان کا رد، فقہ جعفریہ کے ناممکن العمل ہونے پر دلائل

عقائد
جعفریہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ

بلال گنجر لاہور فون: 042-7227228

مکتبہ نوریہ حسنیہ

باب اول

اللہ، انبیاء، صحابہ، اور،

انکہ اہل بیت کی شان

میں شیعوں کی گستاخیاں

باب اول؛

شیعوہ حضرات کی گستاخیاں

فصل اول

اللہ تعالیٰ کی شان میں ان کی گستاخیاں :-

گستاخی نمبر ۱۔

شیعوہ حضرات کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو دو بدار، یعنی مخالفہ لاحق ہوتا رہتا ہے۔ اور رسالہ دو اعلام الہدیٰ فی تحقیق البدو، میں دو بدار، کا معنی یوں لکھا ہوا ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ۔

يَقَالُ بَدَأَ لَهُ إِذَا ظَهَرَ لَهُ رَأْيٌ مُخَالِفٌ لِلرَّأْيِ الْأَوَّلِ
وَهُوَ الَّذِي حَقَّقَهُ الشَّيْخُ فِي الْعِدَّةِ وَابْنُ الْفَنَاحِ
الْكَرَّاجِيُّ فِي كَثْرِ الْفَوَائِدِ وَالَّذِي حَقَّقَهُ
الْمُرْتَضَى فِي الذَّرِّيَّةِ وَبِشَعْرِيَّةِ كَلَامِ
الطَّبْرَسِيِّ وَهُوَ أَنَّ مَعْنَى قَوْلِنَا بَدَأَ لَهُ تَعَالَى أَنَّهُ

ظَهَرَ لَهُ مِنَ الْأُمْرِ مَا كُنَّ ظَاهِرًا ۱۔

(تفسیرنا عشرہ اردو ص ۲۸۷ عقیدہ نمبر ۱)

مطبوعہ دارالاشاعت کراچی طبع جدید

ترجمہ۔

جب پہلی رائے کے مخالف رائے ذہن میں آئے۔ اس وقت کہا کرتے ہیں۔ بدالہ شیخ نے ”عدۃ الاصول“ میں اور ابوالفتح کراچی نے کنز القوائد میں یہی معنی تحقیق کیے ہیں۔ اور جو اس کا معنی مرتضیٰ نے ”دالذریعہ“ میں تحقیق کیا۔ جس کی طرف طبری کا کلام بھی مشہور ہے۔ وہ یہ کہ ”بدالہ تعالیٰ“ کا یہ معنی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا امر ظاہر ہو گیا۔ جو پہلے اس پر ظاہر نہ تھا۔

اس کی تائید علامہ طبری شیعہ نے ”تفسیر مجمع البیان“ کے ان الفاظ سے

کی ہے۔

مجمع البیان :-

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ
قَبْلُ الْآيَةِ (سورة الانعام) بَدَا يَبْدُوًا
بَدُوًا إِذَا ظَهَرَ وَفُلَانٌ ذُو بَدَوَاتٍ
إِذَا بَدَا لَهُ النَّأْيُ وَبَدَأَ الْحِجَابُ فِي هَذَا
الْأَمْرِ بَدَأَ وَقَدْ أَبْدَأَ لَا يَجُوزُ عَلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ لِأَنَّهُ
الْعَالِمُ بِجَمِيعِ الْمَعْلُومَاتِ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزَالُ

(تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزر چہارم)

ص ۲۸۹ مطبوعہ تہران

ترجمہ

جب کوئی چیز ظاہر ہو۔ تو بدلا بدو بدو ایستے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو ایک رائے کے بعد دوسری رائے ظاہر ہو جائے۔ تو ایسے شخص کو وہ ذو بدوات، کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کا استعمال اس طرح بھی آیا ہے "بدا الحی فی هذا الامر بداء" اور "بداء" کا اطلاق و استعمال اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ تمام معلومات کا ازلا ابداً عالم ہے۔

"علامہ طبرسی" نے "بداء" کے معنی کی تائید کر دی ہے۔ کہ اس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے۔ جب کسی کو اپنی سابقہ رائے کے بعد ایک نئی رائے ظاہر ہو جائے اس کے ساتھ علامہ موصوف نے اس لفظ کے ساتھ اللہ کا متصف ہونا ناجائز قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا اطلاق یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ اس کی معلومات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ آج کچھ اور کل کچھ اور۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ازلا ابداً عالم جمیع معلومات ہے۔ لہذا اس کو اس صفت سے متصف کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اشیاء کے عاقب و انجام سے جاہل ہو۔

لیکن "علامہ طبرسی" کا اللہ تعالیٰ کے متعلق "بداء" کے اطلاق کو ناجائز کہنا "دائم معصومین" کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور اس سلسلہ میں بقول شیخ جو ائمہ معصومین نے نصوص قطعیہ فرمائی ہیں۔ ان کی مخالفت ہے۔ اور اس بار سے میں اہل تشیع کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ جب کسی مجتہد یا عالم و فقیہ کی رائے ائمہ معصومین کے خلاف ہو۔ تو وہ مردود اور باطل ہوگی۔

لہذا کسی ایک ادھر شیخ کا اس عقیدہ میں ائمہ معصومین کی نصوص صریحہ کے

خلاف لکھنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

لہذا شیعوہ حضرات کا عقیدہ صحیحہ (ان کے نزدیک) ایسی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے جو در بداد، کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے۔ یہی صحیح ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل تشیع ہے اب میں ائمہ اہل بیت سے اس عقیدہ کی یابت ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(ائمہ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ کے پدار پر روایات۔)

روایت نمبر (۱)۔

شیخ مجتہد علامہ یعقوب کلینی، نے اپنی مشہور کتاب "اصول کافی" میں (جو کہ امام غائب کی محدثہ ہے) یوں نقل کیا ہے۔

اصول کافی۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسَى عَنِ الْحَجَّالِ
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ثَعْلَبَةَ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَعِينٍ عَنْ أَحَدِهِمَا
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ مَا عِنْدَ اللَّهِ بِشَيْءٍ مِثْلَ الْبَدْءِ
وَفِي رِوَايَةٍ ابْنِ أَبِي عَمِيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ
عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا عَظَّمَ
بِمِثْلِ الْبَدْءِ .

(اصول کافی جلد اول ص ۱۴۶ کتاب التوحید
باب البداء طبع جدید مطبوعہ تہران۔ طبع
قدیم مطبوعہ نوکشور ص ۸۴)

ترجمہ۔

زرارہ بن اعین کا بیان ہے۔ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک نے فرمایا۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہیں کی گئی۔ جیسا کہ دو بداء،، کے ساتھ کی گئی۔ اور ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے۔ کہ کسی چیز کے ساتھ اللہ کی ایسی تعظیم نہیں کی گئی۔ جیسی دو بداء،، کے ساتھ کی گئی۔

روایت دوم :-

اصول کافی :-

عَلَى بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ الرِّيَّانِ بْنِ الصَّلْتِ
قَالَ سَمِعْتُ الرَّضَا يَقُولُ مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا
قَطُّ اِلَّا بِتَحْرِيمِ الْخَمْرِ وَاَنْ يُقَرَّ اللهُ
بِالْبَدَاءِ۔

داصول کافی جلد اول ص ۱۴۸ کتاب التوحید

باب البداء طبع جدید تہران۔ ص ۸۷

طبع قدیم نوکشور

ترجمہ

ریان بن صلت کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام رضا سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا۔ جس نے شراب کی حرمت نہ کی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے دو بداء،، کا اقرار نہ کیا ہو۔

روایت سوم :-

اصول کافی :-

بعض اصحابنا عن ابن جملہور عن ابیہ عن
ابن محبوب عن ابن وثاب عن عبد الرحمن
ابن الحجاج وعن محمد بن سنان عن الفضل بن
عمر جمیعا عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قَالَ يُبْعَثُ عَبْدُ الْمُطَلِّبِ أُمَّةً وَآحِدَةً
عَلَيْهَا بَهَاءُ الْمُلُوكِ وَ سِيِّمًا
الْأَنْبِيَاءِ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ قَالَ
بِالْبَدَآءِ -

۱۔ اصول کافی جلد اول باب مولد النبی

علیہ السلام ووفاتہ طبع قدیم

مطبوعہ زکشیہ

۲۔ مطبوعہ تہران طبع جدید جلد اول

ص ۱۲۲۷

ترجمہ

ابن کثرت اسناد امام جعفر صادق کے فرمایا کہ عبدالمطلب تنہا ایک
امت میں اٹھایا جائے گا جس پر بادشاہوں کا سا جلال اور پیغمبروں کے
سے نشان ہوں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ دو پہلے شخص ہیں۔ جو
ہر جگہ ہر جگہ کے قابل ہوتے۔

جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو کئی شیعہ ان سے

برگشتہ ہو گئے

روایت چہارم :-

فرق الشیعہ :-

لَمَّا أَشَارَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ إِلَى إِمَامَةِ
أَبِيهِ إِسْمَاعِيلَ ثُمَّ مَاتَ إِسْمَاعِيلُ فِي
حَيَاةِ أَبِيهِ رَجَعُوا عَنْ إِمَامَةِ جَعْفَرٍ
وَقَالُوا كَذَبْنَا وَلَمْ يَكُنْ إِمَامًا
لِأَنَّ الْإِمَامَ لَا يَكْذِبُ وَلَا يَقُولُ
إِلَّا مَا يَكُونُ وَحَكَمُوا عَلَى جَعْفَرٍ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بَدَأَ لَهُ
فِي إِمَامَةِ إِسْمَاعِيلَ فَأَنْكَرُوا الْبِدَاءَ
وَالْمَشِيبَةَ مِنَ اللَّهِ قَالُوا هَذَا
بَاطِلٌ لَا يَجُوزُ -

فرق الشیعہ ص ۶۴ مصنف علامہ زونجلی

شیعہ طبع نجف ۱۲۵۵ھ

ترجمہ :-

جب امام جعفر نے (اپنے بعد) اپنے بیٹے اسماعیل کی امامت کی

طرف اشارہ کر میرے بعد اسماعیل ہوگا۔ اور پھر ان کی زندگی ہی میں اسماعیل کا انتقال ہو گیا۔ تو امام جعفر کے پیروکاران سے برگشتہ ہو گئے اور کہا کہ جعفر نے ہم سے جھوٹ بولا ہے یہ امام نہیں ہے کیونکہ امام تو جھوٹ نہیں بولتا بلکہ وہی کچھ کہتا ہے جو بعد میں واقع ہونا ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ جعفر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اسماعیل کی امامت میں بداء ہو گیا ہے۔ (مغالطہ لاشعری ہو گیا ہے۔) چنانچہ یہ لوگ اللہ کے بداء اور مشیت کے منکر ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ (بداء) باطل اور غیر جائز ہے۔

یاد رہے اس روایت کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ امام جعفر نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے بیٹے اسماعیل کو امامت میں اپنا جانشین بنایا تھا اور چونکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام کا تقرر اللہ کی طرف سے مخصوص ہوتا ہے اس لیے امام جعفر کو (بقول شیعہ) یہ فکر لاشعری ہو کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اگر جعفر کے بعد اللہ نے اس کے بیٹے اسماعیل کو امام بنایا تھا تو وہ اس کی زندگی میں فوت کیوں ہو گیا؟ اس لیے امام جعفر نے کہا کہ اللہ نے ہی اسماعیل کو میرے بعد امام بنایا تھا مگر اس میں اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو گیا ہے۔ لہذا میرے بعد موسیٰ رضاعی میرا دوسرا بیٹا امام ہوگا۔

اس روایت میں صاف صاف موجود ہے کہ جب امام جعفر نے بداء کا قول کیا تو ان کے بعض پیروکاران سے منہوت ہوئے اور بداء کا انکار کیا۔ ثابت ہوا۔ شیعیت سے نکلنے والے بداء کے منکر ہوئے۔ مگر امام جعفر اور ان کے مضبوط پیروکاروں کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کو بداء یعنی مغالطہ ہو جاتا ہے۔

تا نظرین! یہ بداء کا قشر نہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ تاریخ نے خود کو دہرایا اور امام نقی نے امامت کے لیے اپنے بیٹے ابو جعفر کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر وہ امام نقی کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔ چنانچہ امام نقی نے پھر اپنے دوسرے بیٹے حسن عسکری

کو امام بنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بداء ہو گیا ہے۔
چنانچہ دیکھیے روایت پنجم از اصول کافی۔

روایت ۵ در لا خلیل قزوینی، نے صافی شرح اصول کافی میں اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

چوں بداء در اصل لغت بمعنی پشیمانی است استعارہ لفظ بداء و فعل الہی از پیش خود خالی از جرأتے نیست پس پیش از عبدالمطلب کسی استعارہ لفظ نکرده بود۔ چوں آدمی در وقت اضطراب و کمال خوف معذور می باشد در جرأت۔ در گفتگو عبدالمطلب این جرأت کرده و بعد از او مستمر شد مانند مضمون کہ وحی شدہ باشد۔ و بیان معنی بداء شد در باب بست و چہارم کتاب التوحید ازین تقریر ظاہر شد کہ منافاتی نیست بیان این حدیث و احادیث باب مذکورہ کہ دلالت می کند بر آنکہ بیح مبعوث نشدہ مگر باقرار بداء۔

(صافی شرح اصول کافی باب مولد النبی ص ۱۶۲)

ترجمہ: جب کہ لغت کے اعتبار سے در بداء، کے حقیقی معنی پشیمانی کے ہیں۔ اس لیے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فعل میں اس لفظ کو بطور استعارہ استعمال کرنا جرأت سے خالی نہیں ہے۔ اس لیے عبدالمطلب سے پہلے بطور استعارہ اسے اللہ کے لیے کسی نے استعمال نہ کیا تھا جب آدمی پر خوف کا غلبہ ہو۔ اور پریشانی میں گھرایا ہوا ہو۔ تو جرأت میں معذور ہوتا ہے۔ گفتگو میں عبدالمطلب نے یہ جرأت (ایسی حالت میں ہی) کی۔ اور اس کے استعمال کرنے کے بعد لوگوں میں عادت جا رہی بن گئی۔ گویا جیسا کہ وحی ہوا ہو۔ در بداء، کے معنی کتاب التوحید کے چوبیسویں باب میں بیان ہو چکے ہیں۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا۔ کہ اس حدیث اور دیگر احادیث میں جو باب مذکور میں وارد ہوئیں۔ کوئی منافات نہیں۔ وہ اس طرح کہ دیگر احادیث اس مضمون کے اثبات میں تھیں۔ کہ اللہ کا ہر ایک پیغمبر اقرار بالبداء کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اور اس حدیث میں ”بداء“ کے بطور استعارہ ذات الہی کے افعال پر اطلاق کا مضمون ہے۔ جو پہلے مضمون سے مطابقت رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام:-

”بداء“ کا معنی آئمہ معصومین اور آئمہ مجتہدین شیعہ نے یہی کیا ہے۔ کہ ”ایک چیز پارائے کا ظاہر ہو جانا جو پہلے ظاہر نہ تھی۔“ اور جب اس لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی۔ تو اس سے مراد یہ ہوگی۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی ایک چیز کا پہلے علم نہ تھا۔ پھر اس پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ آئمہ معصومین کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے ”بداء“ کا عقیدہ رکھنا اتہائی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے عبدالمطلب کو امت کا درجہ جاسی وجہ سے دیا۔ کہ سب سے پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بطور استعارہ اس لفظ کو استعمال کیا۔

صاحب شرح اصول کافی نے اس لفظ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ حقیقت میں اس کا معنی پیشانی کی نسبت کرنا اللہ کی طرف بڑے دل گروے کی بات ہے۔ اس لیے یہ جرات سب سے پہلے عبدالمطلب نے کی۔ لہذا اس جرات زندانہ کی وجہ سے وہ کل قیامت کو جلال شایانہ اور نشانات انبیاء کے ساتھ آئیں گے۔ حاصل یہ ہوا۔ کہ لفظ ”بداء“ کا اللہ تعالیٰ کے لیے واقعہ ہونا اتہائی ضروری ہے۔ بلکہ آئمہ معصومین نے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کو کبھی
ایسا بد انگریز نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے پاس

میں ہوا

اصول کافی :-

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ
الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بَعْدَ مَا مَضَى ابْنُهُ أَبُو جَعْفَرٍ إِنِّي لَا أَفْكَرُ فِي نَفْسِي
أُرِيدُ أَنْ أَقُولَ كَأَنَّهَا أَعْنِي أَبَا جَعْفَرٍ وَ أَبَا
مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْوَقْتِ كَأَبِي الْحَسَنِ مُوسَى وَ
إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَإِنَّ قِصَّتَهُمَا كَقِصَّتَيْهِمَا إِذْ كَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ
الْمَوْجِبِي بَعْدَ أَبِي جَعْفَرٍ فَأَقْبَلَ عَلِيٌّ أَبُو الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَبْلَ أَنْ أَنْطِقَ فَقَالَ نَعَمْ يَا أَبَا
هَاشِمٍ بَدَأَ اللَّهُ فِي أَبِي مُحَمَّدٍ بَعْدَ أَبِي
جَعْفَرٍ مَا لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُ لَهُ كَمَا بَدَأَهُ
فِي مُوسَى بَعْدَ مَضِيِّ إِسْمَاعِيلَ مَا كَشِفَ بِهِ
عَنْ حَالِهِ وَهُوَ كَمَا حَدَّثْتُكَ نَفْسَكَ وَإِنَّ
كِرَّةَ الْمُبْطِلُونَ وَأَبُو مُحَمَّدٍ ابْنِي الْخَلْفُ مِنْ

بَعْدِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ وَمَعَهُ آلَةُ الْإِمَامَةِ -

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۲۱ کتاب الحجۃ

باب الاشارة والنص على ابي محمد

عليهما السلام طبع قدیم لکھنؤ اصول کافی

جلد اول صفحہ ۲۲۱ طبع جدید تہران)

ترجمہ ۱-

داوی کہتا ہے۔ کہ میں امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر کے مرنے

کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے دل میں یہ خیال تھا۔ کہ

فرزند ان امام نقی ابو جعفر اور امام حسن عسکری کا واقعہ اس وقت باطل و بیا

ہی ہے۔ جیسا امام موسیٰ کاظم اور اسماعیل فرزند ان امام جعفر صادق کا تھا

اور جو قصہ خوردی و بزرگی کا وہاں تھا۔ وہی یہاں ہے۔ (یعنی جس طرح

اسماعیل، امام موسیٰ کاظم سے عمر میں بڑے تھے اسی طرح ابو جعفر،

امام حسن عسکری سے بڑے ہیں) کیونکہ ابو جعفر کے بعد امام حسن عسکری

امام ہوئے۔ پھر امام نقی علیہ السلام قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں مجھ سے

فرمانے لگے۔ اے ابو ہاشم خدا نے ابو جعفر کے بعد اپنا حکم ظاہر کیا۔

ابو محمد (حسن عسکری) کے بارہ میں حسن کی لوگوں کو معرفت نہ تھی۔ یہ ایسا

نہی ہے۔ جیسا کہ میں نے تم سے بیان کیا۔ اگرچہ باطل پرست اس کو

پسند نہ کریں۔ ابو محمد میرا بیٹا ہے۔ میرے بعد میرا جانشین ہے۔ اس

کے پاس وہ تمام علم ہے۔ جس کی طرف اقیانح ہوتی ہے اس کے پاس

سامانِ امامت ہے۔

(اصول کافی مترجم جلد اول ترجمہ ظفر حسن عسکری صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ کراچی

اعتقادات صدوق :-

واتاقول صادق علیہ السلام کہ فرمود کہ بیچ بدائی نشدہ برائے خدا مثل بدائے کہ شدہ برائے اور بارہ اسماعیل پسر من۔

اعتقادات صدوق ص ۲۸ باب دوم

ویداد مطبوعہ تہران

ترجمہ :- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کبھی ایسا بداء نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے پاس سے ہوا۔

خلاصہ کلام :-

مذکورہ روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دو بداء، کا عقیدہ دائرہ معصومین کی حدیث کی رو سے لازمی اور اتہامی ضروری ہے۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ دو بداء، کی علت فانی مسئلہ امامت ہے۔

اہل تشیع کے ہاں مقام امامت، صحابیت و نبوت

اور رسالت سے بھی اہم ہے

امام کی شان اہل تشیع کے ہاں تمام مراتب ولایت، صحابیت، نبوت اور رسالت سے اعلیٰ و افضل ہے۔ جس کی تفصیل ہم عنقریب پیش کر رہے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے امام کے لیے ایک مرتبہ متعین کر لیا ہے۔ کہ اس کی زد میں خالق

جائے یا مخلوق اس کی سلامتی ناممکن ہے۔ اسی لیے ان کے تمام عقائد کی بنیاد مسئلہ امامت پر ہے۔ مثلاً۔

۱۔ بداء۔ ۲۔ کفر انبیاء (معاذ اللہ)۔ ۳۔ ارتداد صحابہ۔ ۴۔ کفر اہل بیت المؤمنین۔
۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہونے کا انکار۔ ۶۔ تقیہ۔ ۷۔ متعہ۔
اس کی تفصیل یوں سمجھئے۔ کہ امامت میں پس و پیش کی وجہ سے دوبارہ، کا مسئلہ
لازمی و ضروری ہوا۔

جیسا کہ اس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ
کے متعلق بعض مرتبہ بعض اشیاء سے جاہل اور بے خبر و بے علم ہونے کا عقیدہ
اس لیے ایجاد ہوا۔ کہ مسئلہ امامت میں کمی بیشی کا معاملہ حل ہو جائے۔ حضرت یونس
علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام پر کفر کا الزام اس لیے دھرا گیا کہ ان میں ان کے
ساتھ حسد تھا۔

خلفائے ثلاثہ پر غصبِ خلافت کا الزام بھی اس لیے تھوپا اور ان پر تبرہ بازی
بھی اسی لیے کی گئی۔ شیخین کی صاحبزادیاں ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر تبرہ بازی بھی اسی مقصد
کے لیے کی گئی۔ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقید میں ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار بھی اسی درخت بد کی ایک شاخ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کر بیٹھے۔ اور پھر
ان کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اس کی کوکھ سے تقیہ کا عقیدہ پیدا ہوا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چونکہ متعہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار
دے دیا۔ اس کا عام اعلان مختلف بلاد اسلامیہ میں چونکہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ
نے پہنچایا اس لیے فاروق اعظم کی مخالفت کرتے ہوئے در متعہ، کے متقی

ہونے اور اس کے دو فضائل و کمالات، کا عقیدہ معرض وجود میں آیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان تمام باطل عقائد اور مردود نظریات کی اساس صرف مسئلہ امامت پر ہے۔

گستاخی ۱۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفات بمقابلہ صفات

باری تعالیٰ

مناقب آل ابی طالب :-

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِنَفْسِهِ (وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ) وَفِيهِ (وَجَعَلْنَا
لَهُمْ لَيَالِيًا مِيدَاتٍ قَاعِيًّا) وَقَالَ لِنَفْسِهِ (هُوَ يُطْعِمُهُ
وَلَا يُطْعَمُ) وَفِيهِ (وَ يُطْعِمُونَ الطَّعَامَ) وَ
قَالَ لِنَفْسِهِ (لَا تَأْخُذُ سِنُهُ) وَلَا تَوْمٌ) وَفِيهِ
(أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ) وَقَالَ لِنَفْسِهِ (وَهُوَ
اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) وَفِيهِ (قُلْ إِنَّمَا
أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ) قَالَ الرَّسُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ
بِكَ وَعِظْتُ قُرَيْشٌ وَقَالَ لِنَفْسِهِ (قُلْ
اللَّهُمَّ مَا لَكَ الْمَلِكِ) وَفِيهِ (وَإِذَا
رَأَيْتَ شَرًّا رَأَيْتَ نَعِيمًا) وَمُنَاكَ كَثِيرًا)
وَقَالَ لِنَفْسِهِ (يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ)
وَفِيهِ (عَلَى حَبِيْبِهِ مَسْكِينًا)

وَيَتِيْمًا الْخَر

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب
جلد سوم ص ۲۳۸۔ باب التکلیف والاطاعت
مطبوعہ قلم چنابان طبع جدید)

ترجمہ:-

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت دو الخلو، بیان کی۔ اور حضرت علی رضی
کو بھی (علی) کہا۔ اللہ نے اپنے کو دکھانا کھلانے والا، کہا۔ اور یہی
صفت حضرت علی کو بھی عطا فرمائی۔ اللہ نے اپنے لیے در نہ نیند اور نہ
اونگہ، آنے کی صفت بیان فرمائی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
لیے دو شب بیداری کرنے والا کہا، اللہ نے خود کو دو واحد، اور ادر
علی کو دو واحد، کہا۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قریش کو تمہاری وجہ سے نصیحت
حاصل ہوئی۔ اللہ نے اپنے آپ کو دو مالک الملک، کہا۔ اور حضرت
علی کو دو ملک کبیر، کا مالک فرمایا۔ اللہ نے اپنے لیے جسم و حیوانہ
کہا۔ اور حضرت علی کو دو علی جبہ مسکینا، کہا۔

خلاصہ کلام:-

”ابن شہر آشوب، جو شیعہ قبیلہ کا ایک بہت بڑا اور بلند پایہ مجتہد ہے۔ اس
نے اس مقام پر پوری پوری کوشش کی۔ کہ قرآن پاک میں جو صفات جس مقام پر
اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ذکر فرمائیں۔“

۱ وہ تمام صفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کی جائیں۔ اور اس طرح

اللہ اور اس کے ایک بندے کے درمیان صفات میں مساوات و برابری دکھائی جائے۔ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں کیا گستاخی ہو سکتی ہے۔ کہ اسے اور اس کے بندے کو ایک کر دیا جائے۔

یاد رہے۔ کہ جتنی آیات ”و این شہراً شوب“، نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کسی نہ کسی صفت کو ثابت کرنے کے لیے ذکر کی ہیں۔ ان آیات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہونا صرف ”و این شہراً شوب“ کا اپنا اجتہاد ہے۔ ورنہ یہ تمام آیات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر نازل نہیں ہوئیں۔ اور دوسری بات یہ بھی کہ ان آیات سے جو مفہوم اس مجتہد نے نکالا۔ وہ اسی کا خاصہ ہے۔ اس طرح اس مصنف نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی۔ اور تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے متفقہ قانون ہے۔ کہ ایسا شخص عند الشرع مسلمان نہیں۔

گستاخی ۷۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو شریکِ خدا ہیں۔

جلاء العیون :-

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي بَعْضِ حُطْبِهِ أَنَا
عِنْدِي مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ
إِلَّا أَنَا أَنَا ذُو الْقَرْنَيْنِ الْمَذْكُورُ فِي صُحُفِ الْأُولَى
أَنَا صَاحِبُ خَابِرِ سُلَيْمَانَ أَنَا وَالْإِلَهِي الْحِسَابِ
أَنَا صَاحِبُ الصِّرَاطِ وَالْمَوْقِفِ أَنَا قَاسِمُ الْجَنَّةِ
وَالنَّارِ أَنَا أَدَمُ الْأَوَّلِ أَنَا نُوحُ الْأَوَّلِ أَنَا

أَيْتُ الْجَبَّارِ أَنَا حَقِيقَةُ الْأَسْرَارِ أَنَا مُورِقُ الْأَشْجَارِ
 أَنَا مُوَلِّغُ الْأَشْمَارِ أَنَا مُفَجِّرُ الْعِيُوتِ
 أَنَا مُجْرِي التَّهَارِ أَنَا خَازِنُ الْعِلْمِ أَنَا
 طُورُ الْجِلْدِ أَنَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا
 عَيْنُ الْيَقِينِ أَنَا حُجَّةُ اللَّهِ فِي السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ وَالْحَمْدُ

رجلایلیوں جلد دوم اردو ص ۶۰-۶۱ مترجمہ
 ظہور الحسن کوثر بریلوی مطبوعہ شیعہ جنرل بک
 لکھنؤ انعام پریس لاہور

ترجمہ

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ میں وہ
 ہوں جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول اللہ میرے سوا
 کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحت اولیٰ میں ہے۔
 میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں
 میں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں۔ میں اسرار کی حقیقت ہوں
 میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا
 ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا
 ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المؤمنین
 ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمینوں اور آسمانوں میں حجیت
 خدا ہوں۔

میں مترزل کرنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔

میں قیامت ہوں۔ ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں۔ جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ آسمانے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے والا ہوں۔ (زندہ کرنے والا ہوں) میں یوم التشور کا مالک ہوں۔ میں نوح کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب کا لاریہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں حکیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حق ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفہ اللہ ہوں۔ (جلد اول العیون جلد دوم ص ۶۱)

تنبیہ:-

یہ خطبہ جو ہم نے دو سید ظہور الحسن شیبی مدنی، کی کتاب جلاء العیون اردو سے نقل کیا ہے۔ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ شمار کیا گیا ہے۔ اگر کوئی صاحب علم و صاحب انصاف اس خطبہ کو محض سرسری نظر سے ہی دیکھے۔ تو اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہ ہوگا۔ کہ اگر یہ خطبہ بالفرض محال بتو علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ تو آپ اس میں مذکور دعادی کی بنا پر دوسرے خدا بن بیٹھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات من و عن انہوں نے اپنے لیے لازم قرار دیں۔ نہ ان میں کوئی تاویل کی گئی۔ نہ ہی ان میں حقیقت و مجاز کا سہارا لیا گیا۔ اور اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو اس کی

صفات میں مثل اور مساوی جاننا شرک صریح ہے۔ اور شرک ہی ایک ایسا عظیم گناہ ہے۔ جو ناقابل معافی ہے۔ کل قیامت کو اللہ چاہے گا۔ تو بقیہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔ لیکن شرک قطعاً قابل معافی نہیں ہوگا۔

یاد رکھیے۔ یہ خطبہ اور اس قسم کے دیگر خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قطعاً نہیں ہو سکتے۔

بلکہ یہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ وہ باب العلم، رضی اللہ عنہ اس قسم کے کلام سے حاشا و کلا اپنے قلم و زبان کو گندا نہیں کر سکتے۔

گستاخی ۲۔

اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت کیلئے

آپ کا خلیفہ ہے

مناقب آل ابی طالب:-

وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَتَانِ فِي
الْخَبْرِ أَنَّ النَّبِيَّ بَكَى عِنْدَ مَوْتِهِ فَبَجَاءَ جِبْرِئِيلُ
وَقَالَ لِمَرَاتِي قَالِ لِأُمَّتِي مَنْ لَّهُمْ فَرَجَعُ ثُمَّ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا خَلِيفَتُكَ فِي أُمَّتِكَ
وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَنْتَ تُبَلِّغُ عَنِّي رَسُولَ اللَّهِ
أَمَا بَلَغْتَ قَالَ بَلَىٰ وَلَكِنْ تُبَلِّغُ عَنِّي نَأْوِيلَ
الْكِتَابِ - انتھے

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر
اشوب جلد سوم ص ۲۶۸ مطبوعہ قم خیابان
طبع جدید)

ترجمہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ حدیث میں وارد ہے۔ کہ بوقت
انتقال حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ جب اہل نے حاضر ہو کر رونے کا سبب
پوچھا۔ فرمایا۔ روتا اس بات کا ہے۔ کہ میری امت کا کون ہوگا؟ جب اہل
اللہ کی بارگاہ میں گئے۔ واپس آکر کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تمہارا تمہاری
امت میں خلیفہ ہوں گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو فرمایا۔ تو میری رسالت کو پہنچائے گا۔؟ عرض کی۔ حضور! آپ نے
میں پہنچائی۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ لیکن تیرے ذمہ میری طرف سے
کتاب (قرآن) کی تاویل کی تبلیغ کرنا ہے۔

خلاصہ کلام:-

علامہ ابن شہر اشوب شیعہ نے اس کتاب میں واضح الفاظ میں لکھ دیا
ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو خلیفہ تھے۔ ایک خود اللہ تعالیٰ اور دوسرے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اب قابل غور یہ امر ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرات
کا یہی پٹینا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ہی خلیفہ ہے۔ اور وہ

”خلیفہ بلا فصل“، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ لیکن یہاں مبہم الفاظ میں دو ابن شہر آشوب، نے آپ کے دو خلیفہ ذکر کیے۔ اب یہاں دو احتمال پیدا ہوتے ہیں۔

احتمال اول :-

یہ کہ کیا دونوں خلیفہ یک وقت خلیفہ بنے۔ اگر ایسا ہی مانو۔ تو دونوں کے ذمہ کیا کیا کام تھے۔ ہاں ایک خلیفہ کا کام تو ”ابن شہر آشوب“ نے ذکر کر دیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کی تاویلات بتلانے کے لیے خلیفہ بنے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ذمہ کون سا کام لگاؤ گے؟

اسی صورت میں اگر یہ کہو۔ کہ بظاہر نام کے اعتبار سے دو خلیفہ ہیں حقیقت میں ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مراد کوئی الگ خلیفہ نہیں۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی دو مختلف اعتبار ہیں۔ تو یہ مذہب وہی ہے۔ جو بانی مذہب شیعوہ ”عبداللہ بن سبا، یہودی کا تھا۔“ ”رجال کشی“ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

رجال کشی :-

وَذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَا
كَانَ يَهُودِيًّا فَاسْلَمَ وَوَالِيَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ فِي يَوْمِ
ابْنِ نَوْنٍ وَهِيَ مُوسَى بِالْغُلُوِّ - فَتَالَ فِي
إِسْلَامِهِ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِثْلَ ذَلِكَ
وَكَانَ آوَلَ مَنْ أَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرَضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ

وَ أَظْهَرَ الْبِرَاءَةَ مِنْ أَعْدَائِهِمْ وَ كَاشَفَ مُخَالَفِيهِ
وَ كَفَّرَهُمْ فَمِنْ هَهُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَت الشَّيْعَةَ إِنَّا
أَصْلُ الشَّيْعَةِ وَ الرَّفْضُ مَا خُوذَ مِنْ الْيَهُودِيَّةِ -

(رجال کشی مطبوعہ کربلا ص ۱۰۱ تذکرہ عبداللہ

ابن سبا)

ترجمہ

بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان
ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گہرا دوست بن گیا۔ یہودی ہوتے ہوئے
یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے متعلق غلو سے کام لیا کرتا تھا
اور جب اسلام لایا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مبالغہ آمیز
باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق
امامت کے فرض ہونے کا قول کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
مخالفوں اور دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا۔ آپ کے مخالفین کو کجباب
کیا۔ اور ان کے کفر کو واضح کیا۔ اسی وجہ سے شیعوں کے مخالف کہتے ہیں
کہ رفض و شیعیت واصل یہودیت کا دوسرا نام ہے۔

مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد عبداللہ بن سبا

یہودی نے ڈالی

صاحبِ رجال کشی نے واضح کر دیا۔ کہ مذہب شیعہ میں مبالغہ آرائی کی بنیاد،
و عبداللہ بن سبا، تھا۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا

دعویٰ کیا۔ جیسا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے ذکر کیا ہے۔

رجال کثی؛۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ
اللَّهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَبَا إِنَّهُ إِذْ دَعَى الرَّبُّوبِيَّةَ
فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَكَانَ وَاللَّهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَبْدَ اللَّهِ طَائِعًا تَوِيلُ لِمَنْ
كَذَبَ عَلَيْنَا وَإِنَّ قَوْمًا يَقُولُونَ فِينَا
مَا لَا نَقُولُ فِي أَنْفُسِنَا نَتَّبِرًا إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ
نَتَّبِرًا إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ .

(رجال کثی مطبوعہ کربلا ص ۱)

ترجمہ:-

ابان بن عثمان کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ
نے فرمایا۔ اللہ «عبد اللہ بن سبا» پر لعنت کرے۔ کیونکہ اس شخص
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا۔
حالانکہ خدا کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے فرمانبردار بندے
تھے۔ جھوٹے کے لیے دوزخ۔ کچھ لوگ ہمارے بارے میں ایسی،
مبالغہ آمیز باتیں کرتے ہیں۔ جو ہم نے خود اپنے متعلق نہیں کہیں۔ ہم
اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں بیزاری چاہتے ہیں۔
حاصل کلام یہ ہوا۔ کہ اگر شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بننے کا یہ معنی کریں۔ کہ

اس سے مراد حضرت علی ہی ہیں۔ تو ان کی یہ مراد بے جا نہیں۔ کیونکہ ایسا ان کی کتب میں موجود و مذکور ہے۔ بانی مذہب شیعوں بعد اشدین سب، کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس روایت سے یہی مذہب ثابت ہوا۔ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رب مانتا تھا۔ جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل جلد اول میں گزری ہے۔ اور یہی تو شرک صریح ہے جس کی معافی نہیں ہوگی۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اس بات کی بھی وضاحت فرمادی۔ کہ ہمارے شیعوں میں بھی ایک ایسی قوم ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانتی جاتی ہے۔ چاہے وہ ہمارے ہی ہیں۔ اس غلط عقیدے کی بنا پر ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے بیزاری طلب کرتے ہیں۔ یہ لعنت اور بیزاری اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی (معاذ اللہ) اپنے متعلق رب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے متواضع اور فرمانبردار بندے تھے۔

احتمال ثانی :-

دوسرا احتمال یہ ہے۔ کہ ان دونوں کی خلافت یکے بعد دیگرے تھی۔ اگر ایسے ہی معاملہ تھا۔ تو پہلے کون خلیفہ بنا پھر اس کے بعد دوسرا کون تھا؟ اگر اللہ تعالیٰ کو خلیفہ اول مانا جائے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مانا جائے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کو..... نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ثانی ماننا پڑے گا۔ بہر صورت یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور صریح کفر ہے۔ لہذا شیعوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اللہ تعالیٰ کو قرار دے کر اللہ رب العزت کی توہین کی ہے۔

گستاخی ۵۔

اللہ تعالیٰ تیس سالہ نوجوان کی طرح ہے

اصول کافی ۱۔

مَحْمَدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ
 الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ بَنِي بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ
 بْنِ سَعِيدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْحَزَّارِ وَ مُحَمَّدِ
 بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَا دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْحُسَيْنِ الرِّضَا
 عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحَكَيْتْنَا لَهُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَصَلَى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فِي صُورَةِ الشَّابِّ الْمَوْفِقِ
 فِي سِنِّ آيَاتٍ ثَلَاثِينَ مَسْنَةً وَقُلْنَا إِنَّ هِشَامَ
 بْنَ سَالِمٍ وَصَاحِبَ الطَّاقِ وَالْمَيْثِمِيَّ يَقُولُونَ
 إِنَّهُ أَجُوفٌ إِلَى الشُّرَّةِ وَالْبَقِيَّةُ صَمَدٌ فَخَرَّ
 سَاجِدًا لِلَّهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا عَرَفُوكَ وَلَا
 وَحَدُوكَ فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَصَفُوكَ سُبْحَانَكَ
 لَوْ عَرَفُوكَ لَوْصَفُوكَ بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ
 سُبْحَانَكَ كَيْفَ طَاوَعْتَهُمُ أَنْفُسَهُمْ أَنْ
 يُشَبِّهُوكَ بِغَيْرِكَ اللَّهُمَّ لَا أَصِفُكَ إِلَّا
 بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ وَلَا أَشَبِّهُكَ

بِخَلْقِكَ أَنْتَ أَهْلٌ لِكُلِّ خَيْرٍ فَلَا تَجْعَلْنِي مِنَ الْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ -

(۱- اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ دارالکتب

طبع قدیم)

(۲- اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید کتاب التوحید باب المنہی

عن الصفة بغير ما وصفت به)

ترجمہ:-

ابراہیم بن محمد خزاز اور محمد بن الحسن کہتے ہیں۔ کہ ہم دونوں امام رضاؑ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور ہم نے بیان کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب اللہ تعالیٰ کو ایک تیس سالہ لڑکھان کی صورت میں دیکھا۔ اور ہم نے کہا۔ کہ ہشام بن سالم، صاحب الطاق اور میثمیہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس اللہ کا دھڑانا تک خالی تھا۔ اور اس سے نیچے قدموں تک سخت اور ٹھوس تھا۔ یہ سن کر امام رضاؑ سجدہ میں گر گئے۔ پھر کہا۔ اللہ تو پاک ہے۔ ان لوگوں نے تجھے پہنچانا۔ نہ تیری توحید جانی۔ اسی وجہ سے انہوں نے تجھے ایسی صفات سے یاد کیا۔ تو پاک ہے۔ اگر تجھے جان لیتے۔ تو تیری ایسی صفات بیان کرتے۔ جو تو نے اپنے متعلق خود بیان کی ہیں۔ تو پاک ہے۔ ان کے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تجھے کسی دوسری چیز کے ساتھ مشابہت سے بیٹھے۔ اسے اللہ میں تری وہی صفات کہوں گا۔ جو تو نے اپنے متعلق خود کہی ہیں۔ اور مخلوقات میں سے کسی سے تجھے مشابہت نہ دوں گا۔ تو ہر چیز کا

مستحق ہے۔ مجھے ظالموں کی قوم میں سے نہ کرنا۔

تنبیہ :-

اہل علم حضرات غور فرمائیں۔ کہ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی ہے۔ اور خاص کر ان کے گروہ شام بن سالم، صاحب الطاق اور مثنیٰ تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہا کو پہنچ گئے۔ اُسے تیس سالہ نوجوان ثنابت کرنے کے بعد اس کا اوصاف و صفات سے خالی اور لقیہ سخت اور مضبوط ثنابت کیا۔ تو یہ عقیدہ ایسا شکر کیہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ کہ ہر آدمی اسے سُن کر کانپ اٹھتا ہے۔ کیوں نہ کہ اپنے۔ جب یہی خرافات امام رضا کے سامنے بیان ہوئیں۔ تو انہوں نے خوف خدا اور عذاب خدا کے ڈر سے فوراً سجدہ کیا۔ اور اللہ کی تقدیس و تنزیہ بیان فرمائی۔ اور فرمایا ان لوگوں کو چونکہ تیری معرفت حاصل نہیں۔

اس لیے انہوں نے تیرے ایسے اوصاف بیان کیے۔ جو تو نے خود

اپنے لیے بیان نہیں فرمائے۔

ان لوگوں نے تجھے غیر کے مشابہ بنا دیا۔ حالانکہ تو مخلوقات میں سے کسی

کے مشابہ نہیں۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حاصل کلام :-

یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک نہیں، کئی،

گستاخانہ عقائد ہیں۔

جن کی وجہ سے ایسے عقائد کے معتقد و اثرہ اسلام سے خارج

ہیں۔

اس لیے ان میں سے جن لوگوں کے اندر کے متعلق یہی عقائد و نظریات ہیں۔
جو ہم نے ذکر کیے۔

تو وہ اولین فرصت میں توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہوں۔ ورنہ نام کے ”مومن“
ہونے سے کیا حاصل ہے جب کہ عقائد شرکیہ اور کفریہ ہیں۔



فصل دوم

”حضرات انبیاء کرام کی نشان میں گستاخیاں“

گستاخی نمبر ۱۱۰۔

امامت و ولایتِ اہل بیت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں

محبوس کر دیا

حیات القلوب ۱۔

بسنہ معتبر از امیر المؤمنین منقول است کہ حق تعالیٰ عرض کرد ولایت را بر
اہل سماں ہا و زمین پس قبول کرد ہر کہ قبول کرد و انکار کرد ہر کہ انکار کرد چنانچہ
باید قبول کرد یونس تا آنکہ خدا اورا در شکم ماہی حبس کرد تا قبول کرد چنانچہ شہر طبرستان

حیاء القلوب جلد اول ص ۲۵۹ مطبوعہ تہران

طبع جدید در بیان قصہ یونس علیہ السلام

ترجمہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری ولایت کو آسمانوں اور زمین والوں پر پیش کیا۔ تو جس نے قبول کرنا تھا۔ قبول کیا۔ اور جس نے انکار کرنا تھا۔ انکار کر دیا۔ لیکن حضرت یونس علیہ السلام نے جس طرح قبول کرنا چاہیے تھا۔ قبول نہ کیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا۔ پھر انہوں نے بھی قبول کر لیا۔ جیسا کہ قبول کرنے کی شرط تھی۔

گستاخی نمبر ۱۲

پہنچ تن پاک کے حسد کی وجہ سے حضرت آدم و حوا

علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا۔

بچوں سر بالا کروند۔ دیدند نام محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و امامان بعد ایشاں (صلوات اللہ علیہم اجمعین) ارا کہ بر ساق عرش نوشتہ بود بنودی از انوار خداوند جبار گفتند پروردگار اچہ بسیار گرامیند اہل این منزلت بر تو وچہ بسیار محبوبند نزد تو وچہ بسیار شریف و بزرگ اند و در گاہ تو حق تعالی

فرمود.....

اے آدم و اے حوا نظر کیند بسوئے نور با وجہ تائے من بدیدہ
حسد پس شمارا پائین میفرستم از جوار خود و بر شما میفرستم خار می خورد را...
پس نظر کردند بسوئے ایشاں بدیدہ حسد و باریں سبب خدا ایشاں را

بخود گذاشت و یاری و توفیق خود از ایشان برواشت۔

حیات القلوب جلد اول ص ۴۹۔ در بیان

ترک اولی از آدم مطبوعہ تہران۔ طبع جدید

ترجمہ۔

اللہ تعالیٰ نے جب آدم و حوا کو پیدا فرما کر جنت میں رہنے کا حکم دیا تو
جب انہوں نے جنت میں سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ تو عرش کے پاسٹے پر
محمد علی، فاطمہ، حسن و حسین اور ان کے بعد آنے والے آدم کے نام لکھے دیکھے۔
اللہ نے یہ تمام نام اپنے نور سے لکھے تھے۔ عرض کی۔ اے اللہ! ان
ناموں والے کتنے گراں قدر ہیں۔ اور تیری بارگاہ میں کس قدر محبوب
اور بزرگ ہیں۔

اللہ نے فرمایا..... اے آدم و حوا! میرے ان انوار کی
طرف حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا۔ ورنہ اس بند مقاص سے اور اپنے
قرب سے محروم کر دوں گا۔ اور تم پر اپنی ذلت اور رسوائی آماروں
گا۔۔۔۔۔ پھر انہوں نے ان انوار کو بنظر حسد دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان
سے اپنا قرب چھین لیا۔ اور اپنی عنایات کرم ان سے اٹھائیں۔
گستاخی جبر (۱۲)۔

شیواصول کفر میں سے ایک اصول کفر آدم علیہ السلام

میں تھا معاذ اللہ

اصول کافی۔

(بَابٌ فِي أُصُولِ الْكُفْرِ وَآرْكَانِهِ) الْحُسَيْنِ بْنِ

مَحَمَّدٌ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ
أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَصُولُ الْكُفْرِ ثَلَاثَةٌ الْحِرْصُ وَالْإِسْتِكْبَارُ وَالْحَسَدُ - فَأَمَّا الْحِرْصُ فَإِنَّ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حِينَ نَهَى عَنِ الشَّجَرَةِ حَمَلَهُ الْحِرْصُ عَلَى
أَنْ أَكَلَ مِنْهَا وَ أَمَّا الْإِسْتِكْبَارُ فَأَبْلَيْتُ
حَيْثُ أَمَرَ بِهِ لِسُجُودٍ لِأَدَمَ فَأَبَى وَأَمَّا الْحَسَدُ
فَأَبْنَا أَدَمَ حَيْثُ قَتَلَ أَخَاهُ هُنَا صَاحِبَهُ -

اصول کافی جلد دوم صفحہ ۲۸۹ کتاب الایمان
والکفر باب فی اصول الکفر الخ مطبوعہ
تہران طبع جدید ۱۳۵۷ طبع قدیم ،
(لوکشور)

ترجمہ

امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص۔ تکبر کرنا۔
اور حسد۔ بہر حال حرص تو جب آدم علیہ السلام کو درخت سے منع کیا گیا
تو حرص نے ہی انہیں اس کے کھانے پر مجبور کیا۔ تکبر کرنا تو ابلیس کو جب
علم دیا گیا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ تو اسی مرض نے اسے
انکار پر مجبور کیا۔ اور حسد تو آدم کے دونوں بیٹوں میں سے ایک
نے دوسرے کو اسی حسد کی بنا پر قتل کر دیا۔

✦

ایک طرف بالاتفاق انبیائے کرام معصوم اور دوسری

طرف کفر کے مرتکب؟

شیعہ اور سنی اس بات پر متفق ہیں کہ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود شیعہ حضرات انبیائے کرام کی عصمت کے اس وقت قائل ہوتے ہیں جب وہ در ولایت علی، کاہنہ ول سے اقرار کریں۔ اگر کسی نے در ولایت علی، کا اقرار نہ کیا۔ تو اس کی اُسے سزا دی جاتی ہے۔ جس طرح حضرت، آدم و یونس علیہما السلام کو دی گئی۔ بلکہ حضرت آدم نے تو اس غلطی کی سزا بھگتی۔ کہ انہوں نے حضرت محمد علی، فاطمہ حسین و حسین اور ائمہ اہل بیت کے انوار کو حسد کی نگاہ سے دیکھا۔ اور سہ چوتھ کفر کے اصول میں سے ایک اصل ہے۔

لہذا اس اصل کے ارتکاب کے بعد حضرت آدم (معاذ اللہ) کفر کے مرتکب ہوئے۔ اور انہیں اس کی سزا دی گئی۔ جس طرح شیطان ایک دوسرے دراصل کفر، یعنی تکبر کرنے کی پاداش میں مردود ہوا۔ پھر آدم علیہ السلام نے دوسرا دراصل کفر، یعنی عریں بھی اپنایا اور درخت کا پھل اسی عریں نے کھلایا تو گویا شیطان مردود نے ایک دراصل کفر، کیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے دراصل کفر یعنی حسد اور عریں اپنا کئے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ شیعہ حضرات۔ نہ حضرت، آدم کو درمعاذ اللہ شیطان۔ سے بڑا گنہگار ثابت کر دیا۔ کیونکہ شیطان نے ایک اصل کا ارتکاب کیا۔ اور ابوا بشر آدم علیہ السلام کو دراصل کفر کے مرتکب ہوئے۔ اس کے علاوہ اتہانی افسوس کی یہ بات ہے کہ ان لوگوں نے دو مرتبہ امامت کچھ ریساریع اور بلند و بالا گھڑ پایا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے کوئی نبی اس کی اہمیت

کے اقرار کے بغیر مقام نبوت پر فائز نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس جرم کی اس کو سزا دی جاتی ہے۔

اور پھر ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ کبھی والدین بھی اپنی اولاد کے حق و جہاں کو دیکھ کر حسد کرتے ہیں؟ اور اولاد کا ہندسہ تیرہ اور خوش خلق نہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی؟
تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ کا خانہ ساز قصہ ہے۔ ورنہ ان کے یہ سب تو یہ فتویٰ دے رہے ہیں۔ جو اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔

رجال کشتی:-

مَنْ قَالَ بِأَنَّ الْأَنْبِيَاءَ قَدَّيْرٌ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَ
فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

رجال کشتی مطبوعہ کربلا ص ۲۵۵ تذکرہ

الواخطاب

ترجمہ:-

جو ہمیں نبی کہے اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے۔ اس پر بھی اللہ کی لعنت۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس بارہ کا سید ہی فرمایا۔ کہ امامت کا مرتبہ و شان نبوت کے مرتبہ کے ہم پلہ نہیں

چہ جائیکہ نبوت سے زیادہ افضل ہو۔ اسی لیے تو امام موصوف نے اسی شخص پر لعنت خدا کا ذکر کیا۔ جو انہیں امام اہل بیت کو! مقام نبوت اور مرتبہ

نبوت پر سرفرازی اور فرمایا۔ یہ سدا اہل ہے۔ اس میں شک لانے والا بھی
لغتی ہے۔

گستاخی نمبر ۱۲۱۰

ائمہ اہل بیت کی ولایت کو تمام اہلبیاء و کرام پر پیش کیا گیا
جنہوں نے اس سے توقف کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے عذاب

میں مبتلا کیا

الوار نعمانیہ۔

الثَّامِرُ مَا رَوَاهُ أَبُو حَمْرَةَ الْهَمَانِيُّ قَالَ دَخَلَ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو عَلَيَّ زَيْنَ الْعَابِدِينَ وَ قَالَ
لِي يَا ابْنَ الْحَسَنِ أَنْتَ الَّذِي تَقْرَأُ إِنَّكَ
يُرْسِرُ ابْنَ مَرْثَانَ لِقِي مَالِكِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَلَيَّ
وَلَا يَدْرِي فَمَتَّوَقَّفَ عِنْدَ رَبِّهَا فَقَالَ مَا لِي
تَكَلَّمْتَ أَهْلَكَ قَالَ فَأَمَرَنِي الْيَتِيمُ ذَلِكَ إِنْ
كُنْتُ مِنَ الْعَادِلِينَ وَأَمَرَ بِشَدِّ سَيْبِهِ
بِعَدْوِيَّةٍ وَعَيْدِي بِعَسَابَةٍ دِيمَةً أَمَرَ بَعْدَ
سَاعَةٍ بِذَبْحِ أَسِيدِنَا إِذَا نَحَرْنَا عَلَوْنَا لِي
بِخَيْرٍ تَعَذَّرَ لِرُبِّ أَمْرَانِيَّةٍ فَقَالَ ابْنُ عَمْرٍو
يَأْتِي دِيْمِي دِيْمِي فِي رَقَبَتِكَ اللَّهُ اللَّهُ فِي نَفْسِي شَرُّ

قَالَ يَا تَيْدُ الْحُوتُ قَالَ ذَا طَاعَ الْحُرْتُ رَأْسَهُ
 مِنَ الْبَحْرِ مِثْلَ الْجَبَلِ الْفَظِيءِ وَهُوَ يَزُولُ لَتَيْدِكَ
 لَتَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ فَتَلَّ مَرَّةً أَنْتَ فَتَلَّتْ أَنْتَ
 حُوتٌ يُؤَلِّسُ يَا سَيِّدِي إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ
 نَبِيًّا مِنْ آدَمَ إِلَى أَنْ صَارَ جَدُّكَ فِي مَدَدِ
 إِلَّا وَقَدْ عُرِضَ عَدِيٌّ - وَ لَا يَتَزَوُّ الْكَلْبُ
 الْبَيْتَ فَمَنْ قَبِلَهَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَخَلَّسَ
 وَمَنْ تَرَفَّتْ عَنْهَا وَتَعَجَّ فِي حَسْرَتِهَا لَيْتَ مَا لَيْتِي
 آدَمُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَمَا لَيْتِي ذُرُوحُ مَنْ
 الْغَرَقُ وَمَا لَيْتِي إِبْرَاهِيمُ مِنَ الْمَنَارِ
 وَمَا لَيْتِي يُرْسَفُ بِرَبِّ الْجَبَّتِ وَمَا لَيْتِي
 أَيُّوبُ مِنَ الْبَرَآءِ وَمَا لَيْتِي دَاوُدُ مِنَ
 الْخَطْبَةِ إِلَى أَنْ بَشَّ اللَّهُ يُؤَلِّسُ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ يَا يُؤَلِّسُ تَسْأَلُ
 أَبْرِيءَ الْمُتْرَمِينَ عَلِيٌّ وَالْأَرْشِدِيَّةَ الرَّاشِدِينَ
 مِنْ سَدِيدٍ فَذَلِكَ كَيْتٌ آتَوْنِي مِنْ لَمَ آدَاهُ
 وَهُوَ لَمْ يَأْمُرْ وَلَا وَذَهَبَ مُدًا مُنْبِ
 فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى أَنْ الْيَتَمَنَ يُؤَلِّسُ
 وَلَا تُوهِمِينَ لَهُ عَقْلًا فَدَكَّةً فِي
 بَطْنِ أَرْبَعِينَ صَبَا مَا يَلَارِقُ مَعِي
 الْبِحَارَ فِي ظَنَمِي ذَلَامِي يَدِي بِرَ كَالِ
 إِلَّا أَنْذَرْتُ سُبْرَانِكَ إِيَّكَ كُنْتُ مِنْ

الْقَالَ بَيْنَ وَتَدَّ قَدَيْتُ وَلَا يَتَّ عَلِيَّ
 ابْنِ أَبِي مَالِيَةَ وَالْأَكْبَدَةَ الرَّاشِدِينَ
 مِنْ قَوْلِهِمْ فَذَنَّا أَنْ أَمْرًا يُولَا يَتَكْتُمُ
 أَمْرِي رَبِّي وَتَدَّ فَذَنَّا عَلِيَّ سَاحِلِ
 الْبَحْرِ فَذَنَّا زَيْنَ الْعَابِدِينَ أَرْجَعِي
 آتَيْتَهَا الْحُرْمَةَ إِلَى ذِكْرِكَ فَرَجَعَ الْحُرْمَةُ
 وَاسْتَرَى الْمَاءَ

النوار النعمانیہ ص ۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم

بحث تعداد حروف اسم اعظم

ترجمہ:-

الوحمزہ الہمائی نے کہا کہ ایک دفعہ عبدالشکر عمر، امام زین العابدین کے پاس تشہیر لائے اور کہا۔ اے ابن الحسین! تم یہ کہتے ہو۔ کہ حضرت یونس جبرائیل علیہ السلام مچھلی کے عذاب میں اس لیے مبتلا کیے گئے۔ کہ انہیں تمہارے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پیش کی گئی۔ تو انہوں نے توقت کیا۔ (کیا یہ درست ہے؟) امام زین العابدین نے فرمایا۔ تمہاری ماں تمہیں گھر پائے۔ یہ بات حق ہے۔ اس پر ابن عمر نے کہا۔ آپ مجھے اس بارے میں کوئی نشانی دکھلائیں۔ امام زین العابدین نے کہہ کر میری اور اپنی آنکھیں پٹی سے باندھ لو۔ جب باندھ دیں ایک ساعت کے بعد فرمایا۔ کھول دو۔ جب کھولا۔ تو دیکھا۔ کہ ہم تو ٹھٹھکیں ہاتھ دیدہ دسمندرا کے کنارے کھڑے ہیں۔ ابن عمر نے کہا۔ اے ابی! میرا خون آپ کی گردن پر ہے۔ یہ کلمہ اپنے دل میں کہا۔ پھر امام زین العابدین

نے مچھلی کو بلایا۔ تو فوراً ایک مچھلی نے اپنی میر سے پہاڑ کی طرح سر نکالا۔ اور کہنے لگی اے اللہ کے ولی! میں آگئی ہوں۔ میں حاضر ہوں اما میں نہیں العابد نے کہا۔ تو کون ہے۔ کہنے لگی وہی مچھلی ہوں۔ جس نے یونس کو نکلایا۔ آدم سے لے کر تمام انبیاء و کرام حتیٰ کہ آپ کے جدا جدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا۔ ان تمام پر اللہ تعالیٰ نے تم اہل بیت کی ولایت پیش کی جس نے وہ قبول کر لی۔ سلامتی میں رہا۔ اور جس نے اس کے قبول کر۔ نیے میں توقف کیا۔ تو اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پریشانی، نوح علیہ السلام کو ڈوبنے کا خطرہ، ابراہیم علیہ السلام کو نار نمود سے واسطہ، یوسف علیہ السلام کو اندھے کتوئیں میں گرتا، ایوب علیہ السلام کو تکالیف کا سامنا۔ داؤد علیہ السلام کو غلطی اور گناہ سے واسطہ پڑتا۔ یہاں تک کہ یونس علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت اور ائمہ راشدین جو ان کی پشت سے اُسنے واسے ہیں۔ ان کی ولایت کا اقرار کرو۔ تو انہوں نے کہا۔ یا اللہ! میں نے جسے دیکھا نہیں۔ جسے جانتا نہیں اس سے کیسے دوستی کروں۔ غصہ ہو کر چل پڑے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے مچھلی کو کہا۔ یونس کو نکل جا۔ لیکن اس کی ٹہریاں نہ ٹوٹنے پائیں۔ میں نے نکل دیا۔ وہ چالیس دن میرے پیٹ میں رہے۔ میں انہیں مین اندھیریوں میں منتھکت سمندروں میں لیٹے پھرتی رہا۔ وہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین، پڑھتے رہے۔ اور جب یہ کہا۔ کہ میں نے حضرت علی اور ائمہ راشدین کی ولایت کو قبول کیا۔ تو اللہ نے مجھے حکم دیا۔ اے۔۔۔ آگے دور میں۔ نبی سمندر کے کنارے آگے آیا

اس کے بعد امام زین العابدین نے اس پھلی کو چلے جانے کا حکم دیا۔ مچھلی
پانی میں چلی گئی۔ اور پانی برابر ہو گیا۔ اتنی۔

یعنی ان تمام انبیاء کرام کو جو مصائب و رنجش آئے۔ ان کا ایک ہی
سبب تھا۔ کہ انہوں نے ولایت علی اور ولایت آل علی کیے۔ انہوں نے
توقف کیا۔ جب مصیبت پڑی۔ تو پھر اس کا اقرار کر کے رہائی حاصل کی۔ ورنہ
ان کا توقف ناقابل معافی برسم تھا۔ جس کی سزا میں تخیف بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

گستاخی نمبر ۱۵۱۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام انبیاء کرام کے افضل ہیں

انوار نعمانیہ۔

التَّاسِعُ مَا أوردَهُ الصُّدُوقُ نَقْلًا عَرَبِيًّا
جَمَاعَةً ثِقَاتٍ قَالَ لَنَا وَرَدَتْ حُرَّةٌ
بِئْسَ حَلِيمَةً السَّعْدِيُّ بْنُ عَلَوِ الْحَجَّاجِ
بْنِ يُوْسُفَ الثَّقَفِيِّ وَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ
لَهَا أَنْتِ حُرَّةٌ بِنْتُ حَلِيمَةَ قَدْ قِيلَ عِنْدَكَ
إِنَّكَ تَمِيلِينَ عَلَيَّ عَلَا أَيْ بِي وَعُمَرُ وَ
عُثْمَانُ قَالَتْ لَعَنُوكُمُ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ
فَمَدَّتْهُ عَلَا هُوَ لَأَيْ خَاصَّةً قَالَ وَعَلَى
مَنْ غَيْرُهُمْ لَأَيْ قَالَتْ، أَفَدَّيْلُهُ عَلَا أَمْ وَنَزَجَ

وَلِرَبِّهِ وَابْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ
 وَسَيِّدِنَا مُحَمَّدًا فَذَلِكَ لَهَا وَبِذَلِكَ أَقْرَبُ
 لَكَ إِثْرٌ تَذِيْبَةٌ لَكَ عَلَى الْمَسْحَابَةِ فَتَزِيدُ
 عَلَيْهَا سَيِّدَةً مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ أَوْلَىٰ الذَّمِّ
 فَإِنَّ لَهَا تَمَاتُزَ بِنَبِيَّانِ مَا قُلْتِ يَا
 هَارِيَةَ حُنُقَكَ وَقَالَتْ مَا أَنَا فَتَقَلَّدَتْهُ عَلَى
 هَرُّ لَاءِ الْأَنْبِيَاءِ بِإِذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَبَّ فَتَنَلَّهُ
 فِي الْقُرْآنِ الْعَلِيِّمْ عَلَيْهِمْ قَوْلُهُ فِي حَقِّ آدَمَ
 فَعَسَىٰ آدَمُ رَبِّي فَزَرَعُ وَقَالَ فِي حَقِّ عِوَىٰ
 وَكَانَ سَعِيْرُهُمْ مَشْدُورًا فَقَالَ أَحْسَنْتِ يَا
 حُرَّةُ فِيمَ تُفَنِّيْلِيْتِنَا عَلَى نَدِجٍ وَ لَوْ بِقَوْلِكَ
 اللَّهُ تَعَالَىٰ فَذَلَّلَهُ عَلَيْهِمْ بِسَرِّهِ ضَرْبَ اللَّهِ
 مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَةٌ بُوعِ وَ امْرَأَةٌ لُّوِي
 كَانَتَا تَحْتِ عِبْرَتَيْنِ حَرِّ لِحْيَيْنِ وَتَحْتِ نَتَاهُمَا
 وَحَيْثُ بَنَىٰ آدَمُ لَيْلَىٰ كَانَتْ مَكَّةُ تَحْتِ سِدْرَةِ
 الْمَشْتَمَىٰ وَذِي بَجْرَةَ بَيْتُهُ هَمَّةٌ فَأَيُّ الرِّمَاءِ
 الَّتِي رَمَتْهُ اللَّهُ عَنْهَا لِرَمِّهِ هُوَ وَيَسْخَطُ
 بِسَخْطِهَا فَذَلِكَ أَحْسَنُتِ يَا حُرَّةُ فِيمَ
 تَذِيْبِيْتِنَا عَلَى آدَمَ الْأَنْبِيَاءِ إِبْرَاهِيمَ وَخَيْلِ
 اللَّهِ فَذَلِكَ أَدْلَىٰ وَرَسْرَلَهُ فَضَّلَهُ بِسَرِّهِ قَالَ
 إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ

ذُرٌّ مِنْ قَلْبِي وَ لَبِيٌّ لِي قَلْبِي وَ اَمِيرُ
 الْمَرْمِينِ قَالَ قَوْلًا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ اَحَدٌ
 مِنَ الْمَسِيْبِيْنَ لَوْ كُثِبَتِ الْغِطَاءُ مَا زُوْدَتْ
 يَتِيًّا وَ هَذِهِ كَلِمَتُهُ لَمْ يَقْلَهَا قَبْلُ وَ لَا
 بَعْدُ اَحَدٌ قَالَ اَحْسَنْتِ يَا حُرَّةُ فَبِمَرْتَضِيْنَا
 عَلٰى مَوْلٰى نَجِيْتِ اللّٰهِ قَالَتْ يَقْرُلُ اللّٰهُ
 عَزَّ وَجَلَّ وَ تَخْرَجُ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ
 قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ التَّوْمِ الْفُلِيْدِيْنَ
 وَ عِيَالِيْ بَنِيْ اَبِيْ طَالِبٍ بَاتَ عَلٰى فِرَاشِ
 رَسُوْلِ اللّٰهِ لَمْ يَخَفْ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ
 تَعَالٰى فِيْ حَقِّهِ وَ مَاتَ التَّاسِيْنَ مِنْ يَشْرِئِ
 نَفْسَهُ ابْتِغَاءً مَّرَضَاتِ اللّٰهِ قَالَ اَحْسَنْتِ
 يَا حُرَّةُ -

داوار نعمانیہ ۱۹۷۸ء طبع ایران قدیم دور

بکث استنباط حرۃ عند الحجاج علی تفصیل

علی علیہ السلام

ترجمہ:-

شیخ صدوق نے ایک ثقہ جماعت سے نقل کیا ہے۔ کہ جب "حرۃ"
 بنت علیہ سعید بن جبیر، حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آئی۔ اور آکر سامنے
 بیٹھ گئی۔ تو حجاج نے پوچھا۔ تو وہی حرۃ ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کو ابو بکر، عمر اور عثمان پر فضیلت دیتی ہے؟ کہنے لگی۔ جن لوگوں نے

میرے بارے میں صرف ان تین پر فضیلت دینے کا کہا۔ انہوں نے
بھوٹ بولا۔ حجاج نے پوچھا۔ تو ان کے علاوہ دوسروں پر بھی تو فضیلت
دیتی ہے۔؟ کہنے لگی۔ میں حضرت علی کو آدم، نوح، لوط، ابراہیم، موسیٰ
داؤد، سلیمان اور عیسیٰ بن مریم پر بھی فضیلت دیتی ہوں۔ حجاج نے کہا
تو تباہ ہو جائے۔ میں تجھ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا تو واقعی حضرت علی
کو صحابہ سے افضل سمجھتی ہے۔ لیکن تو نے توحہ کر دی۔ کسات الوالغرم
ابیاد کے نام لے کر ان سے بھی فضیلت میں انہیں بڑھا دیا۔ جو کچھ تو نے
کہا۔ اس کی دلیل پیش کرنا پڑے گی۔ ورنہ گروہی اڑا دوں گا۔ کہنے لگی۔ میں
نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت نہیں دی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے
قرآن پاک میں اس فضیلت کا ذکر فرمایا۔ آپ دیکھتے نہیں۔ قرآن میں حضرت
آدم علیہ السلام کے متعلق دو وعصی اذم ربہ قعواى، آیا ہے۔
یعنی آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیا۔ اور ناکام رہے
لیکن حضرت علیؑ کے متعلق ارشاد ہے دو وکان سعيهم مشكوا
ان کی محنت بار آور ہوئی۔ اور ان کی محنت مشکور ہے۔ حجاج نے
کہا۔

اے عترت! کیا خوب کہہ پھر پوچھا۔ ان کو حضرت نوح و لوط
پر فضیلت کس بنا پر دیتی ہے۔؟ کہنے لگی۔ اللہ نے فرمایا۔

فَمَرِبَ اللّٰهُ مَشْكَاً لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَمْرَاً نُّوْحٍ وَّ اَمْرَاً

نُوْحٍ الْغَمِّ۔

اللہ نے کفار کے لیے حضرت نوح و لوط کی بیویوں کی مثال

بیان کی۔ کہ یہ دونوں بہترین نیک بندوں کے عقید میں تھیں۔ لیکن

اپنے اپنے خاوند سعد و نون نے خیانت کی۔ اور حضرت علی کے پاس
 میں ہے۔ کہ آپ عرش کے نیچے حکومت کرنا۔ اور یہ ہیں۔ اور آپ
 کی بیوی خاتون جنت بنت رسول جناب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں
 یہ وہ بیوی ہیں۔ کہ جن کی رضا مندی سے خدا راضی اور جن کی ناراضگی سے خدا
 ناراض ہوتا ہے۔ حجاج نے کہا۔ اسے حورہ! تو نے کیا خوب کہا۔ ابیدہ بتلا۔ کہ انبیاء کرام کے
 والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیسے فضیلت دیتی ہے کہنے لگی حضرت ابراہیم ؑ کے بارے
 میں ہے ”اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اِنِّیْ کَیْفَ تَحٰیی الْمَوْتٰی اَیُّمَ“
 جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ اسے اللہ! مجھے دکھلا۔ کہ تو مردے
 کس طرح زندہ کرے گا۔؟ فرمایا۔ کیا تیرا اس پر ایمان نہیں۔ عرض کی۔ ہے۔
 لیکن اطمینان قلب کی خاطر یہ سوال کیا ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے
 ایسی بات کہی۔ جس میں کسی مسلمان نے اختلاف نہ کیا۔ وہ یہ بات ہے۔
 کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھنے کے لیے جو آنکھوں پر پردے ہیں۔ اگر
 ان کو ہٹا دیا جائے۔ اور اللہ کا دیدار بلا حجاب آنکھیں کر لیں۔ تو بھی میرے
 پہلے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ یہ وردِ کلمہ ہے۔ جو نہ اس سے قبل کسی
 نے کہا۔ اور نہ بعد میں کسی کو کہنے کی ہمت ہوگی۔ حجاج نے پھر تحسین کی
 اور پوچھا کہ حضرت موسیٰ پر فضیلت کیوں دیتی ہے۔ کہنے لگی اللہ نے
 حضرت موسیٰ کے متعلق فرمایا۔ ”فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا اِلَیَّ“ یعنی موسیٰ
 اس شہر سے خوف زدہ ہو کر نکلے۔ اور ابیدہ گا۔ ”موسے! مجھے عرض
 کی۔ اسے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دیجئے۔ اور حضرت
 علی کی یہ شان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر شب ہجرت
 سوئے۔ اور کوئی خوف نہ کھایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے

ان کے قیام میں یہ آیت نازل ہوئی: **وَدَخَلَ النَّكَّاسُ مِنْ يَشْرِبِي - الخ**
یعنی کچھ لوگ وہ ہیں جو رضاعاً خداوندی کے لیے اسے آپ کو پھونڈتے
ہیں۔ حجاج نے کہا اسے حضرت نوحؑ نے کیا خوب سند لایا

دو انوار نعمانیہ، کی مذکورہ عبارت مستند بنام اموات ثابت ہوئے

۱۔ ائمہ اہل بیت ایسی ولادت پر بطور حجت و دلیل جس جانور کو چاہیں پیش کر سکتے
ہیں۔ جیسا کہ امام زکریاؑ العابدین نے عید اشذین عمر کی تسلی کی خاطر سزاروں برس
پہلے کی مچھلی کو گویا کرایا۔ اور اس سے یہ ثابت کر رکھا ہے کہ اس نے حضرت یونس
علیہ السلام کو صرف اس لیے نکلایا تھا۔ کہ وہ درود سنت علیؑ ہے۔ کی بار بار یہ میں
توقت میں تھے۔

۲۔ حضرت آدمؑ کا جنت سے خروج، نوحؑ کا مبتلائے طوفان ہونا۔ ابراہیمؑ
کا ناز نمود سے واسطہ پڑنا۔ یوسفؑ کا اندھے کنوئیں میں ڈالا جانا، ایوبؑ کا
مرض شدید میں گرفتار ہونا، داؤدؑ کا گناہ میں پڑنا اور یونسؑ کا علیہم السلام مچھلی کے
پیٹ میں جانا یہ سب سزاؤں ان انبیاء کرام کو (معاذ اللہ) اس لیے دی گئیں۔
کہ انہوں نے ”ولایت علیؑ“ کو قبول کرنے میں توقف کیا تھا۔ اور جب اسے
قبول کر لیا۔ تو سب سختیاں معاف ہو گئیں۔

۳۔ ابراہیمؑ اور یونسؑ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے۔ کہ آدمؑ
نا فرمان تھے۔ اور علیؑ کی کوشش شکر تھی۔ حضرت نوحؑ و یونسؑ علیہما السلام پر ان کی
فضیلت اس بنا پر ہے کہ ان دونوں پیغمبروں کی بیویاں کا قرہ تھیں۔ اور علیؑ کی
زوجہ فاطمہ بنت رسول تھیں۔

ابراہیمؑ علیہ السلام پر فضیلت اس لیے کہ وہ اطمینان قلب کے متلاشی تھے۔

اور علی کو یہ مقام حاصل ہو چکا تھا۔

موسىٰ علیہ السلام پر فضیلت اس بنا پر کہ وہ فرعون سے ڈر کر شہر چھوڑ گئے۔ لیکن علیؑ مخالفین کے درمیان بے خوف و خطر بسترِ رسول پر سوئے رہے۔

ان گستاخوں کے بارے میں گزارشات

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک نبوت و رسالت بھی حضرت علیؑ رضی اللہ عنہما کی ولایت سے ہی ہوتی ہے۔ جس سے دو ولایت علیؑ کا اقرار کر لیا وہ بغیر کسی تکلف و ابتلا کے پیغمبر بن گیا۔ اور جس نے اس بارے میں توقف کیا وہ آزمائشوں میں ڈال دیا گیا۔

«استغفر الله هذا بهتان عظیم»

امام جعفر صادقؑ نے اسی لیے یہ بات پہلے سے ہی روایت کر دی ہے۔ کہ جو شخص بڑھا چڑھا کر ہمیں انبیاء کرام کی صف میں شامل کرے۔ اہل پرندہ کی لعنت۔ اور جو اس میں شک کرے وہ بھی لعنتی۔ خود اہل بیت کے ایک امام اپنے باپ، امیر المومنینؑ کی ترجمانی میں یہ کہیں۔ اور اُس کے نام نہاد «محب» انہیں زیر پرستے بھی نہ کیا۔ انبیاء کی صف میں شامل کرنا تو ان کے نزدیک «توہین علیؑ» ہے۔ بلکہ یہ تو شائبہ کرتے ہیں۔ کہ سب نبی و ولایت علیؑ کے طفیلی ہیں۔

اور علیؑ کا منصب و مقام ان سب سے اونچا ہے۔

بلا بڑی کافر، تو موجب لعنت اور بڑی کافر کا قول ہے: «یا علیؑ»

اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَقْلَامٌ

اہل علم پر یہ بات کوئی دھمکی چھٹی نہیں۔ کہ جن بات کو لعنت اللہ جزئی ہے

کے ساتھ وزن کیا تو آپ کی نشان کا پلہ بھاری نکلا۔ پھر وہ اس اوصیاء کو بھی اس میں شامل کیا۔ تو پھر بھی آپ ہی بھاری رہے۔ پس جبرائیل نے کہا کہ ایسے راز خدا کہہ دو رہے ہو تو۔

ہو۔

پس نبی کریم تمام دنیا کو سوائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف رکھو گے۔ اور اس فرزند ارجمند کو ایک طرف البتہ فضیلت و بزرگی اس کی راجح ہوگی۔

ذہدرب المنین فی تاریخ امیر المؤمنین
جلد اول جز اول ص ۳۲ مصنفہ مظہر حسن
سہارنپوری مطبوعہ بوٹھی والی۔

وضاحت

”سید مظہر حسین“ نے تو مسلا زیر بحث میں ہر قسم کے ابہام و دور کر دیئے۔ پچھلی عبارتوں سے فضیلت کے مختلف معیار تھے اب ایک کلی معیار ذکر کر دیا ہے۔ کہ فضیلت علی بوجہ ”قدر و منزلت“ کے ہے۔ اس لیے ایک ایک نبی چھوڑ کر وہی پیغمبروں کی مجموعی قدر و منزلت بھی علی کی قدر و منزلت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نہیں نہیں بلکہ تمام کائنات جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر بھی انبیاء کرام رسولان عظام بھی شامل ہیں۔

ان تمام کی مجموعی قدر و منزلت اتنی وزن اور بھاری ہیں جتنی اکیلے حضرت علی کی قدر و منزلت وزنی ہے۔

گویا پہلے عقیدہ۔ کہ شجر خبیثہ کی یہ بھی ایک شاخ پر خار ہے۔ جس سے

اہل ایمان کے جذبات زخمی کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایسی ہی خرافات کے بارے میں
ایک کہاوٹ قرآن نے بیان فرمائی۔

رَضِرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً خَبِيَۡٔةً لِّشَجَرَةٍ
خَبِيَۡٔةٍ اَجْتَنَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا
مِنْ قَرَابٍ

فصل سوم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخیاں

تمام امت کا یہ قفقہ مسئلہ ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر جھوٹ نہیں بولتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ بوقت ضرورت اللہ کا نبی ایسا کمر لے۔ جو ذوق معنی میں ہو تو ایسا جائز ہے اور اسی کو ”تورہ“ کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب مصر کے ظالم حکمران نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ یہ میری بہن ہے۔ اور یہ بہن، دو معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نسی بہن اور دینی بہن۔ نسی بہن کا مفہوم واضح ہے اسے سب جانتے ہیں۔ اور ایمانی بہن بھائی کا استعمال بھی ہر زبان میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ ”وانما المؤمنون اخوة“۔ تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ حالانکہ مومنین میں،

باپ بیٹا، وادراپوتا سب داخل ہیں۔

لیکن اس قسم کو ہم ”تقیہ“ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ تورہ کا نام دیں گے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔ کہ آپ نے جھوٹ نہیں بولا۔ بلکہ ایسا لفظ کہا۔ جس کے دو معنی بنتے تھے۔ آپ نے اس سے ایک کی نیت کی۔ اور مخالفت دوسرے معنی کو لیتا رہا۔



دو تہیہ و تہیہ کا نام معنی ہوتا ہے

اصول کافی :-

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ اللَّهُ عَدِيٌّ السَّلَامِ
التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِ اللَّهِ قَدْ مَرَّ بَيْنَ اللَّهِ قَالَ
إِنِّي وَاللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ يُوسُفُ
آيَتَهَا الْعِيرُ ائْتَمُّ لَسَارِقُونَ - وَاللَّهُ مَا كَانُوا
مَسْرَعُونَ شَيْئًا .

(اصول کافی جلد دوم ص ۱۱۱ کتاب الایمان
والکفر باب التقیة مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

ابو بصیر روایت کرتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تہیہ و تہیہ ہے
اللہ تعالیٰ کے دین سے ہے۔ میں نے کہا کہ کیا واقعی اللہ کے دین سے ہے
فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے دین میں سے ہے۔ حضرت یوسف نے کہا تھا۔
اے قافلہ والو تم سب چور ہو۔ حالانکہ وہ کسی ایک چیز کے لیے بھی چور نہ تھے۔
البتہ نامیت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے چائیوں کو چور بطور

تقیہ کہا تھا

نوٹ :-

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق جو قرآنی حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں بھی

دیرینہ عادت کی طرح وہ ابوبصیرؑ نے غلطی کھائی۔ قرآن پاک میں اس مقام کے مناسب جو الفاظ مذکور ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

وَرَفَاذَنَ مَسْوَدِينَ أَيَّتَمَّ الْعِيْدُ اِتَّكُرَ لَسَارِ قَوْنٍ، یعنی لسی پکارنے والے نے پکار کر کہا۔ اسے قائلہ والا اور تم یقیناً چور ہو۔ براہِ راز ان یوسف کو چور کہنے والا کوئی دوسرا آدمی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں نہیں کہا تھا۔ تم یقیناً چور ہو، لیکن شیخہ حضرات نے حضرت امام جعفر صادق کی طرف یہ بات منسوب کر دی کہ یوسف علیہ السلام نے ایسا کہا ہے۔ اور یہ درحقیقہ، کے طور پر کہا۔

ہر ذی عقل سرسری نظر سے دیکھ کر بھی فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ جو چور نہ ہو۔ اسے چور کہنا جھوٹ بنتا ہے۔ لہذا اس جھوٹ کو تفریق سے تعبیر کرنے کا مقصد یہ ہوا کہ تفریق اور جھوٹ کو ہم معنی الفاظ ہیں۔ اب ہم کتب شیخہ سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ ہے۔ کہ آپ بھی درحقیقہ، کرتے تھے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں جھوٹ بولتے تھے۔ (معاذ اللہ)

گستاخی نمبر ۱۱

تمام ائمہ اور نبی علیہ السلام جھوٹ بولتے رہتے تھے

ارشاد العوام :-

گمان مکنی کہ ائمہ سابقہ علیہم السلام دین عالم بنور ولایت قائم بودند، و اسرار ولایت را آشکار کردند۔ ماضی بلکہ جمیع شراعیہ کہ بیان کردند۔

مشروب تقیہ بودند۔ و این امر نزد فقہائے اہل بیت سلام اللہ علیہم بدیہی است۔ کہ تقیہ ایشان بسر حد علی بود حتی آنکہ بسا بود کہ روزہ را از راه تقیہ منخوروند۔ و نماز را بہر اہی ایشان میگردند۔ و احکام سا بہر حسب و نحوہ مخالفان میفرمودند۔ و اما حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مذہب سنیان و بعضی از علما چنانست کہ تقیہ تمیفرمودند۔ و مذہب حنی اینست کہ تقیہ میفرمودند باشد تقیہ۔

دارشاد انوارم جلد سوم مطبوعہ ایران ،
۱۲۶۱ھ

توجہ:

تویہ لگان نہ کر۔ کہ ائمہ سابقین اس جہان میں نور ولایت سے قائم تھے۔ اور ولایت کے اسرار کو ظاہر کر دیا۔ حاشا و کلا بلکہ تمام شریعتیں انہوں نے جو بیان کیں۔ تقیہ سے بھری پڑی تھیں۔ اور اہل بیت کے فقہاء کے نزدیک بات بدیہی ہے۔ کہ ان ائمہ سابقین کا تقیہ اعلیٰ درجہ کا تھا حتی کہ بسا اوقات روزہ بوجہ تقیہ توڑ دیتے تھے۔ اور سنیوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور احکام شریعت کو مخالفین کی خواہش کے مطابق تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل سنت اور ہمارے بعض علماء کا مذہب یہ ہے۔ کہ آپ "تقیہ" نہیں کرتے تھے اور مذہب حقیر یہ ہے۔ کہ آپ نہایت سخت تقیہ کرتے تھے۔

گستاخی نمبر (۲)

شیعہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مساوی ثابت کرنے کے لیے ایسی ایسی تشبیہات و تمثیلات میں جو صراحتاً کفر ہوتی ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں دو اقا اللہ لایستیحی ان یضرب مثلاً، کے تحت لکھا ہے

تفسیر قمی:-

قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَرٍّ النَّضْرِيُّ بْنُ سُوَيْدٍ عَنِ الْقَسْرِ
ابْنِ سُلَيْمَانَ عَنِ عَمْرِو الْمُدَلِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
أَنَّ هَذَا الْمَثَلُ ضَرْبٌ مِنَ اللَّهِ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ بَعُوْهُ صَدَقَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
فَمَا فَوْقَهَا رَسُولُ اللَّهِ

(تفسیر قمی ص ۳۲ سورہ بقرہ مطبوعہ ایران)

طبع قدیم

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معلی بن قیس یوں روایت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو اقا یضرب مثلاً ابوعوضۃ فمافوقھا، جو فرمایا۔ یہ مثال دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے وہ اس طرح کہ پھر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور فمافوقھا (پھر سے بھی ذیل) سے مراد معاذ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اہل انصاف غور فرمائیں، کہ اس تشبیہ اور مثال کو حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر فطرت کرنا کس قدر گستاخانہ حرکت ہے۔ اور اس طرح ان دونوں حضرات کی کس قدر توہین کی گئی۔ علاوہ انہیں اس مثال کو حضرت علی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال قرار دینا ان کی اپنی اختراع ہے۔ کیونکہ ان کا عزم یہ ہے۔ کہ قرآن کی ہر آیت کے الفاظ سے مراد امراہل بیت ہیں۔ چاہے اس میں ان کی اچھائی رکھے۔ یا برائی لکھائی۔ دیکھئے۔ اس مثال میں کم نجتوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجھ بھرا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے بھی ذلیل، کہا۔ (معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔)

تفت تمہاری عقل و دانش پر۔ و عو علی اہل بیت سے محبت کا۔ اور گستاخی اس قدر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجھ بنا کر رکھ دیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) اس سے بھی زیادہ ذلیل مخلوق بنا دیا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔
(اکیس یتکمر جبل رشیداً)

گستاخی نمبر ۱۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں

ملنے جلتے کہتے ہیں

(معاذ اللہ)

انوار نعمانیہ:-

الغُرَابِيَّةُ قَالُوا هَذَا بَعْلِي أَشْبَهُ مِنْ الْغُرَابِ
بِالْغُرَابِ وَالذُّبَابِ بِالذُّبَابِ فَبَعَثَ اللَّهُ جِبْرَائِيلَ

إِلَى عَرَبِيٍّ فَقَلَطًا جَبْرًا يُبَيِّنُ الرِّسَالَةَ مِنْ عَرَبِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُحْتَمِدٍ .

۱۔ انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۳ طبع جدید

۲۔ طبع قدیم ص ۱۹۸ بیان اختلاف الذی

وقع فی الاصول، من باب الترقا

۳۔ تذکرہ الامم ص ۶۳ طبع جدید

ترجمہ:-

غزابی نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت ایسی تھی جیسے کتے کی کتے کے ساتھ اور مکھی کی مکھی کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تو جبرائیل غلطی سے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تسبیح رسالت کے لیے چلے گئے یعنی باہمی مشابہت کی بنا پر دونوں میں فرق نہ پایا۔ اسے دراصل حضرت علی کے پاس تھے۔ لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔

تسبیح رسالت میں جبرائیل غلطی کھا کر حضرت علی رضی

اللہ عنہ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے

شیعہ لوگوں میں ایک فرقہ "غزابیہ" کہلاتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپس میں انتہائی مشابہت

تھی۔ یہی مشابہت جو کوتے کو کوتے کے ساتھ اور کھمی کو کھمی کے ساتھ بھی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس قدر شدید مشابہت کی وجہ سے جبرائیل بھی دھوکہ کھا جایا کرتے تھے۔ بعض دفعہ وحی لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا ارادہ کرتے لیکن غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاتے۔ اور جو وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے لاتے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتے تھے۔

حاصل کلام:-

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول و راصل حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور جبرائیل امین وحی بھی انہی کی طرف لے کر آتے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کمال مشابہت کی بنا پر کبھی معاملہ الٹ ہو جاتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پیغام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے۔

(معاذ اللہ۔ ہذا بہتان عظیم)

ذی عقل آدمی سمجھتا ہے۔ کہ ان تشبیہات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر گستاخی کی گئی۔ یعنی انہیں کوتے اور کھمی جیسا بنا دیا گیا۔ دشمن تم کو مگر نہیں آتی۔

دو لطیفے

۱۔ ہمارے ہاں ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک میراٹی کے پیر صاحب میراٹی کے گھر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات یہ تھی۔ کہ میراٹی اس وقت گھر پر نہ تھا۔ کہیں باہر ڈیرے پر تھا۔ اس کے رط کے نے جا کر اطلاع دی۔ کہ گھر پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ میراٹی قدم بوسی کے لیے گھرایا۔ اور باہر کھڑے کھڑے آواز دی۔

پیر صاحب کہاں ہیں؟ بیٹھے تے کہا۔ در یہ فلان تھوک بیٹھا ہے تمہیں نظر نہیں آ رہا۔
بیٹے کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی ماں بولی۔ بیٹا۔

پیر صاحب کی دادی واسے۔ پیر بھانویں ”کتورے“ رکنے ہا بچہ اچھا لہوئے

پیر صاحب کرنا چاہیے چاہے چھوٹے کتورے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی (جنگلی) اپنے پیر صاحب کے آستانے پر حاضر ہوا
اور سلام عرض کیا۔ بیٹھا۔ پیر صاحب نے پوچھا۔ بناؤ کیا حال چال ہے۔ دیہاتی

کہنے لگا۔ سب کچھ آپ کی دعا کا صدقہ ہے۔ صرف ایک تکلیف ہے۔ اس کے
لیے حاضر ہوا ہوں۔ پوچھا کونسی تکلیف ہے۔ عرض کی۔ حضور ارات کے وقت

جب بکریوں کو باڑے میں باندھتا ہوں۔ تو ہرات بیٹھتا ہوں۔ اور ایک

ادھی بکری یا اس کا بچہ اٹھا کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ سے دعا کرنے آیا ہوں۔

پیر صاحب نے فرمایا۔ دیکھو اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوئی بولی دکتا کی

ایک قسم پال لو۔ تکلیف دور ہو جائے گی۔ دیہاتی نے ہاتھ جوڑے اور کہا

”وومینڈا بیروی تیس مینڈا بولی وتی تیس“

ان دونوں لطیفوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ جس طرح ان دونوں مریوں

نے اپنے خیال کے مطابق اپنے پیر کی تعظیم لیکن ہو گئی ہے۔ ادبی۔ اسی طرح یہ

شیعہ راگ لاپتے ہیں۔ محبت کا اور برتاؤ ان کا دشمنوں کا سا ہے۔



گستاخی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو دو ڈو، دیکھنے والا بھینگا ہے۔

۵

یا علی تم اور نبی تو ایک تھے
پشتم احوال میں مگر دو ہو گئے

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین
جلد اول ص ۱۹۳ مطبوعہ عمریوسفی - دہلی - ۱

ایک متعصبانہ طنز ہے۔

کتاب تہذیب المتین کے مصنف نے اس شعر میں ایک تیر سے دو ٹکڑا
کئے۔ ایک تو اپنا عقیدہ بیان کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
ایک ہی ہیں۔ دو نہیں۔ دوسرا یہ کہ جن لوگوں (اہل سنت) کو دو نظر آتے ہیں۔ یہ ان کی
نظر کا قصور ہے۔ کیونکہ وہ بھینگے ہیں۔ اور بھینگا شخص ایک چیز کو دو چیزیں دیکھتا سمجھتا
ہے۔ گویا در منظر حسین، ہلے دبے الفاظ میں یہ اقرار کیا ہے۔ کہ اہل سنت کے نزدیک
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو الگ الگ اور دو مختلف مراتب پر
فائز شخصیتیں ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے، اگرچہ شیعوں کو مرتبہ کے اعتبار سے حضرت
علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ماننے میں۔ اگر افضل نہ مائیں تو کم از کم برابر

ضرور کہتے ہیں۔

» علامہ یعقوب کلینی، نے اصول کافی میں لکھا ہے۔ یہ کتاب امام غائب

کی مصدقہ ہے۔

حضرت علی فضیلت میں نبی علیہ السلام کے برابر ہیں۔

اصول کافی :-

قَالَ الْوَعْدُ بِاللَّهِ يَا سَلِيمَانَ مَا جَاءَ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
يُؤْخَذُ بِهِ وَمَا نَهَى عَنْهُ يَنْتَهَى عَنْهُ حَبْرِي لَمْ
يَرْفُضْ مَا حَبْرِي لِرَسُولِ اللَّهِ

دا اصول کافی مطبوعہ نوکشمور ص ۱۱۸

دا اصول کافی جلد اول ص ۱۹۷ کتاب الحجۃ

باب ان الاثمه هم ارکان الامرض

تسجما :-

امام صادق نے فرمایا۔ اسے سلیمان! جو امیر المؤمنین حکم دیں۔
مانو۔ جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ علی کو وہی فضیلت حاصل
ہے۔ جو رسول کو ہے۔



گستاخی ۵۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں وہ عطا فرمائی۔ جو

رسول اللہ کو نہیں

انوار نعمانیہ ۱۔

وَقَدَّرَ رَوَى الصُّدُوقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ أُعْطِيَتْ
ثَلَاثًا وَعَبَى مَشَارِكِي فِيهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثًا وَلَمْ يُشَارِكْهُ
فِيهَا ذَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي شَرَكْتَ عِبَى
قَالَ لِرَأَى الْحَمْدِ لِي وَعَلِيٌّ حَامِلُهُ وَالسُّوْتَرِيُّ وَعَلِيٌّ سَاقِيَهُ
وَالجَنَّةُ وَالنَّارُ لِي وَعَبَى قَسِيمُهُمَا وَأَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي أُعْطِيَ
عَلِيٌّ وَلَمْ يُشَارِكْهُ فِيهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ شِبْرَ أَعَّةٍ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُ
وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ زَوْجَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهَا وَ
أُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا.

۱۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۰۱ تورہوی مطبوعہ

مہرینہ طبع جدید انوار نعمانیہ مطبوعہ ایران ص ۱۰۱

فی تنظیم جبرائیل علی علیہ السلام طبع قدیم

۲۔ امالی طوسی جلد اول ص ۳۵۲ الجزء الثانی عشر مطبوعہ قم

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۲۶۶ فی مساواتہ

مع النبی علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید

ترجمہ۔

شیخ صدوق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے تین چیزیں دی گئیں۔ اور ان میں "علی" میرے ساتھ شریک ہے۔ اور علی کو تین چیزیں اور دی گئیں جن میں میں شریک نہیں ہوں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں حضرت علی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ فرمایا۔ ایک لواء الحمد مجھے دی گئیں۔ اور علی اس کے اٹھانے والا ہے دوسرا کوثر مجھے عطا ہوئی۔ اور علی اس کا ساتھی ہے۔ تیسرا جنت ووزخ مجھے دی گئی۔ اور علی ان کا قاسم (تقسیم کرنے والا) ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ لیکن ان میں میں بھی شریک نہیں۔ پہلی یہ کہ علی کو شجاعت ایسی ملی۔ جیسی مجھے بھی نہیں ملی۔ دوسری علی کو فاطمہ الزہراء جو بی بی ملی۔ اس جیسی مجھے بی بی نہ ملی۔ تیسری علی کے دو فرزند حسن و حسین ہیں۔ مجھے ان دونوں جیسے بیٹے نہیں ملے۔

نوٹ

اس روایت میں شیخ صدوق نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں۔ بلکہ درجات و منازل میں آپ سے افضل ہیں۔ اس روایت میں شیخ صدوق نے دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ ایک تو یہ کہہ کر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اب سے من و جد افضل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بھی ہی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تو ہیں۔ اور امتی کو نبی سے افضل قرار دینا توہین نبی ہے۔ اس لیے کفر ہوئی۔ دوسری بات یہ کہ اس روایت میں "شیخ صدوق" نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف یہ نسبت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جیسی بیوی (فاطمہ الزہرا) علی کو ملی۔ مجھے نہیں ملی۔ ان الفاظ میں اس شیعوہ طائفے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی گستاخی کرتے ہوئے گویا۔ آپ پر بے شرمی کا الزام لگایا۔ کیونکہ کوئی باضمیر اور شرم و حیا والا انسان اپنے داماد کو یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جیسی بیوی (یعنی میری بیٹی) تم کو ملی۔ ویسے مجھے نہیں مل سکی۔ گویا میری بیٹی تیری زوجیت میں ہے۔ میری زوجیت میں نہیں۔

(معاذ اللہ استغفر اللہ)

گستاخی ۶۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

بارے میں ڈانٹا

اختجاج طبری،

فَلَمَّا وَقَفَ بِالْمَوْقِفِ أَنَا هُجَيْرٌ يُدِلُّ عَلَيَّ السَّلَامُ
عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ
عَزَّ وَجَلَّ يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّهُ
قَدْ دَنَىٰ أَجَلَكَ وَمُدَّتْكَ فَأَقِمْ
يَا مُحَمَّدُ عَلَيَّا عِلْمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ
وَاجِدْ عَهْدِي وَمِيثَاقِي لَهُمُ الَّذِي
وَأَلْتَهُمْ عَلَيَّ فَإِنِّي قَابِضُكَ الْحَقَّ وَ
مُسْتَقْدِمُكَ عَلَيَّ فَتَحْشَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْمِهِ وَ أَهْلِ

التِّفَاقِ وَالتَّشْقَاقِ أَنْ يَتَفَرَّقُوا وَيَرْجِعُوا إِلَى جَاهِلِيَّةٍ
لِمَا عَرَفَتْ عَنْ عَدَاوَتِهِمْ وَلِمَا يَنْطَوِي عَلَيْهِ
أَنْفُسُهُمْ لِعَلِّيٍّ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَسَأَلَ
جِبْرَائِيلَ أَنْ يَسْمَلَ رَبِّيهِ الْعِصْمَةَ مِنَ النَّاسِ
وَ أَنْتَظِرَ أَنْ يَأْتِيَهُ جِبْرَائِيلُ بِالْعِصْمَةِ مِنَ
النَّاسِ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ اسْمُهُ فَتَخَزَّ
ذَلِكَ إِلَى أَنْ بَلَغَ مَسْجِدَ الْخَيْفِ - فَأَتَاهُ
جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ
فَأَمَرَهُ بِأَنْ يُعَاهِدَ عَهْدَهُ وَيُنَادِيَ عَلِيًّا عِلْمًا
لِلنَّاسِ يَهْتَدُونَ بِهِ وَلَمْ يَأْتِهِ بِالْعِصْمَةِ
مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالَّذِي أَرَادَ حَقًّا بَلَغَ
كَرَاعَ الْعَمِيرِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَأَتَاهُ جِبْرَائِيلُ
وَأَمَرَهُ بِالَّذِي آتَاهُ فِيهِ مِنْ قِبَلِ اللَّهِ وَلَمْ
يَأْتِهِ بِالْعِصْمَةِ فَقَالَ يَا جِبْرَائِيلُ إِنِّي أَخْشَى
قَوْمِي أَنْ يُكْذِبُونِي وَلَا يَقْبَلُونِي فَتَوَلَّى
فِي عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَ جِبْرَائِيلَ كَمَا
سَأَلَ بِرُؤْيَا آيَةِ الْعِصْمَةِ فَأَخْرَجَهُ ذَلِكَ
فَرَحِيلًا فَلَمَّا بَلَغَ عِدِيرَ خَيْبَرَ قَبْلَ الْحَجْفَةِ بِثَلَاثَةِ
أَمْيَالٍ آتَاهُ جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى خَمْسِ
سَاعَاتٍ مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ بِالزَّجْبِرِ وَ
الْإِنْتِهَارِ وَالْعِصْمَةَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ

يَا مُحَمَّدُ وَإِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ بِكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ
لَكَ يَا قُتَيْبَةُ الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ
رَبِّكَ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ
يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ .

۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۶۹، ۷۰

حدیث، القدر، طبع جدید مطبوعہ قم۔

طبع قدیم ص ۳۵

۲۔ جامع الاخبار ص ۱۱۱ فصل خامس،

فضائل امیرالمومنین مطبوعہ نجف اشرف

۳۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۲۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید زیر آیت یا ایہا الرسول

تسبیح

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ج کے دوران) موفقت میں تھے۔ اللہ
رب العزت کی طرف سے جبرئیل نے آکر سلام عرض کیا۔ اور کہا۔
کہ آپ کی مدت حیات ختم ہو چکی ہے۔ پس علی کو
بلند جگہ کھڑا کر کے لوگوں سے ان کے حق میں بیعت لے لیں۔ اور وہ
وعدہ دہرائیں۔ جو آپ نے لوگوں سے بیعت لینے کا مجھ سے کر رکھا
ہے۔ کیونکہ میں آپ کو دنیا سے اٹھا کر اپنی طرف لانے والا ہوں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ نہیں اور دوسرے بدبخت لوگوں سے یہ خطرہ ہوا
کہ کہیں یہ لوگ پھر سے جاہلیت کی طرف نہ پلٹ جائیں۔ اور تفریق کا شکار
نہ ہو جائیں۔ کیونکہ آپ ان کی عداوت سے واقف تھے۔ اور حضرت علی رضی

کے ساتھ ان کا بغض و حسد بالکل عیاں تھا۔ آپ نے جبریل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے میری حفاظت کے بارے میں سوال کریں۔ کہ وہ لوگوں سے میری حفاظت و عصمت کا ذمہ لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصمت و حفاظت کا حکم آنے کے منظر تھے۔ لیکن مسجد خیف تک جبریل نہ آئے۔ جب مسجد خیف میں پہنچے۔ تو جبریل آئے۔ اور وہی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا اور حضرت علی کو کسی اونٹے مقام پر کھڑا کر کے لوگوں کو ان سے ہدایت لینے کا پیغام تو لائے۔ لیکن آپ کو عصمت و حفاظت پھر نہ ملی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان درعر الغنیم، پہنچے۔ وہاں بھی جبریل وہی سابقہ پیغام ہی لائے۔ حفاظت کا کوئی ذکر نہ تھا۔ آپ نے جبریل سے کہا مجھے خدشہ ہے۔ کہ حضرت علی کے بارے میں جو بات تم نے پہنچائی۔ لوگ اسے قبول نہ کریں گے۔ اور اس میں مجھے جھٹلاؤں گے۔ پھر جبریل سے عصمت کے بارے میں پوچھا اس معاملہ کو پھر مؤخر کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ درخیم غدیرا پہنچے۔ تو جعفر سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے پاس جبریل آئے۔ جبکہ دن قریب۔ روال تھا، آپ کو ڈانٹ بلائی۔ اور لوگوں سے حفاظت کو پیغام بھی لائے۔ کہا۔ اسے محمد اللہ تعالیٰ سلام کے بعد کہتا ہے۔ دریا ایھا الرسول بلغ الایۃ، اسے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آمارا گیا۔ اس کی تبلیغ فرمادیں۔ اگر آپ نے نہ کیا۔ تو سمجھنا کہ اللہ کی رسالت کی تبلیغ ہی تم نے نہیں کی اور اللہ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔



گستاخی نمبر ۱۷ :-

اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آپ کو آسمانوں پر بلایا کہ
سب سے زیادہ تاکید و ولایت علیؑ کی کی

حیات القلوب :-

ابن بابویہ و صفار و دیگر اہل بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت
کر دے اند۔ کہ حق تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم را صد و بست مرتبہ با سمان برک
و در ہر مرتبہ آنحضرت را در باب ولایت و امامت امیر المؤمنین و سایر
ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سایر فرانس تاکید و مبالغہ نمود۔
حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۰۴ باب
بست و چہارم در معراج آنحضرت

ترجمہ :-

ابن بابویہ اور صفار وغیرہ معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی
سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو آسمانوں پر بلایا۔ اور ہر مرتبہ آپ کو ولایت و امامت علی اور دوسرے
ائمہ طاہرین کی امامت کے بارے اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا۔ جو دیگر فرانس
میں تاکید و مبالغہ نہ کیا گیا۔

تنبیہ :-

پچھلی دو گستاخیوں (۶-۷) کی عبارات پڑھ کر کوئی بھی منصف، مزاج یہ

بات تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حکم کی تبلیغ کا ارشاد فرمایا۔ تو آپ نے اس شرط پر تبلیغ کی ذمہ داری اٹھانا چاہی۔ کہ لوگوں سے خون کا کوئی بندوبست ہو۔ اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا ذمہ لیں۔ تو پھر اس حکم کی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے کہ جب نبی پاک علیہ السلام کے ساتھ کوئی ایک مددگار نہ تھا آپ نے صفار پہاڑی پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی توجیہ اور اپنی رسالت کا اعلان کیا اور آپ کو کسی سے خوف نہ آیا مگر جب آپ کے ساتھ لاکھ سے بھی زیادہ جانشینوں کی تعداد موجود تھی اس وقت آپ نے دو تین آدمیوں کی مخالفت کے خوف سے کیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کی۔ معاذ اللہ۔ اور یہی اصرار ایک دو تین مرتبہ وحی آنے تک رہا۔ تیسری مرتبہ ڈانٹ ڈپٹ بھی آئی۔ اور مطلوبہ حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے لیا۔ تو پھر آپ نے ولایت علی کا اعلان کیا معاذ اللہ کیا اللہ کے رسول مامورین اللہ نہیں ہوتے۔ اگر رسول ہی روگردانی کریں تو مامورین اللہ کیسے ہوئے۔ غضب کی بات ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت و امامت اور ولایت علی و ائمہ طہرین کے متعلق ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلا کر اللہ نے سخت وعدہ لیا۔ اور اس معاملہ میں اتنی تاکید کی۔ کہ کسی دوسرے فرض میں ایسی تاکید نہ کی گئی۔ لیکن ابو بکر و عمر کے ڈر سے آپ نے اس حکم کا اعلان اس وقت تک نہ کیا۔ جب تک حفاظت کا انتظام نہ ہوا۔ اور وہ بھی ہوا۔ تو ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ۔ کہاں رسالت کا منصب اور کہاں ولایت علی کے بارے میں آپ کو سخت گرفت۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اور مقام اہل تشیع کے نزدیک اس قدر بلند و بالا ہے۔ کہ اس سے مقابلہ میں منصب رسالت کی نفی ہو جائے۔ تو پرواہ نہیں۔ لیکن ولایت و امامت علی، میں میرے موقر فرقہ نہیں آنا چاہیے اس سے صاف ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کی جو کچھ قدر و منزلت ہے یہ سب کچھ حضرت علی کے طفیل ہے۔ معاذ اللہ اس لیے ہر ذمی عقل آدمی بشرط کہ غور فکر کرے تو فوراً فیصلہ کرے گا۔ کہ

یہ سب کچھ ان کی خانہ ساز باتیں۔ اور اختراعی افسانہ جات ہیں۔ حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر واقعی ان کی کوئی حقیقت ہوتی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق کو اپنے آخری ایام میں امام نہ بناتے۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر (۸)

شُرک اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ساتھ کسی اور

کی شُرکت دونوں برابر مہرم ہیں

تفسیر تھی۔

حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ أَحْمَدَ عَنْ
عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْقُنَيْلِ عَنْ أَبِي حَمْرَةَ عَنْ
أَبِي جَدْرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ لِيَبَيِّهَ
لِيِنَّ أَشْرَكَتَ لِيَحْبَبَنَّ عَبْدَكَ وَكَتَدْرُنَنَّ
مِنَ الْخَاسِرِينَ ، قَالَ تَفْسِيرُهُ لِيِنَّ أَمْرَتَ
بِي لَابِيَّةٍ أَحَدِي مَعَ وَ لَابِيَّةٍ عَلِيٍّ
مِنَ بَعْدِكَ لِيَحْبَبَنَّ حَمْدَكَ وَ لَتَكُونَنَّ مِنَ
الْخَاسِرِينَ .

ترجمہ قلمی صفحہ ۵۸ مطبوعہ ایران سورہ

ترجمہ بارہ ممبر (۲۱)

ترجمہ

ابو حمزہ امام باقر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی۔ "لَمَنْ اَشْرَكَتْ لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُهَا" اسے پیغمبر اگر آپ نے شرک کیا۔ تو آپ کے سب عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ نقصان پانے والے ہو جائیں گے۔ تو ابو حمزہ کو امام باقر نے کہا۔ اس کی تفسیر یہ ہے۔ کہ اسے پیغمبر اگر آپ نے حضرت علی کی ولایت کے سوا کسی اور کی ولایت کا حکم دیا۔ تو تمہارے تمام اعمال ضبط کر لیے جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

العیاذ باللہ

تنبیہ:-

قارئین کرام ذرا غور فرمائیں۔ کہ اہل تشیع کے ہاں امامت و ولایت کا کیا مقام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ان کے نزدیک دیگر ایسے کرام کو کجا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ کیونکہ ابھی ابھی شیعہ حضرات کے وہ قول گزرے ہیں۔ کہ (۱) اگر تو نے اسے رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام جو ولایت و امامت علی کے بارے میں ہے۔ اس کی تبلیغ نہ کی۔ تو گویا تو نے کسی حکم کی تبلیغ ہی نہ کی۔ اور رسالت کا فریضہ ہی نہ انجام دیا اور دوسرا اگر تو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت میں اپنے بعد کسی کو شہ یک بنایا۔ یا کسی اور کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ تو اس جرم کی پاداش

میں تیرے سب اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔ اور سراسر نقصان اٹھائے گا۔ تو ان دو باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دار و مدار بھی ”ولایت“ و امامت علیؑ پر موقوف ہے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ مشکل کے وقت حضرت علیؑ نبی غیر السلام لکھنؤ سے پھرتے رہے۔

حلیۃ الابرار :-

قال فهل فيكم احد و قد رسول الله عليه السلام بنفسه
ورذبه كيد المشركين۔

حلیۃ الابرار جلد ۱ ص ۳۱۱ باب ۳۸ اجتہاد

علی اہل الشوریٰ طبع قم۔

ترجمہ :-

حضرت علیؑ نے فرمایا کیا کوئی ایسا ہے کہ جس نے رسول اللہ علیہ السلام کو
مشرکین سے بچایا۔ (میسر سوا)

شیعہ حضرات کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام

اعمال ضائع ہو گئے (معاذ اللہ)

ہم نے جوگت نامی ۱ کی عبارت نقل کی ہے۔ اگر اس کو ذہن میں رکھ کر
سورہ تحریم کی تفسیر شیعہ..... کو پڑھا جائے۔ اور دونوں کو ملا کر
مفہوم نکالا جائے۔ تو نتیجہ بالکل صاف نظر آئے گا۔ سورہ تحریم تفسیر شیعہ
کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تفسیر قمی :-

قَالَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ مَلَئِي الْخِلَافَةَ مِنْ بَعْدِي ثُمَّ مِنْ بَعْدِ أَبِي
فَقَالَتْ مَنْ أَخْبَرَكَ بِهَذَا قَالَ اللَّهُ أَخْبَرَنِي -

(تفسیر قمی سورۃ تحریم ص ۶۸۷، تفسیر صافی

جلد دوم ص ۱۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

آپ نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر صدیق ہوگا۔ اور اس کے بعد
تیسرا باپ لگے گا آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی۔ تو ام المومنین
حفصہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ آپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے
فرمایا اللہ نے۔

”تفسیر قمی“ کی گستاخی میں جو عبارت تھی۔ وہ یہ کہ اگر تم نے اپنے بعد کسی اور کی
ولایت و امامت کا اعلان کیا۔ تو اپنے تمام اعمال ضبط سمجھنا۔ اور یہاں (سورہ تحریم میں)
اس بات کا صاف صاف اعلان فرما دیا۔ کہ میرے بعد علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ گویا ہمیں
بات سے منع کیا گیا۔ وہی کو دکھائی۔ تو لازماً اس جرم کی سزا بھی ہوگی۔ اور وہ سزا
یہی تھی۔ کہ تمہارے تمام اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ تو نتیجہ یہی نکلا۔ کہ چونکہ حضور علیہ السلام
نے اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بجائے
ابو بکر صدیق کی خلافت کا اعلان فرما دیا۔ لہذا تمام اعمال ضبط ہو گئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)
یہ بھٹی اہمیت و ولایت علی کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال لے ڈوبی۔
برائے عقل و دانش بیاید گریست،

حاصل کلام یہ ہے :

کہ شیوخ حضرات غلط بیانی اور من گھڑی تفسیلات کا سہارا لے کر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنے بیٹھتے ہیں۔ تو پچھلی سوچیں نہیں کرتے۔ کہ لئن اشروکت لیحیطن عملاک سے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت و خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ تو اس سے منظور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ضائع ہونا نتیجتاً ثابت ہو گا۔ اور پھر اس سے اپنی بے دینی اور بے ایمانی کا ثبوت ہیا کر دیں گے۔ اور پھر خلافت و امامت کے لیے تصور ہی باقی نہ رہے گا۔ قرآن پاک کی ایسی تاویلات اور حضرات انبیاء کرام کی ایسی گستاخیوں کے ذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ جب یہ کسی شخصیت کی ایسی افضلیت کا معتقد ہو جائے گا۔ تو پھر وہ یہی سمجھے گا۔ کہ یہ حق صرف اور صرف حضرت علی کو ہی پہنچتا ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کا قطعاً حق نہیں۔ لیکن ان انسانی واقعات رکیک تاویلات اور قرآنی تحریفیات کا جہت تبجوان کی بے ایمانی کی صورت میں نکلتا ہے۔ وہ ان اندھوں کو نظر نہ آتا ہے۔ نہ لگے گا۔

فلعتبروا یا اولی الابصار

فصل چہارم

لذہبات المؤمنین اور متینین سے گستاخیاں

گستاخی :-

فروع کافی :-

الذہبی عن الحسن بن محمد بن سراج
قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام وهو يدعى في بيته
كل مذكر في آفة من الرجال وارتعاضة النساء
ذوان وذلان وذلان وذلان وذلان وذلان
وذلان وذلان وذلان وذلان وذلان

دفع کافی کتاب الصلوة باب العقیب

بعد الدعاء ص ۳۴۲ طبع جدید

مطبوعہ تہران

ترجمہ :- الحسین بن حسین بن ثور اور ابو سلمہ سراج سے روایت کرتا ہے کہ ان دونوں

نے کہا۔ کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو سنا۔ آپ ہر فرضی نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ فلاں، فلاں، فلاں، اور معاویہ ان کا نام لے کر اور فلائیہ اور فلائیہ اور ہند اور ام حکم ہمیشہ معاویہ۔

وضاحت:-

اس روایت میں جن تین مردوں کا ”بطور تعبیہ“ نام نہیں لیا گیا۔ یہ راوی کی طرف سے ہے۔ ورنہ امام جعفر صادق اس روایت کے الفاظ کے مطابق ان تین کے بھی نام لے کر لعنت کرتے تھے۔ اور اسی طرح دو عورتوں کا جو نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی بھی وہی حقیقت ہے ان تین مردوں سے مراد، ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں۔ اور دو عورتوں سے مراد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ معاذ اللہ شرعہ اذا اللہ۔

ہر نماز کے بعد خلفائے ثلاثہ پر لعنت پھینا اور حضرت

عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنا ان کا جزو ایمان ہے

سیدہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حسب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ اور سیدہ عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہم پر ہر نماز کے بعد لعنت بھیجتے رہے تو ان حضرات پر لعنت پھینا وہ اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) قارئین کرام! یہ کرامت اور یہ ہے۔ وہ امرات المؤمنین کہ جن کے متعلق قرآن کے الفاظ یہ ہیں۔ وَرَبُّنَا الَّذِي أَلَمَّ أَكْثَرَ

كَاحِدٍ مِّنَ النَّسَاءِ وَالْغُحَّ،

اسے نبی کی بیویوں یا تم دنیا کی عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ کیونکہ تمہیں سو آؤ و آجہ
اقہات تھہڑے کے ذریعہ مومنین کی مقدس روحانی مائیں بنا جاگی ہے۔ ان پاک شخصیتوں کے
بارے میں یہ لوگ زبان طعن و راز کرنے ہیں۔ اور تبر ابازی کرنے سے باز نہیں آتے۔ بلکہ
ہر نماز کے بعد ایسا کرنا جزو ایمان اور عین عبادت قرار دیتے ہیں۔ جو آدمی اپنی نسی اور جسمانی
والدہ پر لعنت کرے۔ لوگ اسے "عراچی" کہتے ہیں۔ اور جو روحانی والدہ پر لعن طعن کرے۔
اسے جو کچھ کہنا چاہیے۔ تم خود فیصلہ کر سکتے ہو۔ نسی ماں کے لیے نماز کے آخر میں رَدِّ تَبَنَّا
اغْفِرْ لِيْ وَالْوَالِدَاتِ، کہیں۔ اور روحانی ماں پر سلام کے بعد سب و شتم کریں؟
کیا ایمان اسی کا تقاضا کرتا ہے؟

اس کے علاوہ یہ بھی سوچو۔ کہ ان مقدس عورتوں کا تعلق اگرچہ ابو بکر و عمر سے ہے لیکن
یہ تعلق تنازوی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل ان کی پہچان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی
حیثیت سے ہے۔ اور اسی تعلق سے یہ اہمات المومنین ہوئیں۔ اگر ان پر لعن طعن کرتے
ہو۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے راضی ہوتے ہوں گے۔؟ خدا را سوچو! پھر حضرت
جن میں سے ایک (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں،
امت کا امام مقرر فرمایا۔ اہل بیت نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں۔ اور خود حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ اور دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہما
جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مانگا تھا۔ اور جن کی بدولت اسلام چاروں اہل
عالم میں بھلا۔ ان حضرات پر لعنت کرنے والے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت
سے کیا تعلق؟ جس کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں۔ اور پھر لوٹائی بھی نہ جائیں گے یا تم اپنے
اُمم کے امام پر سب و شتم کرتے ہو۔؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ امام جعفر صادق کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی۔ کہ

اب ہر نماز کے بعد ان حضرات پر لعن طعن کرتے تھے۔ ایک عظیم بہتان اور ایک بہت بڑی گستاخی ہے۔ جو آپ کی طرف منسوب کی گئی۔ کیونکہ امام جعفر صادق نے کبیرہ گناہ کی لسٹ میں عقوق والدین کو بھی شمار کیا ہے اور اس کی یوں تفسیر کی ہے۔

خصال شیخ صدوق :-

وَأَمَّا عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ فَتَدَاوَلَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ النَّبِيِّ أُولَى
بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَذْوَابُكُمْ أُمَّهَاتُهُمْ

دخصال شیخ صدوق جلد ثانی ص ۱۲۲ الکبائر

بسع مطبوعہ تہران

ترجمہ :-

عقوق والدین کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یعنی جبے

قتل زنا کبیرہ گناہ میں اسی طرح نبی علیہ السلام کی ازواج کی نافرمانی اور گستاخی

کبیرہ گناہ ہے

تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام جعفر اہبات المؤمنین پر لعنت کر کے معاذ اللہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کریں

اس کے علاوہ امام موصوف کی والدہ درام فرورہ، دونوں طرف سے صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ کی دونوں اسی اور پوتی، لگتی ہیں۔ تو ان ظالموں نے یہ پروکھا۔ ان حضرات کے

باہمی روحانی کیا تعلقات ہیں۔ اور زبسی نسبت ذہن میں آئی۔ صرف دھن یہ سوار تھی۔ کہ

ان حضرات پر لعن طعن کے لیے کچھ ادھر ادھر کی جوڑنی چاہیے۔ ایسے انہی امام موصوف

سے صدیق اکبر کی تعظیم سنیے۔ اور انہی خرافات سے موازنہ کیجئے۔ دراختلاق الحق صحت

میں لاشورتری نے لکھا ہے۔

أَبُو بَكْرٍ وَالصِّدِّيقُ جَدِّي هَلْ يَسُبُّ أَحَدًا أَبَا لَا تَدِمْنِي اللَّهُ

ان لَّا اَقْدِمَکَ، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا دادا ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے نانا دادا کو کالی دے سکتا ہے؟ اگر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا اقرار نہ کروں۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے کسی قسم کی عظمت و شان نہ دے۔

اسی طرح "کشف الغمہ" میں امام موصوف کے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔

کشف الغمہ

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدًا
ابْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَزَّ وَجَلَّ حَيْثُ السَّيْفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ
بِهِ قَدْ حَلَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ سَيْفَهُ قُلْتُ أَفَتَقْرَأُ الصِّدِّيقَ
قَالَ فَوَثَبَ وَثْبَةً وَاسْتَدْبَلَ الدَّبْلَةَ وَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيقُ
كَدَمِ الصِّدِّيقُ نَدَمِ الصِّدِّيقُ فَمَنْ لَمْ يَدُلْ لَهُ الصِّدِّيقُ
فَلَا رَدَّ وَاللَّهِ لَهُ قَوْلٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ۔

کشف الغمہ فی معرفۃ الامم جلد دوم ص ۱۲۱

تذکرہ معاجز الامام ابو جعفر الباقی

مطبوعہ تیسری

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ سے عروہ بن زبیر نے پوچھا۔ کیا طوار پر سونا چڑھانا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی بات نہیں۔ درست ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی طوار پر سونا چڑھایا تھا۔ میں نے کہا۔ آپ ابو بکر

اور تین مرتبہ فرمایا۔ ہاں وہ در صدیقی، میں۔ اور جو انہیں صدیق نہ کہے، اللہ
اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

مذکورہ احادیث میں سے پہلی حدیث حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور دوسری
ان کے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ امام جعفر صادق نے صاف صاف فرمایا
کہ کون بد بخت اپنے نانا دادا کو گالی دے سکتا ہے؟ یعنی عام آدمی بھی یہ گوارا نہیں
کرتا۔ کہ اس کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا جائے۔ اور امام باقر رضی اللہ عنہ نے تو ایسے شخص کو
جو شان صدیقی پر حرف زنی کرتا ہے۔ کذاب اور راندہ پارگاد ابرو کی کہا ہے۔ ان دونوں
روایتوں کو دیکھئے۔ اور گذشتہ گستاخی کی عبارت جو امام جعفر صادق کی طرف منسوب
کی گئی موازنہ کیجئے۔ تو باطل واضح ہو جائے گا کہ ایسی لعن طعن کی روایات جو امام جعفر
صادق کی طرف منسوب کی گئی ہیں یہ شیعہ حضرات کی خود ساختہ ہیں ورنہ امام جعفر کی
نزدیک ان حضرات پر لعن طعن کرنے والا بد بخت، کذاب اور ناعاقبت اندیش ہے۔ لہذا
ایسے کذابوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

گستاخی نمبر ۱۲۰۔

امام قائم ظاہر ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر دودھ،
نافذ کریں گے (معاذ اللہ)

حقائق لکھنؤ :-

واہن بلوچہ در علل الشرائع روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

کہ چون قائم مظاہر شود، عائشہ را زندہ کند تا بر او حد زنند۔ و انتقام فاطمہ،
را بکشند۔

(حق یقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات حجت
مطبوعہ ایران)

توجیہ:-

”علل الشرائع“ میں ابن بابویہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے۔ کہ جب امام قائم ظاہر ہوں گے۔ تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کو زندہ کریں گے۔ تاکہ ان پر حد لگائی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی
طرف سے انتقام لیں۔

گستاخی نمبر ۱۳۱:-

ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی بالترتیب وقت
کے فرعون، ہامان اور قارون تھے (معاذ اللہ)

حق یقین:-

در اخبار معتبرہ وارد شدہ است در تاویل این آیت۔ وَ نُزِیْدُ اَنْ تَمُرَّ
عَلَى الذِّیْنِ اَسْرَضْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نَجَّوْا لَهَا اُمَّتًا
وَ نَجَّوْا لَهَا الرَّاغِبِیْنَ وَ نَعِیْنَ لَهَا فِی الْاَرْضِ وَ نُزِی
فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ قَارُونَ وَ جُنُودَهُمْ مِمَّا كَانُوا

يَحْذَرُونَ -

دپ ۲۰ سورہ القاصص

ترجمہ:

یعنی اللہ فرماتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ زمین کے اندر بسنے والے کمزوروں پر مہربانی کر کے، انہیں امام اور وارث بنا دیں۔ زمین میں انہیں غلبہ دے دیں اور فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھا دیں جس سے وہ گھبراتے تھے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ

کہ ایسی مشیت کہ خدا زودہ است برائے اہل بیت رسالت کہ موجب تسلی آنحضرت گردید۔ زیرا کہ فرعون ہامان وقارون ستم گردند بر بنی اسرائیل و ایشان و اولاد ایشان را میکشتند۔ و نظیر ایشان در ایام امت ابو بکر و عمر و عثمان و اتباع ایشان بودند۔ کہ سعی میکردند در قتل و قمع اہل بیت رسول۔ خدا کی تعالیٰ وعدہ دادہ است پیغمبرش را کہ ہم چنانکہ ولادت موسیٰ را مخفی کردیم و او را از فرعون غائب گردانیدیم و بعد ازاں اورا ظاہر ساختیم و بفرعون و اتباعش غالب گردانیم و ہمراہ بست او ہلاک کردیم پچیس حضرت قائم را اولادش را پہنہاں خواہم کرد۔ و از فرعون زمان خود اورا مستور خواہم گردانید۔ و رحبت ایشان را بر دشمنان ایشان غالب خواہم کرد کہ انتقام خود را از ایشان بخشند۔ پس تاویل آیات حسیہ است و میخواہم کہ منت گزاریم بر انہا کہ ایشان را ضعیف گردانیدہ اند و زمین کہ اہل بیت رسالت اند و بگردانیم ایشان را امان و بگردانیم ایشان را و دشمنان زمین کہ پادشاہی روئے زمین برائے

ایں نشان مسلم گردو ممکن واقفدار بدو میم ایشانرا در زمین باطل را براند و حق را
ظاہر گردانند۔ و بنماییم بفرعون و ہامان یعنی ابو بکر و عمر و لشکر ہائی ایشان را و انہما بند
کہ غضب حق اہل محمد گردند منہم یعنی از آل محمد آنچه خود میکردند از کشتن و غدا پ۔
(حق ایقین باب پنجم در بیان اثبات حجت
ص ۲۱۶ مطبوعہ تہران)

ترجمہ

دو و مزید ان نمى على الذين استضعفوا الخ، پتہ کو ۴۶۔ آیت کریمہ
کی تعبیر و تفسیر میں وارد ہوا ہے۔ کہ یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی اہل بیت کی ہے۔ تاکہ آپ کی تسلی کا سبب بن جائے۔ کیونکہ فرعون و
ہامان اور قارون نے نبی اسرائیل پر ظلم و ستم ڈھائے۔ انہیں اور ان کی اولاد
کو قتل کیا۔ ان لوگوں کی مثال اس امت میں ابو بکر و عمر و عثمان ہیں۔ اور وہ لوگ
ہیں جو ان کے ماننے والے ہیں۔ ان لوگوں نے اہل بیت کے قلع قمع میں
کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ وعدہ دیا کہ ہم نے جس طرح موسیٰ
کی پیدائش کو پوشیدہ رکھا۔ اور ان کو فرعون سے غائب کر دیا۔ پھر انہیں ظاہر
کیا۔ فرعون اور اس کے ماننے والوں پر غالب کیا۔ اور تمام کو ان کے ہاتھوں
ہلاک کر دیا۔ اسی طرح امام قائم کی ولادت کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور اس
دور کے فرعون سے چھپا رکھیں گے۔ انہیں واپس لا کر ان کے دشمنوں
پر غالب کریں گے۔ ان سے اپنا بدلہ لیں گے۔ لہذا آیت کی تاویل اس طرح
ہوگی۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنہیں زمین میں کمزور بنا دیا گیا۔
(یعنی اہل بیت) اور ہم انہیں امام بنائیں۔ اور انہیں زمین کا وارث

بنائیں۔ تاکہ باطل کو بھگائیں۔ اور حق کو ظاہر کریں اور ہم فرعون و ہامان یعنی ابوبکر و
عمر اور ان کے ساتھیوں کو دکھائیں گے۔ کہ اہل بیت کے حقوق انہوں نے کس
طرح غصب کیئے اور ان سے کشت و خون کا بدلہ لیں گے۔ یعنی قائم آل محمدان،
قتل کریں گے۔ اور عذاب دیں گے۔

گستاخی ۱۲:

تمام شیعہ نماز کے بعد سو مرتبہ خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ و

یزید پر لعنت بھیجتے ہیں

اللَّهُمَّ حَقَّ أَنْتَ أَوْلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ مِنِّي وَأَبْدَاءِ
بِهِ أَوْلَا ثَمَرِ الثَّانِي ثَمَرِ الثَّالِثِ ثَمَرِ الرَّابِعِ اللَّهُمَّ
الْعَنْ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ خَامِسًا

ترجمہ:

اے اللہ! میری طرف سے تو خود اس شخص پر سب سے پہلے لعنت کہ
جس نے ان پر سب سے پہلے ظلم کیا پھر دوسرے پھر تیسرے پھر چوتھے اور
پھر پانچویں یعنی یزید بن معاویہ پر لعنت کر

(کحفة العوام باب مسائل ما دمحرّم کے

بیان میں ص ۱۶۶-۱۶۸)

نوٹ ۱:-

اول ظالم سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوسرے سے فاروق اعظم میرے

عثمان غنی اور چوتھے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور پانچویں سے مراد یزید بن معاویہ ہے۔

تنبیہ :-

گستاخی ۲، ۳، ۴ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا فرقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کا گستاخ نہیں۔ ان تمام گستاخوں کی بنیاد صرف اور صرف ان کی درمضوعی امامت ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد کے مطابق سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضا کی خلافت و امامت کو غصب کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ حضرات خود اور ان کی صاحبزادیاں سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما بھی ان کے عتاب اور گستاخانہ قلم کا نشانہ بنیں۔ اور ان کے بارے میں طرح طرح کے من گھڑت واقعات و افسانے گئے۔ تاکہ عوام میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑکیں۔

مسئلہ رجعت :-

چونکہ یہ لوگ اپنے دل کی بھڑاس صرف زبان و قلم سے ہی نکال سکتے تھے۔ اور نکالتے رہے۔ لیکن عملی طور پر نہ حضرت ابو بکر صدیق اور نہ ہی فاروق اعظم سے غصب شدہ، خلافت و امامت واپس دلا سکے۔ اور نہ ہی اجماعت المؤمنین سے درانتقام، ہلے سکے۔ اس لیے ان کاروائیوں کو پورا کرنے کے لیے ان لوگوں نے دو مسئلہ رجعت، ایجا و کید جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ قرب قیامت امام مہدی دوبارہ لوٹ کر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اگر حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ اور ان کو قتل کریں گے۔ حد لگائیں گے۔ اور ہر طرح سے پورا پورا انتقام لیں گے۔ اور اہل بیت پر کئے گئے مظالم کا بدلہ لیں گے۔

جیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے۔ جب شیعوں کو کہا جائے۔ اور پوچھا جائے۔
کہ تمہارا در امام قائم، غائب کیوں ہوا؟ تو جواب کہتے ہیں۔ دشمنوں کے ڈر کی وجہ سے روپوش
ہو گیا۔ بلکہ ان کی روایات کے مطابق امام حسن عسکری نے کہا۔ کہ امام غائب کا نام تک لینا
بھی جرم ہے۔ بلکہ ان کا جو بھی نام لے۔ وہ کافر ہے۔ تو جو اپنے پہلے جہنم میں دشمنوں کے خوف
کے مارے روپوش ہو گیا۔ وہ دوبارہ اگر لوگوں کو قبروں سے نکال کر کیسے قتل کرے گا۔
کیسے انتقام لے گا؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب افسانے ہیں۔ من گھڑت روایات و واقعات ہیں۔
اگر ان کے وہ اقوال جو امام قائم کے واپس آنے کے متعلق ہیں۔ کوئی پڑھے یا سنتے۔ تو
اسی وقت پکار اٹھے گا۔ کہ یہ سب کچھ شیعوں لوگوں کی چالبازی اور مکاری ہے۔ حقیقت
کچھ بھی نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

جب دس ہزار معتقد ہو جائیں گے۔ تو وہ امام قائم،

ظاہر ہو جائیں گے۔

احتجاج طبرسی:-

احتجاج طبرسی میں امام قائم کے ظہور کے متعلق لکھا ہے۔

يَجْتَمِعُ إِلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ عِدَّةٌ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ (ثَلَاثِينَ)
وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ وَ ذَلِكَ
قَوْلُ اللَّهِ آيَةً مَا تَكُونُ آيَاتٍ بِكَلِمَةِ اللَّهِ جَمِيعًا إِنَّ
اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - فَإِذَا اجْتَمَعَتْ لَهُ هَذِهِ الْعِدَّةُ

مِنْ أَهْلِ الْإِخْلَاصِ أَظْهَرَ اللَّهُ أَمْرَهُ فَإِذَا كَمَلَ لَهُ الْعَقْدُ
(وَهُوَ عَشْرَةُ آلَافِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِإِذْنِ اللَّهِ فَلَا يَزَالُ
يَقْتُلُ أَعْدَاءَ اللَّهِ حَتَّى يَرْضَى عِزَّ وَجَلَّ -

راحتجاج طبری جلد دوم صفحہ ۲۵ مطبوعہ قم فی
مذکرہ بیانات من ابی جعفر عیسیٰ بن اکتثم طبع جدید
طبع قدیم ص ۲۲۸)

ترجمہ:-

امام غائب کے لیے دنیا کے مختلف کونوں سے اصحاب بدر کی تعداد
تین سو تیرہ کے مطابق لوگ اکٹھے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
وہ تم جہاں کہیں بھی ہو گے۔ اللہ تم سب کو لے آئے گا۔ کیونکہ وہ ہر چیز
پر قادر ہے۔ جب امام غائب کے لیے مذکورہ تعداد مخلصین کی جمع ہو جائے
گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ پھر جب دس ہزار کا عدد مکمل ہو
جائے گا۔ تو امام قائم اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا
و خوشنودی حاصل ہونے تک اس کے دشمنوں کو مار تے رہیں گے۔

کیا اب تک شیعوں کی تعداد دس ہزار

نہیں ہوئی؟

ناظرین کیلئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ امام کے ظہور کے لیے شیعوں لوگوں نے دس ہزار
مجتہدین کا عدد ذکر کیا ہے۔ یعنی جتنے اتنی تعداد میں ان کے تمام لیوا میدان میں آجائیں گے

تو امام قائم بلا خوف ظاہر ہو جائیں گے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس وقت دنیا میں امام غائب کے نام لمبو اوس ہزار نہیں بلکہ اسی کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔ اب کیوں نہیں وہ تشریف لائے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کروڑوں میں سے دس ہزار بھی امام غائب سے مخلص نہیں ہیں۔ بلکہ سب ان کے دشمن ہیں اور وہ ان دشمنوں سے ہی ڈر کر غائب ہو گئے ہیں تو اب ان دشمنوں کے پاس کیسے تشریف لاسکتے ہیں۔ شیوہ حضرات نے یہ بیان کر کے تو خود اپنے پاؤں پر کھار کا لہو دی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سب کچھ من گھڑت اور شیطانی ذہن کی پیداوار۔ اول اس ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی ان لوگوں نے انتہائی گستاخی کی۔ یہ عاشر صدیق کے لیے دوبارہ زندہ کرنے اور پھر نہیں مزار دینے کے بے سرو پائے اور واقعات تراشے۔ جس کی وجہ سے یہ انتہائی گستاخ ٹھہرے۔ حالانکہ صاحب درود وقتہ الصفا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اسی ضمن میں نقل فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق زیادہ محبت تھی

سوال کرو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ترین مخلوق نزد تو کیست، فرمود کہ عائشہ عمر و گفت سوال من از رجال است۔ فرمود کہ پیرا و باز پرسید کہ بعد از وی کیست فرمود کہ عمر،

(تاریخ روضۃ الصفا ص ۳۸ جلد دوم
ذکراحوال قائم الانبیاء)

ترجمہ:-

عمر و بنی عاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مخلوقات میں سے کس کو زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ عائشہ کو۔ پھر پوچھا۔ حضور میری مراد مردوں کے بارے میں ہے۔ فرمایا۔ عائشہ کا باپ۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر پوچھنے پر فرمایا۔ کہ ان کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
ہیں۔

خلاصہ کلام:-

ان تمام روایات و واقعات کو آپ نے پڑھا۔ آپ نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہو
گا کہ شیعوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بھی خوش نہیں۔ کیونکہ دشمن کا دوست
دشمن ہی ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں موجود ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَا حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ۔ الخ
(پہلے رکوع ۲۱)

ترجمہ:-

تم ایسے لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ پاؤ
گے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہوں۔
اگرچہ وہ دشمن خدا و رسول ان کے باپ دادا بیٹے، بھائی اور دیگر خاندان
والے ہوں۔

قرآن پاک نے جب یہ اصل ذکر فرمادیا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن مسلمان کا دوست
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کے دوست ہیں۔ ورنہ انما ولیکم اللہ و
رسولہ، تو دوست کا دشمنی دوست نہیں اور دشمن کا دوست بھی دوست نہیں ہو سکتا
تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ،
عثمان غنی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ، اسم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے تعلق دار اور محبوب میں تو ان سے عداوت، بغض اور کینہ رکھنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کب دوست اور خیر خواہ ہو سکتا ہے۔ تو اب خود اندازہ کر لیں۔ کہ ان بد بختوں کو حضور سے کب محبت ہے۔ اگر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے نفرت ہے۔ اور معاذ اللہ ان پر لعنت کو نواب سمجھتے ہیں۔ تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کی حیثیت کیا ہوگی؟ صاف بات ہے۔ کہ آپ، انہیں برگزینہ نہیں فرماتے ہوں گے اور جس کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں۔ آپ کے اہل بیت کے نزدیک ازلی مرود اور نامراد ہے۔ یہ ہے ”محبت اہل بیت کے پردے میں دشمنی اہل بیت۔“

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی نے

سیدہ عائشہ ام المومنین کو طلاق دے دی۔

(معاذ اللہ)

شیوہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کا معاملہ اپنے بعد حضرت علی کے ہاتھ دے دیا تھا جیسا کہ سیدہ ہاشم بھرانہ نے نقل کیا ہے۔

علیہ السلام الابرار:-

قَالَ فَهَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ اسْتَخَذَ لِفَتَاهُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ وَجَعَلَ أَمْرًا ذُو وَاحٍ بِالنَّبِيِّ رَمَتْ

بَعْدُ غَيْرِي

(حلیۃ الابرار جلد اول ص ۲۱۱۔ الباب الثامن)

(والثلثون)

ترجمہ:- حضرت علی نے فرمایا کیا تم میں سے کسی کو نبی پاک علیہ السلام نے اپنے اہل میں
 خلیفہ بنایا اور اپنے بعد اپنی ازواج کا معاملہ میرے سوا اس کے سپرد کیا۔
 ہاشم بجرانی کی کلام میں اگرچہ یہ ثابت ہے کہ نبی پاک نے حضرت علی کو اپنے بعد اپنی
 ازواج کو طلاق دینے کا اختیار دیا لیکن اگر کوئی شیخ کہہ دے کہ ہاشم بجرانی کی کلام میں طلاق
 کا کوئی لفظ موجود نہیں تو اس کا ثبوت بھی ملاحظہ فرمائیں۔

احتجاج طبری :-

وَرَوَى عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَانَ
 يَوْمَ الْجَمَلِ وَقَدْ أَسْوَجَ هَوَاجُ عَائِشَةَ بِالنَّبْلِ قَالَ
 أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللَّهِ مَا أَرَانِي إِلَّا
 مُطَلِّقَهَا فَأَنْشَدَ اللَّهُ رَجُلًا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا عَلِيُّ أَمْرٌ نَسَايُ بِبَيْدِكَ
 مِنْ بَعْدِي لَمَّا قَامَ فَشَهِدَ فَقَالَ . . . فَتَامَ
 ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فِيهِمْ بَدْرِيَانِ فَشَهِدُوا أَنَّهُمْ
 سَمِعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيِّ
 ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا عَلِيُّ أَمْرٌ نَسَايُ بِبَيْدِكَ مِنْ
 بَعْدِي قَالَ فَبَكَتْ عَائِشَةُ عِنْدَ ذَلِكَ حَتَّى سَمِعُوا أَبْكَاءَهَا فَقَالَ
 عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَقَدْ أَنْبَأَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَنْبَاءَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُمِدُّكَ يَا عَلِيُّ يَوْمَ الْجَمَلِ بِخَمْسَةِ آلَافٍ
مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ . (۱) - احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲ احتجاج ،

امیر المؤمنین علی الناکثین بیعتہ ،

طبع قدیم صفحہ ۸۸ - نجف اشرف)

(۲) - تذکرۃ الامم صفحہ ۶۷ مطبوعہ ایران ،

طبع جدید۔)

توجیہ

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ جمل کے دن
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ تو حضرت علی رضی
نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں اپنے آپ کو اسے طلاق دینے والا دیکھ رہا ہوں
(ایسا کہ بالمشافہہ ایک آدمی کو حضرت علی نے قسم دلائی۔ جس نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا۔ اسے علی! میری عورتوں کا معاملہ
میرے بعد تیرے ہاتھ میں ہے۔ جب اس نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔
تو تیرہ آدمی اٹھے۔ جن میں دو بدری بھی تھے۔ انہوں نے بھی گواہی دی۔ کہ ہم
نے بھی رسول اللہ سے سنا تھا۔ کہ اسے علی! میری عورتوں کا معاملہ میرے بعد
تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر عائشہ رو پڑیں۔ لوگوں نے ان کے رونے کی آواز
سنی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
خبر دی تھی۔ کہ جنگ جمل کے وقت اللہ تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار نشان زدہ
فرشتوں سے مدد کرے گا۔

تنبیہ :-

طبرسی شیخی نے صاف لفظوں میں تسلیم کر لیا کہ حضرت علی نے مائے عائشہ رضی اللہ عنہا کو

طلاق سے وہی۔ اب اہل انصاف اسے بخوبی جانتے ہیں۔ اور یہ بات ان سے مخفی نہیں کہ اس من گھڑت افسانے کے ذریعہ شیعی مصنف طبرسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی انتہائی توہین کی ہے۔ اور اس طرح اس ناہنجار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا ہے۔

ازواجِ مطہرات کو طلاق دینے کے اختیار کی بحث

قرآن پاک میں آیا ہے۔ جب اہمات المومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیورات وغیرہ کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں نازل فرمایا۔
وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا.
(پہلے رکوع ۲۰)

ترجمہ:-

اور اگر تم نے اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند فرمایا۔ تو یقیناً، اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔
اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے جو نیک ہوں گی۔ ان کے لیے بہت بڑا اجر مقرر فرمایا ہے۔
(ترجمہ مقبول)

فہج الصادقین :-

در روایت آمد کہ بعد از نزول ایں آیه حضرت ہمزواج را طلبید و ایں آیه

را برایشان خواند و مخیر ساخت انہارا بر مفارقت و بقاء ہمرا اختیار آنحضرت
 کردند۔ و مرویست کہ اول کسی از ازواج کہ اختیار بقاء نمود عائشہ بود و بعد از
 ان دیگر ازواج ان را اختیار نمودند۔ آورده اند کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 این آیه را برایشان خواند فرمود ثناب مکنند و باید ان خود در این باب مشاورت
 کنید گفتند یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما را در این باب با کسی مشاورت نباید
 کرد۔ حتی تعالی ما را مخیر گردانیدہ میان زینت دنیا و اختیار کردن خدا و رسول و
 سراسے آخرت را اختیار کرویم ان حضرت شاد شد و حق تعالی این آیت فرستاد
 «وَلَا يَجِلُّ لَكَ الْقِسَاءُ مِنْ بَعْدِ الْاٰيَةِ»

تفسیر منج الصادقین جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۷۹
 مطبوعہ تہران

ترجمہ۔

روایت میں آیا ہے۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے تمام ازواج مطہرات کو ملایا۔ اور یہ آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ اور انہیں
 اختیار دیا گیا۔ علیحدگی یا آپ کے پاس رہنے کا۔ تمام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس رہنا پسند کر لیا۔ اور روایت ہے۔ کہ سب سے پہلے جس بیوی نے
 آپ کے پاس رہنے کو پسند کیا۔ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے
 بعد دوسری ازواج نے بھی یہی پسند کیا۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت سنائی تو فرمایا۔ جلدی نہ کرنا۔ اپنے والدین
 سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا کہنے لگیں۔ جب اللہ نے ہمیں اختیار دیا ہے
 تو ہم اس بارے میں کسی سے مشورہ نہیں کریں گی۔ ہم نے اللہ، رسول
 اور دار آخرت کو پسند کر لیا ہے۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ اور بھر

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَّا يَحِلُّ لَكَ الْبَغَاءُ أَيُّهَا، یعنی اس واقعہ کے بعد آپ کے لیے اور عورتوں میں حلال نہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے آپ کو پسند کر لیا ہے۔ تو آپ بھی ان کی موجودگی میں اور عورتوں کو نکاح میں لانا پسند نہ کریں۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول اور علامہ کاشانی شیعہ کی تشریح سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ اہمات المؤمنین نے اپنے اختیار کو جب اس طرح استعمال فرمایا کہ زینت دنیا کے بدلے انہوں نے اللہ رسول اور دارِ آخرت کو ترجیح دی۔ تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کی خاطر جب ان عورتوں نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ تو آپ بھی ان کے عقد نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کریں اور ان کو طلاق دے کر کسی دوسری سے نکاح کریں۔

اہل انصاف حضرات غور فرمائیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات سے منع فرمادیا۔ کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو طلاق نہیں دے سکتے۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے جنگِ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

کو طلاق دے دی۔ کس قدر زبان و رازی اور اہمات المؤمنین کی گستاخی ہے۔

ایک شبہ:

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ آیت جس میں آپ کو زائد نکاح کا اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ یہ منوع ہے۔ اور آپ کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

جواب شبہ:

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تفسیر مجمع البیان میں موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن طلاق کی اجازت زہری
تھی۔ یاد رہے۔ شیعہ سنی باتفاق کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ کو نکاح کی اجازت مل گئی۔ لیکن ان لوگوں
اہمات المؤمنین کو طلاق دینے کا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ جنہوں نے زینت دنیا کو ٹھکرا
کر اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخرت کو پسند کر لیا تھا۔
مسک اہل سنت تو واضح ہی ہے۔ مسک اہل تشیع کی طرف سے علامہ کاشانی
شیعی مفسر کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

فہج الصادقین :-

وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ (و حلال نیست کہ بدل کنی (بِیْهِقَ) بدیشاں۔
دمن ازواج) الزناں دیگر۔ دوہج، مزیدہ بچہت تاکید استغراق است
یعنی ترا ہیچ زنی ارتقاں دیگر جائز نیست۔ با آنکہ یکی از ایشان را طلاق،
وہی و بجائے اقاؤ دیگر سے رانکاح کنی..... مرد نیست کہ حق تعالیٰ
طلاق ایشان را حرام گردانید برائے آنکہ اہمات مومنانند و اختیار خدا
رسول کو دند و سرائے آخرت را پر دنیا ایشاں کر دند اما نکاح زناں دیگر سے
را حلال بود۔

(تفسیر فہج الصادقین جلد ہفتم ص ۳۱۴
مطبوعہ تہران)

ترجمہ :-

اور یہ حلال نہیں ہے۔ کہ آپ ان عورتوں کے بدلے دوسری عورتیں
تبدیل کریں۔ حرف میں زائدہ تاکید استغراق کے لیے ہے۔ یعنی آپ کے
لیے دوسری کوئی بھی عورت جائز نہیں۔ اس طرح کہ ان میں سے کسی کو

طلاق دے کر اس کی جگہ دوسری سے نکاح کر لی۔۔۔۔۔ مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو طلاق دینا حرام کر دیا ہے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ یہ مومنوں کی مائیں تھیں۔ اور انہوں نے اللہ، اس کے رسول اور یوم آخرت کو دنیا کے مقابلہ میں پسند کیا تھا۔ لیکن دوسری عورتوں کے ساتھ آپ کو نکاح کرنے کی اجازت تھی۔

در علامہ کاشانی، نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (اور لایحیل لک الیساء الخ) آیت کے ذریعہ اگرچہ ابتداً مزید نکاح کرنے اور موجود عورتوں کو طلاق دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ لیکن مزید نکاح کی بعد میں اجازت ہو گئی۔ اور موجود عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی حرمت بدستور قائم رہی۔ لہذا آپ اس حکم کے برقرار ہوتے ہوئے نو عورتوں میں سے کسی کو طلاق نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ اہمات المؤمنین ہونے اور دنیا کو اللہ اور رسول کے مقابلہ میں خیر باد کہنے کا صلہ یہی ہے کہ وہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہی رہیں۔

اس وضاحت کے بعد کوئی بھی شخص جس میں رتی بھرا ایمان ہو۔ یہ تصور نہیں کر سکتا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اختیار خود تہ تھا۔ وہ بعد از وصال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منتقل فرمادیں۔ جب آپ کے لیے اپنی ادواج کو طلاق دینا حرام تھا۔ تو کسی دوسرے کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ اسے یہ بات سپرد کی جائے۔ کہ تم میرے وصال کے بعد میری بیویوں کو طلاق دے دینا۔ پھر کسی کے وصال کے بعد اس کی بیویگان کو طلاق دینا کیا مفہوم رکھتا ہے؟ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بذریعہ طلاق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی زوجیت سے نکال رہے ہیں۔

غضب بالائے غضب یہ کہ اللہ تعالیٰ ازواج النبی کو در اہمات المؤمنین، فرمائے۔ رَوَّانُ وَاجِبَةٌ أَقْمَانُهُمْ، اور مومنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

خود بھی داخل ہیں۔

لہذا ازواج مطہرات ان کی بھی روحانی مائیں ہوں اور آپ ان کے روحانی بیٹے ہوئے۔
تو بقول شیعہ بیٹا اپنی ماں کو طلاق دے رہا ہے۔ اور ایسا لڑا اسی مذہب نامذہب
کی خصوصیت ہے۔ کسی دوسرے مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی نشان اور ان کے گستاخوں

کا حال قرآن اور شیعہ تفسیر کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں

«وَرِوَاقَ اللَّهِ تَوَاقِبٌ حَكِيمَةٌ» کے بعد متواتر سولہ آیات یعنی پورے سولہ

رکوع سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئے۔ جن میں سیدہ کی
ظہارت اور پاکدامنی کا ذکر ہے۔

تفسیر فتح الصادقین :-

و بعد ازیں آیات میان ظہارت ذیل عائشہ میکنند از تہمت و انکس جمعی از
مناققان برآو۔

(تفسیر فتح الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۵۹)

تفسیر فتح الصادقین :-

پس چیزی دیگر نیکو تم مگر آنچه یعقوب گفت (فصیح جلیل واللہ
المستعان علی ما تصفون،، ای بگفتہ و روسے بدیوار کردم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از اینجانشستہ بود کہ ناگاہ آواز پر جبرئیل برآمد

وچوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از وحی فارغ شد فرمود و یا بشری یا عائشۃ
الصدیقۃ أمّا و اللہ فقد بنّ أمک اللہ، بشارت با تو را اسے
عائشہ صدیقہ کہ حق تعالیٰ تیرے تو فرمود پس ای آیت تلاوت فرمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۶۱)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس کے بعد کی آیات یعنی ان اللہ تو اب حکیم کے بعد میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور واقعہ انک جو منافقین نے ان پر
باندھا تھا۔ اس تہمت سے برأت کا ذکر آ رہا ہے.....
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یہ
سب کچھ سننے کے بعد میں حضرت یعقوب کا قول ہی زبان پر لاسکتی ہوں۔
دو صبر بہ صورت اچھا ہے۔ اور اللہ اس کا مددگار ہے۔ جو تم حالات بیان
کرتے ہو۔ اتنا کہہ کر میں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر کے دوبارہ رونا شروع
کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ناگاہ جب ربیل علیہ السلام کے
آنے کی آواز آئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہو گئے۔
تو فرمانے لگے۔ اسے عائشہ! خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ نے تمہیں پاکدامن
کر دیا ہے۔ اور الزام سے بری کر دیا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

آیت :-

«وَالَّذِي تَوَلَّى كِبِئًا مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ

عَظِيمٌ»

تفسیر منہج الصادقین؛

اذاں جماعت مراد ابن ابی است لعنہ اللہ (لہ عذاب عظیم)
مراد است عذاب بزرگ در آختن یا در دنیا کہ صدقہ نورو و مخدول
مطرد و کشت و مشہور بنفاق شد۔ و گویند حسان بود کہ آخر عمر نابینا شد یا مسطح
کہ دستہائے او مثل شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۲۶۱
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

اس جماعت سے مراد جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ ابن ابی
کی جماعت ہے۔ اس کے لیے دنیا میں یا آختن میں بہت بڑا عذاب
دنیا میں صدقہ لگی۔ اور ذلیل و رسوا ہوا۔ اور لوگوں میں ناقابل اعتبار ہو گیا۔
اور نفاق میں مشہور ہوا کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حسان تھے۔ جو عمر کے آخری
حصہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ یا اس سے مراد مسطح تھا۔ جس کے ہاتھ مثل ہو گئے
تھے۔

تفسیر منہج الصادقین؛

آیت:-

رَاۤیَ الْكَافِرِينَ (بَدْرٍ سَيِّئًا) رَاۤیَ الْكَافِرِينَ (بَدْرٍ سَيِّئًا) رَاۤیَ الْكَافِرِينَ (بَدْرٍ سَيِّئًا)
رَاۤیَ الْكَافِرِينَ (بَدْرٍ سَيِّئًا) رَاۤیَ الْكَافِرِينَ (بَدْرٍ سَيِّئًا) رَاۤیَ الْكَافِرِينَ (بَدْرٍ سَيِّئًا)

بداں و سلیمۃ الصدور و نقیۃ القلوب انما زآل (السُّؤْمَاتِ) گرویدگان
بمذاور رسول مراد ازواج پیغمبر اند و در ویسٹ آورده کہ این مخصوص بعائشہ صدیقہ
است و جمعیت ال بحبت تعظیم و سیت و توقیر اور نظر امت تا مثل این
لفظ را با واسنات کند۔

(تفسیر منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۶۶)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

بے شک وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں۔ اور وہ عورتیں
قذوف کے سبب سے بے خبر ہیں۔ وہ صاف سینہ والی اور پاکیزہ دل
والی ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی گرویدہ ہیں۔ ان سے مراد حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں۔ ویسٹ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان عورتوں سے
مراد بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم اور توقیر
کے اعتبار سے بولا گیا۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ ان کی شان میں اس قسم
کے گھٹیا اور تعظیم سے گرسے ہوئے الفاظ استعمال نہ کرے۔

تفسیر صانی؛

آیت؛

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالْخَبِيثَاتُ
الطَّيِّبَاتُ، وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ فِي الْمَجْمَعِ
عَنْهَا مَا عَنِهَا السَّلَامُ الْخَبِيثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ الْخَبِيثِينَ

مِنَ الرَّجَالِ الطَّيِّبَاتِ مِنَ النِّسَاءِ لِلطَّيِّبِينَ مِنَ الرَّجَالِ
تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید

(۱۶۳)

مجمع البیان میں امام باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر کچھ
یوں ہے۔

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں
کے لیے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں
کے لیے.....

امام باقر اور امام جعفر کے نزدیک سیدہ عائشہ ام المؤمنین
کی طہارت اور پاک و امنی نبی پاک علیہ السلام کی طرح

کامل تھی

تفسیر منہج الصادقین

ابن مسلم و جبائی برائیں وجہ تفسیر کردہ اند کہ زبان ناپاک برائے مردان ناپاک
اندر اغیب بدایشاں و زبان پاک برائے مردان پاک اند و مردان پاک
مائل اند بدایشاں و بعد ازاں گفتہ کہ این آیه معنی۔ (الزَّانِي لَآ يَنْكِحُ
الَّذَانِيَةَ اَوْ الْمُشْرِكَةَ) است و این قول از ابی جعفر و ابی عبد اللہ
علیہ السلام ماثور است و ماسئل آیه اُتست کہ جنسیت سبب الفت و محبت است

و چون سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزه ترین موجودات است پس ازواج او البته پاک و پاکیزه اند و زشایه بدکاری منزه و میرا و نبا برای معنی آیه در حکم دلیل است بر قوله تعالی (أَوْلِيَاكَ) آل گروه یعنی اهل بیت یا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از آل عالی تراست (مَبْرُورَاتٍ) بیزار کرده شده اند یعنی منزه و میره اند (مَتَّعَا يَقُولُونَ) از آنچه میگویند از باب انک چه منصب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از آل عالی تراست که ذیل عصمت زوجات طاهرات او بوشه چنین شنبتهی آلوده گردد و صفوان مروی پاکیزه است و از اولیای صحابه او نیز ازین تهمت برست و ذکر گفته که اسم اشاره راجع بعائشه رضی اللہ عنہا و صفوان است و جمعیت آل از قبیل آیت وَقَانَ كَانَتْ لَهَا لِحْوَةٌ، که مراد اخوین است چه اخوین حاجب اند با اتفاق و می تواند بود که ضمیر يَقُولُونَ راجع الی خبیثین و خبیثات باشد نه راجع باقلین یعنی پیغمبر و عائشه و صفوان بری اند از مثل آنچه اهل خبیثت گویند واضح و آشهر مشارالیه ذالک طیبین و طیبات است و ضمیر يَقُولُونَ راجع بخبیثین و خبیثات است یعنی اهل طیب و پاکیزگی مبرر اند از مثل آنچه اصحاب خبیثت میگویند۔ (لَهُمْ تَنْفِرَةٌ) مرایشال راست آمدش از خدای رِزْقٍ كَرِيمًا و روزی نیکو یعنی بیرنج بسیار و پائیدار مراد نعمت بهشت است۔

تفسیر منج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۹
 مطبوعه تهران

ترجمہ

ابو سلمہ اور جہانی نے الخبیثات للخبیثین الخ آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں۔ یعنی ان کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اور ناپاک عورتیں پاک مردوں کی طرف رغبت کرتی ہیں۔ اس کے بعد کہا۔ کہ اس آیت کا معنی ”وَالزَّآفِی لَآ یَنۡکِحُکُمۡ اِلَّا ذَا نِیۡتَہٗ“ کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور یہ قول ابو جعفر اور ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ماخوذ ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم جنس اور ہم خیال ہونا باہم دوستی اور میلان کا سبب ہوتا ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجودات میں سے پاکیزہ ترین شخصیت ہیں تو اس اعتبار سے آپ کی ازواج بھی پاکیزہ تر اور بدکاری کے الزام سے مبرا و منزہ ہیں۔ اس معنی کے مطابق یہ آیت اَوْ اٰلِکَ مَبۡتَرُوۡنَ کے لیے دلیل کے حکم میں ہے۔ اَوْ اٰلِکَ سے مراد گروہ ال بیت یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و عائشہ اور صفوان مراد ہیں۔ (مبترؤن) یعنی اس الزام سے مبرا و منزہ ہیں جو لوگ انک کے بارے میں لگاتے ہیں۔ اس لیے کہ منصب رسالت اس بات سے کہیں بند و بالا ہے۔ کہ اس کے دامن پر اس کی ازواج پر بدکاری کے الزام کے چھینٹے پڑیں۔ اور صفوان ایک پاکیزہ مرد تھا۔ اور صحابہ کرام میں سے ولی تھا۔ وہ بھی اس قہمت سے پاک ہے۔ ”و فرأی، نحوی نے کہا۔ کہ اسم اشارہ ”وذا الکر“، کا مزج حضرت عائشہ اور صفوان ہیں۔ اور ان دو کے لیے جمع کا لفظ استعمال کرنا اس طرح ہے۔ جس طرح ”وان کما اللہ اخوتہ“ میں لفظ ”اخوتہ“ معنی ہے۔ لیکن اس سے مراد بالاتفاق دو بہنیں یا دو بھائی ہیں۔ کیونکہ دو بہنیں یا دو بھائی بالاتفاق ماں کے لیے ماجب بن جاستے ہیں۔

یعنی تیسرے حصے سے چھٹے کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "یقولون" کی ضمیر جنبشین اور خبیثات کی طرف لوٹے۔ نہ کہ اس کا مرجع نہمت لگانے والے ہوں۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث لوگ ان کے پاسے میں کہتے ہیں۔ اور زیادہ صحیح و زیادہ مشہور یہ ہے۔ کہ "ذالک" کا اشارہ طبین اور طببات ہے۔ اور "یقولون" کی ضمیر جنبشین و خبیثات کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی پاکیزہ اور طیب لوگ اس الزام سے بری ہیں۔ جو خبیث لوگ ان پر لگاتے ہیں۔ "اللهم مغفراً" ان کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش ہے۔ اور نیک روزی ہے۔ یعنی بے محنت اور کافی مقدار میں اور پائیدار روزی ملے گی۔ اس سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں۔

ہر گناہ کی توبہ قبول ہو سکتی ہے مگر ام المؤمنین سیدہ عائشہ

کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔

منہج الصادقین :-

مَنْ آذَنَبَ ذَنْبًا ثُمَّ تَابَ مِنْهُ قَبِلَتْ تَوْبَتَهُ إِلَّا مَنْ
خَافَ فِي أَمْرِ عَائِشَةَ -

(منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۶۸)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

ابن عباس نے فرمایا جس آدمی نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ مگر وہ آدمی جس نے سیدہ عائشہ ام المؤمنین کی شان میں گستاخی کی۔

مذکورہ آیات کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ویوار کی طرف منہ کر کے رونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً جبریل کو بھیجا جن کے پروں کی آواز سنی گئی۔ اور جبریل امین حضرت عائشہ کی بریت اور الزام لگانے والوں کے لیے عذاب عظیم کی وحی لے کر آئے۔ حتیٰ کہ حضرت حسان اور مسطح جیسے مخلص صحابہ نے جو بغیر ولی ارادہ کے منافقین کی ہاں میں ہاں میں ملا بیٹھے تھے۔ اللہ کی گرفت سے بزرگ سکے۔ حسان عمر کے آخری حصہ میں نایب ہو گئے۔ اور مسطح کا ہاتھ شل ہو گیا۔
- ۲۔ جن لوگوں۔ (ابن ابی منافق) نے ام المؤمنین پر تہمت لگائی تھی۔ ان پر اللہ نے لعنت کی۔ اور دنیا و آخرت میں حد قدرت اور عذاب نار کی تہدید فرمائی۔
- ۳۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک دل اور طاہر و طیب سینہ کی مالک تھیں۔ ”
الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ، الْعَافِلَاتِ“ کے کلمات ان کی شان میں آئے اور جمع کا صیغہ آپ کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر ذکر فرمایا گیا۔ تاکہ اس کے بعد کسی کو سوئے ظن کی ہمت نہ ہو۔

- ۴۔ ناپاک عورتیں طبعی طور پر ناپاک مردوں کی طرف راغب ہوتی ہیں۔ اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے دلدار ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کی تائید امام باقر و امام جعفر صادق

سے یوں ثابت ہوتی ہے۔ کہ الخیثات للخبیثین الخ کے تحت انہوں نے فرمایا۔ کہ محبت و صحبت کا سبب ہم جنس ہونا ہے۔ یعنی خباثت خباثت کو اور طہارت طہارت کو پسند کرتی ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزگی اور طہارت کے اعلیٰ نمونہ و معیار تھے۔ اس لیے آپ کی زوجیت میں کوئی ایسی عورت جو ناپسندیدہ اور بدکار ہو۔ نہیں آسکتی۔ کیونکہ منصب نبوت کے شایان شان یہ ہے۔ کہ اپنی طرح، طیب و پاکیزہ عورت کی طرف ہی میلان ہو۔ اور عقد میں ایسی ہی عورت آئے جس کی طہارت بے مثال ہو۔

چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات میں سے طہارت کا طہ کے مالک ہیں تو اسی نسبت سے آپ کی زوجہ مطہرہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بھی طہارت کا طہ کی مالک تھیں۔ لہذا ہم امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق (جو حقیقت پر مبنی ہے) کہہ سکتے ہیں۔ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں۔ کیونکہ پاکیزگی میں آپ کی ہم جنس ہیں۔

۵۔ دوا و لیسک، کا اشارہ سیدہ عائشہ کی طرف ہے۔ اور مغفرت و رزق کریم کا وعدہ بھی انہیں کے متعلق ہے۔ یعنی ان کی سابقہ لغزشیں معاف کر دی گئیں۔ اور آئندہ جنت میں نعمتوں کا حق دار بنا دیا گیا۔

۶۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

تعلیقہ :-

قادیان کرام! مذکورہ امور کو ایک بار پھر پڑھیں۔ غور کریں۔ اور انصاف سے فیصلہ کریں۔

کو ان کی برأت پاکیزگی اور طہارت کے ثبوت میں اٹھارہ آیات دے کر نازل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تہمت لگانے والوں کو بھی خاصی سزا دی اور ان پر لعنت کی۔ انہیں عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔ یہاں تک کہ حسان اور مسطح جیسے بھولے بھالے مسلمان بھی دنیوی گرفت سے نہ بچ سکے۔ حضرت حسان انکھیں گنوا بیٹھے۔ اور جناب مسطح ہاتھوں سے محروم کر دیئے گئے۔ جس روحانی مال کی عظمت و عزت اللہ کی بارگاہ میں اس قدر ہے۔ اس کی بارگاہ میں ریگستانی کرنا کہ ہر نماز کے بعد ان پر لعن طعن کو کار ثواب سمجھا جائے۔ کیا اللہ کی لعنت کا باعث نہیں؟ جنہوں نے جھوٹے الزام میں بلا تحقیق ہمنوائی کی۔ وہ گرفت سے ترویج سکے۔ اور جن کا عقیدہ ہی لعن طعن کرنا ہو۔ وہ کیونکر گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں ذلت سے کب بچ سکا حاصل کر سکتے ہیں؟ غالباً سینہ کو بی اور زخمیر زنی اسی ذلت کا دنیا میں کچھ اثر ہے۔ اور باقی ہی آخرت تو اس کے متعلق ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فیصلہ آپ نے پڑھ لیا۔ کہ ام المومنین کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ام المومنین کا گستاخ عذاب الہی سے بچ نہیں سکتا۔

امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں پاکیزہ تر ثابت کر کے ان کی نسبت سے ان کی ازواج کو طیب و طاهر کہیں۔ اور قانون بھی یہی ہے۔ کہ پاکیزگی پاکیزگی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور خباثت خباثت کو چاہتی ہے۔ تو یہ عاائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور طہارت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ وضاحت کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برأت اور تہمت کو قرآن میں بیان فرما رہا ہے۔ توجہ دو محب اہل بیت، اپنے امم کے فتویٰ و ارشاد کے مطابق نہ چلے۔ بلکہ ان کی مخالفت کرے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان برأت، عاائشہ ہوتے ہوئے ان پر تبرا بازی کرے۔ اور ہر نماز کے بعد لعن طعن کو جزو ایمان گردانے۔ اس کے متعلق آپ خود ہی فیصلہ کریں۔ کہ وہ کس سلوک کا مستحق ہے۔ اور اس کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی و

طہارت بھی نہ رہی۔ کیونکہ معاذ اللہ آپ کے عقید میں ان کے کہنے کے مطابق ایک ایسی عورت بھی رہی۔ جس پر لعن طعن ضروری ہے۔ اور جس کو عام قائم زندہ کر کے مد لگائیں گے۔ شیعو! غور تو کرو۔ کیا محبت اہل بیت اسی کا نام ہے۔؟

گستاخی ۵:

تین کے سوا تمام صحابہ اور صحابیات
سب مرتد ہو گئے تھے
(بمعاد اللہ)

مناقب ابن شہر آشوب

حَمْدُ وَيَّهِ وَابِرَاهِيمَ ابْنَانِصِيرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ عَشْمَانَ عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ
وَمَنْ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمُقَدَّادُ بْنُ أَسْوَدَ وَ أَبُو
ذَرِّهِ الْغِفَارِيُّ وَسَلِيمَانُ الْقَارِيسِيُّ ثُمَّ عَرَفَ
النَّاسُ بَعْدَ يَسِيرٍ وَقَالَ هُوَ لِآبِ السَّادِقِ
دَارَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحَاءُ وَابْوَانُ يُبَايَعُوا
لِابْنِي بَكْرٍ حَتَّى جَاءَ وَابِيَامِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ مُكْرَهًا قَبَائِحَ -

(۱) رجال کئی مطبوعہ کربلا صفحہ نمبر ۱۲ فی

مذکرۃ سلیمان

(۲) مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ۱۹۵

فی ذکر ما ورد فی بیعة علی - طبع

جدید - ۳

(۳) انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۱ - تذکرہ

نور تفسیری مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع

قدیم ص ۲۷

ترجمہ

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تین آدمیوں کے سوا تمام مرتد ہو گئے تھے میں نے پوچھا۔ وہ تین کون ہیں؟ کہا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلیمان فارسی۔ پھر بیعت جملہ لوگوں نے پہچانا اور کہا کہ ان لوگوں پر مصائب کی چکیاں چلیں۔ لیکن ابو بکر صدیق کی بیعت نہ کی۔ پھر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے اور آپ نے بیعت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیسے تھے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ جن شخصیات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، اللہ ان سے راضی ہوا۔ وہ اللہ سے
راضی ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے جنت تیار فرمائی۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ

اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: «لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ»، الخ، اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔ پس اللہ نے ان پر سکینہ نازل فرمائی۔ پھر اس بیعت کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمایا۔
«إِنَّمَا يَبَايَعُونَ اللَّهَ بِحَيْدِ اللَّهِ فَوَقَّأَ يَدِيهِمْ»،
بے شک آپ سے بیعت کرنے والوں نے اللہ سے بیعت کی۔ ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ جن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جسے «بیعت رضوان» کہا جاتا ہے اس میں شریک کوئی بھی کافر یا منافق نہ تھا۔ کیونکہ کفر و نفاق اگرچہ دیکھا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ اس کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ ہرگز مخفی نہیں۔ اس لیے اس نے فرمایا۔ «قَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ»، اللہ ان کے دلوں میں ہر شئی کو جانتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے یہ اظہار فرمایا۔ کہ میری رضا انہیں خلوص نیت اور صفائی قلب کی بدولت ملی۔ اپنے مفسر «علامہ کاشانی»، کی سنئے۔

منہج الصالحین :-

آنچہ در دل ہائے ایساں است از خلوص عقیدت و صفائے نیت۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان کے خلوص عقیدت اور صفائی نیت کی وجہ سے تھی۔ اس خلوص و صفائی کے ساتھ بیعت کرنے والوں پر اللہ نے جو اخلاقیات کی بارش نازل فرمائی۔ کاشانی کہتا ہے۔
و بقول اشہر واضح ہزار و پانچ صد و بیست و پنج و صاحب کشف از عبد اللہ مغفل نقل کردہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در حین اخذ بیعت از اصحاب در زیر

شجرہ ثمرہ قرار گرفتہ بودہ و شامی ازاں درخت بر پشت مبارک اور سیدہ و من
بر زیر سر او پایتادوم و آن شاخ را بدست گرفته از پشت مبارک او بروا شتم و ہم
اصحاب بیعت کردند بر آنکہ مطلقاً راہ گریز بخوردنما آنکہ گشتہ شوندر یا فتح نمایند
حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اهل الارض شما امروز بہترین
اہل زمین اید و از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس
بدون رخ زود ازاں مومنوں کہ در زیر درخت ثمرہ بیعت کردند و این بیعت را بیعت
الرضوان نام نہاوند۔ بحیث آنکہ حق سبحانہ در حق ایشان فرمود۔ لقد رضی اللہ
عن المؤمنین الخ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ ص ۲۶۵ سورہ فتح
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام کی تعداد زیادہ مشہور اور صحیح تر قول کے
مطابق ایک ہزار پانچ سو پچیس تھی۔ اور صاحب کشاف نے حضرت عبداللہ
منقل سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لینے کے وقت
ایک درخت کے نیچے جلوہ فرماتے۔ اور اس درخت کی ایک شاخ آپ
کی پشت انور پر پڑ رہی تھی۔ میں نے اس کے نیچے کھڑے ہو کر اسے آپ
کی پشت انور سے اوپر اٹھائے دکھا۔ تمام صحابہ نے بیعت کی۔ کہ بجا گئیں گے
نہیں۔ یا تو مر جائیں گے۔ یا کامیاب ہو جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ تم آج روئے زمین پر بسنے والوں سے کہیں بہتر ہو۔ حضرت جابر
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جن
مومنوں نے درخت ثمرہ کے نیچے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان میں سے

کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس بیعت کو "بیعت رضوان"، اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شریک مومنوں کے حق میں ارشاد فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ۔ الْآيَةَ وَاللَّهُ مَوْمِنُونَ سے راضی ہوا۔ جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی انہ۔

”حاطب بن بلتعہ“، کا واقعہ گزرجاکے۔ مختصر یہ کہ حاطب بن بلتعہ نے ایک خط لکھ کر مکہ کی ایک عورت کو دیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ مسلمان تم پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں لہذا آگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا پتہ چلا۔ تو آپ نے اسے منگوانے کے لیے اس عورت کے پیچھے چند آدمی بھیجے۔ رقعہ پکڑا گیا۔ حاطب بن بلتعہ نے اقرار کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاطب کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی۔ تو آپ نے فرمایا۔ حاطب، بدری صحابی میں سے ہے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ وَاَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ، جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ تو انہیں صرف غزوہ بدر میں شرکت کی وجہ سے کچھ نہ کہا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ چلتے پھرتے بیٹے جاگتے مغتور اور مرحوم تھے۔

حاصل کلام:-

اللہ تعالیٰ نے جن صحابہ کرام کے خلوص نیت اور صفائی قلب کی وجہ سے ان پر اپنی

رضامندی ظاہر فرمائی۔

۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو از اول تا آخر پوری طرح جانتا ہے

اس کی رضامندی کسی عارضی سبب سے نہ تھی۔ اور چند دنوں تک نہ تھی۔ اسی وجہ سے اس نے اس بیعت کو اپنی بیعت کہا تو جن لوگوں کی بیعت کو اللہ تعالیٰ اپنی بیعت قرار دے

ان پر تبرّازی کرنے والا نہ تو اللہ تعالیٰ کو عظیم بذات الصدور مانتا ہے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے اعلان پر اس کا ایمان ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیعت میں شریک ایک ہزار پانچ سو پچیس صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا۔ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوزخی نہیں۔ یعنی وہ کامل الایمان ہوتے ہوئے جنتی اور قطعی جنتی ہیں۔ تو جو شخص ان صحابہ کرام کو برکھے۔ جو بفرمان رسول جنتی ہیں۔ تو اس کی لعنت خود اپنے اوپر لوٹے گی۔ کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب کوئی شخص کسی پر لعنت بھیجتا ہے۔ اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں۔ تو وہ لعنت واپس بھیجنے والے پر اڑتی ہے۔ جو اہل جنت پر لعنت کرتا ہے۔ وہ خود ملعون اور اللہ کا مغضوب ہے۔ اس کا جنت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

تیسری بات یہ کہ جب آپ نے تمام بدری صحابہ کو جنتی فرمادیا۔ اور یہ بھی آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ جنتی ہیں۔ تو اب جو شخص ان نصوص کے ہوتے ہوئے تمام صحابہ کرام کے متعلق یہ کہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صرف یہی صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ باقی سبھی مرتد ہو گئے تھے۔ تو کیا اس وقت کوئی بدری صحابی الی تمہی کے بغیر نہ تھا۔ اور کیا بیعت رضوان میں شریک صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اس وقت زندہ نہ تھا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت، تو کجا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور جمل میں بھی بدری اور بیعت رضوان میں شمولیت کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھے۔ جس کی تائید مناقب ابن شہر آشوب میں یوں مذکور ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب؛

فَكَانَ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عِشْرُونَ أَلْفًا — وَجِلِّ
مِنْهُمْ أَبَدُ رِيُونَ ثَمَانُونَ رَجُلًا وَهَمَّنُ بَايَعُ تَعَبًا الشَّجَرَةَ
يَأْتَانِ وَخَمْسُونَ -

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۱۶۲

فی حوب الجمل طبع جدید

۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۸ خلافت

علی ذکر صفیں

ترجمہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل میں کل بیس ہزار آدمی تھے جن میں سے اسی بدری اور دوسو پچاس بیعت رضوان میں شامل ہوئے والے تھے تاریخ یعقوبی، جنگ صفیں میں تشر بدری اور سات سو بیعت رضوان میں شامل ہونے والے حضرت علی کے ساتھ تھے۔

تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۸۸ خلافت علی

طبع جدید

اگر بدری صحابہ بھی موجود ہوں۔ اور بیعت رضوان میں شریک صحابہ بھی زندہ ہوں۔ تو پھر یہ کہنا کہ صرف تین صحابہ مسلمان رہ گئے تھے۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب سمجھنا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی لعنت اور وہ مردود بارگاہ خدا و رسول ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی نمبر ۱

حضرت عقیل اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ذلیل ہیں

(معاذ اللہ)

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت عباس جو آپ کے حقیقی چچا ہیں۔ ان شیعہ لوگوں کے نزدیک (معاذ اللہ) دونوں ذلیل ہیں۔ جیسا کہ در انوار نعمانیہ، میں ایک طویل حدیث مذکور ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جہاد میں نہ جانے کا سبب قلتِ اعوان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انوار نعمانیہ

ولم یبق معی من اهل بیتی احد اطول یسہ واقوی
اما حمزۃ فقتل یوم احد وجعفر قتل یوم موتہ
ولقیات بین خلیفتین خائفین ذلیلین حقیقین العباس
وعقیل وہم قریبوا عہد بالاسلام۔

۱۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۵۶ مطبوعہ تبریز

طبع حدیث مذکورہ نور علوی یکشف

عن سبب تقاعد امیر المؤمنین

علیہ السلام الخ

ترجمہ: میرے اہل بیت میں سے میرے ساتھ کوئی بھی مجھے تقویت دینے والا

نہ رہا۔ حمزہ یوم احد شہید ہو گئے۔ جعفر جنگ موتہ میں شہادت کا جام نوش فرما گئے۔ اور میں ایسے دو شخصوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ جو ذلیل، حقیر، اور ڈرپوک ہیں۔ یعنی عباس اور عقیل۔ اور ان کے اسلام کا زمانہ ابھی بہت قریب ہے

فروع کافی،

وَمَنْ كَانَ بَقِيٍّ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ أَيْمًا كَانَ جَعْفَرًا وَحَمَزَةً
مُضِيًّا وَكَيْ مَعَهُ رَجُلَانِ ضَعِيفَانِ ذَلِيلَانِ حَدِيثًا
عَمْدًا يَا لَيْلٍ سَلَامٍ -

- ۱۔ فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ ص ۹۲ مطبوعہ نوکشتور، طبع قدیم۔
 - ۲۔ ارشاد القلوب مصنفہ حسن ابن محمد طلی شیبلی مطبوعہ بیروت جلد دوم ص ۳۹۵، طبع جدید تذکرۃ علما قعود ۱۰۰
- (عن القتال)

ترجمہ:-

بنی ہاشم میں سے کون باقی تھا؟ جعفر اور حمزہ تھے۔ لیکن وہ انتقال کر گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادعی رہ گئے۔ جو ضعیف اور ذلیل ہیں۔ ان کا اسلام لانے کا بہت قریب ہے۔ وہ دونوں عباس اور عقیل ہیں۔

☆

فصل پنجم

گستاخی پر

حضرت علیؑ سے شیعوں کی گستاخیاں

حضرت علیؑ کو اللہ نے ووٹ لینے کی خاطر ہر حربہ

استعمال کیا

اجتہاد طبری :-

فَقَالَ سَيِّمَانٌ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمَلَ عَلِيًّا فَاطِمَةَ
عَلَى حِمَارٍ وَ أَخَذَ بِبَيْدِ ابْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ
فَلَمَّا رَدَّ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَلَا
مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَّا أَتَى مَنْزِلَهُ وَ ذَكَرَهُ حَقَّهُ وَ
دَعَاهُ إِلَى نَصْرَتِهِ فَمَا اسْتَجَابَ لَهُ مِنْ جَبِيئِهِمْ
إِلَّا أَرْبَعَةٌ وَ أَرْبَعُونَ رَجُلًا فَآمَرَهُمْ أَنْ
يُصْبِحُوا بُكْرَةً مُحَلِّقِينَ رُءُوسَهُمْ مَعَهُمْ
سَلَاحُهُمْ وَ قَدْ بَايَعُوهُ عَلَى الْمَوْتِ فَأَصْبَحَ
وَلَمْ يُؤَافِقْهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ غَيْرَ أَرْبَعَةٍ قُلْتُ

لِسَلِيمَانَ مِنَ الْاَرْبَعَةِ؟ قَالَ اَنَا وَاَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ
وَالزَّبِيرُ بْنُ الْعَوَّاهِ

- ۱۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۷
- جوسی بعد الرسول صلی اللہ علیہ
وسلمہ طبع جدید مطبوعہ نجف اشرف
طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف
- ۲۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۰۶ انور علوی
مطبوعہ تبریز طبع جدید طبع قدیم ص ۱۳۵
- ۳۔ بیت الاحزان ص ۸۸ مطبوعہ قم طبع بیجا
- ۴۔ کتاب سلیم ابن قیس علالی ص ۸۲ مطبوعہ
بیروت طبع جدید

ترجمہ:-

راوی کہتا ہے کہ سلیمان فارسی نے کہا کہ جب رات ہوئی۔ تو حضرت علی
نے حضرت فاطمہ کو گھر سے پر سوار کیا۔ اور حسن حسین کے ہاتھ پکڑے اور بدر
میں شریک ہر ایک ہاجر اور انصار کے گھر گھر گئے۔ اور اپنا حق جتلیا۔
اور اپنی مدد کرنے کو کہا۔ تو ان میں سے صرف چالیس آدمیوں نے حامی بھری
آپ نے انہیں صبح سویرے مسلح ہو کر اور سر منڈوا کر آئے کو کہا۔ ان لوگوں
نے مرنے مارنے پوہیت کی۔ جب صبح ہوئی۔ تو چار افراد کے سوا کسی
نے موافقت نہ کی۔ میں نے پوچھا۔ وہ چار کون تھے؟ کہا میں (سلمان فارسی)
ابوزر، مقداد اور زبیر بن عوام۔

✽

تہذیب المتین :-

منقول ہے۔ کہ جس روز ابو بکر کے ساتھ بیعت ہوئی۔ اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہ کو پشتِ حمار پر سوار کیا۔ اور حسن و حسین اپنے دو توں نور چشموں کو ہمراہ لیا۔ اور حملہ مہاجر و انصارِ شکر کا بدد کے گھروں پر جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔ اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمامِ حجت باکمل و جوہ فرمایا۔ کل چوالیس اشخاص نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ آپ نے ان کو امر کیا۔ کہ کل صبح سر منڈوا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں۔ اور سر و جان کی شرائط پر شرائط بیعت بجالائیں۔ مگر خوف و ہراس نے ان پر غلبہ کیا۔ اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ دن ہوا۔ تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد اسود و عمار یا سرور و اسیتے زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا۔ آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات وعدہ کرتے تھے۔ مگر صبح کو کوئی اسے دفنانہ کرتا تھا۔ اِلا وہی چار اشخاص حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلقت مرتد ہو گئی تھی۔ الایمن اشخاص۔ سلمان۔ ابوذر، مقداد۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین جلد اول

ص ۲۶۶ تا ۲۶۹ مطبوعہ یوسفی دہلی

گستاخی ۱۷

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موت سے ڈرتے ہوئے مجبوراً

بیعت صدیق کی۔

تہذیب المتین؛

بروایتے عباس بن عبدالمطلب کو معلوم ہوا۔ کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں۔ اور روتے ہوئے اُسے اور نعل پجاتے تھے۔ لوگو! میرے برادرزادے سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اور رقی و مدار کو اس کے ساتھ۔ میں اس سے بیعت کروں گا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ سے مس کر دیا۔ اور وہ اس پر رضامند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المؤمنین نے بیعت نہیں کی۔ تا وقتیکہ آنحضرت کے گھر سے ڈھواں بلند نہیں ہوا۔

۱۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین،

جلداول ص ۲۶۶ مطبوعہ مطبعہ رضوی دہلی

۲۔ بیت الاحزان ۶۶ فیما قال ابو

عبید ابن جراح مطبوعہ قم۔

۳۔ احتجاج طبرسی بالفاظ ص ۵۴ مطبوعہ قدیم

و طبع جدید جداول ص ۱۱۱ اکراہ علی

علی البیعتہ

❖

گستاخی ۳:

حضرت کے گلے میں رسی ڈال کر ان سے بیعت لی گئی

جلد اول ایمنون ۱:

پس کفار ان ریسائی درگردن امیر المؤمنین اند اعتقد و بسوئے مسجد کشیدند۔

۱۱۔ جلد اول ایمنون جلد اول ص ۲۱۹۔ زمرہ گانی

فاطمہ مطبوعہ تہران طبع جدید

۲۔ رجال کشی ص ۱۱ مطبوعہ کربلا۔ ذکر

سلمان فارسی

۳۔ قیما وقع علی باب بیت فاطمہ

مطبوعہ قم طبع جدید

۴۔ جملہ حیدری ص ۲۸۲ مطبوعہ تہران اجری

بدن امیر المؤمنین را مسما

ترجمہ:

پس وہ کافر امیر المؤمنین کے گلے میں رسی ڈال کر مسجد کی طرف کھینچے گئے

(معاذ اللہ)

گستاخی ۱۵۴:

حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی دباؤ میں
آکر حق کو ظاہر نہ کیا

مجالس المؤمنین ۱۵۴:

دیگر آنکے چوں حضرت امیر و پیام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر
و عمر را معتقد اند و ایشان را بر حق می دانند۔ قدرت بر آن نداشت کہ کاری کند
کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشته باشد بنا بر آنکہ مخالفت قول و
فعل ایشان دلیل است بر آنکہ ایشان ظالم بوده اند۔ و بیایقت خلافت
حضرت بدین غیر نداشتند۔ و چون نہ قدرت بر آن داشته باشد و حال
آنکہ اکثر اہل آن زمان را اعتقاد آن بود کہ امامت حضرت امیر مبنی بر امامت
ایشان است۔ و فساد امامت ایشان را دلیل فساد امامت اولی دانند
و مشہور است کہ حضرت امیر و پیام خلافت مردم را از نماز تراویح کہ
بدعت عمر است منع کرد و ایشان بفریاد آمدند و آواز بلند کردند کہ و
عمره تا آنکہ آنحضرت بنا بر مصلحت وقت ایشان را بحال خود داشت۔

۱- مجالس المؤمنین جلد اول ص ۴۵

مطبوعہ تہران۔ سنی طباعت ۱۳۷۵ھ و روزگرنہ

۲- انوار الثمانیہ جلد اول ص ۴۶ نورمقنوی

مطبوعہ تبریز ایران۔ طبع جدید و طبع قدیم ص ۱۵

توجہ :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک کو واپس کیوں نہ کیا؟ اور اللہ شہوتی اس کا اس مقام پر دوسرا جواب ذکر کر رہا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں دیکھا کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی حسن سیرت کے، انتہائی مستعد ہیں۔ اور انہیں حق پر سمجھتے ہیں۔ تو اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ہمت نہ ہوئی۔ کہ کوئی ایسا کام کریں۔ جو ان کی خلافت کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہو۔ کیونکہ شیخین کے قول و فعل کی مخالفت ان کے ظالم ہونے کی دلیل بنتی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کی عدم اہلیت اس سے ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتنی ہمت کیونکر تھی۔ اس لیے کہ حالت یہ تھی۔ کہ اس دور کے اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ حضرت علی کی خلافت ان کی خلافت پر مبنی ہے۔ اور لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض شیخین کی امامت ناجائز تھی۔ تو اس سے حضرت علی کی امامت بھی ناجائز ہو جاتی ہے اور مشہور ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں لوگوں کو نماز تراویح سے جو کہ حضرت عمر کی بدعت (شرع کردہ) تھی۔ روکا۔ تو لوگوں نے وا عمراہ کا شور مچا دیا۔ اور اس وقت تک لوگ خاموش نہ ہوئے۔ جب تک حضرت علی نے مصلحت وقت کے تحت فیصلہ واپس لے کر لوگوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔



گستاخی ۵۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو گالی دینے
کی اجازت دے دی کیونکہ شیعوں کی اس میں نجات

حضرت کی زکوٰۃ ہے۔

معاذ اللہ

نیج البلاغہ

الْاَوَانَةُ سَيَا مُرُكُمُ بَيْتِي وَالْبِرَانَةُ مِثْقَى فُلَانَتِ
قَسْبُوْنِي فَرَانَتُهُ لِي زَكَاةٌ فَكُفِّرْ نَجَاةً

(۱۔ نیج البلاغہ خلیفہ ۵۷ ص ۹۲ مطبوعہ بیروت

چھوٹا ساکن)

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۲۶۹

فی اخبارہ بالغیب مطبوعہ قم)

(۳۔ امالی طوسی جلد اول ص ۲۱۳ ابن ابی

مطبوعہ قم)

ترجمہ ۱۔

غور سے سنو! عنقریب وہ تمہیں حکم دے گا کہ تم مجھے گالی دو۔ اور
مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ دین تمہیں ایک بات کی اجازت دیتا

ہوں) تم مجھے گالی دے دینا۔ کیونکہ یہ میرے لیے گناہوں کا کفارہ اور تمہارے لیے ذریعہ نجات ہوگا۔

توجیہ:-

خبردار ہو جاؤ۔ وہ تم کو مجھے سب شتم اور مجھ سے بیزاری کرنے کا حکم دے گا۔ لہذا سب شتم تو تم (تقیہاً) اس پر عامل ہونا کیونکہ یہ امر میرے لیے درجات عالیہ اور تمہارے لیے (اس کے شر و فساد سے) نجات کا سبب ہے۔

ڈیزنگ فصاحت خطبہ ۵۵ ضمیمہ یوسفی

گستاخی ۶۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گریہ بیان سے پکڑا گیا۔

تو انہوں نے زاری کرتے ہوئے بارگاہ رسالت

میں فریاد کی

جلد العیون:-

در کتاب اختصاص و بصائر الدرجات و سایر کتب بسندائے معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ کہ چوں گریبان امیر المؤمنین علیہ السلام را گرفتند ایستاد گفت آنچه بارون در جواب موسی گفت کہ

«دِيَايِنِ اُمَّ اِنِّ الْقَوْمَ اسْتَضَعَفُوْنِي وَكَادُوا يَقْتُلُوْنِي»، من
وہے فرزند مادر من بد رستیکہ قوم مرا ضعیف کونیدند۔ و نزدیک شد کہ مرا
بکشند۔

(جلد العیون جلد اول ص ۱۲۳ مطبوعہ تہران
تذکرہ مشاہدہ غرائب احوال از روضہ منورہ)

نتیجہ:-

کتاب اختصاص، بصائر الدرجات و کتابوں میں معتبرند کے ساتھ حضرت
صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا
گریبان لوگوں نے پکڑا اور اٹھا کر انہیں ابو بکر صدیق کی بیعت کے لیے مسجد
میں لے گئے۔ راستہ میں قبر رسول پر کھڑے ہو کر انہوں نے وہ کہا۔ جو حضرت
موسیٰ کے سخت لہجہ کے وقت حضرت ہارون نے کہا تھا یعنی اسے میرے
بھائی میری ماں جائے، بے شک قوم نے مجھے کمزور اور بے بس کر دیا اور
قریب تھا۔ کہ مجھے قتل کر دیتے۔

گستاخی ک:

حضرت علی کو شیعہ حضرات نے انتہا درجہ کا بزدل

مثابت کیا (معاذ اللہ)

جلد العیون:-

«بروایتے دیگر جب دروازہ در دولت پر پہنچے۔ اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا
اندر آنے سے مانع ہوئیں۔ اس وقت فنقد نے بروایت دیگر ثانی نے

تایا نریا زوسے جناب فاطمہ علیہا السلام پر مارا۔ کہ بازو جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مفروب ہو کر سو جا گیا۔ مگر پھر بھی جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب امیر علیہ السلام سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گر گیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا۔ اور اس فرزند کو شکم میں تھا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا نام محسن رکھا تھا۔ شہید کر دیا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی صدمہ حضرت سے انتقال کیا۔

در جلد العیون جلد اول ص ۲۱۹ / مبرورہ
تہران ستم حائے واروہ براہل بیت

در روایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم دروازہ شکم محترم جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گرا دیا۔ اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کر دیا۔ پھر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو مسجد میں لے گئے۔ جفا کار و اشقیائے امت پیچھے پیچھے تھے۔ اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔ سلیمان والہ و ذر و مقدار و عمار و بریدہ اعلیٰ روتے پیٹتے اور کہتے تھے کیا جلد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تم لوگوں نے خیانت کی کیونہ ہائے سیدہ کو ظاہر کیا اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔ اس وقت بریدہ اعلیٰ نے کہا اے..... سب قریش تیرا اہلیت اور نسب کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں۔ کہ کتنی مزید کے زنا سے تو پیدا ہوا ہے۔ ایسا شخص خانہ اہل بیت میں او تو غیر کی بیٹی کو مجروح کرے۔ برادر اور وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے۔ جب ابو بکر کی نظر جناب امیر علیہ السلام پر پڑی۔ لوگوں سے کہا۔ چھوڑ دو جناب امیر علیہ السلام

نے فرمایا۔ اسے ابو بکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے تو نے غم خدیر میں بیعت کی اور حکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومنوں نے سلام کیا۔ یہ سن کر شمشیرِ خلافت کھینچ کر بالائے سر جناب امیر علیہ السلام کھڑا ہو گیا۔ اور کہا ان باتوں کو جانے دو۔ اور بیعت کرو۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے۔ ثانی نے کہا۔ اگر بیعت نہ کرو گے۔ تو قتل کروں گا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ رسول کے بھائی کو قتل کرے گا۔ بخدا سوکند۔ اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت نہ ہو۔ تو ابھی اچھی طرح معلوم ہو جاتا۔ کہ کون زیادہ، ضعیف ہے۔

رجلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۶-۲۷
مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایسوسی اٹنصاف پریس
ریٹوس روڈ لاہور

لما ذاکم شیعۃ

فَإِنْ قُلْتَ لَمْ يُقَاتِعِ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَبَا
بَكْرٍ مَعَ ظُلْمِهِ لَهُ وَغَضَبِهِ حَقَّهُ مِنْهُ بَلْ
كَانَ يُعِينُهُ بِرَأْيِهِ عَلَى أَمْرِهِ وَفِي ذَلِكَ
تَقْوِيَةٌ لِبَاطِلِهِ
قُلْتَ كَانَ ذَلِكَ مِنْهُ عَلَى وَجْهِ التَّقِيَّةِ
حَتَّى أَلْدَمِيهِ وَدَمَاءُ شَيْعَتِهِ فَسَانَهُ
عَنْهُ السَّلَامُ لَوْ قَاتَلَهُ بِالْمَرَّةِ لَقَتَلَهُ

مَعَ شِيعَتِهِ وَأَوْلِيَاءِهِ فَحَقَّنَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذَلِكَ دَمَهُ وَ دِمَاءَ
 شِيعَتِهِ وَحَقَّنَ الدَّمِ عِنْدَ الْخَوْفِ عَلَى
 النَّفْسِ مِنَ الْقَتْلِ وَاجِبٌ عَقْلًا وَ نَفْسًا
 فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ إِلَّا أَنْ تَشْتَوْا
 مِنْهُمْ تُقَاتَءَ . وَمَعَ ذَلِكَ فَتَدَّ كَانَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ يَشْكُو أبا بَكْرٍ فِي
 كَثِيرٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ .

(ملائکہ شیخہ مصنفہ محمد رضی شیخہ ص ۱۰۶)

مطبوعہ قاہرہ مصر

ترجمہ:-

اگر آپ کہے حضرت امام (علی) علیہ السلام نے ابو بکر سے قطع تعلق کیوں نہ کیا باوجودیکہ
 ابو بکر نے ان پر ظلم کیا ان کا حق غصب کیا، باوجود ازیں حضرت علی اپنی رائے
 اور مشورہ سے اس کی مدد کرتے رہے اس طرح ابو بکر کے باطل کام کی تقویت
 ہوتی رہی؟

میں جواب یہ دوں گا کہ حضرت علی نے یہ طریقہ کار بطور تقیہ اختیار کیا تاکہ اپنا
 اور شیعوں کا خون بچا سکیں۔ کیونکہ اگر آپ ابو بکر سے ایک بار بھی قطع تعلق
 کرتے تو انہیں ان کے شیعوں سمیت قتل کر دیا جاتا۔ اس لیے حضرت
 علی نے اس طرح اپنے اور اپنے شیعوں کا خون ضائع ہونے سے بچا لیا۔
 اور جب اپنی جان کو قتل کا خوف ہو تو اپنا خون بچانا عقلاً بھی واجب
 ہے۔ اور شرعاً بھی۔ اللہ فرماتا ہے۔ جب جان کا خطرہ ہو تو کفر یہ لفظ بولا

جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی علیہ السلام اکثر اوقات ابو بکر سے اپنے حق کا شکوہ کرتے رہتے تھے۔

ان بیانات گنگناؤں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو گئے

- ۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حصولِ خلافت کی خاطر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے کی پشت پر بیٹھا کر بدر کی ہماجرین و انصار کے دروازوں پر بطور سفارش پھرایا اس کے باوجود چار افراد کے سوا کسی نے حمایت نہ کی۔
- ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلواروں کے سایہ میں بیٹھے دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منت سماجت کی۔ کہ میرے بیٹے کو کچھ نہ کہنا۔ میں ان سے بیعت کر لوں گا دیتا ہوں۔ لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مس کر دیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں سی ڈال کر کچھ کر لایا گیا۔ جب ان کا گزر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر ہوا تو پکارا اٹھے۔ "وہ نے میرے بھائی! لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور میرے قتل کے ورپے ہیں۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور اپنی جان کے خوف سے ہمیشہ بادل نخواستہ باطل کی تقویت کرتے رہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بہتر مشورے دیتے رہے بلکہ ایسا کرنا آپ پر واجب تھا۔
- ۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں بعض احکام شرعیہ نافذ نہ کر سکے۔ اس میں روکاڑا طے یہ تھی۔ کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی خلافت کو خلافتِ علی کے لیے بنیاد سمجھتے تھے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین میں سے کسی ایک کے طریقہ کے مخالفت چلتے۔ تو لوگ یہ برواشت نہ کر سکتے۔ اس لیے جب نماز تراویح کو روکنا چاہا۔ جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع

فرمایا خدا تو رائے عامران کے خلاف ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ کو رائے بدلتی پڑی۔
۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے اور بڑا بھلا کہنے کو کوئی کہے۔ تو اس کی بات مان
کر گالی دسا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں حضرت علی کے لیے زہہ اور باتوں جنتی
اور سب دشمن کرنے والے کے لیے نجات ہے۔

ترویید امر اول: طلبِ خلافت کیلئے حضرت علیؑ میں تھے کی تروییدِ شانِ اہل بیت کی روشنی میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حصولِ خلافت کے لیے تمام
ہماجرین و انصار کے دروازہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سے جا کر اپنا حق طلب کیا اس میں
صلیٰ علیہ وسلم کی ہی توہین نہیں بلکہ سیدہ خاتونِ جنت کی اتہاد و رجحانِ تائیدی اور بے ادبی ہے۔
ہم کہتے ہیں اور اہل بیت میں ”کشف الغم“ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خاتونِ جنت نے
بوقتِ وصال یردیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھایا جائے تاکہ کوئی
شخص مجھے گھسی میں پھینکا ہو بھی نہ دیکھ سکے۔ لیکن ان مقام نہاد و مہمانِ اہل بیت، پروردگارِ
کا انہوں نے خاتونِ جنت کو وہ مقام بھی نہ دیا جو ان کی اپنی بیٹیوں کو نصیب ہے۔ انہیں
اگر اپنی بیٹی یا بیوی کو کسی کے گھر پر سوالی بنا کر لے جانا پڑے۔ تو اسے اپنے لیے مار نہیں
گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دخترِ نیکہ اختر جبر کرار کی بیوی اور سہیلی زینب
کی والدہ کو ان ظالموں نے ہی گھر سے نکال دیا اور ان کے ذریعہ سوالی بنا کر در بدر چرایا۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو یہ کیسے گوارا ہو گا۔ کہ وہ دخترِ رسول کو در بدر لے لیں۔ اور خلافت کی
بیکمانگیں۔

ماشاء اللہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ گویا اس ایسٹن کھٹ
داعیہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک توہین کی گئی۔ اور سیدہ خاتونِ جنت کی عصمت و حرمت
کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت بھی کی گئی۔ اور پھر یہ سب کچھ ”مہبتِ اہل بیت“ کا ثمر ہے۔

رچا کر کیا گیا۔ جن کی شجاعت و جوانمردی پر زمانہ گواہ نہیں وہ اسد اللہ الغالب، کا لقب لا۔ انہیں تم اس قدر گیا گزرا شایبہ کرو۔ اور جن کی عصمت و طہارت اور شرم و حیا کا یہ عالم کہ چاند سوج نے جن کو زو دیکھا۔ تم ان کے بارے میں دریدر پھرانے کے قصے گھڑو۔ یہ سب کچھ پڑھنے سننے کے بعد اس افسانہ تراشنے والے پر لعنت بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

تروید مردم، حضرت علیؑ بزول تمہے کی تروید آپ کے بہادرانہ احوال کی روشنی میں۔

حضرت شیر خدا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر اور کھینچ کر آپ کو مسجد میں لایا گیا۔ اور جب آپ روضہ پاک کے سامنے آئے۔ تو رو کر عرض کی کہ ہمیں بے بس کر دیا گیا۔ اور لوگ میرے قتل درپے ہیں۔ پھر ابو بکر صدیق کے ہاتھ سے ان کا ہاتھ مٹ کر اس کے بیعت کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد ہر شخص یہی سمجھے گا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس میں، بھی انتہائی طور پر گستاخی اور بے ادبی کی گئی۔ کیونکہ اپنا یہ گناہ بھی جانتے ہیں۔ کہ شجاعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاصہ تھا۔ اور باطل کے سامنے جھکنا انہیں آتا ہی نہ تھا۔ انہی کو یہ شان ہے۔

شاہ مرداں شیر یزدان قوت پروردگار
لافتی الاعلیٰ لایست الا ذوالنعتار

اسی شخصیت کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ انہیں گلے میں رسی ڈال کر پھیر کر یوں کی طرح کھینچا گیا۔ کہاں محبت ہے؟ اور اس تصور کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے کیا تعلق ہے؟ باقی رہا یہ کہ آپ نے بادل نخواستہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ورنہ دل نہ چاہتا تھا۔ یہ بھی گستاخی ہے۔ کیونکہ اس کی تروید خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمادی ہے۔ آپ کے اپنے اقوال ملاحظہ ہوں۔

حضرت علیؑ کے اپنے چند اقوال ملاحظہ فرمائیں

قول اول:-

مناقب ابن شہر آشوب:-

وَاللّٰهُ كَوْنًا تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِ لِمَا وَلِيَتْ عَنْهَا وَكُو
اَمْكَنْتِ الْغُرْمُ مِنْ رِقَابِهَا سَارَعَتْ اِلَيْهَا۔

(۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۸۲)

فی المسابقة الشجاعة مطبوعہ قم

(۲۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۵ ص ۲۱۸ مطبوعہ

بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ:-

خدا کی قسم! اگر تمام عرب مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں کبھی پشت نہ
دکھاؤں گا۔ جب تک میرے لیے یہ ممکن رہا۔ کہ میں ان کی گردنیں ماروں۔
اس وقت تک میں ان پر تابر توڑنے کے کڑے کروں گا۔

قول ثانی:-

نہج البلاغہ:-

لَقَدْ كُنْتُ وَمَا اَهْدَرُ بِالْحَرْبِ وَلَا اَرْهَبُ بِالضَّرْبِ وَانِي

لَعَلَىٰ الْيَقِينِ مِّنْ رَبِّي وَ غَيْرِ شَيْهَةِ مِّنْ دِينِي۔

(بیچ البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲ ص ۴۲ مطبوعہ سیرت طبع جدید)

ترجمہ:-

میدان حرب و ضرب میں قائم رہتا تو میرا ہی جھنڈا ہے۔ میں کبھی لڑائی کے نام سے ڈرایا نہیں جاسکتا۔ اور نہ کبھی ضرب نیزہ و شمشیر سے مجھے خوف دلایا جاسکتا ہے۔ کسی شخص نے میدان جنگ میں خوف و بیم کی نسبت ہی میری طرف نہیں کی میں اپنے پروردگار کی جانب یقین پر محکم و استوار ہوں۔ مجھے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور وہ موت جس سے تم لوگ خوف کرتے ہو۔ اور دوسروں کو بھی ڈرا رہے ہو۔ میرے پروردگار عالم نے اس موت کے خوف سے مجھے نجات عطا فرمائی ہے۔ میں تو اس سے مانوس ہوں۔ حیات ابدی کا شائق ہوں۔ مجھے اس سے فدا بھی خوف یا وحشت نہیں۔ اور مجھے اپنے دین اسلام میں کوئی شبہ اور شک نہیں۔

قول ثالث:-

بیچ البلاغہ:-

الدَّلِيلُ عَتِي عَزِيزٌ حَتَّىٰ اخَذَ الْحَقَّ لَهُ
وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّىٰ اخَذَ الْحَقَّ
مِنْهُ رَضِينَا عَنِ اللَّهِ قَضَاءً هُ وَ سَلَّمْنَا لِلَّهِ
أَمْرَهُ أَتْرَانِي الْكُذِبُ عَلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اللَّهُ لَأَنَّا أَوْلُ مَنْ صَدَّقَهُ
فَلَا أَكُونُ أَوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَتَنَطَرْتُ فِي

أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْإِمْتِثَاقُ فِي
عُنُقِي لِغَيْرِي - (نسخ البلاغہ خطبہ نمبر ۲۷ ص ۸۱ مطبوعہ تبریز
طبع جدید)

ترجمہ:-

ہر ایک ذیل میرے نزدیک عزیز ہے۔ تاکہ میں اس کے غیر سے اس کا حق
لے لوں۔ اور ہر ایک تو میرے نزدیک ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ مستحق کا حق
اس سے دلایا جائے۔ (ہر وہ شخص جو اپنی قوت غضبیہ کا پابند ہو کر کسی کا حق
چھین رہا ہے۔ میری عقل اور میری عدالت اُسے مقہور و منکوب کر سکتی ہے) ہم
ہم رضائے الہی کے پابند ہو کر اس کی قضا پر راضی ہیں۔ اور ہم نے اس کے
حکم کو بسر و چشم تسلیم کر لیا ہے۔ (اور ہم بدوں شائبہ شرک کے اس کے حکم کو
اس کے منقح سمجھتے ہیں۔ اب پیغمبر کی ذات کے بعد جو ہم نے جہاد میں اور احق
حق میں تاخیر کی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اختیار اس کے مستحق ہیں۔ اور ہمیں وہ حق نہیں
پہنچتا۔ بلکہ یہ رضا بقضائے الہی کا معاملہ تھا) کیا تو گمان کرتا ہے۔ کہ میں
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان بات نہ دہا ہوں۔ کیا میں معاذ اللہ دروغ
کو ان کی طرف نسبت دے رہا ہوں۔ (وہ اپنے آپ کو ان کا خلیفہ برافصل
نمایت کرنا اور مطالبی وحی خدا اپنے تفسر خلافت کا اظہار رسول اللہ کا بارہا اس
کی تشریح کرنا یہ معاذ اللہ حضرت پر اتہام نہیں۔ اور میں ان پر جھوٹ نہیں بول
سکتا۔ کیونکہ) قسم خدا کی میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول کی تصدیق کی
ہے۔ اور اب میں کیونکر اس کی اول تکذیب کرنے والا ہو سکتا ہوں اور
یہ اسی صبر و رضا کا پر تو ہے۔ کہ وفات رسول کے بعد (جب میں نے اپنے
امور پر نظر کی۔ تو ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرا خدا کی اطاعت کرنا اپنے لیے

بیعت لینے سے مقدم ہے۔ (یعنی اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لینا اپنے لیے بیعت لینے سے مقدم

ہے۔)

ڈیزنگ مباحث ترجمہ نہج البلاغہ ص ۵
مطبوعہ رومی۔ دہلی

قول رابع :- جو ابلیت کے باوجود اپنا حق نہ مانگے میں اس سے لڑتا رہوں گا۔

نہج البلاغہ۔

الَا وَآخِي أَقَاتِلْ رَجُلَيْنِ رَجُلًا ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ وَآخَرَ
مَنْعَ الَّذِي عَلَيْهِ۔

نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲ ص ۲۲۸
مطبوعہ بیروت

ترجمہ :-

خبردار! میں دو شخصوں سے ضرور لڑوں گا۔ ایک اس سے جو ایسی چیز کا دعویٰ
کرتا ہے۔ جو اس کی نہیں۔ دوسرا وہ جو اس چیز کو منع کرے۔ جو اس پر
واجب ہے۔

نوٹ :-

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان اقوال نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ جو شخص آپ
کے بارے میں یہ کہتا ہے۔ کہ آپ کے گلے میں رتی ڈال کو بیعت کے لیے مجبور کیا گیا۔
وہ بہت بڑا کذاب ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جو آدمی کسی چیز (خلافت) کا

اہل نہ ہوں اور اس کا دعویٰ کرے۔ تو میں اس کے خلاف ضرور لڑو گا۔ اگر میرے مقابلے میں پورا عرب بھی اُجائے۔ تو ان کی گردنیں اتارنے میں دیر نہ کروں گا۔ جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسئلہ خلافت پر جنگ نہیں لڑی۔ اور جہاد نہیں کیا۔ تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اس لیے کی۔ کہ آپ انہیں خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ بلکہ اس بیعت کرنے کو بطور خوشی ذکر کر رہے ہیں۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا ہوا ہے۔ کہ میں آپ کے وصال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر بیعت کرنے کا قصہ ایک منظر نامہ فسانہ ہے۔ اور پھر اس قصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روضہ رسول پر گریہ و زاری کرتے دکھانا اور اپنی بی بی پر روتا ظاہر کرنا اور منظر نامہ انداز میں فریاد کرنا یہ سب کچھ شیعہ حضرات کی مخافتات اور زیادہ گویاں ہیں۔ ان کے ذریعہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کما حقہ تعظیم و توقیر کی توفیق بخشنے امین۔

تردید امر سوم :- آپ نے حق نہ ظاہر کیا "آپ کی وصیت کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طہرت اس امر کی نسبت کرنا کہ آپ اپنے دورِ خلافت میں بعض احکامات شرعیہ پر عمل نہ کر سکے یہ بھی آپ کی ذات پر بہت بڑا بہتان اور اتہام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت اس امر کی صاف صاف ترویج کرتی ہے۔

وصیت :-

بِجِ الْبِلاَغَةِ :-

أَوْصِيكُمْ بِتَوَاتُؤِ اللَّهِ وَالْآتِبَغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ

اَتَّبَعْتُمْ مَّا وَلَا تَأْسَفَا عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا ذُورِيَ عَنْكُمْ أَقْوَامًا
 بِالْحَقِّ وَاعْمَلُوا لِلْآجِرِ وَكُونُوا لِلظَّالِمِ خَصَمًا وَلِلْمَظْلُومِ
 عَوْنًا وَأَوْصِيكُمْ وَأَجْمِيعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ
 بَلَغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى اللَّهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ وَصَلَاحِ
 ذَاتِ بَيْنِكُمْ -

(ترجمہ البلاغہ جھومانا از خطبہ نمبر ۴۷ ص ۲۲۱)

مطبوعہ بیروت

ترجمہ:-

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر جب ابن بلعم نے تلوار ماری تو آپ نے حسین کریمین کو کوا کر یہ وصیت فرمائی۔ میں تم دونوں کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میری یہ وصیت ہے۔ کہ تم دنیا کو طلب نہ کرنا۔ اگرچہ وہ تمہیں طلب کرے۔ تمہاری طرف مائل ہو۔ اور کبھی اس کی چیز پر حسرت اور افسوس ظاہر نہ کرو۔ جواز قسم مال دنیوی تم تک پہنچنے سے روک دی جائے سچی باتوں پر زبان کھلے۔ اجر و ثواب کے واسطے عمل کرنا۔ ظالم کے دشمنی رہنا اور مظلوم کے مددگار میں تم دونوں کو (خصوصاً) اور تمام بیٹوں اور اہل و عیال اور جس شخص کو بھی یہ نوشتہ ملے اس کو (ظلم) وصیت کرتا ہوں۔ کہ تعویذ الہی اختیار کرو۔ اور اپنے امر و بی کا اہتمام کرو۔

دیزنگ فصاحت ترجمہ نچ البلاغہ ص ۲۲

مطبوعہ مطبعہ روغنی دہلی



وہیت نمبر (۲)۔

نہج البلاغہ۔

وَاللّٰهُ اَللّٰهُ فِي الْقُرْآنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَيْرِكُمْ
وَاللّٰهُ اَللّٰهُ فِي الصَّلٰوةِ فَاَتَتْهَا عَمُوْدٌ رَّيْنِكُمْ وَاللّٰهُ
اَللّٰهُ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تَخْلُوْهُ مَا بَشَيْتُمْ فَاِنَّهٗ اِنْ
تُرِكَ لَمْ تَنَظُرُوْا وَاللّٰهُ اَللّٰهُ فِي الْجِهَادِ بِاَمْرَالِكُمْ
وَأَنْفُسِكُمْ وَالسِّنِّيَّةُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَعَلَيْكُمْ
بِالتَّوَّاصِلِ وَالتَّبَادُلِ وَرِيَاكُمُ وَالتَّذَابِيْرَ وَ
التَّقَاطِعَ لَا تَتْرُكُوْا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالتَّهْمَرَ
عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلِّيْ عَالِيَكُمْ مِشْرَارِكُمْ شُتْمَ
تَدْعُوْنَ فَلَا يَسْتَجَابُ لَكُمْ۔

نہج البلاغہ چھوٹا سا از خطبہ ۲۷ ص ۲۲۲

مطبوعہ بیروت

ترجمہ۔

رعایت قرآن کرنے میں خدا سے پرنمیز کرو۔ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ کہیں ایسا
نہ ہو۔ کہ تمہارا غیر اسی پر عمل کرنے میں سابق ہو جائے۔ ڈرو خدا سے ڈرو۔
خدا سے نماز کے بارے میں۔ کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔
ڈرو خدا سے ڈرو خدا سے اپنے بیت اللہ کی رعایت کرنے میں جب تک تم
زندہ ہو اسے خالی نہ چھوڑو۔ (برابر حج و عمرہ بجا لاؤ) اگر تم اسے ترک کر دو گے۔

تو عذابِ خدا سے تمہیں ہمت نہیں ملے گی۔ اپنے اموال اپنے نفوس اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو تم پر لازم ہے۔ کہ آپس میں مواصلت اور احسان کرتے رہو۔ ایک دوسرے کی طرف رخ نہ کرنے اور قطع رحمی سے الگ رہو۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑو ورنہ تمہارے اشرار و بدکردار تم پر حاکم ہو جائیں گے پھر تم درگاہِ خدا میں دعا کرو گے مگر وہ قبول نہ کی جائے گی۔

ریننگ فصاحت ترجمہ بیچ البلاغہ ص ۲۳۸
مطبوعہ روہنی دہلی

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری ایام کی وصیتیں اس امر کی وضاحت کر دیتی ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی ظالم کے ڈر سے کبھی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہیں چھوڑا۔ اور نہ ہی آپ کی زبان سے کبھی حق کے خلاف آواز نکلی۔ خود بھی اسی کے پابند تھے اور اپنے بعد حسین کو یمن اور دیگر اعزہ اقارب کو بھی اسی کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ اسی لیے انہیں بار بار وصیت فرمائی۔ کہ تمہاری زبان حق کے لیے کھلنی چاہیے۔ ظالم کی سرکوبی کرنا۔ مظلوم کی یاری و مدد کرنا۔ کسی سے نہ ڈرنا۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کسی حال میں بھی ترک نہ کرنا۔ بار بار خدا کا خوف یاد دلایا۔ اور یہاں تک فرما دیا۔ کہ اگر تم نسکی کا حکم اور بدی سے منع کرنا ترک کر دیا۔ تم پھر ایسے لوگوں کے ماتحت ہو جاؤ گے۔ جو نام و جاہ ہوں گے۔ پھر تمہاری دعائیں بھی شرفِ قبولیت سے محروم ہو جائیں گی۔ جب خود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اوصاف اور تعلیمات کے حامل تھے۔ اور اپنے بعد اپنے اہل و عیال کو بھی ان کا پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ تو پھر ان کے بارے میں یہ

کہنا کہ مخالفوں سے ڈر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے احکام الہی سے روگردانی کی۔ اور امر بالمعروف
و نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ کتنا بڑا بہتان ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لگایا گیا ہے :-

تروید امر چہارم :- حضرت علی کو گالی دینے کے جواز کی تروید احمدیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کو منسوب کرنا۔ کہ جب تمہیں کوئی مجھے گالی
دینے کو کہے۔ تو اس کا کہنا مان لینا۔ کیونکہ مجھے گالی دینے سے میری زکوٰۃ اور تمہیں نجات
حاصل ہو جائے گی۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ اور دشمنی کی انتہا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

امالی شیخ صدوق :-

لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ
سَبَّ عَيْبًا فَقَدْ سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ سَبَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ

امالی شیخ صدوق مکتبہ حکمت قم ص ۶۰
مجلس الحادی و عشرین

ترجمہ :-

ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔
کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا
اس نے اللہ عزوجل کو برا بھلا کہا۔

”مناقب ابن شہر آشوب“ کی ایک روایت۔

مناقب ابن شہر آشوب :-

مَرَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَفْرِ كَيْسَبُونَ عَيْبًا فَقَالَ أَيُّكُمْ

السَّائِبُ اللَّهِ فَأَنْكَرُوا قَالُوا فَاتَّكُمُ السَّابُّ لِرَسُولِ اللَّهِ
فَأَنْكَرُوا قَالُوا سَابُّكُمْ عَلِيًّا قَالُوا فَهَذَا نَعْمُ
فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدْ
سَبَّ اللَّهَ فَقَدْ كَفَرَ -

(مناقب ابن شہر آشوب مطبع علیہ قم ص ۲۲۱)
جلد سوم فی سیر علیہ السلام

ترجمہ:-

حضرت ابن عباس کا چند لوگوں سے گزر ہوا جو حضرت علی کو گالی دے
رہے تھے۔ ابن عباس نے ان سے پوچھا۔ تم میں سے کون اللہ کو گالی دے
رہا تھا۔ سب نے کہا۔ کوئی بھی نہیں۔ پوچھا۔ تم میں سے اللہ کے رسول کو
کون گالی دے رہا تھا۔؟ پھر سب نے انکار کر دیا۔ پوچھا۔ علی کو کون گالی
دے رہا تھا۔؟ کہنے لگے ہم۔ تو ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی
اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے اللہ کو گالی دی۔
پس میں نے کفر کیا۔ -

خلاصہ:-

مذکورہ احادیث و روایات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے
والا، اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے رہا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کو گالی دیتا
ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج۔ اب ان من گھڑت روایات کے موجد خود ہی بتائیں

کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الہی اجازت دے سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی شخص کافر و مرتد ہو جائے؟ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ ان بیوقوفی روایات کو اگر مان لیا جائے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو کافر اور مرتد ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ جو لوگ اپنی بد عقیدگی کی وجہ سے اور اپنے من گھڑت عقیدہ رد تقیہ، کی شان بلند کرنے کے لیے اس قسم کی داہی تباہی بکتے ہیں۔ انہیں اپنی آخرت کی فکر بھی کرنی چاہیے۔ اور کسی وقت یہ بھی سوچنا چاہیے۔ کہ ہم جن باتوں کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کا انجام کیا ہوگا؟ اور ہمیں اس کا کیا اجر ملے گا؟ یہ تو بات واضح ہے کہ ان فرسودہ اور من گھڑت روایات سے تمہارا رد تقیہ، تو زندہ ہو جائے گا۔ اور تمہارا مذہب بھی منظر عام پر آ جائے گا۔ لیکن ایمان کے نام کی کوئی چیز تمہارے پاس نہ رہے گی۔ خدا عقل دے۔ اور ہدایت پاؤ۔

واللہ یمدنی من یشاء اللہ صراط مستقیم

فصل ششم

سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخیاں

گستاخی!

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سخت

الفاطمیوں میں ڈانٹا

حق المؤمنین :-

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ بزرگروید و حضرت امیر انظار معاودت او
میکشید چون بمنزل شریف قرار گرفت از روسے مصلحت خطا یہاں کے شجاعانہ
در شمت با سیدہ او میا و نمود کہ مانند جنسین در رحم پرودہ نشین شدہ
و مثل خائناں در خادہ گریختہ و بعد از آنکہ شجاعان و ہر را بر خاک ہلاک
انگندی مخلوب این نام اداں گرویدہ۔

۱۔ حق المؤمنین ص ۱۲۷۔ احتجاج حضرت

زہرا بابا ابو بکر در امر فدک مطبوعہ تہران

۲۔ امالی طوسی جلد نمبر ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ

قم مجلسی یوم جمعہ

پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گمراہی پس آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی واپسی
کے منتظر تھے۔ جب گمراہی لائیں۔ تو مصلحت کے تحت حضرت علی

یہاں سے نہایت دلیرانہ گفتگو کی۔ کہ تم بچہ کی طرح شکم مادر میں پروہ نشین ہو گئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح بھاگ اٹے۔ تم نے زمانہ کہ بہادریوں کو بچھاڑا لیکن ان نامرادوں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

گستاخی!۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنگدستی کی وجہ سے آپ سے

نکاح ہونے پر سیدہ فاطمہ سخت روئیں

امالیہ شیخ الصدوق :-

تَحَدَّثَنِي بِحَدِيثٍ فِي فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (ع) قَالَ
 قُلْتُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كُنَّا قُعُودًا
 عِنْدَ النَّبِيِّ (ص) إِذْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ (ع) تَبْكِي بُكَاءً شَدِيدًا
 فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ (ص) مَا يُبْكِيكِ يَا فَاطِمَةُ قَالَتْ يَا
 أَبَهِ عَيْرَتِي نِسَاءُ قُرَيْشٍ وَقُلْنِ إِنَّ أَبَاكَ زَوْجَكَ
 مِنْ مَعْدُومٍ لَا مَالَ لَهُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ (ص) لَا
 تَبْكِينَ فَوَاللَّهِ مَا زَوْجُكَ حَتَّى زَوْجَكَ اللَّهُ مِنْ
 فَوْقِ عَرْشِهِ وَأَشْهَدُ بِذَلِكَ جَبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ
 وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا فَاخْتَارَ
 مِنَ الْخَلَائِقِ أَبَاكَ فَبَعَثَهُ نَبِيًّا ثُمَّ إِطَّلَعَ
 ثَانِيًا فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلَائِقِ عَلِيًّا

فَرْقَ جَكَ اِيْتَاہ۔

(۱) الامالی والنجاس للشيخ الصدوق ص ۲۶۲

مجلس سابع وستون

(۲) ارشاد القلوب جلد ۲ - ص ۳۱ مقصد الثانی

الساب لعل مطبوعہ بیروت

ترجمہ :-

راوی کہتا ہے۔ کہ میرا دادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روتی ہوئی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا وجہ ہوئی۔ عرض کی۔ قریشی عورتوں نے طعنہ دیا ہے۔ کہ تجھے تیرے باپ نے ایسے شخص سے بیاہ دیا ہے۔ جو تنگ دست اور غریب ہے۔ حضور نے سُن کر فرمایا مت رو۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اس وقت کی۔ جب عرش کے اوپر اللہ نے تیری شادی

کر دی۔ اور جبریل و میکائیل اس کے گواہ بنے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف دیکھا۔ تو اس میں سے تیرے والد کو پسند فرما کر انہیں بنی بنا کر مبعوث کیا۔ پھر دوسری مرتبہ دیکھا۔ تو ان میں حضرت علی کو پسند فرما کر تیری شادی اُس سے کر دی۔

گستاخی :-

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی کی نکاحیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔

جلال العیون :-

در کشف الغم از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است۔ کہ روزی

حضرت فاطمہ علیہا السلام شکایت کرواں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کہ ہرچہ بہم
میرساند میان فقر اور مساکین قسمت میکند حضرت فرمود کہ اسے فاطمہ می خدای
کہ مرا بخشم اور کی درباب برادریم و پسر علم بدرستی کہ بخشم او بخشم فرست و بخشم من خداست
پس حضرت فاطمہ فرمود کہ پناہ می برم بخدا از غضب خدا و رسول۔

(جلاد العیون جلد اول ص ۹۴ از زندگانی فاطمہ زہرا
علیہا السلام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں حضرت علی کی شکایت کی۔ کہ انہیں
جو کچھ ملتا ہے۔ وہ فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ فاطمہ! مجھے غصہ میں لانا چاہتی ہو۔ وہ میرا بیٹا اور چچا زاد ہے۔
اس کو ناراضی کرنا مجھے تلامذہ کرنا ہے۔ اور میری ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے۔ تو
حضرت فاطمہ نے کہا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ
چاہتی ہوں۔

گستاخی نہ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علیؑ کے ساتھ اپنے
نکاح کے بارے میں ناخوش تھیں

فروع کافی:-

عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِهِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ دَخَلَ
عَلَيْهَا وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ لَهَا مَا يُبْكِيكِ فَوَاللَّهِ
لَوْ كَانَ فِي أَهْلِ خَيْرٍ مِنْهُ مَا زَوَّجْتُكِ وَمَا أَنَا
أَزْوَاجُهُ لَكِنَّ اللَّهَ زَوَّجَكَ وَأَصْدَقَ عِنْدَكَ
الْخُمْسَ مَا دَاخَلَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ .

افزوع کافی جلد دوم ص ۱۵۷ مطبوعہ نوکشتور

طبع قدیم طبع جدید جلد ۵ ص ۲۷۸ کتاب النکاح

مطبوعہ تہران باب ما تزوج علیہ امیر المؤمنین

فاطمہ علیہا السلام

ترجمہ :-

یعقوب بن شعیب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت فاطمہ اور حضرت علی کا رشتہ کر دیا۔ تو آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
کے پاس گئے۔ اس وقت وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں رو رہی
ہو؟ اللہ کی قسم اگر میرے خاندان میں علی سے کوئی بہتر ہوتا۔ تو میں تیرا
نکاح علی سے نہ کرتا۔ میں نے تو اس لیے تیرا نکاح نہیں کیا۔ بلکہ
یہ نکاح اللہ نے کیا ہے۔ اور خمس کو تیرا ہر مقرر کیا۔ جب تک آسمان و
زمین قائم ہیں۔

گستاخی کا سیدہ فاطمہؑ نے ایک غیبر مرد کا گریبان پر لڑکر

کھینچا اور انہیں برا بھلا کہا

اصول کافی بر

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا
أَنَّ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ أَخَذَتْ بِتَلَا بِنِيَبِ
عُمَرَ فَجَذَبَتْهُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ أَمَا وَاللَّهِ يَا
ابْنَ الْخَطَّابِ لَوْ لَا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُصِيبَ الْبَلَاءُ
مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ عَلِمْتُ أَنِّي سَأُقْسِمُ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ
أَجِدُهُ سَرِيعَ الْإِجَابَةِ

(اصول کافی جلد اول ص ۲۹۱ مطبوعہ زکشر)

طبع قدیم

کتاب الحجۃ باب مولد فاطمہ مطبوعہ تہران

طبع جدید جلد اول ص ۲۹۱

ترجمہ

امام باقر اور امام صادق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی طرف سے جو
ہوا سو ہوا تو جناب فاطمہ نے حضرت عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا خدا کی قسم!
اے ابن خطاب! اگر مجھے بے گناہ (شیر خوار) کا مصیبت میں پڑنا نہ روکتا۔

کو توجان لیتا۔ کہ میں اللہ کو قسم دے دیتی۔ اور وہ بہت جلد اسے قبول

فرمالتا۔

گستاخی ۶ :-

سیدہ نے حضرت علی کو دامن سے پکڑا۔ اور ان کے

ہاتھوں پر مارا

الامالی والمجاس للشیخ الصدوق :-

قَالَتْ فَاطِمَةُ اَنَا جَائِعَةٌ وَاَبْنَاى جَائِعَانِ وَلَا اَشْكُ
اِلَّا وَاَنْتَ وَمِثْلُنَا فِي الْجُرْعِ لَمْ يَكُنْ لَنَا مِنْهُ دِرْهَمٌ
وَاَخَذَتْ بِطَرْفِ شَوْبِ عَيْي (ع) فَقَالَ عَلِيُّ يَا
فَاطِمَةُ خَلِيْبِي فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ اَوْ يَحْكُمُ بَيْنِي وَ
بَيْنَكَ اَبِي فَلَهِيْطُ جِبْرِئِيْلٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ اللّٰهُ يَقْرَمُكَ السَّلَامُ وَ يَقُوْلُ اِقْرَأْ
عَلِيًّا مَبِيَّ السَّلَامُ وَقَدْ لِنَا طِمَّةٌ لَيْسَ لَكَ اَنْ تَضْرِبَ
عَلٰى يَدِيْهِ وَلَا تَلْزَمِيْ بِشَوْبِهِ فَلَمَّا اَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ
(ص) مَنَزِلَ عَلِيٍّ (ع) وَجَدَ فَاطِمَةَ مُلَازِمَةً لِعَلِيٍّ
فَقَالَ لَهَا يَا بِنِيَّةُ مَا لَكَ مُلَازِمَةً لِعَلِيٍّ قَالَتْ يَا
اَبَةَ بَاعَ الْحَائِطُ الَّذِيْ غَرَسْتَهُ لَهٗ بِاِسْتِ عَشْرَ
اَلْفِ دِرْهَمٍ لَمْ يَحْبِسْ لَنَا مِنْهُ دِرْهَمًا كَشَرْتِيْ

بِهِ طَعَامًا فَقَالَ يَا بَنِيَّةُ إِنَّ جِبْرَائِيلَ يَقْرَأُ مِنِّي مِنْ
رَبِّي السَّلَامَ وَيَقُولُ احْتَرَا عَلِيًّا مَنْ رَدَّ بِهِ السَّلَامَ
وَأَمَرَنِي أَنْ أَقُولَ لَكَ كَيْسَ لَكَ أَنْ تَضُرَّ بِِي عَلَى
يَدَيْهِ وَلَا تَلْزَمِي بِشَوْبِهِ.

- ۱۔ الامالی والجمالی شیخ الصدوق ص ۲۸۱
- مجلس حادی و سبعون مطبوعہ ایران قم طبع جدید
- ۲۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۵۸ نور تفسوی
- مطبوعہ تبریز طبع جدید چار جلدوں میں

تجربہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باغ حضرت علی کو دیا۔ انہوں نے سلیمان فارسی
کی وکالت سے وہ بارہ ہزار درہم میں بیچ کر سدی رقم مساکین کو تقسیم کر دی
جب گھر آئے۔ ریدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے
بھوکے ہیں۔ اور تم بھی بھوکے ہو۔ ان درہم میں سے ایک بھی درہم
ہمارے لیے نہیں تھا؟ پھر حضرت علی کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت علی کہنے لگے۔
فاطمہ چھوڑ دو۔ جواب دیا۔ نہیں جب تک خدا کی قسم میرے اور تمہارے
درمیان میرے والد فیصلہ نہ کریں۔ جبرائیل آئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور کہا کہ اللہ نے حضرت علی کو سلام پہنچانے کا
آپ کو حکم دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ میری طرف سے فاطمہ کو کہہ دیتا۔ کہ
مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ حضرت علی کا کپڑا پکڑے۔ اور اس کے ہاتھوں پر
مارے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے گھر تشریف لائے۔
تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کپڑا پکڑ رکھا ہے

فرمایا بیٹی۔ علی کے دامن کو کیوں کپڑے ہوئے ہو؟ کہا۔ ابا جان! آپ نے جو باغ انہیں دیا تھا۔ وہ انہوں نے بارہ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ لیکن ہمارے لیے ایک درہم بھی نہ چھوڑا۔ تاکہ ہم اس سے کچھ کھانا خرید لیتے۔ حضور نے فرمایا۔ بیٹی! جبرائیل نے مجھے اللہ کا سلام پہنچایا اور یہ پیغام خدا دیا کہ علی کو سلام کہہ دینا۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ تجھے کہوں کہ تیرے لیے مناسب نہیں۔ کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے۔ اور ان کے کپڑے نہ چھوڑے۔

گستاخی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک جائز اور مشروع کام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غضب ناک ہو کر میکے چلی گئیں۔

جَلَاءَ الْعَيُونِ:-

در علل الشرائع و بشارۃ المصطفیٰ و مناقب لہندہ کے مستبراز القادری عباس روایت کر رہے ہیں کہ چول جعفر طیار رضی اللہ عنہ در حبشہ بود برائے اور کینز کی بہدیر فرستادند۔ و قیمت او چہار ہزار درہم بود۔ چول جعفر بخدینہ آمد۔ آل کینزک را برائے بر اور خود امیر المؤمنین علیہ السلام بہدیر فرستاد۔ و آل کینزک خدمت آنحضرت را میکرد۔ روزی حضرت فاطمہ علیہا السلام تہا نور آمد و دید کہ سر حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام در دامن آل کینزک است۔ چول آنجا را ملاحظہ نمود۔ متغیر گردید۔ پرسید آیا کاد سے کر دی با او؟ حضرت امیر فرمودند کہ نہ بخدا سوگند ہے دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کاری نکروم الحال

اپنے مہینوں ہی کو تاجا اور مہ فرمود کہ میں خواہم کہ مراد حضرت دہی بخانہ پیرم روم حضرت
فرمود کہ حضرت داوم پس فاطمہ چادر بر سر کر دو برقع افگند و متوجہ خانہ پیر بزرگوار خود
گردید پیش از آن کہ فاطمہ بخدمت حضرت برسد۔ جب ریل از جانب خداوند
حلیل بر او نازل شد گفت خدا تعالیٰ ترا سلام میرساند و میفرماید کہ اینک فاطمہ
نزد تو می آید برائے شکایت علی از او در باب علی چیز می قبول مکن۔

(۱۔ جلاء العیون جلد اول ص ۶۹ از زندگانی

فاطمہ الزہرا طبع جدید۔ تہران)

(۲۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۹۷ نور تفسوی

مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید)

ترجمہ۔

کتاب علی الشرائع و البشارۃ مصطفیٰ و خواتمی میں حضرت ابن عباس اور ابوذر
سے روایت ہے۔ کہ جب جعفر طیار حدیث میں تھے۔ تو ان کے لیے ایک
لوٹری ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی۔ جب جعفر
مدینہ آئے۔ تو وہی بطور ہدیہ حضرت علی کو دے دی۔ اس نے حضرت علی
کی خدمت کی۔ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر آئیں۔ تو دیکھا۔ کہ
حضرت علی کا سر اس لوٹری کے دامن میں رکھا ہوا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر غصہ
آیا۔ پوچھا کیا کچھ کام بھی کیا ہے؟ حضرت علی نے کہا۔ اسے پیغمبر خدا کی بیٹی۔
خدا کی قسم کچھ نہیں کیا۔ اب تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔ کہو۔ کہا مجھے اجازت دیں
کہ میں اپنے والد بزرگوار کے گھر جاؤں۔ حضرت علی نے اجازت دے دی۔
حضرت فاطمہ نے چادر کا پردہ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر روانہ ہوئیں
ان کے پہنچنے سے پہلے جب ریل آئے۔ اور اللہ کا سلام دیا۔ اور کہا۔ کہ

ابھی فاطمہ آپ کے پاس پہنچتا ہی چاہتی ہے۔ اور علی کی شکایت کرے گی۔
اس کا کوئی بات نہ قبول کرنا۔

گستاخی نہ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باولِ نخواستہ امام حسین

کو جنا۔ (معاذ اللہ)

جلد اول العیون :-

پس حضرت رسالت اکبر صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ را خبر داد بولادت حسین و
شہید شدن او پس حاملہ شد باو با کراہت پس حضرت فرمود کہ ہرگز دیدہ کسی را
کہ بشارت دہند اور ایہ پسر کا و حاملہ شود باو با کراہت یعنی او مغموم شد و کراہت
داشت از او بسبب شنیدن قتل او و وقت وضع حمل نیز کراہت داشت

(۱۔ جلد اول العیون جلد اول ص ۴۲۵ ولادت

سعادت آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم

ص ۵۰ فصل فی معجزات مطبوعہ قم طبع جدید

بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ :-

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو امام حسین کی پیدائش اور ان کی
شہادت کی خبر دی۔ پھر وہ ان کے ساتھ باولِ نخواستہ حاملہ ہوئیں
حضرت نے فرمایا۔ کیا کبھی کسی کو تو نے دیکھا ہے۔ کہ اسے بچہ ہونے

کی خوشخبری دیا جائے۔ اور وہ اس سے باکراہت عاقل ہو یعنی اس کے قتل ہونے کی وجہ سے مغموم ہو۔ اور ایسے بچے کے ہمنے کو اچھا نہ سمجھتی ہو۔ اور وضع حمل کے وقت بھی آپ ناخوش تھیں۔

گستاخی ۹۔

سیدہ کی شب زفات کو ستر ہزار فرشتوں نے

تکبیر کہی

جلد العیون:-

چوں شب زفات شد جبرئیل و میکائیل و اسرافیل باہفتاد ہزار ملک بزیر
آمدند و لدل را برائے فاطمہ آوردند و جبرئیل بجا مآذرا گرفت و اسرافیل رکاب
را گرفت و میکائیل ایستادہ بود و پہلوئے و لدل و حضرت رسول جاہان کے
اور دست میکرویس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ تکبیر گفتند و سنت جاری
شد و تکبیر گفتن در زفات ہماروز قیامت۔

(جلد العیون جلد اول ص ۱۹۳ شرح شب زفات

و شمارہ ہفتی مطبوعہ تہران۔ جدید)

ترجمہ:-

جب شب زفات آئی جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں کے
زمین پر آئے۔ اور و لدل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام
اسکے پکڑی اور اسرافیل نے رکاب تھامی اور میکائیل پہلوئے و لدل میں

تھے۔ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جامعہائے فاطمہ دست مبارک سے
تھامے ہوئے تھے۔ پس جبریل و میکائیل و اسرافیل و جبرائیل نے تکبیر کہی
اور تکبیر کہنا سنت شب زفاف ہوا۔

جلد اول ایون ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۲۵ مطبوعہ

شیخہ جنرل بک ایبھی

گستاخی نہ۔

شب زفاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور

فاطمہ کو اپنے آنے سے پہلے مخصوص کام کرنے سے

منع کر دیا

جلد اول ایون ۱۔

ایضاً بسند حسن از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ غیرتے
در حلال روز نمیت۔ بعد از آنکہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم علی و
فاطمہ علیہما السلام در شب زفاف گفت کہ کاری کہتہ تا من نزد شما بیایم۔
جلد اول ایون جلد اول ص ۹۴۔ تہران جدید

زندگی فاطمہ زہرا علیہا السلام

ترجمہ۔

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے کہ حلال چیز بیان
کرنے میں غیرت نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے شبِ ذقاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک میں زندوں
کام نہ کرنا۔

(جلاد العیون اردو ص ۲۵۱)

ذکورہ دو کتابوں سے اٹھارہ ثابت ہوئے

- ۱۔ باغِ فدک کا مطالبہ نہ کرنے پر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی کو ماں کے پیٹ میں بچہ کے
ساتھ تشبیہ دی۔ اور ذلیل بھی کہید۔
- ۲۔ سیدہ اپنے نکاح ہونے پر حضرت علی کی تنگدستی پر روئیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ
آپ اس نکاح سے راضی نہ تھیں۔
- ۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باغ دیا تھا۔ اسے بیچ کر جب
اس کی قیمت حضرت علی نے فقرا اور مساکین پر خرچ کر ڈالی۔ تو سیدہ نے اس بات
پر حضرت علی کے دامنی کو چا۔ اور زرد کو ب بھی کیا۔ یہاں تک کہ جبریل نے اللہ
کے حکم سے سیدہ فاطمہ کے ہاتھوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑا یا۔
- ۴۔ خاتونِ جنت نے حضرت عمر کو گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اور انہیں برا
بھلا کہا۔ اور غیر مرد کے ساتھ باہم یوں دست گریبان ہوئیں۔
- ۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا۔ تو سیدہ ناراض
ہو گئیں۔ اور یہاں تک پوچھ لیا۔ کہ کیا تم نے اس سے جماع تو نہیں کر لیا۔؟
حضرت علی نے قسیمہ اس کی تردید کر دی۔ لیکن اس کے باوجود سیدہ کا غصہ ٹھنڈا نہ
ہوا۔ اور ناراضگی میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں۔ ان کے آنے سے
پہلے جبریل نے آکر سیدہ کی زیادتی کا ذکر کیا۔ اور خدا کا پیغام دیا۔ کہ سیدہ کی کوئی

بات نہ مانی جائے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ کو ایسے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ جو نہید ہو گا۔ تو ایسے بیٹے کے ساتھ حاضر ہونے اور اس کی ولادت کے وقت سیدہ نے کراہت اور ناخوشی کا اظہار کیا۔

۷۔ سیدہ کے ساتھ جس رات حضرت علی نے ہم بستر ہونا تھا۔ اس وقت ستر ہزار فرشتے آئے۔ اور تکبیر کہی۔ بلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کے کپڑے اٹھائے۔ لہذا ثابت ہوا زفات کو تاقیامت تکبیر کہنا سنت ہے۔

۸۔ ہم بستری کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو کام شروع کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ تمہیں کچھ نہیں کرنا ہے۔

ان امور کے مختصر جوابات . عظمت خاتون جنت کی دوستی میں

ماظہرین کرام آپ جانتے ہیں۔ کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو ”بتول“ کہا گیا اور یہ لقب شیعہ سنی سب کے ہاں متفق علیہ ہے۔ ”بتول“ کا معنی لغت عربی کی معروف کتاب ”دال المنجد“ میں یہ لکھا ہے۔

۱۔ بتول تیل سے ہے جس کا معنی ہے۔ دنیا سے کٹ کر خدا کی طرف لقب ہونا۔

۲۔ بے مثل بخشش کرنا۔

۳۔ غیر شرابی شدہ (کنوارا) ہونا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ تیسرا معنی تو ان کے متعلق نہیں ہو سکتا۔ البتہ پہلے دونوں معانی کے اعتبار سے لفظ ”بتول“، سیدہ کے شایان شان بھی ہے۔ اور سیدہ

واقعی اس کے معنی کی عملی تفسیر بھی تھیں۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ لقب آپ کو بوجہ سخاوت

عزیز و فقرا پروری کی بنا پر دیا گیا ہے۔ یعنی آپ کو مال دنیا سے قطعاً لگاؤ نہ تھا۔

اگر کچھ پاس ہوتا۔ تو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پر محتاج کی ضرورت کو ترجیح دیتیں۔ کئی کئی دن فاقہ ہوا۔ لیکن شکایت نہیں کی۔ مختصر یہ کہ یہ گھر اناسنی اور ایشیا رپنڈ تھا جس کے ثبوت کے لیے ایک نہیں بیسیوں واقعات تاریخ کے اوراق کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ تھا ان مقدس شخصیات کی تصویر کا حقیقی رُخ جسے اپنے بیگانے سمجھی مانتے اور جانتے ہیں۔ اس کا دوسرا رُخ وہ جو در شیخ صدوق اور صاحب جلال العیون، نے پیش کیا۔ یعنی سیدہ کا حضرت علی کی تنگدستی پر فریاد کرنا، حضرت علی نے فقر ارمساکین کی امداد کی۔ تو سیدہ نے ان کو زود کو بکریا، اور ان کی ایسی سخاوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ اس رُخ کو پڑھیے۔ دیکھیے۔ تو آپ خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ شیخ صدوق اس بارے میں "صدوقی" نہیں ہے۔ بلکہ شیخ صدوق ہے۔ اور "جلال العیون" کی عبارت "رضیاع العیون" ہے۔ اور ان عبارات میں صداقت نام تک نہیں۔ بلکہ تمام کی تمام سراسر جھوٹ، کذب، افتراء، بہتان اور الزامات کا پلندہ ہیں۔ جو اللہ نے ان شیعہ لوگوں کی تقدیر میں رکھے ہوئے ہیں۔ سورج پر تھوکنے سے وہ تو گندا نہیں ہو سکتا۔ اٹا تھوک تھوکنے والے کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ کچھ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ سیدہ کی اعلیٰ وارفع ذات پر کیسے پڑا اچھا لانا اور توہین آمیز قصبات سے ان کی سخاوت، ایشیا اور غزبار پروری پر نشتر مازاد اصل اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرنا اور اپنے رہتے بہتے ایمان کو مہرچ کرنا ہی ہے۔ ان کا نہ کوئی آج تک کچھ بگاڑ سکا۔ اور نہ ان کی شان ایسے گھٹیا دقیانوسی واقعات سے گھٹ سکتی ہے۔

یہی وہ سیدہ فاطمہ بنت جنت ہیں۔ کہ جن کے چہرہ اقدس اور جسم اطہر کو چاند سورج نہ دیکھ سکے۔ یہی وہ مقدسہ ہیں۔ جنہیں بمطابق وصیت رات کے اندھیرے میں پاکی کے اندر رکھ کر قبرستان لے جایا گیا۔ شرم و حیا کی بھیک کہ جبرئیل بھی بلا اجازت گھر داخل نہ ہو سکیں یہ وقار و عزت کہ ان کی آمد پر صاحب لولاک کھڑے ہو کر خوش آمدید کہیں۔ یہی اعلیٰ شخصیت ہیں جن کا عقد عرش علی پر اللہ خود پڑھے۔ ایسی شرم و حیا و عفت و عزت کی پیکر شخصیت کو

یوں دکھانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گریبان پکڑ کر کھینچ رہی ہوں۔ اور اپنے فاونڈ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قسم کو صرف مہل کی طرح بے کار سمجھیں۔

کیا اسی کا نام ”مجتب اہل بیت“ ہے۔ مجتبت تمہیں یہی سبق سکھاتی ہے۔ کہ جس سیدہ مجتبت کا دعویٰ کرو۔ اُسے غیر محرموں سے الجھتا گریبان پکڑ کر کھینچنا ثابت کرو۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اس سے بڑھ کر ان حضراتِ مقدسہ کے متعلق شب زفات کے جو واقعات گزرے۔ ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتاؤ۔ کیا کوئی غیرت مند جوڑا شب زفات کو اس قسم کی خرافات کا متحمل ہو سکتا ہے۔ فرشتوں کو چھوڑو۔ وہ نظر نہیں آتے لیکن باپ اور سر کی موجودگی میں یہ رسم ادا کرنا کس شریعت کی سنت ہے۔ کیا تم سب ایسی ہی سنت ادا کرتے ہو۔

شرم تم کو گرتے ہیں آتی

بے حیا باشش ہر چہ خواہی کن

امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اور پھر شہادت کی خبر کے بعد حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا ایسے فرزند کو مدتِ حمل میں ناپسند کرنا پھر ان کے پیدا ہونے کو کوہِ بھنا کیا یہ ایک ایسی ماں کی تصویر دکھائی جا رہی ہے۔ جو خود جنت کا سردار اور نبی کا مرقع تھی۔ اس کا بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً نہیں بلکہ والدہ کے انتقال کے بعد جامِ شہادت نوش کرے گا تو اس کا غم کھانا کیا معنی؟

ہاں اگر خبر یہ ہوتی۔ کہ اللہ تمہیں ایک بچہ دے گا۔ اور تمہیں اس کی خوشیاں دیکھنا نصیب نہ ہوں گی۔ تو شاید تمہارے بشریت سیدہ کچھ طول ہوتیں۔ جو بظاہر ان کے متعلق کہتا ہے اور بی ہے۔ لیکن بچہ ہوتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ ماں پالتی پوستی ہے۔ اور اپنی عمر طبعی پوری کر کے دارِ فانی کو چھوڑ جاتی ہے۔ وہ بچہ خود بچوں والا بن جاتا ہے۔ اگر شہید نہ ہوتا تب بھی دنیا چھوڑنا تھی۔ تو پھر دنیا کو چھوڑا شہادت کا جامِ نوش فرما کر جس

کے ذریعہ اس کے مقام پر انبیاء و رسل کریں۔ اور تم ثابت کرو۔ کہ اس کی شہادت توئی کرنے پر
ماں نے برا متایا۔ گویا تمہارے کہنے کے مطابق اگر امام حسین شہید نہ ہوتے۔ تو خاتونِ جنت
خوش ہو کر ایامِ حمل میں انہیں اٹھائے رکھتیں اور خوشیوں کے ساتھ ان کو تولد دیتیں۔ یہ کسی
والدہ بتا رہے ہو۔ اور پھر اس طرح کہ تم ان کی کوئی خدمت۔ بجا لارے ہو۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم وشماتان اہل بیت



فصل ہفتم

امام حسن رضی اللہ عنہما سے گستاخیاں

گستاخی عابد

شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا اور کافر کہا۔



سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ شخصیت ہے۔ کہ جہن کے باسے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت بڑی اچھی خبر کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ "کشف الغم" میں منقول ہے۔
وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ صَعِدَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيُكْفَرُ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَّمَهُ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ
ترجمہ۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک امام حسن صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سینے سے لگایا۔ اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور حق تعالیٰ اس کو ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرانے کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی اسی وقت پوری ہوئی۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہو کر جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایسے وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے خلافت و حکومت کی باگ ڈور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دو مسلم جماعتوں کے درمیان جنگ توڑ لی گئی۔

مگر شیعوں نے امام حسن کی زندگی اجیرن کر دی۔ چنانچہ آپ کی ذات پر یہ معمولاً سب سے زیادہ ظلم و حسد کے خدا کا اپنا ہوا۔ اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو باہم جنگ سے بچا دیا تھا۔

حضرت امام حسن کو شیعوں کے زخمی کرنے، مال چھیننے،

کافر و مشرک اور مذلل المؤمنین و مسود الوجوہ کہنے پر کتب

شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں

حوالہ نمبر (۱) :-

جلد العیون :-

پس مردم را جمع کرد و حمد و ثنائی الہی بجا آورد و فرمود اما بعد بدرستی کہ من امید دارم کہ خداوند نعمت داد کہ خیر خدا ترین خلق باشم از برائے خلق او کہینہ از یہی مسلمانان در اول نماز و ارادہ بدی نسبت کسی بنماظ نمی گزارم جمعیت مسلمانان را از پرگتہ کی ایشان بہتر میدانم و آنچه صلاح شما در آن میدانم نیکی تر است از آنچه خود در آن میدانید پس مخالف ام من کہنید۔ و رانی کہ من بآنستہ شما، اختیار کنہ بزن او کہنید۔ کہ حق تعالی ما و شما را بیا مژد و ہدایت نماید

بہرچہ محبت و خوشنودی اوست۔ چون ان منافقان ای سخنال را از حضرت شنیدند۔ بیکدیگر نظر کردند۔ گفتند از سخنان او معلوم میشود کہ میخواہد یا معاویہ صلح کند۔ و خلافت را با او واگزارو۔ پس ہمہ برخواستند۔ گفتند او ہم مثل پدرش کافر شد۔ بخیر آنحضرت بختند۔ و اسباب حضرت را غارت کردند حتی مصلای حضرت را از زیر پایش کشیدند و روانی مبارکش را از دوشش ربودند۔ پس اسپ خود را طلبید و سوار شد اہل بیت آنحضرت با قبلی از شیعیان دور آنحضرت را گرفتند۔ چون بسا باطمان رسید ملعونی از قبیلہ بنی اسد کہ اورا جراحین سائی می گفتند بحام اسپ آنحضرت را گرفت خنجر بران مبارکش زد کہ تا استخوان شکافت و بروایت دیگر بپهلوی مبارکش زد و گفت کافر شدی چنانچہ پید تو کافر شد۔

(عیلاء العیون جلد اول ص ۳۹۔ تہران)

ترجمہ:-

لوگوں کو جمع کیا۔ اللہ کی حمد و ثنا بجالائے، اور بعد میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے صدقے چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ کسی مسلمان کے غلات میں دل میں کینہ نہیں رکھتا اور کسی کے ساتھ برائی کا خیال تک مجھے نہیں آتا۔ مسلمانوں کے اتحاد کو ان کے انتشار سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تم اپنے لیے جس بات کو درست سمجھتے ہو۔ میں تمہارے لیے اس سے بہتر جانتا ہوں۔ لہذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا۔ اور سوراٹوں تمہارے لیے پسند کروں۔ اُسے روزہ کرو۔ حق تعالیٰ مجھے اور تمہیں معاف کرے گا۔ اور اپنی خوشنودی اور محبت کی راہ دکھلائے گا۔ جب منافقین نے امام حسن کی یہ گفتگو سنی۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور کہنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ معاویہ سے صلح کر رہے ہیں۔ اور خلافت اُسے پر دکر رہے ہیں۔

سب منافق اسٹھے۔ اور کہنے لگے۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گیا ہے
امام حسن کے خیمہ کی طرف پکے۔ ان کے سامان کو لوٹا۔ حتیٰ کہ جائے نماز ان کے
نیچے سے کھینچ لی۔ اور کندھوں سے چادر مبارک اتار لی۔ حضرت نے گھوڑا
منگوا یا۔ سوار ہوئے۔ اور تھوڑے سے ساتھیوں کے گھیرے میں اپنے
اہل بیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ”ساباط مدائن“ پہنچے۔ تو نبی اسد
کے ایک ملعون جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ آپ
کی ران مبارک پر خنجر سے ایک وار کیا۔ کہ ہڈی تک پہنچ گیا۔ دوسری
روایت کے مطابق آپ کے پہلو پر خنجر مارا۔ اور کہنے لگا۔ اپنے باپ کی
طرح تم بھی کافر ہو گئے ہو۔

حوالہ نمبر ۲۔

کشف الغمہ۔

مَا بَعْدُ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُوا أَن أَكُونَ قَدْ أَصَبْتُ
بِحَمْدِ اللَّهِ وَمَنِّهِ وَأَنَا أَنْصَحُ خَلْقَ اللَّهِ لِخَلْقِهِ
وَمَا أَصَبْتُ مَتَحَمِلًا عَلَى أَمْرِ مُسْلِمٍ
ضَغِينَةً وَلَا مُرِيدًا لَهُ بِسُوءٍ وَلَا غَابِلًا
وَإِنَّ مَا تَكْرَهُونَ فِي الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ لَّكُمْ
مِمَّا تُحِبُّونَ فِي الْفُرْقَةِ وَإِنِّي نَاطِرٌ لَّكُمْ خَيْرًا
مِّنْ تَنْظِرِكُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَلَا تُخَالِفُوا أَمْرِي وَلَا
تَرَدُّدُوا عَلَيَّ رَأَى غَفَرَ اللَّهُ لِي وَلَكُمْ وَأَرْشَدَنِي
وَإِيَّاكُمْ لِمَا فِيهِ الْمَحْيَةُ وَالرِّضَاءُ

قَالَ فَنَظَرَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَفَالُوا
 مَا تَرَوْنَهُ يُرِيدُ بِمَا قَالَ قَالُوا نَظَنُّ أَنَّهُ
 يُرِيدُ أَنْ يَصَالِحَ مُعَاوِيَةَ وَيُسَلِّمَ الْأَمْرَ
 إِلَيْهِ فَقَالُوا كَفَرُوا وَاللَّهِ الرَّجُلُ وَشَدُّوا
 عَلَى فُسْطَاطِهِ فَأَنْتَهَبُوهُ حَتَّى أَخَذُوا مَصْلَاهُ
 مِنْ تَحْتِهِ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ
 لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعَالٍ
 الْأَزْدِيُّ فَتَزَعَّ مَطْرِفَهُ عَنْ عَائِقَتِهِ فَبَقِيَ
 جَالِسًا مَتَّقِلِدَهُ الشَّيْثَ بِفَيْرٍ رِدَائِهِ ثُمَّ
 دَعَا بِفَرَسِيهِ فَرَكِبَهُ وَأَحْدَقَ بِهِ طَوَائِفُ
 مِنْ خَا صَّتِيهِ وَشَيْعَتِهِ وَمَنْعُوا مِنْهُ مَنْ
 أَرَادَهُ وَدَعَا رِبِيعَةَ وَهَمْدَانَ فَأَطَافُوا
 بِهِ وَمَنْعُوهُ فَسَارَ وَمَعَهُ شَرِبُكٌ مِنْ غَيْرِهِمْ
 فَلَتَّامَرٌ فِي مَظْلِمٍ مَابَاطٍ بَدَرَ إِلَيْهِ رَجُلٌ
 مِنْ بَنِي أَسَدٍ إِسْمُهُ الْجَرَّاحُ بْنُ سِنَانٍ
 وَأَخَذَ يَلْجَأُ فَرَسِيهِ وَبِيَدِهِ مَفْسُولٌ
 قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْرَكْتَ يَا حَسَنُ
 كَمَا أَشْرَكَ أَبُوكَ مِنْ قَبْلُ
 وَطَعْتَهُ فِي فَخِذِهِ فَشَقَّتْهُ حَتَّى
 بَلَغَ الْعِظْمَ فَتَأَعْتَنَتْهُ الْحَسَنُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَذَا جَمِيعًا

إِلَى الْأَرْضِ -

۱) کشف الغم فی معرفۃ الاثر جلد اول ص ۵۲۹

مطبوعہ تبریز طبع جدید

۲) مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۲

مطبوعہ قم فی صلحہ علیہ السلام

مع معاویہ

ترجمہ:-

اما بعد! خدا کی قسم! میں امید کرتا ہوں۔ کہ میں صبح کروں اللہ کی حمد و احسان کے ساتھ۔ اور اللہ کی مخلوق کی بہتری میرے پیش نظر ہو۔ اور کسی مسلمان کے ساتھ کینہ پروری کے ساتھ میری صبح نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی کی برائی اور دھوکہ میرے پیش نظر ہو۔ اتفاق کہ جس کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔ وہ اس انتشار و افراق سے بہتر ہے۔ جو تمہارے بیٹھے ہو۔ میں خود تم سے تمہارے لیے بہتر سوچتا ہوں۔ لہذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے رو نہ کرو۔ اللہ تمہیں اور مجھے بخشے۔ اور اپنی رضا و محبت کی طرف راہنمائی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ سنا کر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا۔ جو کچھ امام نے کہا۔ تم اس سے کس نتیجہ پر پہنچے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اور خلافت انہیں سونپنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم! اس نے کفر کیا۔ یہ کہہ کر آپ کے خیمہ پر چلا اور ہوئے۔ اور آپ کے سامان کو لوٹنے کے بعد آپ کے نیچے سے مصلی بھی کھینچ لیا۔ پھر ایک شخص در عبد الرحمن بن عبد اللہ بن جمال ازری، نے آپ کے کندھے سے چادر اتار لی۔ آپ برہنہ تن تلوار پہنے ہوئے رہ گئے۔

پھر امام نے گھوڑا منگوا لیا۔ سوار ہوئے۔ اور اپنے چند خادم اور ساتھیوں کے گھیرے میں روانہ ہوئے۔ وہ آپ کو حفاظت میں لیے ہوئے جا رہے تھے۔ امام نے دربیعہ اور ہمدان، کو طلب کیا۔ یہ بھی امام کے ارد گرد اگردشمنوں کے لیے ڈھال بن گئے۔ ان چند لوگوں کے علاوہ کچھ اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھے جب یہ چھوٹا سا قافلہ دو سابات، کے سایوں میں پہنچا۔ تو بنی اسد کے ایک آدمی جراح بن سنان نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا کہنے لگا۔ اللہ اکبر! اسے حسن! تم بھی اپنے باپ کی طرح شرک میں گرفتار ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس نے آپ کی ران میں نیزہ مارا۔ جس کا گھاؤ بڑی تک پہنچ گیا۔ امام حسن نے ایک آدمی کا سہارا لیا۔ اور دونوں زمین پر گر گئے۔

حوالہ نمبر ۳۔

الاخبار الطوال :-

فَلَمَّا انْتَهَى إِلَى سَابَا طَرَى رَأَى مِنْ أَصْحَابِهِ
فَشَدًّا وَتَوَاكُلًا عَنِ الْحَرْبِ فَتَزَلَّ سَابَا ط
وَقَامَ فِيهِمْ حَاطِبًا شَدَّ قَاتَ رَأَيْهَا
النَّاسُ إِنِّي فَتَدُ أَصْبَحْتُ غَيْرُ مُتَحَدِّدٍ عَلَى
مُسْلِمٍ ضَعِيفَةٍ وَإِنِّي نَاطِرٌ لَكُمْ كَنظِيرِي
لِنَفْسِي وَآرَى رَأْيًا فَلَا تَرُدُّوْا عَلَيَّ رَأْيِي
إِنَّ الدِّمِي تَكْرَهُونَ مِنَ الْجَمَاعَةِ أَفْضَلُ مِنَّمَا
تُحِبُّونَ مِنَ الْعُرْقَةِ وَآرَى أَكْثَرَكُمْ فَتَدُ نَكَلٌ
عَنِ الْحَرْبِ وَفَشَلَّ عَنِ الْقِتَالِ وَكَسَتْ آرَى

أَنْ أَحْمِلَكُمْ عَلَى مَا تَكْرَهُونَ فَلَمَّا سَمِعَ
أَصْحَابُهُ ذَلِكَ نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ
فَقَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِثْمَنْ يُرَى رَأَى
الْخَوَارِجِ رَكَفَرَ الْحَسَنُ كَمَا كَفَرَ أَبُوهُ
مِنْ قَبْلِهِ) فَشَدَّ عَلَيْهِ نَفْرًا مِمَّنْهُ
فَانْتَزَعُوا مُصَدَّاهُ مِنْ تَحْتِهِ وَانْتَهَبُوا ثِيَابَهُ
حَتَّى انْتَزَعُوا مُطْرِفَةَ عَنْ عَائِقَةَ فَدَعَا بِفَرَسِهِ
فَرَكَبَهَا وَنَادَى رَابِعًا وَهَمْدَانُ) فَتَبَادَرُوا
إِلَيْهِ وَرَفَعُوا عَنَّهُ الْقَوْمَ .

ادالاجبار الطوال لابی عتیقہ احمد بن داؤد

الدینوری شعیبی ص ۲۱۶ - ۲۱۷ مطبوعہ بیروت

ذکر زحمت جیوش معاویہ

۲ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۳۳

مطبوعہ قم فی صلح معاویہ

ترجمہ۔

پس جب آپ سا باطرسنیچے۔ تو اپنے ساتھیوں کو جنگ سے کابل اور سنت
پایا۔ وہاں آپنے خطبہ دیا اور کہا۔ لوگو! میں اس حال میں صبح کرتا ہوں۔ کہ کسی
مسلمان کے خلاف میرے دل میں کینہ نہیں ہوتا۔ اور میں تمہارے متعلق اسی طرح
بھلے کی بات سوچتا ہوں۔ جس طرح خود اپنے لیے۔ اور میری رائے کو مت
ٹھکرانا۔ تم اتفاق کو امتیاز و تفرقہ سے برا سمجھتے ہو۔ اور تمہاری اکثریت جہاد سے
گریزاں اور بزدل ہے۔ میں تمہیں اس بات کو ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ جس کو تم

پسند نہیں کرتے۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ کلمات سنے۔ ایک دوسرے کو دیکھا۔ تو ان میں سے ایک خارجی نے کہا۔ حسن نے ویسے ہی کفر کیا۔ جس طرح اس کے باپ نے کفر کیا تھا۔ پھر کیا تھا۔ ایک جماعت امام حسن پر ٹوٹ پڑی ان کے نیچے سے مصلی بھی کھینچ لیا۔ اور کپڑے پھینک لیے۔ یہاں تک کہ گنہ گروں سے چادر اتار لی۔ آپ نے گھوڑا منگوا لیا۔ سوار ہو کر رعبہ اور ہمدان کو آواز دی وہ دوڑے ہوئے آپ کی طرف آئے۔ اور مخالفین کو پیچھے دھکیلا۔

حوالہ نمبر ۲۔

مناقب آل ابی طالب ۱۔

وَرُوِيَ أَنَّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ أَنَا سَمِعْتِي
عَلَيْكُمْ بِنَفْسِي ثَلَاثًا قَتَلْتُمْ أَبِيَّ وَطَعَنْتُمْ إِيَّايَ
وَإِنِّيهَا بَكُمْ مَتَاعِي -

مناقب آل ابی طالب ابی شہر آشوب
جلد چہارم ص ۳۲ قم خیابان

ترجمہ۔

امام حسن نے عراقیوں سے کہا۔ اے عراقیو! (شیعو) میں نے تم پر تین قربانیاں
کیں۔ تمہارا میرے والد کو قتل کرنا۔ اور مجھے نیزہ مارنا اور میرا سامان لوٹنا۔
یعنی میں نے ان میں سے کسی کا بدلہ نہیں لیا۔

شیعوں نے امام حسن کو مدلل المؤمنین یعنی مومنوں کو ذلیل
کرنے والا کہا۔

حوالہ نمبر ۵۔

مناقب آل ابی طالب :-

قَالَ مَا ذُنُ الرَّاسِيَّ إِنَّهُ لَتَعَا صَالِحَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَزَلَ
وَقِيلَ لَهُ يَا مَذَلَّ الْمُؤْمِنِينَ وَمُسَوِّدَ الْوُجُوهِ فَقَالَ
لَا تَعْدِلُونَنِي فَإِنَّ فِيهَا مَصْلِحَةً۔

(مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب

جلد چہارم ص ۳۷)

ترجمہ

ماذن راہی کہتا ہے۔ جب امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ آپ کو
ظلمت کی گئی۔ اور کہا گیا۔ اسے مومنوں کو ذلیل کرنے والے اور ان کے منہ
کالے کرنے والے۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ظلمت نہ کرو کیونکہ اس میں،
مصلحت ہے۔ (یعنی صلح میں بہتری ہے)

حوالہ نمبر ۶۔

رجال کشی :-

روی عن علی بن الحسن الطویل عن علی بن النعمان

عن عبد الله بن مسكان عن ابي حمزة عن ابي جعفر عليه السلام قال جاء رجل من اصحاب الحسن عليه السلام يقال له سفيان بن ابي ليلى وهو على راحلة له فدخل على الحسن عليه السلام وهو مختبئ في فناء داره فقال له السلام عليك يا مدين المؤمنين فقال له الحسن عليه السلام انزل ولا تعجل فترل فعقل راحلته في الدار واقبل يمشي حتى انتهى اليه فقال فقال له الحسن عليه السلام ما قلت؟ قال قلت السلام عليك يا مدين المؤمنين -

در بیان شی ص ۳۳ مطبوعہ کربلا تذکرہ سفیان

بنا ابی علی المرادی

ترجمہ:-

(بحدوث اسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام حسن کے ساتھیوں میں ایک شخص سفیان بن ابی لیلیٰ اور ثنی پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اس وقت امام اپنے گم گڑھ دار کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اگر کہنے لگا اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے تم پر سلام۔ اسے امام حسن نے نیچے اترنے کو کہا۔ اور فرمایا جلد بازی نہ کرو۔ اس نے سواری کو باندھ دیا۔ اور آپ کے پاس چل کر آگیا۔ تو آپ نے اسے پوچھا۔ تو نے ابھی ابھی کیا کہا تھا؟ کہنے لگا میں نے یہ کہا تھا۔ السلام علیکم! اسے مومنوں کو ذلیل کرنے والے۔



حوالہ نمبر :-

اجتہاد طبرسی :-

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبِ الْجُهَلِيِّ قَالَ لِي طُيْنُ الْحَسَنِ
 بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمَدَائِنِ أَتَيْتُهُ وَهُوَ مُتَوَجِّعٌ
 فَقُلْتُ مَا تَرَى يَا بْنَ رَسُولِ اللَّهِ فَإِنَّ النَّاسَ
 مُتَحَيْرُونَ؛ فَقَالَ أَرَى وَاللَّهِ إِنْ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ
 لِي مِنْ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ لِي شَيْعَةٌ ابْتَغَوْا
 قَتْلِي وَانْتَهَبُوا ثِقْلِي وَاخَذُوا مَالِي وَاللَّهِ لَئِنْ أَخَذُوا
 مِنْ مُعَاوِيَةَ عَهْدًا حَسَنًا بِهِ دَعَوِي وَأَوْ مَنِ بِهِ فِي
 أَهْلِي خَيْرٌ مِنِّي أَنْ يَقْتُلُونَنِي فَتَضَيِّعَ أَهْلُ بَيْتِي
 وَأَهْلِي وَاللَّهِ لَوْ قَاتَلَتْ مُعَاوِيَةَ لَأَخَذُوا بِعُنُقِي
 حَتَّى يَدْفَعُونِي إِلَيْهِ سَلَمًا. وَاللَّهِ لَئِنْ أَسَالِمُهُ وَأَنَا
 عَزِيزٌ خَيْرٌ مِنِّي أَنْ يَقْتُلَنِي وَأَنَا أَسِيرٌ أَوْ يَمُرُّ عَلَيَّ
 فَيَكُونُ سُنَّةً عَلَيَّ بَنِي هَاشِمٍ أَمْرَ الدَّهْرِ وَلِمُعَاوِيَةَ
 لَا يَزَالُ يَمُرُّ بِهَا وَعَقِبَةُ عَلِيٍّ الْحَيَّةُ مِثْلُ وَالْمَيْتِ.

۱- اجتہاد طبرسی جلد دوم منہاج اجتہاد الحسن علیہ السلام

علی من انکر علیہ مصالحتہ معاویہ طبری ج ۱ شریعہ طبری

۲- جلال العیون جلد اول ص ۲۳۳ از زندگان امام متقی طبری

تہران طبع جدید۔

ترجمہ:-

زید بن وہب جی کہتا ہے۔ کہ مقام مدائن میں جب حضرت امام حسن کونین سے سے زخمی کیا گیا۔ تو میں ان کے پاس آیا۔ ابھی انہیں دروتھا۔ میں نے پوچھا۔ اے رسول کے نواسے! آپ کی اب کیا رائے ہے؟ لوگ سخت حیرانی میں ہیں۔ فرمایا۔ خدا کی قسم! ان لوگوں سے میرے حق میں معاویہ بہتر ہے۔ یہ اپنے آپ کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ میرا سامان لوٹا۔ میرا مال لے لیا۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ سے صلح کا عہد کر لوں۔ تو میرا خون محفوظ اور میں اس کی وجہ سے اپنے گھر والوں میں امن سے ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور گھر بار تباہ ویراں کر دیں۔ خدا کی قسم! اگر میں معاویہ کے مقابل میں لڑوں۔ تو لوگ مجھے گروں سے پکڑ کر صبح سالم اس کے پاس لے جائیں گے۔ خدا کی قسم! اگر میں عزت و آبرو سے ان کے ساتھ صلح کر لیتا ہوں۔ تو یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ وہ مجھے قید کا بنا کر قتل کر دے۔ یا احسان کے جان بخشی کر دے۔ تو یہ بعد میں بنی ہاشم کے لیے آخر زمانہ تک ایک طریقہ بن جائے گا۔ اور معاویہ ہمیشہ کے لیے اس کا احسان جتلا سارا ہے گا۔ اور اس کی اولاد ہمارے زندوں مردوں پر احسان کرتی رہیں گی۔

حوالہ نمبر ۸:-

اجتہاج طبری ۱:-

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَتِيقِي قَالَ لَتَعَاصَلِحِ الْحَسَنُ
 بِنِ عَيْبِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ
 ...

بَيْعَتِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ يُحَاكِمُ مَا
تَذَرُونَ مَا عَلِمْتُ وَ اللَّهُ الَّذِي عَمِلْتُ
لِشَيْعَتِي خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ
أَوْ غَرَبَتْ إِلَّا تَعْلَمُونَ إِنِّي إِمَامُكُمْ وَمُفْتَرَضُ
الطَّاعَةِ عَلَيْكُمْ وَ أَحَدُ سَيِّدَتِي شُبَّانِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ يَنْقِصُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيَّ -

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف
طبع جدید)

ترجمہ:-

ابی سعید عقیلی کہتا ہے۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے صلح
کی۔ آپ کے پاس لوگ آئے۔ اور بعض نے بیعت کرنے پر ملامت کی۔
امام نے فرمایا۔ افسوس تم پر! تم کیا جانو میں نے کیا کیا؟ خدا کی قسم! میں نے
جو کچھ اپنے ساتھیوں کے لیے کیا۔ وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے۔ جس پر
سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ میں تمہارا امام
ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت فرض کی گئی ہے۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جنت کے دو نوجوانوں میں سے
ایک ہوں۔

ذکرہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی شیعوں نے آپ کی ران یا پہلو کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا۔
- ۲۔ شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا تمام مال لوٹ لیا۔
- ۳۔ انہوں نے امام موصوف کے نیچے سے مصلیٰ (جائے نماز) تک کھینچ لیا۔
- ۴۔ شیعوں نے آپ کو اور آپ کے والد کو (معاذ اللہ) کافر اور مشرک کہا۔
- ۵۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اتفاق و اتحاد پسند ہے۔ اور تمہیں انتشار و تفرقہ عزیز۔

- ۶۔ آپ نے قسمیہ فرمایا۔ کہ ان شیعوں سے میرے اور میرے خاندان کے حق میں امیر معاویہ بہتر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مجھے قتل کرنے کی ٹھانی۔ مال و متاع لوٹا۔ زخمی کر دیا۔ اور امیر معاویہ سے صلح کرنے میں میری جان اور گھر بار کی حفاظت ہوگی۔ لہذا میں ان شیعوں پر اعتبار نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ میرے اعتبار کرنے پر یہ مجھے پوٹ کر قتل کروادیں۔

- ۷۔ امام حسن نے عراقی (شیعوں) لوگوں کو فرمایا۔ میں نے تین چیزوں سے تم پر احسان کیا۔ (۱) تم نے میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو میں نے قصاص کا مطالبہ نہ کیا۔ (۲) تم نے مجھے نیزہ مار کر گہرا زخم پہنچایا۔ میں نے اس کا بدلہ نہ لیا۔ (۳) تم نے میرا ساز و سامان لوٹا۔ میں نے تمہارا ان طلب نہ کیا۔

۸۔ شیعوں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو "یا مذل المؤمنین" کہا۔ (اسے مومنوں کو ذلیل و
سوا کرنے والے)

۹۔ آپ کو "یا مسود الوجوه" بھی کہا۔ (اسے لوگوں کے منہ کالے کرنے والے)

۱۰۔ شیعوں نے آپ کو ملامت کی۔

مذکورہ امور پر مختصر تبصرہ :-

شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ بھی ہے۔ اور دعوائے بھی۔ کہ ائمہ اہل بیت کے ارشادات واجب الاتباع ہیں۔ اور ان کے فرامین، نصوحی تطبیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم نے گذشتہ اور آئی میں جو حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ وہ سب ان کی کتب سے نقل کیے ہیں۔ اور ان میں امام ثنائی بیضا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خطبات کے ضمن میں آپ کے ارشادات مذکور ہوئے اب ہم ان لوگوں سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ جس طرح ائمہ اہل بیت کے ارشادات کا ماننا تم پر لازم ہے۔ اسی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کو بھی مانیں۔ کہ شیعہ میرے قتل کرنے کے درپے تھے۔ انہوں نے مجھے زخمی کیا میرا مال و متاع لوٹا۔ اور مجھے گالیاں دیں۔ کیا آپ کو ان باتوں کا امام موصوف کے کہنے پر یقین ہے۔ اگر ہے۔ تو پھر بات ہکا صاف ہو گئی۔ کہ "شیعیان حسن" ہکا صاف "دشمنان حسن" تھے۔ اور اگر انکار کریں۔ تو تمہارا وہ عقیدہ کدھر گیا۔ کہ ائمہ معصومین کی باتوں کی اتباع اور انہیں ماننا، واجب ہے۔

ان واقعات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ "ظالم شیعان حسن" انتہائی درجہ باک اور منافق تھے۔

امام بار بار انہیں اپنی حیثیت کا تعارف کر رہے ہیں۔ کہ تم پر میری اطاعت بوجہ امام معصوم ہونے کے واجب ہے۔ میں تو جو انان جنت کے سرداروں میں

مقام حضرت 14

سے ایک ہوں۔ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور میرے بھائی کے سوا کوئی دوسرا نواسہ رسول نہیں۔ لہذا میں جس سے صلح کروں، تمہیں بھی صلح کر لینی چاہیے۔ اور جس بات کا کہوں، اُسے رو نہیں کرنا چاہیے۔

اجتہاج طبرسی؛

”آيَهَا النَّاسُ اَنْتُمْ لَوِ التَّمَسْتُمْ فِيمَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَمُتَّجِدُوا رَجُلًا مِّنْ وَلَدِ النَّبِيِّ غَيْرِي وَعَبْدِ اَخِي“

(اجتہاج طبرسی جلد دوم ص ۹ نجف اشرف

طبع جدید)

ترجمہ:
لوگو! اگر مشرق و مغرب پھان ڈالو تو میرے اور میرے بھائی کے بغیر تمہیں اولاد نبی میں سے کوئی نہ ملے گا۔

کشف الغمہ؛

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ صَعِدَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا أَسِيدٌ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّمَهُ أَنْ يَصْلِحَ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَظِيمَتَيْنِ

(کشف الغمہ جلد اول ص ۵۲۴ مطبوعہ تبریز

طبع جدید)

ترجمہ:- ابورکھ سے روایت ہے کہ ہمیں ایک موقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم

خلیفہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک امام حسن اُسے تو آپ نے امام کو سینہ سے لگالیا۔ اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ سے میری صلح۔

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لہذا تمہیں اس معاملہ میں میری مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ میں ہر صورت میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا واجب اور لاطاعت ہونا بھی بتایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا بھی ذکر فرمایا۔ لیکن مجال ہے۔ کہ دران محبت و عقیدت اہل بیت کے ٹھیکداروں نے کسی بات کو قبول کیا ہو۔ اور اپنی ہٹ دھرمی چھوڑی ہو۔ امام نے جب ہر طرح انہیں لاجواب کر دیا۔ تو ان بد نصیبوں نے اہل بیت سے ان سرٹ دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے۔ امام موصوت کو ”مذلل المؤمنین“ اور ”سود الوجہ“ کے قبیح القابات دیئے۔ اور انہیں اور ان کے والد گرامی کو مشرک اور کافر کہہ کر اپنی دشمنی کی فضا کو ہموار کیا۔ اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں۔ کہ محبت اہل بیت اور ایمان شیعہ کا یہی تقاضا تھا، جو ان کے سلوک سے ظاہر ہوا؟

ان حالات و واقعات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ در شیعان حسن، سے بڑھ کر امام حسن کا کوئی دشمن نہ تھا۔ اور ان سے زیادہ کوئی گتخ نہ تھا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

گستاخی ۱:

شیعہوں کا ایک کجبار اور ناقابل سماعت مذاق کو امام حسن
کی طرف منسوب کرنا

جلد اول یعون :-

ایضاً روایت کردہ است کہ روز سے حضرت امام حسن علیہ السلام در مجلس
معاویہ بود مروان با آن حضرت گفت - کہ مئے شارب تو زود سپید
شده است - حضرت فرمود کہ سببش آنست وہان مابنی ہاشم خوشبو،
میباشد و زنان مادہان مارا می برسد از نفس ایشان موی شارب ماسفید
میشود وہان شہابی امید چوں بدبو است زنان شہما از گند وہان شہما حرازی کنند
وہان خود را بر پہلوئے روئے شہمی گذارند باین سبب عذار شہما زود سپید
می شود پس مروان گفت کہ در شہابی ہاشم خصلت بدی است کہ شہوت جماع
بسیار دارد حضرت فرمود کہ از زنان بلر و شہما اند و مروان ما وادہ اند
و از مردان شہما برداشتمہ اند بر زنان شہما گزاشتند باین سبب از عہدہ زن
بنی امید بر تھی آید مگر مرد ہاشمی۔

۱- جلد اول یعون جلد اول ص ۱۰۰ مطبوعہ تہران طبع جدید

۲۹۵ سبب صلح آنحضرت بروایت امام باقر۔

۲- مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد چہارم

ص ۲۳ مطبوعہ قم خیابان طبع جدید فی سیادتہ علیہ السلام

ترجمہ:-

ایضاً روایت کی گئی ہے ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ مجلسِ معاویہ میں تشریح رکھتے تھے۔ مروان نے کہا۔ آپ کی مونچھوں کے بال جلد سفید ہو گئے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سبب اس کا یہ ہے۔ کہ ہم نبی ہاشم کا وہی خوشبودار ہوتا ہے۔ اور ہماری ازواج بوجہ برے خوش استنشام کرتی ہیں۔ اور ان کی ہوائے نفس سے ہمارے بال تیار سفید ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ تم نبی امیر گندہ دامن ہو۔ تمہاری ازواج تمہارے دہنوں سے استرا کرتی ہیں اور اپنا منہ تمہارے رخسار کی جانب رکھتی ہیں۔ اس سبب سے تمہارے رخسار و ہمت زیادہ سفید ہو جاتے ہیں۔ پس مروان نے کہا۔ تم نبی ہاشم میں ایک خصلت بدیہ ہے۔ کہ خواہش جماع زیادہ رکھتے ہو۔ امام حسن نے فرمایا خواہش ہماری عورتوں سے سلب کی گئی اور مردوں میں اضافہ ہوئی۔ اور تمہارے مردوں سے علیحدہ کر کے تمہاری عورتوں میں بکھری گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ زن امویہ سوائے مرد ہاشمی کے دوسرے سے سیراب نہیں ہوتی۔

(جلد العیون اردو جلد اول ص ۲۲ مطبوعہ

حمایت اہل بیت وقف رحبہ ٹولہ ہور)

گستاخی عتبہ:-

جلد العیون:-

ابن شہر آشوب از طریق مخالفان روایت کردہ است کہ روزے حضرت امام حسن علیہ السلام

بایزید پلید نشتر بود خرمای خوردند زید گفت یا حسن من ترا دشمن می دارم حضرت
فرمود که راست میگوئی شیطان با پدرت شریک شده در وقت جماع ادرت
آب شیطان با پدر پلیدت ضم شده است تو از آن دورنگ بهم رسیده
پای بسبب دشمن من گردیده و شیطان با حرب ضم شد در وقتی که با مادر ابوسفیان جماع
میکرد پای بسبب ابوسفیان دشمن جدی بود پدر تو نیز پای بسبب دشمن پدر من بود
هر که عداوت ما اهل بیت دارد البته فرزند زنا است یا شریک شیطان است
چنانچه حتی تعالی در قرآن می فرماید که و و نشاد که هر فی الاموال
والاولاد -

در جلاء العیون جلد اول ص ۲۰۹ مطبوعه تبریز
طبع جدید - سبب صلح آنحضرت بروایت
امام باقر (ع)

ترجمہ:-

ابن شہر آشوب نے بطریق مخالفین روایت کی ہے۔ ایک روز امام حسن زید
پلید کے ساتھ بیٹھے خرمے نوش فرما رہے تھے زید نے کہا۔ اے حسن
میں تم کو دشمن رکھتا ہوں۔ امام حسن نے فرمایا۔ کس پر کہتا ہے۔ جب تیرے
باپ نے تیری مال کے ساتھ مجامعت کی شیطان اس وقت
تیرے باپ کا شریک تھا۔ اور شریک ہوا لطفہ شیطان تیرے باپ کے
لطفہ کے ساتھ آؤ دو کتوں کے لطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے
میرا دشمن ہے۔ اور شیطان حرب کا بیٹا تھا۔ جس وقت اس نے مادر
ابوسفیان سے مقاربت کی اسی وجہ سے ابوسفیان میرے نانا کا دشمن
تھا۔ اور شیطان حرب کا شریک تھا۔ اور تیرا باپ بھی اسی وجہ سے

میرے باپ کا دشمن تھا۔ اور جو ہم اہل بیت کا دشمن ہے۔ وہ بے شک
فرزندِ زنا ہے یا شیطان اس کے لطفہ میں شریک ہے۔ جس طرح خدا
قرآن میں فرماتا ہے۔ وشارکھ فی الاموال والا اولاد۔

رد جلالہ العیون اردو جلد اول ص ۲۲۳

مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف

رجسٹرڈ لاہور

مذکورہ دو عبارتوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت

ہوئے

۱۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا۔ کہ تم (اموی) مردوں کی شہوت
منتقل ہو کر تمہاری عورتوں میں چلی گئی۔ اور ہماری عورتوں کی شہوت منتقل ہو
کر ہم مردوں میں آگئی۔ اسی لیے اموی عورت کی تسلی ہاشمی سے ہی ہو سکتی ہے
(اور ہاشمی عورت اموی مرد کے ساتھ بخوبی گزارہ کر سکتی ہے۔) (نعوذ
باللہ من ہذا الخرافات)

۲۔ امام حسن نے اپنی مونچھوں کے جلد سفید ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا۔ کہ
ہمارے منہ سے خوشبو آنے کی وجہ سے ہماری عورتیں اپنا منہ ہمارے منہ
پر رکھ کر لطف اندوز ہوتی ہیں۔ اور ان کی سانس کی گرم ہوا سے ہماری مونچھوں
کے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ اور اموی مردوں کے منہ سے بدبو آنے کی
وجہ سے ان کی عورتیں اپنا منہ ان کے رخساروں پر رکھتی ہیں۔ لہذا امویوں کے
رخساروں کے بال پہلے سفید ہوتے ہیں۔ (استغفر اللہ)

۲۔ یزید کے ساتھ کھجوریں کھانے کے دوران امام حسن نے یزید کی اہل بیت سے دشمنی کا سبب یہ بیان کیا۔ کہ تمہاری والدہ کے ساتھ بوقتِ جماع تمہارے باپ کے ساتھ شیطان شریک ہو گیا تھا۔ اس لیے ان دو کتوں کے نطفے سے تم پیدا ہوئے۔ اسی طرح ابوسفیان کے ساتھ بھی بوقتِ جماع شیطان شریک ہوا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے درمیان دشمنی ہوئی۔ گویا دشمن اہل بیت والد الزنا ہوتا ہے۔

کیا امام حسن رضی اللہ عنہ کی گفتگو ایک بازاری لفتگے کی گفتگو جیسی ہو سکتی ہے؟

ہر شرم و حیا والا مذکورہ عبارات کو پڑھ کر شرم کے مارے سر نہیں اٹھا سکتا کیونکہ اخلاق و مروت سے گری ہوئی ایسی گفتگو تو بازاری آدمی بھی کرنے سے کتر آتا ہے۔ اور سننا گوارا نہیں کرتا۔ چہ جائے کہ شرم و حیا رکھنے والے۔ تو اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی گندی گفتگو فرمائیں۔ ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ۔ امام حسن کی شخصیت وہ عظیم شخصیت تھی۔ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائی۔ یعنی دنیا کی نمود و نمائش کو چھوڑ کر خلق خدا کے بھلے اور فائدے کی بات کی۔ اور ایسی برو باری اور ہمت خوش اخلاقی سے پیدا ہوتی ہے۔ تو جس نواسیہ رسول کی یہ شان ہو۔ وہ چھوٹی موٹی باتوں سے غضبناک ہو کر ایسی بے ہودہ گفتگو

گفتگو کر سکتا ہے۔؟

خود امام موصوف کا قول ہے۔ ”و رفت و شان اگر مٹی ہے تو اینان جمیل اولد
ترک قبیح سے،“ یعنی اچھے اخلاق کے ذریعہ آدمی بلند یوں کو چھو لیتا ہے۔
اپنے ہی فرمایا ”بید وہ ہے جو گالی مٹن کر جواب نہ دے۔“

دکشف الغمہ جلد اول ص ۵۶۹ مطبوعہ تبریز

فی کلامہ وسوا عظمہ علیہ السلام

ابھی چند طور پہلے اپنے دیکھا کہ شیعوں نے آپ کو ”یا مذل المؤمنین“ - و
مسود الو جوع،“ کہا۔ لیکن آپ نے اس کا اسی رنگ میں کوئی جواب نہ دیا۔
اس لیے امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت سامنے رکھ کر مذکورہ روایات کو دیکھیں۔
تو آپ یقیناً کہنے میں باک محسوس نہیں کیوں گے۔ کہ یہ سب کچھ ان گندے لوگوں کے ذہن کی
پیداوار ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

بفرض محال اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام حسن نے واقعی یزید کو دو کتوں کی اولاد کہا۔ تو
اس کے مفاسد صرف یزید تک نہیں بلکہ امام حسن و حسین اور اہل بیت تک پہنچیں گے۔ جن
کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ گوشتہ اور اراق میں بحوالہ رجال کشی ص ۱۱۱ ہم نقل
کر چکے ہیں۔ کہ حسنین نے اپنی رضامندی سے امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اور ”مقتل ابی
معتف ص ۵“ میں مذکور ہے۔ کہ امیر معاویہ کی طرف سے امام حسن کو سالانہ دو لاکھ دینار
وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اور اپنے پڑھا۔ کہ یزید اور امام حسن اکٹھے کھجوریں کھا رہے تھے۔

جو ولد سگ اور ولد الزنا (معاذ اللہ) ہو۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا، اس سے دو
لاکھ دینار وظیفہ قبول کرنا، اور پھر خلامی کے بیٹے حرامی کے ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھانا کہاں
کی عبادت۔ اور کہاں کا تقویٰ ہے؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ان من گھڑت روایات سے
شیعوں لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاق فاضلہ عالیہ پر شدید حملہ کیا۔ اور انہیں نہایت

گھٹیا بازاری آدمی ثابت کرتے کی ناپاک حسرت کی۔ اس لیے ثابت ہوا۔ کہ شیعوہ کتب کے مطابق شیعوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت خیانت کی۔ جلاء العیون، کی شمار

ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون :-

بدستیکہ خدا خیانت کنندگان را دوست نیدارد و او باو خیانت کرد سار
شیوعان نیز چنین سخنان باں حضرت عرض کردند۔

جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول

ص ۴۱۔

ترجمہ :-

بتحقیق خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور معاویہ نے آپ
سے خیانت کی۔ پس سب شیعوں نے بھی امام حسن سے اسی طرح خیانت

کی۔ جلاء العیون اردو ترجمہ جلد اول ص ۴۱

اشیوہ جنرل یکا اے کنسی لاہور۔

فضلِ شہداء

رضی اللہ عنہما سے متاخیاں!

قتل حسین رضی اللہ عنہ کے اصل ذمہ دار کون لوگ ہیں؟

ہم اصل مضمون کو ذکر کرنے سے پہلے کچھ کوفہ اور اہل کوفہ کے بارے میں شیعوں کے کتب سے حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ جب ان کے متعلق صحیح تصور ذہن میں آجائے گا۔ تو پھر ہم اس حوالہ سے یہ بات کر سکیں گے۔ کہ امام حسین کو کون لوگوں نے اور کس شہر میں بلایا تھا۔ تاکہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا پس منظر معلوم ہو جائے۔ اور پھر اس پس منظر میں آپ کی شہادت بیان ہو۔ لہذا کوفہ اور اہل کوفہ کی شان ملاحظہ ہو۔

فرمانِ علیؑ: اہل کوفہ سب شیعہ تھے۔

نہج البلاغہ۔

فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ ضَجْرًا يَتَثَاوَلُ

أَصْحَابِيهِ عَنِ الْجِهَادِ وَمَعَافِيَتِهِ لَهٗ فِي الرَّأْيِ
فَقَالَ مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبَضُهَا وَأَبْسُطُهَا.

(نیج البلاغہ خط نمبر ۲۵ ص ۶۶ مطبوعہ

بیروت۔)

ترجمہ:-

آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا سوائے کوفہ کے اور کوئی میری
مملکت نہیں ہے۔ چاہے میں اسے لپیٹوں چاہے کشادہ کروں (حسن طرح
چاہوں تعریف کروں۔)

مجالس المؤمنین:-

و بِالْحُجَّةِ شَيْعِ اَهْلِ كُوفَةَ حَاجَتِ بِاِقَامَةِ دَلِيلِ نَدَارِ وَ كُنِيَ يُوَدُّنِ كُوفِي اِلَا اَصْلَ خِلَافِ
اَصْلَ مَتَّاجِ بَدِيلِ اسْتِ اَكْرِجِرْ اَبُو حَنِيفَةَ كُوفِي بَاشِرْ۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۶ مطبوعہ تہران
سن طباعت ۱۳۷۵ھ در ذکر فدک)

ترجمہ:-

کوفہ والوں کا شیعہ ہونا دلیل کا محتاج نہیں۔ اور کوفی الاصل کا سنی ہونا خلاف
اصل ہے۔ لہذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگرچہ وہ سنی امام اعظم
ابو حنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

فرات کوفی:-

قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ مَعْنَعًا عَنْ

عَبْدُ بِنِ الْوَلِيدِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ (۶)
 فَقَالَ لَنَا مِمَّنْ أَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَقَالَ
 لَنَا إِنَّهُ لَيْسَ بِلَدِكُمْ مِنَ الْبُلْدَانِ وَلَا مِصْرُكُمْ مِنَ الْأَمْثَارِ
 أَكْثَرُ مَحَبَّتِ لَنَا مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ إِنَّ اللَّهَ هَدَاكُمْ
 لِأَمْرٍ جَهِلْنَا النَّاسُ فَأَجَبْتُمُونَا وَأَبْغَضْنَا النَّاسُ
 وَصَدَقْتُمُونَا وَكَذَّبَ النَّاسُ.

(۱) - تفسیر قرأت کوئی ص ۶ مطبوعہ مطبع

جیدریہ نجف اشرف -

(۲) - الروضة من الكافي

جلد ۸ ص ۸۱ / احیاء امرہم

و انتظار فرجہم مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:-

(بعض اسناد) عبد اللہ بن ولید سے روایت ہے کہ ہم امام جعفر
 صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ تم کون لوگوں
 میں سے ہو؟ ہم نے عرض کی۔ کوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ملک اور
 کوئی شہر ایسا نہیں۔ جس کے باشندے کوئیوں سے بڑھ کر ہمارے
 محب (شیعہ) ہوں۔ اللہ نے تمہیں ایک ایسا منصب (شیعہ ہونا)
 عطا کیا ہے۔ جس سے لوگ جاہل ہیں۔ تم نے ہم سے محبت کی۔
 لوگوں نے ہم سے بغض و عناد کیا۔ تم نے تصدیق کی۔ لوگوں نے
 تکذیب کا کام لیا۔

ترجمہ مقبول:-

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے تعالیٰ نے شہر میں سے چار کو پسند فرمایا پس ارشاد فرمایا۔

دو والتین و الزيتون و طور سینین و هذا البلد الامین
پس والتین سے مراد ہے مدینہ اور الزيتون سے مراد ہے بیت المقدس
اور طور سینین سے مراد ہے کوفہ اور هذا البلد الامین سے مراد
مکہ معظمہ۔

ترجمہ مقبول ص/ ۱۷۱۵

مذکورہ عبارتوں سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کو اپنی پوری مملکت میں سے قابل اعتماد شہر فرمایا۔ گویا مملکت بھی یہی ہے۔ چاہے اسے لیسٹوں یا کھولوں۔
- ۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کوفیوں سے بڑھ کر ہمارا کسی شہر میں کوئی محب نہیں۔
- ۳۔ کوفی اصل شیعوں ہیں۔ اگر کوئی کوفی اپنے آپ کو سنی کہلاتا ہے۔ تو خلافت اہل ہونے کی وجہ سے اس کے لیے دلیل چاہیے۔ چاہے وہ ابوحنیفہ ہی کیوں نہ ہو۔

حاصل کلام:-

کہ: اصل کے اعتبار سے شیعوں کا شہر ہے۔ جس میں کسی کاسنی ہونا محتاج دلیل

ہے۔ لیکن شیعوں نے اسے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ میں کوئی ہوں۔ یہ شہر مہمان
ال بیت کا قابل فخر مرکز تھا۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے ”طوبیٰ سینین“، بھی فرمایا یہی وجہ ہے۔ کہ
سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے اہل شیعوں تھے۔ جب یہ ثابت
ہو گیا۔ کہ امام حسین کو بیگانوں نے نہیں خود اپنے محبتوں (شیعوں) نے کوفہ بلا یا تھا۔ تو ہم
اس پس منظر میں واقعہ کو بلا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل کتب شیعوں سے ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:-

امام حسین کو کوفہ میں آنے کی دعوت دینے والے آپ کے مخلص شیعوں تھے

دو چوں میں اخبار باہل کوفہ سید شیعان کوفہ درخانہ سلیمان بن مردخزائی جمع شد
و حمد و ثنائے حق تعالیٰ ادا کردند و در باب موت معاویہ و بیعت یزید سخن
گفتند سلیمان گفت کہ چوں معاویہ بکہنم واصل شدہ و حضرت امام حسین
علیہ السلام از بیعت یزید امتناع نمودہ و بجانب کہ معظمہ رفتہ است و ثنما،
شیعان او پدر بزرگوار او ایہ گرمیدانند کہ اور ایاری خواہید کرد با دشمنان
او جہاد خواہید کرد۔ و بجان و مال در نصرت او کوشش خواہید نمود نامہ
با و نویسید اور اطلب نمائید و اگر در پاری اوستی خواہید و زید و آنچه شرط
نیک خواہی و متابعت است بعمل خواہید آورد اور افریب فرہیند و در
ہلکہ میفکنید۔ ایثال گفت کہ چوں میں دیار را بنور قدم خود منور گردان ہیگی
بقدم اخلاص بسوئے او می شتابیم و بدست ارادت با او بیعت می نمائیم

دوریاری اور دفع شرعہ عادی اور جان افشانیوں بظہور میر سائیم پس علیہ السلام مضمون
بخدمت آنحضرت قلمی نمودند

(جلد العیون جلد دوم ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ
تہران زندگانی سید الشہداء۔ طبع جدید
۱۳۹۸ھ)

ترجمہ:-

جب یہ خبریں کو فیوں تک پہنچیں۔ کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صر و خزاہی کے
گھر جمع ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد معاویہ کی قوت اور بیعت یزید کے
بارے میں گفتگو چل نکلی۔ سلیمان کہنے لگا۔ جب معاویہ (معاذ اللہ) جہنم
پہنچ گیا ہے۔ اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے۔ اور وہ
روانہ ہو گئے ہیں۔ تم لوگ جو ان کے اور ان کے والد گرامی کے شیعہ ہو۔ خوب
جان لو۔ کہ ان کی امداد کرو گے۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرو گے۔
جان و مال سے ان کی مدد کی کوشش کرو گے۔ ان کو رقعہ لکھنا چاہیے۔ اور
انہیں بلانا چاہیے۔ اگر تم نے ان کی مدد میں سستی دکھلائی۔ اور ان کی متابعت
کو عمل میں نہ لائے تو ان کو فریب دو گے۔ اور ان کو ہلاکت میں ڈالو گے
ان سب نے کہا۔ کہ جب امام ہمارے اس شہر کو اپنے آسے سے منور
کریں گے۔ ہم سب مخلصانہ طور پر ان کی طرف بھاگیں گے۔ اور ان کی
بیعت کریں گے۔ ان کی مدد میں ان کے دشمنوں کو اپنی جانیں قربان کر
کے دفع کریں گے۔ پھر اسی مضمون کا رقعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں تحریر کیا۔

ارشاد شیخ مفید:-

وَبَلَغَ أَهْلَ الْكُوفَةِ هَلَاكَ مُعَاوِيَةَ فَأُرْجِفُوا بِبَيْرِزِيدٍ وَعَرَفُوا
خَبْرَ الْحُسَيْنِ (ع) وَإِمْتِنَاعِهِ مِنْ بَيْعَتِهِ وَمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ
ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي ذَلِكَ وَخُرُوجِهِمَا إِلَى مَكَّةَ فَاجْتَمَعَتِ الشَّيْعَةُ
بِالْكُوفَةِ فِي مَنْزِلِ سَلِيمَانَ بْنِ صَرْدِ بْنِ الْخَزَاعِيِّ فَذَكَرُوا هَلَاكَ
مُعَاوِيَةَ فَحَمِدُوا اللَّهَ وَاسْتَوَاعَى عَلَيْهِ فَقَالَ سَلِيمَانُ بْنُ صَرْدِ بْنِ
مُعَاوِيَةَ قَدْ هَلَكَ وَإِنْ حُسَيْنًا قَدْ تَقَبَّضَ عَلَى الْقَوْمِ مَبِيعَةً وَ
قَدْ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ وَأَنْتُمْ شَيْعَتُهُ وَشَيْعَةُ أَبِيهِ فَإِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
أَنْكُرْنَا صِرُوهَ وَمُجَاهِدًا وَعَدُوًّا وَتَقْتُلُوا أَنْفُسَنَا دُونَهُ فَارْتَبُوا إِلَيْهِ
وَعَلِيمُوهُ وَإِنْ خِفْتُمْ الْغَشْلَ وَالْوَهْنَ فَلَا تَغْرُؤُوا الرَّجُلَ فِي نَفْسِهِ
قَالُوا الْإِبِلُ تُقَاتِلُ عَدُوًّا تَقْتُلُ أَنْفُسَنَا دُونَهُ قَالَ فَارْتَبُوا
إِلَيْهِ فَكَتَبُوهُ إِلَيْهِ -

ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۲ مطبوعہ تم خیا بان
ارم فی خروج الحسین علیہ السلام من المدینہ -

ترجمہ:-

کو فیوں کو امیر معاویہ کے فوت ہونے کی اطلاع ملی۔ تو وہ بیزید کے بارے
میں پریشان ہوئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات سے آگاہ ہوئے
اور پتہ چلا۔ تو کوئی شیعو سلیمان بن مردخراگی کے گھر جمع ہوئے۔ معاویہ
کے فوت ہونے کی بات ہوئی۔ اللہ کی حمد و ثنا کہی۔

پھر سلیمان بن صرد نے کہا، معاویہ فوت ہو گئے۔ اور حسین نے قوم کی بیعت لینے سے پس و پیش کیا ہے۔ اور مکہ چلے آئے۔ تم (کوئیو) ان کے اور ان کے والد کے شیعہ (محب) ہو۔ اگر تم جانتے ہو۔ کہ تم ان کے معاون ہو۔ اور ان کے دشمن کے خلاف جہاد کرنے والے ہو۔ اور ان کی خاطر اپنی جائیں قربان کرنے والے ہو۔ تو انہیں اس بارے میں لکھو۔ اور انہیں بتلاؤ۔ اور اگر تم بزدلی اور کمزوری سے خوفزدہ ہو۔ تو انہیں یہاں بلا کر دھوکہ نہ دینا۔ سب نے کہا، نہیں نہیں ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے۔ اپنے آپ کو قربان کریں گے۔ تو اس نے کہا۔ اچھا۔ پھر اب انہیں (اسی مضمون کا) رقعہ لکھو۔ تب رقعہ لکھا گیا (اور امام کو بھیجا گیا)

مقتل ابی مخنف ۱۔

فَلَمَّا بَلَغَ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَفَاءَ مُعَاوِيَةَ اِمْتَنَعُوا مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ وَ
قَالُوا الْقَدِّ اِمْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ لِيَزِيدَ لَعَنَهُ
اللَّهُ وَ قَدْ لَحِقَ بِمَكَّةَ وَ كَسْنَا نُبَايَعُ يَزِيدَ قَالَ أَبُو
مَخْنَفٍ وَ كَانَ عَامِلَ الْكُوفَةِ يَوْمَئِذٍ النُّعْمَانُ بْنُ
الْبَشِيرِ الْأَنْصَارِيُّ فَاجْتَمَعَ مِنَ الشَّيْعَةِ جَمَاعَةٌ
إِلَى مَنْزِلِ سَلِيمَانَ بْنِ صَرْدٍ الْخَزَاعِيِّ قَالُوا انْكَسَبْ
إِلَى الْحُسَيْنِ فَقَالَ لَهُمْ يَا مَعْشَرَ النَّاسِ إِنْ مُعَاوِيَةَ قَدْ هَدَاكُمْ
وَ قَدْ اِمْتَنَعَ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبَيْعَةِ وَ نَحْنُ شَيْعَتُهُ وَ
الْأَنْصَارُ فَإِنْ كُنْتُمْ تَقْلَمُونَ أَنْكُمْ تَنْصُرُونَهُ وَ
تُجَاهِدُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَافْعَلُوا وَإِنْ خِفْتُمْ

الْوَهْمَنَ وَالتَّخَاذُلَ فَلَا تَغْرُبُوا الرَّجُلَ فَقَالُوا
بَلْ نُعَاتِدُ مَعَدُوَّهٖ فَقَالَ اَكْتُبُوا عَلٰی اِسْمِ اللّٰهِ
تَعَالٰی فَكُتِبُوا اِكْتَابًا۔

مقتل ابی مخنف ص ، مطبوعہ مطبع حیدریہ
نجف اشرف

ترجمہ:-

کو فیوں کو جب امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو انہوں نے یزید کی
بیعت سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ یزید کی بیعت سے تو امام حسین نے
انکار کر دیا ہے۔ اور کواگئے ہیں۔ ہم یزید کی بیعت کس طرح کر سکتے ہیں
ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ ان دنوں کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر انصاری تھے۔
شیعوں کی ایک جماعت سلیمان بن صرد خزاعی کے گم جمع ہوئی۔ اور کہا۔
ہم امام حسین کو رقعہ لکھتے ہیں سلیمان نے کہا۔ لوگو! معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے
اور امام حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے، ہم حسین کے شیعوں اور
مددگار ہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ ان کی مدد کرو گے۔ اور ان کے سامنے جہاد
کرو گے۔ تو کرو اور اگر تم کو اپنی کمزوری اور ذلت کا خوف ہو تو اس مرد کو
کوفہ بلا کر دھوکہ دینا۔ سب نے کہا۔ ہم ان کے دشمن کے خلاف ضرور
لڑیں گے۔ تو سلیمان نے کہا۔ اچھا۔ اللہ کا نام لے کر انہیں لکھو۔ تو حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا گیا۔ اور بھیجا گیا۔

لمحلہ فکریہ:-

شیعوں لوگ ہمیشہ سے یہی سٹ لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ اور بھولے بھالے

سینوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہی حربہ استعمال کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے سنی ہیں۔ سینوں نے آپ کو کوفہ بلایا۔ اور ان کی بیعت کی۔ بعد میں غداری کر کے یزید کے حامی اور ہمنوا بن گئے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ لہذا تو اسے رسول کا خون ان سینوں کے سر ہے۔ یہی قاتلان حسین ہیں۔ اور قاتلان حسین کس مزہ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم ”محبان اہل بیت“ ہیں؟ ”محبان اہل بیت“، تو ہم ہیں۔ کیونکہ ہم شیعوں نے ز تو امام کو کوفہ بلوایا۔ ز ان کی بیعت کر کے غداری کی۔ اور نہ ہی یزید کی ہمتوائی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں ہم نے شہید کیا۔

ہم نے اسی پروپیگنڈا کو واضح کرنے اور حقیقت حال کی وضاحت کرنے کے لیے اپنی نہیں ان کی کتب کے تین حوالہ جات ذکر کیے ہیں۔ تاکہ ”گھر کا بھیدی لٹکا ڈھائے“ کے مطابق خود انہیں بھی اپنے گھر کی خیر ہو جائے۔ اور کہتے پھر رہے۔
۴ دل کے پھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چرغا سے

مذکورہ بالا حواجا میں بالکل صاف صاف اقرار ہے۔ کہ ہم کوفہ والے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ بد شیعان علی اور شیعان حسین، تھے۔ اسی صاف گوئی پر قربان۔ پھر بھی اگر یہی کہو۔ کہ کوفہ میں بلانے والے سنی تھے۔ تو شاباش تمہاری دیانت داری اور انصاف پسندی پر پھر یہیں اپنے قاعدہ کے مطابق یہ ثابت کرنا پڑے گا۔

کوئی سنی کیونکر تھے؟ کیونکہ جب تمہارے نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جنہیں دنیا سنی کہتی ہے۔ وہ بھی کوئی ہونے کی وجہ سے اپنا سنی ہونا دلیل سے ثابت کریں گے۔

تب ان کا سنی ہونا مانا جائے گا۔ تو جن لوگوں کو تمہاری کتب ”بد شیعان علی“

کہیں۔ اور جس کے بارے میں صرف کوئی ہونا بھی شیعہ ہونے کے لیے کافی تھا۔ انہیں سنی کہہ دینا تو آسان ہے۔ لیکن ثابت کرنا شاید تمہارے بس سے باہر ہو۔

ان عبارات میں واضح طور پر موجود ہے۔ کہ سلیمان بن صرد خزاعی، نے کہا ہم امام حسین اور ان کے والد کے شیعہ ہیں۔ اس لیے اگر تم اسے اہل کوفہ! ان کی صحیح مدد کر سکو۔ اور ان کے مخالفین کے سامنے جہم جاؤ۔ اور اپنی جانوں تک نثار کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہو۔ تو پھر امام حسین کو یہاں آنے کی دعوت دینا اور ان سے بیعت کرنا، اور ان کے حق میں یزیدوں سے مکرانا مفید ہے۔ اور اس کے لیے امام موصوف کو قوت بھی ماضوری ہے۔ لیکن اگر تم نے بزولی دکھاتا ہے۔ اور بیعت کر کے کر جانا ہے۔ اور لڑائی کے وقت انہیں اکیلا چھوڑ دینا ہے۔ تو بعد کی ذلت اور رسوائی سے بہتر ہے۔ کہ ابھی چپ سادھ لو۔ اور انہیں یہاں آنے کی زحمت نہ دو۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ اور خود کتب شیعہ اس کی توثیق ہیں۔ کہ ان کو نبیوں نے ”سلیمان بن صرد، کو قہقہیں دلایا۔ پھر خط لکھا۔ اور یوں بسم اللہ، ہوئی اس پر وگرام کی۔ جس کی دو والناس، میدان کر بلا میں شہادت امام عالی مقام کی صورت میں سامنے آئی۔ امام عالی مقام کو کوفہ بلانے کے لیے ”سلیمان بن صرد، کی تقریر کے بعد پہلا رقعہ لکھا گیا۔ اور پھر لگاتار رقعہ جات کی بارش ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کے حوالہ سے اٹھارہ ہزار خط لکھے گئے۔ جن میں سے ہر ایک خط کے اندر اپنی وعدوں اور معاہدات کی پابندی کا عزم فرماتا تھا۔ جس کی بنیاد ”سلیمان بن صرد، کے گھر رکھی گئی۔ ہم آئندہ اوراق میں ان خطوط کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کر رہے ہیں۔ تاکہ واقعہ کر بلا اور اس میں طوٹ لوگوں کے پہنچانے میں آسانی ہو۔ اور واضح ہو جائے، کہ خون حسین کس کے سر ہے۔



امام عالی مقام کی طرف روٹیوں کے خطوط و دعوت

کو فہ اور صریح اقرار کہ ہم شیعیان حسین آپ کو فہ

بلا ہے یہی

جلاء العیون:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ایں نامہ ایست بسوئی حسین بن علی
علیہ السلام از جانب سلیمان بن صد خزاعی و مستیب بن نجیدہ و قاعد بن شداد
بجلی و حبیب بن مظاہر و سایر شیعیان او موثقال و مسلمانان اہل کوفہ۔ سلام خدا
بر تو باد و حمد میکنیم خدا را بر نعمتہائی کا طہ اور بر ما و شکر میکنیم اور ابراہیم ہلاک کرد و دشمن
جہار معاند ترا کہ بے رضائی امت برایشان دالی شد و بجا کہ وعدہ وان برایشان
را بنا حق تصرف نمود۔ و نیکیاں ایشان را قتل رسا مید و بدل ایشان را بر نیکیاں
مسلط گردانید و اموال خدا را بر مال داران و حیاران قسمت نمود پس خدا اورا
لعنت کند۔ چنانچہ قوم نمود و لعنت کرد۔ ہدایتکہ ما در ایں وقت امامی و شیعیانی
نداریم بسوئی ما توجہ نما۔ و بشہر ما قدم رنجہ فرما۔ کہ ما، مکی مطیع تو ایم۔ نشانہ کہ حق
تعالی حق را برکت تو بر ما عامہ گردانند و نعمان بن بشیر حاکم کوفہ و قصر الامارت
نشستہ است در نہایت مذلت و بجمہ او حاضر نمیشویم و دو عید با او
بیزوں نیر و ہم چوں خبر برسد کہ شما متوجہ ایں صوب گردیدہ اید اورا از کوفہ بیرون
می کنیم تا باہل شام طعن گردد و السلام

پس این نام را با عبد اللہ بن مسعودی و عبد اللہ بن وائی بخندمت آل زبیر و ابیہیت
عصمت و جلالت فرستادند۔ و مبالغہ کردند کہ ایشان آل نامہ را با نہایت سرعت
بخندمت آنحضرت رسانند۔ پس ایشان در ہم ماہ رمضان داخل گشتند
و نامہ اہل کوفہ را با آنحضرت رسانیدند۔ باز اہل کوفہ بعد از دو روز از فرستادن آل
قاصدان قیس بن مہر و عبد اللہ بن شاد و عمارہ بن عبد اللہ را فرستادند با صد پنجاہ
نامہ کہ عظمی اہل کوفہ نوشته بودند۔ یک کس دو کس و چہار کس و زیادہ یک
نامہ نوشته بودند و باز بعد از دو روزانی بن ہانی بسعی و سعید بن عبد اللہ حنفی
را بخندمت آل حضرت روال کردند۔ و نوشتند۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ این عریضہ لیت بخندمت حسین
بن علی از شیعیان دغدہ ریان و مخلصان آنحضرت۔ ابا بعد۔ بودی خود را۔
بدوستان و ہوا خواہان خود برسان۔ کہ ہمہ مردم این دلایت منتظر قدم
مسترت لزوم تواند و بسوئی غیر تو رغبت نمی نمایند البتہ تمجیل تمام خود را باین
مشتاقان مستہام برسان۔ والسلام خیر تمام۔

پس شہیت بن زبیری و جبار بن ابی بکر و زید بن عارت و عروہ بن قیس و عمرو بن
حجاج و محمد بن عمرو عریضہ دیگر نوشتند باین مضمون۔ ابا بعد۔ صراحتاً سبزشده
و میوہ ہار سیدہ اگر باین صوب تشریف آوری۔ لشکر ہائی برائے تو ہیا و
عافزاند شب و روز انتظار مقدم تشریف تو می برند و ہر چند این نام ہا
با آنحضرت میرسد۔ حضرت قائل نموده جواب ایشان را نمی نوشت تا آنکہ
در یک روز ششصد نامہ ازال غداران با آنحضرت رسید چون
مبالغہ ایشان از در گذشت در سولان بسیار نزد آنحضرت
جمع شدند۔ و از دہ ہزار نامہ ازال نا حید بالے

جناب رسید۔

- (۱۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۹ مطبوعہ تہران
طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ کے
ورد انحضرت را)
(۲۔ چہار وہ معصوم جلد اول ص ۵۱۹)

ترجمہ:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ خط حسین بن علی علیہ السلام کی طرف
من جانب سلیمان بن مردخزائی، ہستیب بن نجیہ، رفاع بن شداد و جلی، حبیب
بن مظاہر اور کوفہ کے تمام شیعیان حسین مسلمانوں اور موہنین کی طرف سے
ہے۔ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ اللہ کی ہم پر کامل نعمتوں کے بدلہ اس کی ہم حمد کرتے
ہیں۔ اور اس کا شکر ہے۔ کہ اس نے آپ کے ایک ظالم اور جابر دشمن کو
ہلاک کیا۔ جو امت کی مرضی کے بغیر ان کا والی بنا رہا۔ اور ظلم و زیادتی سے ان
کا حاکم رہا۔ ان کے اموال میں ناحق تصرف کیا۔ تیکوں کو قتل کیا۔ اور بیروں
کو تیکوں پر مسلط کر دیا۔ اللہ کا مال، مالداروں اور سرکشوں پر خرچ کیا۔ لہذا
اللہ اس پر لعنت کرے۔ جس طرح اس نے قوم ثمود پر لعنت کی۔ آپ کو
معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و مشوا نہیں۔ ہمارا خیال
قریبی ہے۔ اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے۔ ہم سب آپ کے مطیع
ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے حق ہم پر ظاہر فرما دے۔
نعمان بن بشیر گور زکوفہ دارالامارت میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی گور نہایت
ذلت سے ہو رہی ہے۔ ہم جمعہ بڑھنے اس کے مال نہیں جاتے۔
اور نہ ہی عید کے لیے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ جب ہمیں آپ کے

یہاں آنے کی اطلاع ملے گی۔ ہم اسے کونہ سے نکال دیں گے۔ اور وہ شام چلا جائے گا۔ والسلام۔

اس خط کو عبداللہ بن مسعود، عدنانی اور عبداللہ بن واہب کے ذریعہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچایا۔ اور پُر زور کہا۔ کہ لوگ اس خط کو بہت جلد امام حسین تک پہنچائیں ورنہ رمضان المبارک کو یہ پیغامبر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور کوفیوں کا خط امام موصون کو دیا۔ ان کے دو دن بعد قیس بن مہر عبداللہ بن شداد اور عمار بن عبداللہ کو ڈیڑھ سو رقعہ جات دے کر امام کے پاس کوفیوں نے بھیجا۔ جو رقعہ جات کوفیوں کے بڑے لوگوں کی طرف سے تھے۔ ایک ایک رقعہ دو دو، تین تین، چار چار یا زیادہ آدمیوں کی طرف سے مشترک تھا۔ اس کے دو دن بعد پھر ہانی بن مانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ خط امام حسین بن علی کی طرف ان کے نام لیواؤں اور خادموں نے لکھا ہے۔ ابابعد بہت جلد آپ اپنے ہی خواہ اور دوستوں کے پاس تشریف لے آئیں۔ اس علاقہ کے تمام لوگ آپ کی مبارک تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا نہیں نہیں بھاتا۔ بہت تاکید ہے۔ کہ آپ ان جانثاروں اور شہداء کا ریکوہ اپنے اُن سے خوش کریں۔ والسلام خیر ختام۔

اس کے بعد شہید بن ربیع، حجاج بن ابی بکر، زید بن عاصم، مروہ بن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمرو نے ایک اور خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ ابابعد۔ صحرا سبز ہو گئے۔ بیوہ جات پک گئے۔ اگر آپ ادھر قدم رنجہ فرمائیں۔ تو آپ کے لئے فرج بالکل تیار ہوگی۔ اور آپ کی تشریف آوری

کا ہم رات دن انتظار کر رہے ہیں۔
یہ خط جس قدر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملے۔ آپ نے ان کے جواب میں
جلدی تکی۔ حتیٰ کہ ایک دن میں چھ سو رقعہ آن مکاروں اور غداروں کے آپ کو پہنچے
اور ان کا امر ارعد سے بڑھ گیا۔ اور بہت سے اپنی آپ کے پاس جمع ہو گئے
بارہ ہزار خطوط بھی اس طرف سے وصول ہو چکے تھے۔ انتہی۔

نوٹ:-

مذکورہ روایت میں سعید بن عبداللہ «ضعفی»، کا لفظ آیا ہے اس سے مراد امام ابو عقیفہ
رحمۃ اللہ کا مقلد ہو گئے نہیں، بلکہ مراد ابو عقیفہ قوم کافر ہے کیونکہ امام ابو عقیفہ، امام حسین کی شہادت
کے وقت پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ شہادت حسین ۶۱ھ میں اور ولادت امام ابو عقیفہ ۶۸ھ
میں ہے۔

مقتل ابی مخنف:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِلٰی الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِی
طَالِبٍ مِنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرْدٍ الْخَزَاعِیِّ وَالسَّیِّبِ بْنِ
نَجِیَّةٍ وَرِفَاعَةَ بْنِ مَشَدَّ اِدِیْنِ الْبَجَلِیِّ وَحَبِیْبِ بْنِ
مُظَاهِرِ الْاَسَدِیِّ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ سَلَامٌ
عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَحْمَدُ
اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلهَ اِلاَّ هُوَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ
مُحَمَّدٍ وَاعْلَمُ یَا اَبْنَ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُصْطَفٰی وَ اَبْنَ عَلِیِّ
وَ الْمُرْتَضٰی اَنَّ لَیْسَ لَنَا اِمَامٌ غَیْرُكَ فَاقْدِمْ اِلَیْنَا

لَنَا مَا لَكَ وَعَلَيْنَا مَا عَلَيْكَ فَلَمَّا لَمْ يَجْمَعْنَا
 بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدَىٰ وَاعْلَمُوا أَنَّكَ تَقْدِمُ عَلَيَّ جَنُودِي
 مُجْتَدِدَةً وَأَنْتَ يَا رَمْتَوَفَّقَةً وَعُيُونِي جَارِيَةً فَإِنْ لَمْ
 تَقْدِمْ عَلَيَّ ذَلِكَ فَأَبْعَثْ إِلَيْنَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ
 يُحْكُمُ بَيْنَنَا بِحُكْمِ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَسُنَّةِ جَدِّكَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْلَمُوا أَنَّ التُّعْمَانَ بْنَ
 يَشِيرٍ فِي قَصْرِ الْأَمَانِ وَكَانَ شَهِيدًا مَعَهُ جُمُعَةً
 وَلَا جَمَاعَةً وَلَوْ أَنَّكَ أَقْبَلْتَ إِلَيْنَا لَكُنَّا أَخْرَجْنَا
 إِلَى الشَّامِ وَالسَّلَامِ.

وَبَعَثُوا الْكِتَابَ مَعَ عُمَرَ بْنِ نَافِدِ التَّمِيمِيِّ وَعَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ السَّمِيعِ الْهَمْدَانِيِّ فَخَرَجَا مُسْرِعِينَ حَتَّى قَدِمَا
 عَلَى الْحُسَيْنِ وَمَعَهُمَا خَمْسُونَ صَحِيفَةً وَكَبَتْهُمَا
 يَوْمَئِذٍ آخَرِينَ وَبَعَثُوا إِلَيْهِ مَسْهَرًا الْأَنْصَارِيِّ وَ
 مَعَهُ كِتَابٌ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَى
 الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لِأَمَامِ
 خَيْرِكَ لَنَا يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْعَجَلُ الْعَجَلُ ثُمَّ كَبَتْهُمَا يَوْمَئِذٍ آخَرِينَ وَكَبَتْهُمَا
 كِتَابًا يَقُولُونَ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 قَدْ آيَنَعْتَ الشَّامَ فَأَقْدِمُ إِلَيْنَا يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا قَالَ أَبُو مَخْنَفٍ وَتَوَاتَرَتْ
 الْكُتُبُ إِلَيْهِ فَسَلَّ الرَّسُلَ عَنْ أَمْرِ النَّاسِ فَقَالُوا إِنَّهُمْ

كُلُّهُمَّ مَعَكُمْ شَرُّكُمْ كَتَبُوا مَعَ هَانِي بْنِ هَانِيٍّ وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْحَنَفِيِّ وَكَانَ آخِرَ الرَّسُولِ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَلَمَّا قَرَأَ
الْكِتَابَ جَمِيعًا كَتَبَ فِي كِتَابٍ -

(۱) مقتل ابی مختار طبع الحیدریہ قدیم فی انجمن
ص ۱۸ - فی خرو و جم الحسین علیہ السلام
(۲) مناقب ابن شہر آشوب طبع چہارم
ص ۹۰ (فی قتله علیہ السلام -)
طبع قم جدید
(۳) اخبار الطوال ص ۲۲۹ / ۱ اہل کوفہ
و الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:-

امام حسین رضی اللہ عنہ بن علی بن ابی طالب کو سلیمان بن مردخزائی، سائب
بن نجیہ، رفاعہ بن شداد ابلی، صیب بن مظاہر اسدی اور ان کے تمام ساتھیوں
نے کوفہ سے یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - السلام عليك ورحمة الله
و بركاته - اما بعد - ہم اللہ وحدہ لا شریک کی حمد کرتے ہیں۔ اور
محمد و آل محمد پر صلوة بھیجتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ آپ کے بغیر ہمارا
کوئی امام نہیں۔ اس لیے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نفع و نقصان
میں مشترک رہیں گے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت و سبب
سے ہمیں ہدایت و حق پر جمع کر دے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے
کہ آپ جب آئیں گے۔ تو ایک مضبوط لشکر آپ کی خاطر تیار ہو گا۔ اس

وقت نہریں جاری ہیں۔ چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اگر آپ خود تشریف نہ لائیں۔ تو اہل بیت میں سے کسی کو بھیج دیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق فیصلہ کرے۔

آپ کو علم ہو گا۔ کہ کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر انصاری کی قصر دار لامارہ میں ہے۔ اور ہم نہ جمعہ پڑھنے اس کے ہاں جاتے ہیں۔ اور نہ نماز باجماعت میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں۔ تو ہم اُسے فوراً نکال کر شام بھیج دیں گے۔ والسلام

عمر بن نافذ التیمی اور عبداللہ بن اسمع ہمدانی کو رقعہ دے کر روانہ کیا۔ یہ دونوں بہت جلد امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پاس پہچاننے کے قریب رقعہ جات تھے۔ ان کے دو دن بعد مسہر الانصاری، کو رقعہ دے کر بھیجا۔ جس میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِمَّا بَعْدُ۔ یٰقِیْنُ فَرَمِیْے
آپ کے بغیر سے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا کوئی امام نہیں۔ جلدی فرمائیے۔ جلدی تشریف لائیے۔ پھر دو دن بعد لوگوں نے اور رقعہ لکھا جس میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ پھل پک چکے ہیں اے
نبی رسول کے فرزند، بہت جلد ہمارے ہاں تشریف لائیے۔
ابو مخنف کہتا ہے۔ کہ پے در پے رقعہ جات پہنچنے لگے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ ایچیوں سے کوفہ کے حالات دریافت فرماتے تھے ایچیوں نے کہا۔ حضرت! وہ سب آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ المنفی کے ہاتھ رقعہ بھیجا۔ کوفیوں کی طرف سے

یہ آخری لہجی تھا۔ جب امام موصوف نے تمام رقعہ جات پڑھے۔ تو پھر جواب
تحریر فرمایا۔

ذبح عظیم :-

امیر معاویہ نے جب اپنا بیٹا زینب کو عمر لہریز کے کے سانغ حکومت یزید کے خوار کو دیا
اور ملک میں ایک تغیر حادث ہوا۔ تو پیروان علی علیہ السلام نے اس وقت
فرصت سمجھ کر کوفہ میں سلیمان بن مرد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر
ایک پڑا تر جلسہ کیا۔ جس میں باہر گئے عہد کیا گیا۔ کہ نصرت اہل بیت اطہار میں
اپنی جان و مال سے دریغ و کریں گے۔ چنانچہ اتفاق رائے اہل جلسہ سلیمان
بن مرداد مستنبی کی تجویز اور دقاق ابن شداد واد حبیب ابن مظاہر نے ایک
عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لکھی۔ جس کا خلاصہ مضمون
یہ تھا۔

الحمد للہ کہ آپ کا دشمن جبار غیور لاک ہوا۔ فبعدت کما
بعدت ثمود۔ اب آپ ہمارے پیشوائی اور رہنمائی کے لیے
تشریف لائیں۔ جس وقت آپ ادھر کا قصد فرمائیں گے۔ ہم حاکم کوفہ کو کوفہ
بلکہ حدود عراق سے نکال دیں گے۔ ہم اس سے بالکل جدا ہو گئے ہیں۔ اور جمعہ
اور جماعات میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ عبداللہ بن سبع
اور عبداللہ بن وال سفیر و نامہ بر قرچے۔ جنہوں نے سووی رمضان المبارک
کو مکہ منظر میں عرضی جناب امام حسین علیہ السلام کے حضور میں پیش کی۔ اس کے
بعد مسلسل عرضیاں پہنچنے لگیں۔ ازاں جملہ پانچ سو اکتیس عرضیاں جن میں سے
کوئی ایک شخص کی طرف سے تھی۔ کوئی دو اور کوئی چار کی طرف سے تھیں

یہی مسہر عبد الرحمن بن عبد اللہ اور عمارہ ابی بلید کی معرفت وصول ہوئیں۔ اس سلسلہ میں شیت ابن لوی جاز ابن الحر یزید ابن عارث یزید ابن عدیم عروہ ابن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمید کی عرضیاں پہنچیں۔ جن میں بکمال وضاحت پر مقصد ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ سب سامان منظم ہو چکا ہے۔ اور لشکر آراستہ آپ کی نصرت کے لیے تیار ہے۔ جلد تشریف لائیے۔ سب آخر ہانی بن ہانی اور سعید بن عبد اللہ اہل کوفہ کے سفیر پہنچے۔ اور اس مضمون کی عرضی لائے۔ کہ اب اُنے میں تاخیر نہ کیجئے۔ جلد آئیے۔ تمام لوگ چشم براہ ہیں۔ اور آپ کے سوا کسی کی امامت اور خلافت سے رضامند نہیں ہیں۔ سبط ابی جوزی نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ بعض عرضیوں پر یہ جملہ بھی درج تھا۔

وَدَانَ لِمَوْتَقَبِلِ الْبِنَاقَانَتِ اَنْتُمْ، یعنی اس حالت میں کہ ہم طالب ہدایت ہیں۔ اور اُمادہ نصرت ہیں۔ اگر پھر بھی آپ تشریف نہ لائے تو اس کا بوجھ و گناہ آپ پر ہوگا۔

(ذبحِ عظیم ص ۱۲۶ طبع جدید مصنف خان
بہادر مولوی سید اولاد حیدر)

لحہ فکریہ:-

شیعہ حضرات کی معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد ہر شخص پر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ امام عالی مقام کو خطوط لکھنے والے پکے اور کٹر شیعہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے خدائی اور جانثار ہونے کے مدعی تھے۔ ان کی وفاداری اور دعوت سے اطاعت کا یہ عالم تھا۔ کہ امام عالی مقام کے سوا کسی کو امام ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کا اس قدر انتظار تھا۔ کہ سب کو قہر،

چشم براہ تھا۔ اور ہر خط و ورق میں یہ الفاظ تحریر کر کے اپنی امتیازی شناخت بھی کراچکے۔ کہ وہ یہ عریفہ آپ کے اور آپ کے والد کے شیعوں، مخلصوں اور پیروکاروں کی طرف سے ہے۔“ آپ کو امام بنانے کا اتنا عزم تھا۔ کہ وقت کے گورنر نعمان بن بشیر کے پیچھے نمازیں پڑھتی چھوڑ دیں۔ اور انہیں مدو و عراق سے نکلنے کی ٹھانی ہوئی تھی۔ ان تصریحات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ کوثر بکالنے والے سنی تھے۔ اور انہوں نے پے در پے بارہ ہزار دفعہ جات لکھے؟

ان شیعوں نے امام موصوف کو ہر طرح سے یقین دہانی کرائی۔ کہ آپ کی خاطر شکر جبار تیار رکھا ہے۔ ہمارے پکے ہوئے پھل آپ کے اشارے کے منتظر ہیں۔ اور ہمارے چشموں کا پانی آپ کی خاطر جوش میں ہے۔ خدا را آپ جلد تشریف لائیے۔ جلد تشریف لائیے۔ اگر اب بھی آپ تشریف فرما نہ ہوئے۔ تو کل قیامت کو جواب دہی کے لیے تیار رہیے۔

ان حوالہ جات سے دو باتیں بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہوئیں۔

- ۱۔ امیر معاویہ کے انتقال کے بعد سلیمان بن مردخراہی کے مکان پر جمع ہو کر مجلس مشاورت قائم کرنے والے اتفاق رائے سے امام حسین کو کوثر بکالنے والے سب کے سب شیعوں تھے۔
- ۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط و رسائل لکھنے والے اور انہیں لے جانے والے بھی تمام کے تمام ”شیوعان علی“ اور پکے ”محب حسین“ تھے۔



کوئی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب امام حسین رضا کی طرف سے

جلد العیون :-

حضرت درجواب نامہ اخیر ایشاں نوشتت۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ این نامہ الیست از حسین بن علی بسوی
گروه مومنان و مسلمانان و شیعیان۔ اما بعد۔ بدستیکہ ہانی و سعید نامہ از شما
آوردند بعد از سولان بسیار مکاتیب بے شمار از شما بمن رسیدہ بود و پر مضامین
ہمہ اطلاع بہم رسانیدم و در جمیع نامہا نوشتہ بودید کہ ما امامی نداریم۔ بزودی
بیان خواہم کرد کہ حق تعالیٰ ما را ببرکت تو بر حق و ہدایت مجتمع گردانند۔ انیک می
فرستم بسوی شما بر او و پس عم و محل اعتماد خود پس عقل را پس اگر او بنویسد بسوی من کہ
مجتہع شدہ است رای عقلا و دانایان و اشراف و بزرگان شما بر آنچه درنا
ہما درج کردہ بودید انشاء اللہ بزودی بسوی شما می آیم پس بجان خود سوگند
یاومی کنم کہ امامی نیست مگر کسی کہ حکم کند در میان مردم۔ بکتاب خدا و قیام نماید
در میان مردم بعدالت و قدم از جاوہ شریعت مقدسہ بیرون نگذارد و مردم
را بر دین حق مستقیم بدارد۔ والسلام۔

جلد العیون صفحہ ۲۵۰ جلد دوم مطبوعہ تہران
طبع جدید۔ درخواست کردن اہل کوفہ

برائے درویش حضرت را

ترجمہ از مترجم جلد العیون۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علی کا شیعوں،

مومنوں مسلمانوں اہل کلمہ کی طرف ہے۔

اما بعد۔ بہت سے قاصدوں اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے خط لانی و سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا۔ مجھے پہنچ گیا۔ سب تمہارے خطوط مجھے پہنچے۔ اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا کہ تم نے سب خطوط میں میرے پاس لکھا ہے۔ کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو سچی ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر سپریم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھے جو کچھ خطوط میں تم نے مجھے لکھا۔ بمشورہ عقلا و دانا یان و اشرف و بزرگان قوم لکھا ہے۔ اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ امام وہی ہے۔ جو درمیاں مردم ہ کتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے۔ اور قوم جاوہ شریعت مقدر سے باہر نہ رکھے۔ اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام۔ حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۱۹۰ مطبوعہ
شیعہ جینل بک اسٹوری انعام پریس
لاہور طبع جدید

ذبح عظیم :-

ووالہمقران کے متواتر خطوط اور کثرت اشتیاق اور اظہار عقیدت کو ملاحظہ فرما کر جیسا کہ ہمارے معززہ معصوم نے لکھا ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ تحریر زیب رقم فرمائی۔ جس کو ہم بحسنہ ناسخ التواریخ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اِلَى الْمَلَاِ
 مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ . فَاِنَّ هَا نِيَّا
 وَ سَعِيْدًا قَدِيْمًا عَلَيَّ بِكُتُبِكُمْ وَ كَانَ اٰخِرَ مَنْ قَدِمَ عَلَيَّ
 مِنْ رُّسُلِكُمْ وَ قَدْ فَهِمْتُ كُلَّ الَّذِي اَقْتَصَصْتُمْ وَ ذَكَرْتُمْ
 وَ مَقَالَ جَلِكُمْ اِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامَةٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ
 يَّجْمَعَنَا بِكَ عَلَيَّ الْحَقِّ وَ الْهُدَى وَ اَنَا بِاَعِيْثِكُمْ اِلَيْكُمْ
 اَخِيَّ وَ ابْنَ عَتِيٍّ وَ ثِقَتِيَّ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيَّ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيْلٍ
 فَاِنَّ كُتُبَ اِلَى اِنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ رَاٰى مَلَاِءَ كُمْ وَ ذَوِي
 الْحُبِّ وَ الْفَضْلِ مِنْكُمْ عَلَيَّ مِثْلِ مَا قَدِمْتُ بِهِ رُسُلِكُمْ
 وَ قَرَأْتُ فِي كُتُبِكُمْ فَاِنِّيْ اَقْدَمُ اِلَيْكُمْ وَ شِيْكَائِ
 شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى فَلِيُعْمِرِيْ مَا الْاِمَامُ اِلَّا الْحَاكِمُ
 بِالْكِتَابِ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ الدّٰئِمُ بِدِيْنِ الْحَقِّ الْحَايِسِ
 نَفْسَهُ عَلَيَّ ذٰلِكَ لِلّٰهِ وَ التَّلَامُ .

ذریعہ عظیم ص ۱۲ مطبوعہ کتب خانہ اشنا
 عشریہ لاہور طبع جدید

ترجمہ:-

یہ خط ہے حسین بن علی کی طرف سے جمیع مومنین و مسلمین کے نام واضح ہو کہ
 سب سے آخر میں ہانی اور سعید تم لوگوں کے خطوط لے کر آئے۔ اور تمہارا

سابقہ ولاحقہ خطوط میں جو مقاصد قوم تھے۔ میں نے ان کو سمجھا۔ تم نے باتفاق اپنے نام و پیام میں ظاہر کیا ہے۔ کہ ہم لوگوں کی ہدایت کے لیے کوئی امام نہیں۔ تم آؤ۔ تو امید ہے۔ کہ خدا ہم سب کو تمہاری رہنمائی سے راہِ راست اور مسلکِ حق پر فائز فرمائے۔ لہذا میں اپنے برادرِ عظم زاد اور اہل خاندان سے معتمد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اور ان کو میں نے حکم دیا ہے۔ کہ وہ تمہارے حالات اور معاملات سے آگاہی حاصل کر کے حقیقتِ امر سے مجھے مطلع کریں۔ پس اگر انہوں نے لکھا۔ کہ تم سب خاص و عام باتفاق طالبِ حق ہو۔ اور آخرتِ حق پر آمادہ ہو۔ تم میں جو اباب عقل و فضل ہیں۔ وہ سب تم سے متفق الائے ہیں۔ جیسا کہ تم اپنے خطوط میں ظاہر کر چکے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ اور نیز واضح رہے۔ کہ امام پس وہی امام ہے۔ جو مطابق کتابِ خدا عمل کرے۔ اور طریقِ عدل و حق پر قائم ہو۔ اور اپنے نفس کو ہمیشہ احکامِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا مقید و پابند رکھے۔ والسلام۔

مقتل ابی مخنف:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اِلَى الْمَلَأِ
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ هَا نِيَا وَ سَعِيْدًا
قَدِمَا اِلَيَّ يَكْتُبِكُمْ وَ كَانَ اَخِيْرًا مِنْ قَدِمَا اِلَيَّ
مِنْ رُسُلِكُمْ وَ قَدْ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتُمْ وَ اِنَّهُ
لَيْسَ لَكُمْ اِمَامٌ غَيْرِيَّ وَ تَسْأَلُوْنِي الْقُدُوْمَ
اَيْكُمْ فَبِهَذَا اَخِيَّ وَ ابْنِ عَمِي الْمُنْضَلِّ عِنْدِي مِنْ

أَهْلِ بَيْتِي مُسْلِمٌ بِنُ عَقِيلٍ مُرْسَلٍ إِلَيْكُمْ وَقَدْ أَهْرَسْتُ أَنْ
تَكْتُبَ إِلَيَّ بِحُسْنٍ رَأَيْكُمْ وَمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ وَأَنَا
أَقْدَمُ إِلَيْكُمْ لِلنِّسَاءِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

راعیل ابی مختص ص ۱۹ فی خروج الحسین،

مطبوعہ حیدرآباد نجف طبع قدیم

(۲) - ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۴ مطبوعہ قم

فی نزول مسلم بن عقیل علی

(الکوفہ)

(۳) - الاخبار الطوال ص ۲۳۰ / اہل کوفہ

والحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - حسین بن علی کی طرف سے مومنین
کوفہ کے معززین کی طرف - اما بعد - ہانی اور سعید تمہارے رقعہ جات
لے کر میرے پاس پہنچے۔ یہ تمہارے لٹچوں میں سے آخری لٹچی ہیں۔
جو کچھ تم نے لکھا۔ میں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ تمہارا میرے بغیر کوئی امام نہیں۔
اور تم مجھے اپنے ہاں آتے کو کہتے ہو۔ میرا بھائی اور چچا نانا اور میرے اہل بیت
میں سے میرا قابل اعتماد و مسلم بن عقیل، تمہارے پاس آ رہے۔ میں نے
اسے کہا ہے۔ کہ وہاں جا کر تمہارے متعلق اچھی رائے اور تمہارے حالات
مجھے لکھے۔ میں انشاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔

نوٹ:-

تقریباً ایک ہی مضمون کی عبارات ہم نے مختلف کتب سے مکمل طور پر اہل لیے

تحریر کی ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ تمام شیعوہ مورخین و محققین کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت کو ذریعے والے کوئی شیعوہ ہی تھے۔

خلاصہ کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوئیوں کے بارہ ہزار خطوط کے جواب میں جو ڈوسٹری جواب تحریر فرمایا۔ اس میں کوئیوں کی اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ کہ تم نے لکھا ہے۔ کہ ”ہمارا آپ کے بغیر کوئی امام نہیں،“ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی ”مسلم بن عقیل“ کو بیجا اور انہیں کچھ ہدایات بھی دیں۔ اور مسلم بن عقیل کے تسلی بخش جواب کے بعد خود بھی کو ذرائع کا وعدہ فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے خط میں جو یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

روای الملاحق من المؤمنین، یعنی یہ خط میں کو ذرائع کے ان معزین کو لکھ رہا ہوں۔ جن کے خطوط میرے پاس آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ خط لکھنے والے، خط لانے والے اور خط کا جواب وصول کرنے والے سب کے سب کوئی شیعوہ تھے۔

جب امام مسلم رضی اللہ عنہ کی اٹھارہ ہزار کوئیوں شیعوں

نے بیعت کی۔ تو انہوں نے امام حسین کو خط لکھا۔ کہ

آپ جلدی کو ذرائع جائیں

جلد العیون:-

پنچل داخل شہر کو ذرائع۔ درخانہ منتہا ابن ابی عبیدہ نقضی نزول اہلال فرمودہ مردم

کوہ از استماع قدم مسلم اظہار سرور بسیار نمودند و فوج فوج بخدمت او می آمدند و نامہ حضرت امام حسین را بر ایشان می خواندند از استماع آن نامہ گریہاں گریه بیعت میکردند تا آنکہ بروست مسلم ہجده ہزار نفر از اہل کوہ بشرف بیعت آنحضرت سرفراز گردیدند پس مسلم عراضیہ بخدمت آن حضرت نوشت کہ ما حال مجسده ہزار نفر از اہل کوہ _____ در بیعت شما آور آمدہ اند۔ اگر متوجہ این طرت گردیدہ مناسب است بہ چوں آورد شیعاں بخدمت مسلم بسیار شد۔ نعمان بن بشیر کہ از جانب معاویہ و یزید والی بود بر حقیقت حال مطلع شدہ بمسجد درآمد۔ و بر منبر بعد از حمد و ثنا کی الہی و درود۔ بر حضرت رسالت پناہی گفت۔ اما بعد! اے بزرگان خدا۔ از حق تعالی بترسید و بسوی قتلہ و فراق امت مسلمت متناہد کہ موجب کشتن مردان و نجات مسلمانان و نہب و غارت اموال ایشان می گردد۔ عبد اللہ بن مسلم بیزید نام نوشت و در نامہ درج نمود کہ مسلم بن عقیل بکوہ آمدہ و شیعاں برائے حسین بن علی با بیعت میمانند اگر کوہ را می خواہی کسی را بکومت کوہ بفرست کہ در امر دشمنان تمام نماید۔ نیز کہ نعمان بن بشیر با تاب مقاومت تدار و زیادانستہ میامد می نماید۔

رجلاد العیون جلد ۱ ص ۵۲۱ فرستادن مسلم ترجمہ۔

لوگ فوج در فوج خدمت حضرت مسلم می آستے تھے۔ اور مسلم نامہ امام حسین پڑھتے تھے۔ اور وہ لوگ نامہ سنا کر روتے تھے۔ اور بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار کوئی مشرف بیعت امام حسین سے مشرف ہوئے اس وقت ایک عریضہ امام مسلم نے خدمت امام حسین میں لکھا۔ کہ اس وقت اٹھارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگر آپ

یہاں تشریف لائیں۔ تو مناسب ہے۔ جب بہت شیعہ حضرت امام مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ اور نعمان بن بشیر جو کہ معاویہ اور یزید کی طرف سے حاکم کوفہ تھا۔ حقیقت حال سے مطلع ہوا۔ مسجد میں آکر منبر پر گیا۔ اور بعد حمد و ثنائے الہی و دعو۔ حضرت رسالت پناہی نعمان نے کہا۔ اے بعد اے بزرگانِ خدا۔ لازم ہے۔ کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور امت میں فتنہ نہ کرو۔ کہ موجب قتل و خون ریزی مسلمانان و عادت اموال بزرگان نہ ہو۔ خطبہ کے بعد

بنو امیہ کے ایک حلیف عبداللہ بن مسلم ربیعہ نے یزید کو نامہ لکھا۔ اور اس خط میں درج کیا۔ کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے اور شیعیان کوفہ مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت کرتے ہیں۔ اگر کوفہ کی ریاست منظور ہے۔ کسی کو حاکم کوفہ بنا کر بھیج دو۔ کہ دشمنوں کے قدموں میں تمہارا سہا ہتمام کرے۔ اس لیے کہ نعمان بن بشیر کو تاب مقابلہ نہیں۔ یاد اناستہ تامل کرتا ہے۔

دیوان العیون مرتبہ حم ارو۔ جلد دوم ص ۱۹۲
مطبوعہ شیوہ جنرل بک ایجنسی انصاف
پریس لاہور۔ طبع جدید۔

ذبح عظیم

حضرت مسلم کے خاص حالات صاحب صلاح النشائین لکھتے ہیں۔ جب حضرت مسلم داخل کوفہ ہوئے، تو اہل کوفہ نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور ان کو مطمئن کر دیا۔ کہ ہم نصرت و اطاعت کو حاضر ہیں۔ اٹھارہ ہزار اہل کوفہ سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسلم نے تقریباً گیارہ ذیقعدہ کو عیسیٰ بن شیب کے ہاتھ جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں یہ خط روانہ کیا۔ دوسرے واقعہ ہیں۔ کہ پیش رو قاتل اپنے اہل خانہ

سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اب مناسب ہے کہ آپ بہت جلد تشریف لائیے کیونکہ سب آپ کے مطیع ہیں۔ اور میں نے آل معاویہ سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

از بچ عظیم ص ۱۴۹ مطبوعہ تہران طبع جدید
غیر کتب خانہ اشعار عشریہ راجسٹرڈ مولوی
(اولاد حسین)

اسی ہزار شیعوں نے امام مسلم کی بیعت کی اس پر

ایک یزیدی نے یزید کو کیا خط لکھا۔

مقتل ابی مخنف :-

حَتَّىٰ وَصَلَ الْكُوفَةَ فَتَزَلَ لَيْدًا فِي دَارِ سُلَيْمَانَ
بْنِ صَرْدٍ وَقِيلَ فِي دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدَةَ
الشَّقِيفِيَّ فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُونَ إِلَيْهِ فَأَقْرَأَهُمْ
كِتَابَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوا يَبْكُونَ وَيَنْتَحِبُونَ
فَقَامَ عَائِشٌ بَكَرِيًّا فَحَمِيدَ اللَّهِ وَأَشْجَى عَلَيْهِ
وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَأَقْبَلَ
عَلَى مُسْلِمٍ وَقَالَ إِنِّي لَسْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِ النَّاسِ وَلَكِنْ
أَخْبِرُكَ بِمَا فِي نَفْسِي إِذَا دَعَوْتُمُونِي أُجِيبُكُمْ وَأَضْرِبُ
بِسَيْفِي عَدُوَّكُمْ حَتَّىٰ أَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ جَلَسَ وَ

فَامَرَ حَبِيبُ بْنُ مَظَاهِرٍ وَقَالَ يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَدْ قَضَيْتَ
 مَا عَلَيْكَ وَأَنَا وَاللَّهِ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ
 وَجَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ بَعْدَ
 عَشْرَةٍ وَحِضْرَيْنَ بَعْدَ عَشْرَيْنَ وَأَقَلَّ وَكَثُرَتْ حَتَّى بَايَعَهُ
 فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُونَ أَلْفَ رَجُلٍ -

اس کے بعد عبداللہ بن شعبہ یزیدی نے یزید کو یہ خط لکھا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَرَدَا الْكُوفَةَ وَقَدْ بَايَعَهُ شِيعَةُ
 الْحُسَيْنِ فَإِنْ كَانَ لَكَ فِي الْكُوفَةِ حَاجَةٌ فَانْزِلْ إِلَيْهَا رَجُلًا قَوِيًّا
 فَإِنَّ التُّعْمَانَ ضَحِيفٌ وَيَتَضَاعَفُ -

(مقتل ابی مخنف فی دخول مسلم بن

عقیل الکوفۃ ص ۲۰-۲۲ طبع قدیم

ترجمہ۔

یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کو فریہ بیچے۔ رات کے وقت سلیمان بن مروان
 مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر آئے۔ لوگ ان کے پاس آنا شروع ہو گئے انہیں
 امام حسین کا رقص پڑھ کر سنا یا۔ وہ رونا شروع ہو گئے۔ عابس بکری کھڑا ہوا۔
 اللہ کی حمد و ثنا اور حضور کی ذات پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ اور امام مسلم کی طرف متوجہ
 ہو کر کہا۔ لوگوں کے دلوں کی بات تو میں جانتا نہیں ہوں۔ مجھے اپنا پتہ ہے
 تم جب بھی مجھے بیکار رو گے۔ حاضر ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے دشمنوں میں اس
 وقت تک تلوار چلاؤں گا کہ اللہ سے جا لوں۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر
 اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ آپ نے اپنے ذمہ جی کا حق
 ادا کر دیا ہے۔ اور خدا کی قسم! میں بھی تمہاری طرح ہمد کرتا ہوں۔ ابو مخنف

نے کہا۔ کوئی ان کے پاس دس دس، بیس بیس یا کم و بیش اُتے رہے۔ اور اس دن اتنی ہزار مردوں نے بیعت کی (عبداللہ بن جعفرؓ) کہ جہاں ما بعد مسلم بن عقیل کو فہم آچکا ہے۔ اور امام حسین کے شیعوں نے اس کی بیعت بھی کر لی ہے۔ مگر تمہیں کوفہ کی ضرورت ہے۔ تو یہاں کسی مضبوط آدمی کو بھیجو۔ کیونکہ نوحان کمزور ہے۔ اور بہت ہی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔

خلاصہ گفتگو۔

کوفہ پہنچنے پر جن اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسین کے لیے بیعت کی۔ یہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچے شیعوں تھے۔ کیونکہ انہیں کے خطوط کے جواب میں امام حسین نے مسلم بن عقیل کو بھیجا۔ اور جب مسلم بن عقیل انہیں امام موصوت کا رقعہ پڑھ کر سنا تے۔ تو یہ زار و قطار روٹے۔ اور پھر امام مسلم کے سامنے ان کے سر کر وہ آدمیوں نے بڑے جانثارانہ اور غلامانہ، خطبات کہے۔ ان کی اتنی بڑی تعداد اور ان کے دلغریب خطبات نے مسلم بن عقیل کو یہ باور کرا دیا۔ کہ کوئی شیعوں امام حسین کے واقعی فدائی اور شیدائی ہیں۔ یہی ایسا امام مسلم نے امام حسین کو خط لکھ دیا۔ کہ حالات سازگار ہیں۔ لہذا آپ کو فہم تشریف لے آئیے۔ چنانچہ اسی پیغام کے ملنے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔ مگر مزید کے خلیوں کی اطلاع پر مزید کوفہ زبیرہ عبید اللہ بن زیاد کو زبیرہ سے تبدیل کر کے کوفہ پر مقرر کر دیا۔

گورنر کو فہ این زیاد کی دھکیوں سے شیعہوں نے امام حسین

کی بیعت توڑ دی

مقتل ابی مخنف :-

ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ وَأَمَرَ مَنْادِيَهُ ينادي في قبائل
العرب أن ائتوا على بيعة يزيد من قبل أن يبعث
إليكم من الشام رجلاً تقتلون رجالكم ويسبون
حريمكم قال أبو مخنف فلما سمع أهل الكوفة جده
ينظر بعينهم إلى بدن ويقولون مالنا والدخول
بين السلاطين ونقضوا بيعت الحسين وبايعوا يزيد
قال أبو مخنف وكان مسلماً قد أصبح في ذلك اليوم
مؤدٍ وقتاً فلم يخرج للصلاة فلما كان وقت الظهر
خرج إلى المسجد فآذن وأقام وصلى وحده
ولم يصل معه أحد فلما فرغ من صلواته إذ
هو بسلام فقال له يا غلام ما فعل أهل مصر
فقال يا سيدي إنهم نقضوا بيعة الحسين
وبايعوا يزيد.

مقتل ابی مخنف ص ۲۵-۲۶ طبع قدیم فی قہار

ابن زیاد من البصرة للكوفة-

ترجمہ:-

ابن زیاد خطبہ سے کرب میں سے اترتا۔ اور منادی کرنے والے کو قبائل عرب میں منادی کرنے کو کہا۔ کہ ”یزید کی بیعت پر پختہ رہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ شام سے تمہاری خاطر کچھ لشکر بھیجے۔ پھر وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں۔ اور تمہارے آزاد عورتوں کو قیدی بنا لیں“ ابو مخنف کہتا ہے۔ جب کوفیوں نے یہ سنا۔ تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ ہمیں حکمرانوں کے درمیان مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے امام حسین کی بیعت توڑی اور یزید کی بیعت کر لی۔ ابو مخنف کہتا ہے۔ اس دن امام سلم نے پریشانی میں صبح کی۔ نماز صبح پڑھنے کے لیے مسجد بھی نہ گئے۔ ظہر کے وقت مسجد میں جا کر اذان اور اقامت کہی۔ اور تنہا نماز پڑھی۔ کوئی بھی نماز نہ آیا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک غلام سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا۔ اسے غلام! شہر والوں نے کیا کیا؟ غلام نے کہا۔ میرے مولا! ان کوفیوں نے امام حسین کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے۔

حاصل کلام:-

ابن زیاد کی دھکی لسی کا ذکر ہوئی۔ کہ وہ کوئی شہید جو ایک وقت امام حسین کے لیے مرنے مارنے پر بیعت کر رہے تھے۔ اور جوان کا پیغام سن کر روتے روتے چپ نہ کرتے تھے۔ جنہوں نے تمہیں کھائی تھیں۔ کہ ہم نہیں پھر لیں گے۔ صرف ایک ہی دن میں بات یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ مسلم بن عقیل خود ہی اذان و اقامت اور اکیلے ہی نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے مارے ڈر کے ایسا رتقیہ، کیا۔ کہ بے شمار وعدے کرنے کے باوجود امام حسین کی بیعت توڑی اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اور حالات نے یوں پلٹا

کھایا۔ اوصہ امام حسین رضی اللہ عنہ، مسلم بن عقیل کا پیغام سن کر کوثر روانہ ہونے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اپنے بیگانے ابا رہے ہیں۔ اور ہر قسم کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ایسے کچھ اس کی جعلی بھی دیکھیں۔

صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کو فیوں کی سابقہ

غذاریاں یا دولائیں اور بہت روکا کر آپ کے شیعوں کے

خطوط پر اکتھا دیکھا اور روانہ ہوئے۔

مقتل ابی مخنف:-

فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ نَاشِدُكَ اللَّهُ يَا أَخِي أَنْ لَا
تَسِيرَ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا أَبَاكَ وَغَدَرُوا بِأَخِيكَ
فَأَقْدَرِ عِنْدَ حَرَمِ جَدِّكَ وَإِلَّا فَادْجِعْ إِلَى
حَرَمِ اللَّهِ فَإِنَّ لَكَ فِيهِ أَعْوَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ لَهُ
لَا بُدَّ مِنَ الْمَسِيرِ إِلَى الْعِرَاقِ فَقَالَ
لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ يَا بَنَ الْعَمْرِ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكَ يُرِيدُ
الْعِرَاقَ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ قَدْ أَجْمَعَ رَأْيِي عَلَى
الْمَسِيرِ فَقَالَ يَا بَنَ الْعَمْرِ تَسِيرُ إِلَى قَوْمٍ قَتَلُوا
أَبَاكَ وَغَدَرُوا بِأَخِيكَ فَلَسْتُ أَعْمَنُ عَلَيْكَ
أَنْ تَمُرَّوْكَ فَانْشُدْكَ اللَّهُ أَنْ لَا تَخْرُجَ فَأَبَى

الْحُسَيْنُ وَ دَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ
فَحَدَّثَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ لَسْتُ أَدْرِي
لَا فِي حَالٍ تَرَكْنَا هَذَا إِلَّا مَرِيئًا
غَيْرُنَا فَقَالَ الْحُسَيْنُ قَدْ كَتَبَ إِلَيَّ شَيْعَتِي
وَأَشْرَافُ أَهْلِ الْكُوفَةِ بِالْقُدُومِ.

(مقتل ابی مختف ص ۴۰ / مسیروالحسین

الی العراق طبع: قدیم نجف اشرف

ترجمہ:-

امام حسین سے محمد بن عقیقہ نے کہا۔ آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ آپ ایسی
قوم کے پاس نہ جائیے۔ جس نے آپ کے والد کو قتل کیا۔ اور آپ کے
بھائی سے غداری کی۔ آپ اپنے نانا جان کے حرم مدینہ منورہ میں ٹھہر
جائیں۔ ورنہ مکہ تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں آپ کے بہت سے معاونین
ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اعراق جانا ہی ہے۔۔۔۔۔
پھر امام حسین کو اللہ عباس نے کہا مائے میرے چچا کے بیٹے۔ مجھے پتہ چلا
ہے۔ کہ آپ عراق جانے کی تیاری میں ہے۔ امام حسین نے کہا۔ میری رائے
اسکا پرچی ہے۔ کہ میں وہاں جاؤں تو ابی عباس نے عرض کی۔ ایسی قوم کے پاس
جانا چاہتے ہو۔ جس نے تمہارے والد مکرّم کو شہید کیا۔ اور تمہارے بھائی
سے دھوکا کیا۔ مجھے آپ کے بارے میں خطرہ ہے۔ کہ وہ آپ کو بھی دھوکہ
دیں گے۔ تو تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ وہاں نہ جائیے۔ امام حسین نہ مانے
عبداللہ بن زبیر نے۔ کچھ باتیں کہیں۔ پھر کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ ہم نے کس حال

میں اس معاملہ کو چھوڑا۔ اور اختیار اس پر قبضہ کر بیٹھے۔ امام حسین نے کہا۔ مجھے میرے شیعوں اور کوفہ کے کرتے دھرتے لوگوں نے وہاں آنے کو کہا ہے لہذا میں جاؤں گا۔

ذبح عظیم :-

عبداللہ بن عمر مدینہ منورہ سے کہ معظّم میں بقصد حج آئے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے عبداللہ بن عمر اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان جو گفتگو واقع ہوئی۔ ہم وہ بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر جناب امام حسین علیہ السلام کا قصد مصمم دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ آپ کو معلوم ہے۔ کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے پوری احتیاط برتنی چاہیے۔ اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ ان کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ لوگوں نے عام طور پر یہ بیعت کر لی ہے۔ اور کوفہ والے بھی دولت و زر کے لالچ سے اس کی طرف بھکے ہوئے ہیں۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ یا آپ کو شہید کر دیں گے۔ اس لیے آپ امن و امان سے خدائے گہری بیٹھے رہیں۔

(ذبح عظیم مصنف اولاد حیدر شہیدی ۱۹۳-۱۹۴
کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

جلاء العیون :-

پس ابن عمر نے کہا۔ یا حضرت آپ کو وضع جسد اطہر اپنا جسے رسول خدا چومتے تھے۔ مجھے دکھا دیجئے۔ پس حضرت نے موضع نواف مبارک

دکھایا۔ اور اس نے تمہیں مرتبہ بوسا اس موضع اطہر کالیا۔ اور باگریہ وزاری کہد
میں آپ کو خدا کے پیرو کرتا ہوں۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۸
فصل چودہویں)

حاصل کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ کے خیر خواہوں، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، محمد بن حنفیہ اور
ابن زبیر نے آپ کو کوفہ جانے سے بہت روکا۔ اور اہل کوفہ کی ہر غداری اور دھوکہ بازی
یا دولاٹی۔ آپ کے باپ کو قتل کرنا اور آپ کے بھائی سے دھوکہ کرنا بھی یاد دلایا۔ اور
تسمیر عرض کی۔ آپ اوھر کا ارادہ متوی فرمادیں۔ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہیں۔ ورنہ چل کر کوہ معطر
تشریف رکھیں۔ یہیں آپ کی بہتری ہے۔ لیکن ان تمام حضرات کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے
یہی کہا۔ کہ میرے مخلص شیعوں اور کوفہ کے رئیسوں نے مجھے لایا ہے۔ لہذا میں ضرور
جاؤں گا۔

عبداللہ بن عمر کو جب یقین ہو گیا۔ کہ امام اب رکتے نہیں ہیں۔ تو انہیں اپنی نافرمانی
دکھانے کو کہا۔ تاکہ آخری وقت اس مقدس مقام کو چوم سکیں۔ جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ اسے تین مرتبہ چمچا۔ اور پھر عرض کی ساچھا۔ خدا حافظ۔ اور یہ
کہہ کر حضرت عبداللہ بن عمر روئیے۔ یہ بھی معلوم ہوا صحابہ کرام امام حسین کے حق میں مخلص تھے۔

سفر کربلا میں عبداللہ بن یقطیر اور مسلم بن عقیل کی شہادت

کی خبر سن کر امام حسین کا ارشاد کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے

رسوا کر دیا۔

مقتل ابی مخنف:-

حَتَّىٰ أَنْتَهَىٰ إِلَىٰ زُبَالَةٍ فَزَلَّ بِهَا شَرٌّ مَّامٍ
خَطِيئًا فَحَمِدَ اللَّهُ وَآثَىٰ عَلَيْهِ وَذَكَرَ الشَّيْءَ
فَصَلَّىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ نَادَىٰ بِأَعْلَىٰ صَوْتِهِ أَيُّهَا النَّاسُ
إِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ عَلَىٰ أَنَّ الْعِرَاقَ فِي قَبْضَتِي وَقَدْ
جَاءَنِي خَيْرٌ صَاحِبُكَ أَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَ
هَانِيَّ بْنَ عُرْوَةَ قَتَلَا وَتَدَخَّلْنَا شَيْعَتُنَا
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَصْبِرُ عَلَىٰ ضَرْبِ السُّيُوفِ وَ
طَعْنِ الرِّمَاحِ وَالْأَفْلِيضِ صِرْفٌ مِنْ مَوْضِعِهِ هَذَا
فَلَيْسَ عَلَيْهِ مِنْ زَمَانِي شَيْءٌ فَسَكْتُوا جَمِيعًا
وَجَعَلُوا يَتَفَرَّقُونَ يَمِينًا وَشِمَالًا حَتَّىٰ لَمَّ يَبْقَ
عِنْدَهُ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِهِ وَمَوَالِيهِ وَقَالُوا وَاللَّهِ
مَا نَرْجِعُ حَتَّىٰ نَأْخُذَ بِشَارِنَا أَوْ نَذُوقَ الْمَوْتَ
غُصَّةً بَعْدَ غُصَّةٍ وَهُمْ يَنْفُكُونَ وَسَبْعُونَ وَجُلًّا

وَهُمُ الَّذِينَ خَرَجُوا مَعَهُ مِنْ مَكَّةَ .

(مقتل ابی منصف ص ۴۳ مسیروالحسین

الی العراق مطبوعہ حیدرآباد نجف اشرف

۱۳۶۵ھ)

ترجمہ۔

امام حسین رضی اللہ عنہ زبالہ کے مقام پر پہنچے۔ سواری سے اترے۔ اور خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر بلند آواز سے کہا لوگو! میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا کہ عراق میری مٹھی میں ہے۔ اور ابھی ابھی صبح خیز آئی ہے۔ کہ سلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید کر دیئے گئے۔ ہمیں ہمارے شیعوں نے روک کر دیا ہے۔ تمہیں سے جو تلواروں اور نیزوں کے زخم پر واداشت کر سکتا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اسی مقام سے واپس ہو جاؤ۔ واپس جانے والے پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ سب خاموش ہو گئے۔ اور وائیں بائیں کھسکنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ اہل بیت اور غلاموں کے علاوہ کوئی شیعہ نہ رہا۔ ان لوگوں نے کہا۔ خدا کی قسم! ہم امام مسلم کا بدلے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا م جائیں گے۔ یہ لوگ ستر سے کچھ اوپر (بہتر) تھے۔ اور ہی تھے جو امام حسین کے ساتھ مکہ سے آئے تھے۔

ارشاد شیخ مفید۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَتَدْنَا خَيْرٌ فَوَطِئُ قَتَلَ مُسْلِمًا
بُنْ عَقِيلٍ وَهَانِي بْنِ عُرْوَةَ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنِ يَقْطِيبِ
وَقَتَدْنَا شِيعَتَنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ

الانصراف فليَنصِرِفْ فِي غَيْرِ جَرَجٍ مَعَهُ ذِمَامٌ
 فَتَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ وَآخَذُوا يَمِينًا وَشِمَالًا حَقًّا
 بَقِيَ فِي أَصْحَابِهِ الَّذِينَ جَاءُوا مَعَهُ مِنَ الْمَدِينَةِ
 وَكَفَرُوا كَيْبَرٌ مِمَّنْ انْضَمُّوا إِلَيْهِ -

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۲ / فی توجہ

الحسین علیہ السلام الی الکوفة

مطبوعہ مکتبہ بعیرہ قم خیابان)

ترجمہ:-

اما بعد! ہمیں ایک افسوس ناک خبر موصول ہوئی ہے کہ مسلم بن عقیل،
 ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن قظیر کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تحقیق ہمارے شیعوں نے
 ہمیں ذلیل و خوار کیا ہے۔ پس تم میں سے جو واپس جانا چاہے تو بڑی خوشی
 سے چلا جائے۔ اس پر کوئی روکداری نہیں ہوگی۔ یہ سُن لوگ (شیعہ) تشریح ہو
 گئے اور دائیں بائیں سے چلتے بنے یہاں تک کہ آپ کے پاس صرف آپ
 کے وہی جان نثار رہ گئے جو مدینہ شریف سے آپ کو ساتھ ہوئے تھے اور وہ
 چند لوگ جو ان کے کہنے پر ساتھ لگے تھے۔
 مذکورہ دو عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ

حاصل کلام:-

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کو ذمہ منزل زبالہ پر جب یہ خبر سنی کہ امام مسلم اور عبداللہ بن قظیر
 اور ہانی بن عروہ شہید ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں نے ہمیں ذلیل کر دیا ہے۔
 کیونکہ آپ کو خط لکھنے والے اور لانے والے شیعہ ہی تھے۔ ان لیے آپ نے فرمایا ہمارے

شیعوں نے ہمیں رسوا کیا ہے تو اس سے صاف واضح ہوا کہ امام حسین اور آپ کے اہل بیت کو ذلیل کرنے والے شیعہ ہی ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ساتھ چلنے والوں کو یہ بات سنائی اور فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے جس کی مرضی میرے ساتھ رہے اور جس کا دل چاہے چلا جائے کیونکہ اب وہ بات ختم ہو گئی کہ ہم اپنے شیعوں کے پاس جا رہے ہیں تو سب لوگ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے سوائے ان لوگوں کے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اہل مکہ و مدینہ اہل بیت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی محب تھے اور اہل کوفہ مصنوعی محبت کے روپ میں حقیقتاً عداوت مسلحہ کا تعلق اہل بیت تھے۔

جنگ پہلے میدان کر بلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے

اپنے شیعوں کو فواداری و جانثاری کے دعوے

یا دولا گئے مگر وہ ہر چیز سے مکر گئے۔

مقتل ابی مخنف :-

لَمَّا قَامَ الْحُسَيْنُ فِي إِزَارٍ وَتَعَلَّيْنِ فَحَمِدَ اللَّهَ
وَآتَى عَلَيْهِ وَذَكَرَ نَبِيَّهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ مَعذِرَةٌ إِلَى اللَّهِ وَالْيَوْمِ حَشِي أَسْتَتِي
كُتِبَ لَكُمْ أَنْ أَقْدِمَ عَلَيْكَ لَكَ مَا لَنَا وَعَلَيْكَ مَا
عَلَيْنَا لَيْسَ لَنَا إِمَامٌ مِثْلَكَ فَإِنْ كُنْتُمْ لِقَدْوَجِي

كَارِهِيْنَ رَجَعْتُ عَنْكُمْ اِلَى مَا مِثَّتْ مِنْ اَلْاَرْضِ
 فَقَالَ الْحُرُّ اَنَا وَاللّٰهُ لَسْتُ مِمَّنْ كَتَبَ اِلَيْكَ
 فَقَالَ الْحُسَيْنُ لِعُقْبَةَ بْنِ سَمْعَانَ اَخْرِجِ
 النُّحْرَجِيْنَ الْمَمْلُوْثِيْنَ كُتُبًا فَاخْرِجْهُمَا
 وَقَرَّاهَا عَلَيَّهِ

و مقل ای محنت ص ۳۳ ملاقات الحرم

الحسین - مطبع حیدریت پبلیشز

(اشرف)

ترجمہ

پھر امام حسین چاوردیوں کیلئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا۔ پھر کہا۔ لوگو! میں اللہ اور تم سے معذرت خواہ ہوں۔ جسے کہ میرے پاس تمہارے رقعہ جات آئے۔ جہاں میں مجھے یہاں آتے کو کہا گیا تھا۔ اور تمہارا وعدہ تھا۔ ہم خوشی غمی سب میں تمہارے ساتھ ہوں گے۔ ساو آب کے بغیر ہمارا کوئی امام نہیں۔ اگر تم میرے یہاں آنے سے بیزار ہو۔ میں واپس چلا جاتا ہوں۔ جہاں میری مرضی ہو۔ حوس نے کہا۔ خدا کی قسم! میں رقعہ کھنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ پھر امام حسین نے عقید بن سمعان کو فرمایا۔ خطوں سے بھرے ہوئے دو قبیلے لاؤ۔ اور ان میں سے رقعہ جات نکالو۔ اس نے رقعہ جات نکالے۔ اور ان (شیعوں) کو پڑھ کر سنائے۔

جلد العیون ۱۔

ایہا الناس بن نیام لبوسے شما گر بعد از آنکہ ماہمائے متواتر و متوالی،

وچیکائے شما پیای بن رسیدہ و نوشتہ بودید کہ البتہ بیابوسے ما کہ البتہ پیٹھائے
نداریم شاید کہ خدا مارا و شمار بر حق و ہدایت مجتمع گرداند۔ اگر بر سر عہد و گفتار خون مستید
پیمان خود را تازہ کنید۔ و خاطر مرا مطمئن گردانید و اگر از گفتار خود برگشتہ آید و پیمان
ہا را شکستہ و آمدن مرا کار میدن بجائے خود میگروم..... حضرت عقبہ بن
سحان را فرمود کہ خرمینی کہ ناہمائے آنجاست حاضر ساز چوں خرمین را آورد و معلو
بود از ناہمائے کوفیاں بے وقاحت گفت من اطلاع ندارم از ای ناہمائے و از
جانب ابن زیاد و ماورد شدہ ام کہ چوں ترا ملاقات نمائم از تو جدا نشوم تا تیرا بنزد
ابن زیاد برسم حضرت فرمود تا زندہ ام باین مذلت راضی نہ خواہم شد۔

دجلہ العیون جلد دوم ص ۵۲۲ - ۵۲۲،

آنحضرت بعراقا و آمدن حرم مقابله

آنسرود مطبوعہ تہران طبع جدید مطبوعہ

تہران ۱۳۹۵ھ

ترجمہ:-

ایہا الناس میں تمہاری طرف نہیں آیا۔ اگر جب کہ متواتر تمہارے خطوط اور
تمہارے قاصد یہ پٹے میرے پاس پہنچے۔ تم نے کہا۔ کہ آپ ہمارے پاس
تشریف لائیے کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں ہے۔ شاید خدا ہم کو اور آپ کو
حق و ہدایت پر متفق کر دے۔ اگر تم اپنے عہد و گفتار پر برقرار ہو۔ مجھ سے
عہد و پیمان تازہ کر کے دل میرا مطمئن کرو۔ اور اگر اپنی گفتار سے پھر گئے
ہو۔ اور عہد و پیمان کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور میرے آنے سے بیزار ہو۔
میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں..... حضرت نے عقبہ بن سحان
سے فرمایا۔ کہ وہ خرمین جن میں خطوط آئے لے کر آؤ۔ جب خرمین لائے۔ جو

خطوط کو بیان بے وفا سے بھری ہوئی تھیں۔ حُسن نے کہا۔ مجھے ان خطوط کی اطلاع نہیں ہے۔ مجھے ابن زیاد نے مقرر کیا ہے۔ کہ جب آپ کے ملاقات کروں۔ جرات نہ ہوں۔ تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد کے پاس نہ لے جاؤں حضرت نے فرمایا۔ جب تک زمرہ رہوں۔ یہ ذلت مجھ سے گوارا نہ ہوگی۔

(جلاء العیون اردو ص ۲۱۵-۲۱۶ جلد دوم)

مطبوعہ شیخ جنرل بک آرکائیو لاہور۔)

مقتل ابی مخنف۔

ثُمَّ نَادَى الْحُسَيْنُ وَيْلَكَ يَا شَيْثُ بْنُ رَبِيعٍ وَيَا كَثِيرُ
 بْنُ شِهَابٍ وَيَا فُلَانُ وَيَا فُلَانُ أَلَمْ تَكْتَبُوا إِلَيَّ
 أَنْ أَقْدِمُ عَلَيْكَ مَا لَنَا وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا
 فَقَالُوا لَمْ نَفْعَلْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ
 إِذَا كَرِهْتُمْ لِي دَعْوَتِي أَنْصَرِفْ إِلَى مَا شِئْتُمْ
 مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ قَيْسُ بْنُ الْأَشْعَثِ أَنْزِلْ عَلَيَّ
 حُكْمَ الْأَمِيرِ ابْنِ زِيَادٍ فَمَا تَرَى إِلَّا مَا نَحِبُ
 فَقَالَ الْحُسَيْنُ وَاللَّهِ لَا أُعْطِي بِيَدِي إِعْطَاءَ
 الدَّالِيلِ وَلَا أَفِرُّ فِرَارِ الْعَبِيدِ ثُمَّ تَلَا لِي عُدَّتُ
 بِرَبِّي وَرَبِّكَ مِنْ كُلِّ مُسْتَبِرٍ لَا يُؤْمِنُ
 بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔

مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مضائقہ القوم

لحمین نجف اشرف حمید ریم

میدان کرلا میں امام حسین نے شیث بن رومی، کثیر بن شہاب اور دوسرے لوگوں کو کہا۔ تم برباد ہو جاؤ۔ کیا تم نے مجھے یہاں آنے کا نہ لکھا تھا۔ اور نفع و نقصان میں ساتھ دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ہم نے ایسی کوئی بات نہ لکھی اور نہ کہی۔ امام حسین نے فرمایا۔ اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو۔ تو میرا بیچھا چھوڑ دو۔ میں جہاں مرضی ہو چلا جاؤں۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ امیر ابن زیاد کے حکم سے گھوڑے پر سے نیچے اترائیں۔ تمہارے ساتھ اب جو ہم چاہیں گے۔ وہ سلوک ہو گا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اپنے ہاتھ (بیت کیلئے) تو لیل آدمی کو نہیں دے سکتا۔ اور نہ غلاموں کی طرح بھاگوں گا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اِنْحِ عُنْدَتِ بِرَیْحِنَا الْخِ

جلد العیون: امامین کو بلائے زوالے ہی آپ کے قاتل بنے۔

چول روز و گزشتہ عمر بن سعد با چہار ہزار منافی عنید کبر۔ بلا رسید و در برابر لشکر امام سعید فرو آمدند۔ پس عمر، عروہ بن قیس الحمیری را طلبید و خواست کہ برسات بخد مت حضرت بفرستد چول آل نام و از آنہا بود کہ نامہ بان حضرت نوشته بودند قبول رسالت نکرد۔ و بہر یک از رؤسایے لشکر کہ میقت یاں علت ابا میگردند۔ زیرا کہ اکثر از آنہا بودند کہ نامہ ب حضرت نوشته بودند۔

جلد العیون جلد دوم ص ۶۲۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔ زندگانی سید الشہداء۔

ترجمہ:- جب دوسرا دن ہوا۔ عمر بن سعد لعین مع چہار ہزار منافقیں داخل کر بلا

ہوا۔ اور مقابل لشکر امام حسین (رضی اللہ عنہ) اتر لہ اور عروہ بن قیس اسی کو ہلاکے چاہا بطور قاصد کی امام حسین کے پاس بھیجے۔ مگر چونکہ وہ نامہ اوان میں سے تھا۔ جنہوں نے خطوط امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے۔ اس نے قاصد ہی قبول نہ کی۔ اور جس امیر و رئیس لشکر سے کہتا تھا۔ کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ اس لیے ان میں اکثر وہی لوگ تھے۔ جنہوں نے خطوط لکھے۔ اور عراق میں بلایا تھا۔

(جلد العیون اردو ص ۲۲۔ جلد دوم مطبوعہ

لاہور۔)

جلد العیون :-

دی بنیم شمارا کہ جمع شدہ اید برائے ام سے کہ خدارا بخشم آوردہ اید بر خود غضب اور امتوجہ خود گردانیدہ اید و از رحمت اد خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار ہست پروردگار ما و بد بندگانید شمار برائے کشتن ذریت و عزت او شیطان بفرمان برداری او ایمان آوردید و نظام پر پیغمبر او و انکول جمعیت کردہ اید برائے کشتن ذریت و عزت او۔ شیطان بر شما غالب گردیدہ است۔ و یاد خدارا از خاطر شما محو کردہ است پس لعنت بر شما باد و بر ارادت شما باد اسے بیوفایان جفا کار خدارا مارا اور ہو گام اضطراب بد و یاری خود طلبید چوں اجابت شما کردیم و بہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بر روئے کشیدہ اید و دشمنان خود را بر یاری گردید و از دوستان خدا دست برداشتید۔

(جلد العیون جلد دوم ص ۵۵۷ مطبوعہ تہران

خطبہ آل سرور در برابر سیاہ کوفہ)

ترجمہ :- میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے جمع ہوئے ہو کہ خدا کو تم نے اپنے

اور پر شکستیں کیا ہے۔ اور اس کے غضب کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے اور اس کی رحمت سے محروم ہو گئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار شکوہ کار ہے اور تم اس کے خراب اور بدکار بندے ہو۔ تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا اور بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور آپ ہی اس پیغمبر کی قدرت و عظمت کو قتل کرنے پر جمع ہو گئے ہو۔ شیطان تم پر غالب ہوا ہے اور اس نے یا خدا تمہارے دلوں سے محو کر دیا ہے۔ تم پر اور تمہارے ارواح پر لعنت ہو۔ اسے یہ فایاں جفا کاراں تم پر ملے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی مدد کو مجھے بلایا۔ اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت و ہدایت کرنے کو ایدہ اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔ اپنے دشمنوں کی تم نے یار کا ورد و گاری کی اور اپنے دوستوں سے دستبردار کی کر کے دشمنوں سے مل گئے۔

(ملاحم العیون اردو جلد دوم ص ۲۲۲-۲۲۳)

(مطبوعہ لاہور)

مقتل ابی مخنف

فَلَمَّا سَمِعُوا كَلَامَ رُزْهَرٍ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ حَتَّى نَقْتُلَ
صَاحِبَكُمْ وَمَنْ يُبَايِعْهُ أَوْ يُبَايِعَ لِيَزِيدَ.

(مقتل ابی مخنف ص ۵۶ مضامین)

القوم للحیوم مطبوعہ حیدرآباد

(نعت اشرف)

ترجمہ۔ جب کوئی شیعوں نے میدان کر بلا میں امام حسین کے ایک ساتھی زہیر سے

گفتگو سنی۔ (جس میں انہوں نے ان شیعوں کو خطوط لکھنے اور ان میں وعدے کیے جانے کا ذکر کیا تھا۔) تو انہوں نے جواب دیا۔ ہم امام حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیے بغیر نہیں جائیں گے۔ یا زید کی بیعت پر آمادہ ہو جاؤ۔

ان خطبات میں رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل امور

مثابت ہوئے

۱۔ میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے منجانب سے وہ لوگ تھے جنہوں نے پے درپے خطوط لکھتے تھے۔ اور قسیر لکھا تھا کہ ہمارا موت و حیات اور نفع نقصان سب کچھ آپ کی خاطر ہے۔

۲۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اتمامِ حجت کے لیے انہیں دو بوریاں کھول کر ان کے جب خطوط دکھائے۔ تو سب نے انکار کر دیا۔ اور کہا ہم نے کوئی خط نہیں لکھا۔

۳۔ میدانِ کربلا میں امام کے ساتھیوں میں سے زہیر بن قیس نے شیعوں کو ان کے وعدے اور قسیر یا دولائیں تو انہوں نے کہا۔ ہم تم سب کو قتل کر دیں گے بیعت کر لو۔

۴۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے جب کسی کو کان دار بتایا جاتا تو وہ اپنے خطوط یاد کر کے ضمانت محسوس کرتا۔

۵۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں خط بھیننے والوں کو فرمایا۔ کہ تم نے

مجھ سے وعدے کیے۔ اور مجھے یہاں آنے کا ترغیب دی۔ ہم تمہارے

وعدوں پر یقین کر کے آگئے۔ اب تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریعہ۔ اور عزت

کے قتل کے درپے ہو۔ تم پر اللہ کی لعنت۔ تم غداروں کے وفاتنگے۔ بلکہ تمہاری آٹھ سو بیوفائی بالکل واضح ہو گئی۔

حاصل کلام:-

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگانے والے، بارہ ہزار خطوط اور بہت سے قاصدین بھیجنے والے، مسلم بن عقیل کی اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والے اور نعمان بن بشیر گورد کوڑہ کو شام کی طرف دھکیلتے کا وعدہ کرنے والے سب کے سب ”شیعان علی و شیعان حسین“ تھے، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں میدان کربلا میں آنے والے بھی یہی تھے۔ اسکا وجہ آپ نے انہیں خطوط دکھلائے۔ اور ان کی تمہیں وعدے یاد لائے۔ کیونکہ یہ سب لوگ ”کوئی الاصل“ تھے۔ ان میں کوئی حجازی یا شامی نہ تھا۔ ”مقتل ابی مخنف“ نے کہا۔

مقتل ابی مخنف:- امام حسین کے مقابلہ میں کوئی شامی نہ آیا سب کوئی تھے۔

فَتَمَّامَلُوا شَمَانُونَ أَلْفَ قَارٍ مِّنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ
لَيْسَ فِيهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حَبَشَانِيٌّ

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:-

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جو اسی ہزار کا لشکر آیا وہ سب کے سب کوئی تھے۔ ان میں کوئی بھی حجازی یا شامی کا رہنے والا نہ تھا۔
”ابی مخنف“ کی اس عبارت سے تصدیق ہو گئی۔ کہ اسی ہزار کا لشکر جو میدان کربلا میں امام کے مقابلہ میں تھا۔ وہ سب کو فیوں کا تھا پھیلے اوراق میں آپ نے کوئی لوگوں کے بارے میں پڑھا۔ کہ سب ”شیعان علی“ تھے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام کو

بلائے والے بھی شیعوں تھے۔ مسلم بن عقیل کے ہاتھ امام کے لیے بیعت کرنے والے اٹھارہ ہزار بھی شیعوں تھے۔ اور میدان کر بلا میں امام اور اہل بیت کے قتل پر آمادہ بھی یہی اسی ہزار شیعوں تھے۔

میدان کر بلا میں شہادت حسین کے بعد اہل بیت

کو لوٹنے اور رونے والے شیعوں تھے۔

ذبح عظیم و نور امین :-

ملا ابواسحاق اسفرائینی حضرت زینب علیہا السلام کی زبانی لکھتے ہیں۔ کہ ہم ایک خیمہ کے اندر بیٹھے تھے۔ کہ ناگاہ بہت سے مرد خیموں کے اندر چلے آئے۔ ازاں جملہ ایک شخص ازرق چشم تھا۔ اس نے خیمہ کا کل اسباب لے لیا۔ اور پھر اس کا جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ وہ ایک چتر سے پر پڑے ہیں۔ وہ چتر بھی اس نے ان کے نیچے سے نکال لیا۔ ان کو زمین پر ڈال دیا۔ بعد اس کے میرے سر سے اس نے مٹن لے لیا۔ اور پھر اس نے میرے گوشواروں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اتار لے کر میرا کان بھی کسی قدر بھٹ گیا۔ کیونکہ اس نے ان کو کھینچ لیا تھا اور خون میرے کانوں سے بہنے لگا تھا۔ وہ باوجود اس ظلم کے روتا بھی جاتا تھا پھر اس نے اس غلغالی کی طرف نظر کیا۔ جو فاطمہ صغریٰ کے دونوں پیروں میں تھیں۔ اس کو اتارنے لگا۔ جب زارتیں۔ تو اس نے ان دونوں غلغالیوں کو توڑ ڈالا۔ اور توڑ کر پیروں سے اتار لیا۔ پس میں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو ہم کو لوٹا بھی ہے۔ تو روتا کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں اس مصیبت پر روتا ہوں،

جو تم اہل بیت پر نازل ہوئی ہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں۔ کہ میں اپنے کان کے درد سے اور حضرت فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کے رونے سے اور زیادہ رونے لگی۔ اور میں نے کہا۔ کہ خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کر دے۔ بعض کتابوں میں اتنا اضافہ اور ہے۔ کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اس کا جواب سن کر اس سے کہا۔ کہ جب تجھ کو ہماری ان مصیبتوں پر اتنا رحم آتا ہے۔ تو پھر پر زید کیوں لیے لیتا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ اس وجہ سے یہ زور لیے لیتا ہوں۔ کہ اگر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ تو کوئی دوسرا نہیں ضرور لے لے گا۔ اس لیے اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ میں ہی لے لوں۔ بہر حال ہمارے معزز مورخ بیان کرتے ہیں کہ یہ شخص جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ وہ درخولی ابن زید الاحصعی، تھا۔

(۱۔ نور العین ص ۱۳۸)

(۲۔ مقتل ابی مخنف ص ۹۷ (ہجوم القوم

علی خیم الحسین) طبع کتبہ حیدریہ نجف

اشرف (قدیم)

(۳۔ ذک عظیم ص ۲۰۶-۲۰۷ غارت خیام

اہل بیت علیہم السلام۔ مطبوعہ لاہور۔

(۴۔ انوار نعمانیہ جلد سوم ص ۲۴۱ تذکرہ نور

فی بعض اقوال الطوائف)

ۛ

شہادت حسین کے بعد بازار کو قمر میں اہل بیت نے
ماتم کرنے والے شیعوں کو مکار و غدار کہا اور اپنا،

قاتل ٹھہرایا

خطبہ زین العابدین

اسے ماتم کرنے والو ہمارا قاتل تمہارے سوا کون ہے

جلد اول العیون :-

چوں (اہل بیت رسالت) داخل کو نہ حضرت زین العابدین علیہ السلام لاویں نہ
بسیار رنجور و نحیف است و دست مبارکش را در گردن تل کرده اند و مندرجات
استار عصمت را بر شترال برہنہ سوار کرده اند صد بنوم و شیون و گریہ بلند
کردند حضرت باواز ضعیف گفت کہ شملہ را نوحہ و گریہ می کنی پس کہ مارا کشتہ
است -

(۱- جلد اول العیون جلد دوم ص ۵۹۳ خطبہ حضرت

زینب خاتون در کوہ مطبوعہ تہران طبع جدیداً

(۲- احتجاج طبری جلد ۲ ص ۲۹۱ خطبہ زینب بنت علی مطبوعہ قم طبع جدید طبع قدیم ۱۶۵)

ترجمہ:-

اہل بیت رسول جب کوفہ داخل ہوئے۔ اہل کوفہ نے دیکھا۔ کہ امام زین العابدین بہت کمزور اور انتہائی تکلیف میں ہیں۔ ان کے ہاتھ مبارک گردن کے پیچھے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اور اہل بیت کی مستورات ننگے اونٹوں پر سوار کی گئی ہیں۔ کوفیوں نے یہ دیکھ کر آواز گریہ و نوحہ بلند کی۔ امام زین العابدین نے کمزور آواز سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ہم پر نوحہ اور گریہ کرتے ہو۔ بتاؤ ہمیں مارنے والے کون ہیں؟

خُطْبَةُ سَيِّدَةِ زَيْنَبَ رَضِيَ

اے اتم کرنے والو قیامت تک ما تم ہی کرتے رہو
گے یہی تمہاری سزا ہے

جلد اول حصہ اول:-

بطیرابی حزم اسدی گفت درین وقت زینب خاتون دختر امیر المومنین اشارہ کرد بسوئی مردم کہ خاموش شوید۔ وبال شدت واضطراب چنان سخن میگفت کہ گویا از زبان امیر المومنین سخن میگوید۔ پس بعد از اواسے محامد البی و درود حضرت رسالت پناہی و صلوات بر اہل بیت اختیار و عزت اہل بیت گفت۔ اما بعد اسے اہل کوفہ مل فذر و کرد حیلہ آیا شمار ما میگرددید۔ ہنوز اب دیدہ ما از جو شمانہ، ایسا وہ و نالہ ما از ستم شما ساکن نگرددید۔ مثل شما مثل آن زن است کہ رشتہ خود را محکم

کی تا بیلہ و بازی کشود و شمایز شستہ ایمان خود را گتیدہ کفر خود بر گتیدہ نیست و در میان شما
گرد عوئی بے اصل سخن باطل و تعلق فرزند کنیزان و عیب جوئی و شمنان فرستیدہ گرانندگی
کو در فرزند روئد القرة کہ آراکش قبر کرده باشد۔ بد تو شتہ خود با خرت فرستاید۔ و خود را محمد
در جہنم گردانیدید۔ اما شمار با گریہ و ناله مکنید۔ خود مارا گتیدہ استاید و بر ما میگریدے بلے واللہ
باید کہ بسیار بگریید و کم خندہ مکنید۔

۱۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۹۲، مطبوعہ تہران

جدید خطبہ حضرت زینب خاتون

۲۔ احتجاج طبری جلد دوم ص ۲۹، طبع جدید

و طبع قدیم ص ۱۶۵

۳۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۱۵،

فی مقتل مطبوعہ قم طبع جدید

ترجمہ

حرمین بشر اسلام کی کتاب ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب و دختر امیر المومنین نے اشارت
کہا۔ خاموش رہو۔ اس حالت اضطراب و شدت میں اس طرح کلام کرتی تھیں۔
گویا امیر المومنین کلام فرماتے ہیں۔ پس بعد اوائے حمد اللہی و دروید مختار و آل بیت
انصار و عزت اطہار فرمایا۔

ابعد! اے اہل کورہ اے اہل کورہ و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ اود تم
نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور
تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا۔ اور تمہاری مثل اس عودت
کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط مٹی اور کھول ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی رسی ایمان
کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے۔ تمہارا دعویٰ کہ سراسر بے اصل اور

اور ایک فن باطل ہے۔ اور مانند خوشامد کینزاں و عیب جوئی
دشمنان اور مثل تمہارے کی ایسی ہے جیسے گھاس گھورے پراگی، ہو قبر پناہ و تیر و تار پر
آرائش نقرہ کار کی گئی ہو۔ تم نے اپنے لیے آخرت میں نوشہ و ذخیرہ بہت خراب
بھیجا۔ اور اپنے کو ابد الابد سزاوار جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و فغا کرتے ہو۔ خود تم نے ہی
ہمیں قتل کیا اور خود ہی روتے ہو۔ اے اللہ کی قسم! تمہیں زیادہ روؤ گے۔ اور کم
ہنسو گے۔

(ترجمہ جلاء العیون ص ۲۷۷، انصاف پریس لاہور)



خطبہ فاطمہ بنت حسین رضی

اے ماتمیو! ہمارے قتل سے تمہارے دل شاد
ہو گئے۔

جلاء العیون:-

بعد ازاں فاطمہ و خیر حضرت سیدہ شہداء اہل بیت خطبہ خواہد..... اے اللہ! اسے
اہل کوفہ و اہل مکہ و مدینہ و حجاز و حیلہ حق تعالیٰ اہل بیت رسالت را بے شما مبتلا گردانید
و شما را باممتحن ساختہ و ابتلائے ما را بامتنت گردانید و علم خود را بجا دادہ و فہم
معارف را بجا عطا کردہ بلایم مندوقی علم خدا و مخزن حکمت خدا و محبت خدا و زندگی
بجمع عباد و بلا و گرامی داشتہ است ما را بکرامت خود و تفضیل دادہ است

مارا بیکت پیغمبر خود بسیاری از مخلوقات بفضیلت بسیار. ظاہر پس شما تکذیب
کرید مارا و مارا کافر شمارید و قتال مارا حلال دانستید و اموال ارا غارت کرید و مارا اسیر
کرید مانند اولاد ترک و کابل چنانچہ ویروز جبار اکتید و پیوستہ خون ما اہل بیت از دم
شمشیر ہائے شما میچکد برائے کینہ دیرینہ و وہائے شما شاد شد۔

۱۔ جلد العیون جلد دوم ص ۵۹۲ تا ۵۹۵

خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ مطبوعہ تہران جدید

۲۔ احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۷ طبع جدید

طبع ص ۱۶۵

ترجمہ:-

اس کے بعد سیدہ فاطمہ دختر سید الشہداء نے خطبہ پڑھا..... انا بعد اسے
اہل کوفہ و اہل قدر و کبر و جیلہ حتی تعالیٰ نے ہم اہل بیت کو تمہارے ہاتھ مقبلا
کیا ہے۔ اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے۔ اور بلاؤں کو ہم پر نعمت بنایا ہے
اور اپنا علم ہم کو دیا ہے۔ اور فہم و ادراک ہم کو عطا کیا ہے۔ اور ہم زمین خدا پر
صدق علم خدا و مخزن حکمت خدا جمیع جہاد و بلا و پریشانی اور ہم کو اپنی کرامت سے
بزرگ کیا ہے۔ اور ہم کو اپنے پیغمبر کی برکت سے تمام مخلوقات پر فضیلت
دی ہے۔ تم نے ہماری تکذیب کی۔ اور کافر بجا۔ اور ہم پر قتال کرنا حلال
سمجھے۔ اور ہمارے مال کو غارت کیا۔ اور ہم کو مانند اسیران ترک و وایلم اسیر کیا۔
کل کے روز تم نے ہمارے پدر بزرگوار کو قتل کیا۔ اور بسبب کینہ ہائے دیرینہ
ہر وقت ہم اہل بیت کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپکتا رہا اور ہمارے قتل
کرتے سے تمہارے دل شاد ہوتے رہے۔

(ترجمہ جلد العیون ص ۲۷۱ تا ۲۷۲ جلد دوم)



خطبہ ام کلثوم بنت فاطمہ

کو فیو! تمہارا برا ہو تمہارا سے منہ سیاہ ہو جائیں۔

جلاء العیون:-

پس ام کلثوم دختر و گریہ حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ بلند کرد و از ہوج محترم ندا کرد حاضر
افرا کہ اسے اہل کوفہ بدر بحال شما و نا خوش با و اولیائی شما بیچہ سبب بر اورم حسین را
خواتم دید و یاری او نہ کردید و اورا بقتل آوزید و اموال او را غارت کردید و پر و گیان خرم
سوائے او را سیر کردید وائی بر شما و لعنت بر رویہائے شما گرتید انید کہ چکار کردید۔
فرچہ گناہان او زار ریشیت خود بار کردید و چہ خونہائی محترم رو بختید و چہ دختران محترم کرم
رائالان کردید

(جلاد العیون جلد دوم ص ۵۹۵ تا ۵۹۶ مطبوعہ
ایران جدیدہ خطبہ حضرت ام کلثوم در کوفہ

ترجمہ

بعد اس کے ام کلثوم دوسری دختر جناب فاطمہ نے جیدائے گریہ و زاری بلند کی۔ اور
رور و کرا و آڑوی۔ کہ اسے کوفہ والو۔ تمہارا مال و مال برا ہو۔ اور تمہارا سے منہ سیاہ ہوں
تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین کو بکلیا۔ اور ان کی مدد نہ کی۔ اور انہیں
قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا۔ اور ان کے پر و گیان عصمت و طہارت
کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم

کیا ہے۔ اور کن گناہوں کا اپنی پشت پر انبار کیا ہے۔ اور کیسے خونہائے محرم کو بہایا
دختران محرم کو نالال کیا۔ اور کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹا۔

(۱)۔ جلال العیون مترجم۔ جلد دوم ص ۷۳ ۷۴ جلد ۲

مطبوعہ لاہور

(۲)۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۰۱ مطبوعہ حیدرآباد

نصف اشرف طبع قدیم

حاصل کلام:-

میدان کربلا میں امام عالی مقام کی شہادت اور آپ کے رفقاء کی قربانی کے بعد اہل بیت
کے خیر سے ساز و سامان لٹنے والا، امام زین العابدین کے نیچے سے چمڑے کا تکیہ لے اڑنے
والا، سیدہ زینب کے سر اور سے چادر اتارنے والا۔ فاطمہ صغریٰ کے پاؤں سے غلغلا توڑ کر اتارنے
والا اور سیدہ زینب کے ہیکل کاتوں کے گوشوارے کھینچ کر اتارنے والا جس کا نام ”خولیٰ بن زینب“ ہی تھا،
یہ لیٹر اکثر ماتھی کوئی شیعوں تھا۔ سیدہ زینب نے پوچھا۔ نام اور یہ تو بتلا کہ، ہمیں لوٹ بھگا رہا ہے اور ماتم
بھی کرتا ہے، کہنے لگا۔ یہ دونوں باتیں محبت کی دلیل ہیں۔ لوٹ اس لیے رہا ہوں۔ کیونکہ اگر میں
نے نہ لوٹا تو کوئی دوسرا لازمی طور پر لوٹ ہی لے گا۔ تو یہ اچھا ہو گا۔ کہ میرے آقاؤں اور اہل بیت
کی نشانیاں میرے پاس آئیں۔ اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر جذباتِ محبت و عقیدت کا اظہار
کرتا رہوں۔ اور وہ اس لیے رہا ہوں۔ کہ آخر آپ اہل بیت کا پرانا خادم اور محب ہوں
آپ کے دکھ اور درد نہیں دیکھے جاتے۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اس لیے آنکھیں
آپ کو پریشان دیکھ کر جذباتِ محبت میں بے قابو ہوں۔ اور آنسوؤں کی لہریں پرور رہی ہیں۔
لہذا سیدہ امیرالوٹنا بھی محبتِ اہل بیت، کا مظہر اور میرا رونا بھی غمِ اہل بیت کا اظہار
ہے۔ ”شیعان علی“ میں سے ہوں۔ اور ہم نے ہی آپ کو یہاں بلایا۔ پھر کیوں لا تعلق رہے

سکتا ہوں۔

ادھر جب محرمات اہل بیت ایسرانہ کو پہنچیں۔ تو وہاں بھی چاروں طرف ”شیعان علی اور مہیان اہل بیت“ کے زور اور گریو فغان کی آوازیں سنیں۔ ان کو بھی ان ستم زدہ خواتین نے خطاب میں کہا۔ تم نے ہمیں خطوط لکھ کر یہاں بلوایا۔ ہمارے آجانے کے بعد تم غدار نکلے۔ اور ہمارے شیعہ ہونے کے دعویدارو! ہمیں کافر کہا۔ پھر ہمیں قتل کیا۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد اب روہے ہو۔ اور ہمارا ماتم کر رہے ہو۔ اللہ کی تم پر لعنت ہو۔ اللہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھے۔ اور اسے غدارو! تمہیں (اور تمہاری نسلوں کو) قیامت تک پٹیا نصیب ہو۔ اور ہفتنا کم نصیب ہو اور تمہارے منہ کالے رہیں، اہل بیت کی ہر دعا قبول ہوئی اور قاتلانِ حسین نے اپنے منہ کالے کرنے کے علاوہ کپڑے بھی کالے کر لیے۔

خلاصہ واقعہ کربلا

قادیانی حضرات! آپ کتب شیعہ کے حوالہ جات سے یہ معلوم کر چکے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد کوفہ میں شیعوں کی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا۔ جس میں یہ سٹے پایا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا جائے۔ اس کی خاطر رقعہ جات تحریر ہوئے۔ قاصدین بھیجے گئے۔ اور رقعہ جات میں حلیہ لکھا گیا۔ کہ ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ اجتماع کرنے والے، امام مظلوم کو گلانے والے۔ خطوط لکھنے والے۔ خطوط پہنچانے والے اور ان خطوں میں تسمیرہ ہمدردیمان کرنے والے۔ اپنی موت و حیات کو امام موصوف، کی موت و حیات سے وابستہ کرنے والے، امام مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں اٹھارہ ہزار بیعت کرنے والے سب کوئی اور شیعہ تھے۔ بلکہ انہیں درشتیمان علی، کبلانے پر فخر تھا۔

اس کے ساتھ ہی امام مسلم کے ساتھ بیعت توڑ کر یزید قاسمیت میں داخل ہونے

والے۔ امام مسلم کو شہید کرنے والے۔ میدانِ کربلا میں امام حسین کے مقابلہ میں لڑنے والے، آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنے والے۔ مستورات کے خیموں میں لوٹ مار کرتے والے۔ سیدہ زینب اور فاطمہ کے زیورات نوچنے والے، میدانِ کربلا میں لوٹ کرتے ہوئے رونے، والے، گرفتار پہنچنے پر مستوراتِ اہل بیت کو نوحہ و ماتم کر کے محبت جتانے والے یہ سب کے سب وہی اشخاص تھے۔ جن کو پکے شیعوں کہا جاتا ہے۔

لہذا خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے یہ یقین کر لینا درست ہے۔ کہ امام عالی مقام اور آپ کے رفقاء کو شہید انہی کو فیوں (شیعوں) نے کیا۔ جنہوں نے آپ کو گرفتار آنے کو لگھا۔ اور اہل بیت کی مستورات کی بے حرمتی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک بھی انہی لوگوں کا تھا۔ اس لیے وہ تو مر گئے۔ لیکن اب ان کے گردی نشین لوگوں کو اپنے عقائد سے توبہ کر کے مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت پر شابت قدم ہو جانا چاہیے۔

انعام:-

فقہین نے کتبِ شیعوں سے جتنے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک حوالہ بھی مذکور کتاب میں نہ ملے۔ تو اس نشاندہی کرتے والے کو فی حوالہ نمبر ۱۰۰۰ روپیہ ادا کر دیں گا۔ اور اس کے علاوہ جو سزا چور کی رہی میری

(ہاتوا برہانکرا ان کنت صادقین)

ایک دھوکہ

قاتلانِ حسینؑ "اہل سنت" تھے،



ایک نئے شیعہ مجتہد کا نرالہ اجتہاد۔

ہماری نظر سے ایک رسالہ گذرا۔ مصنف کا نام "سید العلماء الحاج مولانا سید علی نقوی القوی" اور رسالہ کا نام "قاتلانِ حسینؑ کا مذہب" ہے۔ اس رسالہ میں مصنف نے بڑی ڈھٹائی اور فریب دہی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے کُنتی تھے۔ حیرت اس بات پر بھی ہوئی کہ فریقین کی کتب میں مذکور ہے کہ امام حسینؑ کو بلوانے والے "شیعیان علی" تھے۔ خط لکھ کر اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے والے میدان کربلا میں تلواریں لئے مقابلہ پر اترے تھے۔ ان حقائق کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ اور دودھ کے پیش کرنا پتا ہا کہ قاتلانِ حسینؑ "اہل سنت" تھے۔

پہلا دھوکہ،

واقعہ کربلا کے وقت کوفہ سے شیعہ ختم ہو چکے تھے

قاتلانِ حسینؑ کا مذہب، ابو الحسن مدنی نے کتاب الاسدات میں اس

زمانے کی مرتع کشتی کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”لَكَانَ أَشَدَّ النَّاسِ بِلَاءً حِينَئِذٍ أَهْلُ
الْكُوفَةِ لِكثْرَةِ مَنْ بِهَا مِنْ شِيعَةِ
عَلِيٍّ فَاسْتُعْمِلَ عَلَيْهِمْ زِيَادُ نُبْتُ
سُمِّيَةِ وَصُنِمَ إِلَيْهِ الْبَصْرَةُ
فَكَانَ يَتَّبَعُ الشَّيْعَةَ وَهُوَ بِهِمْ
عَارِفٌ لِأَنَّهُ كَانَ مِنْهُمْ آيَّامَ
عَلِيٍّ فَقَتَلَهُمْ تَحْتَ كُلِّ حَجَرٍ
وَمَدِيرٍ وَآخَافَهُمْ وَقَطَعَ الْأَيْدِي
وَالْأَرْجُلَ وَسَمَلَ الْعُيُوتَ وَ
صَلَبَهُمْ عَلَى جُدُوعِ الشَّجَرِ
وَطَرَدَهُمْ وَشَرَدَهُمْ عَنِ
الْعِرَاقِ فَلَمْ يَبْقَ بِمَا مَعْرُوفٌ
مِنْهُمْ“

ترجمہ:

معاویہ کے دور حکومت میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ
تھے۔ اس لیے کہ وہاں شیعیاں علی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم بھی
زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا۔ اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا
وہ ان کو پہچانتا بھی خوب تھا۔ کیونکہ علی کے زمانہ میں وہ ان ہی لوگوں کے
ساتھ تھا۔ اس نے ان کو جہاں پایا قتل کیا اور ہاتھ پاؤں قطع کئے۔
آنکھوں میں سلاخیاں پھروائیں۔ درختوں پر سولیاں دلوائیں۔ اور عراق

سے جلا وطن کیا۔ یہاں تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص ان میں سے باقی نہیں رہا۔
اس صورت حال کچھ تہہ ہوئے ممکن تھا کہ کوفہ کے اندر شیعہ جماعت کے لیے
کوئی نمایاں حیثیت باقی رہتی۔ بلکہ مارے جانے، سولی پاتے اور جلا وطن ہونے کے بعد
جو بچے کچھے اشخاص موجود بھی تھے، وہ گوشوں کے اندر اور پردوں کے نیچے زندگی بسر کرنے
پر مجبور تھے۔ اور شیعیت کا نام بھی زبان پر لانا اپنے استحقاق قتل کی دستاویز خیال
کرتے تھے۔۔۔ یہ صورت حال دو ایک ماہ، دو ایک سال نہیں بلکہ بیس سال تک قائم
رہی۔ جس میں بچے جوان اور جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے۔ شیعیت ایک مخصوص
بامعرفت اور صاحب ایمان جماعت میں مخفی حیثیت سے پرورش پائی رہی تھی۔ اور وہ
جماعت کوفہ کے اتنے بڑے شہری گم نامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔

(قاتلان حسین کا مذہب ۴ تا ۶۲)

(مطبوعہ لاہور)

جواب اول

سوالہ میں ذکر کی گئی کتاب کا مصنف شیعہ مذہب کا ہے

علی نقی نے کتاب الاحداث کی جو عبارت نقل کی۔ وہ ابو الحسن مدائنی شیعہ المذہب
کی تخریر ہے۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات اور
کتاب فاطمیات وغیرہ تخریر کیں۔ ان کتابوں میں زیادہ مواد شیعیت کا ہے اور مسلک
شیعہ کے بڑے بڑے مجتہدین نے اس کی عبارات پر اعتماد کر کے اس کی روایات کو نقل
بھی کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ ابو الحسن مدائنی ہم اہل سنت کا نہیں بلکہ اہل شیعہ

کا قابل اعتماد آدمی ہے۔ اس امر کا ثبوت شیعہ کتاب سے ملاحظہ ہو۔

الکئی والاقاب

ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بصری مدائنی شیخ متقدم وخبیر ماہر صاحب تصنیفات فراوان کہ از آنست کتاب خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ و کتاب خطبہ ہائے امیر المؤمنین علیہ السلام و کتاب کسانیکہ از طالبین کشتہ شدند و کتاب فاطمیات وغیر انیہا۔ ابن ابی الحدید مدائنی در شرحش بر نہج از او نقل نموده و ہم شیخ مفید در ارشادش وغیر آں نیز از او روایت کرده اند۔

کتاب الکئی والاقاب تصنیف شیخ عباس قحی۔ جلد ۱ ص ۲۰۲ تذکرہ مدائنی مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

ابوالحسن مدائنی پرانے بزرگوں میں سے بہت بڑا عالم اور استاد تھا۔ بہت سی تصنیفات کا مالک تھا جن میں ”خطبہ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم“ خطبہ ہائے امیر المؤمنین علیہ السلام اور آل بیت کے ان افراد کے بارے میں جو قتل کر دیئے گئے قابل ذکر ہیں کتاب فاطمیات بھی اسی کی تصنیف ہے۔ ابن ابی الحدید مدائنی نے نہج البلاغہ کی شرح میں اس کی بہت سی عبارات نقل کیں۔ اسی طرح شیخ مفید نے ”ارشاد شیخ مفید“ میں اور بہت سے دوسرے لوگوں نے اس سے روایت کی ہے۔

یہ جو کچھ تحریر ہوا۔ شیعہ کتاب سے تھا۔ اہل سنت کی اسماء و رجال کے موضوع

پر لکھی گئی کتابوں میں ابوالحسن مدائنی کو "صاحب اخبار" کے القاب سے روشناس
کرایا گیا اور سند والی روایات بہت کم ذکر کرنے والا بتایا گیا۔

میزان الاعتدال

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَدَائِنِيُّ
الْأَخْبَارِيُّ صَاحِبُ التَّصَانِيفِ ذَكَرَهُ
ابْنُ عَدِيٍّ فِي الْكَامِلِ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَيْفِ الْمَدَائِنِيِّ
مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ لَيْسَ
بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيثِ وَهُوَ
صَاحِبُ الْأَخْبَارِ قَتَلَ مَالَهُ مِنْ
الرِّوَايَاتِ الْمُسْتَدَّةِ -

میزان الاعتدال للذہبی جلد ۲
ص ۲۳۶ حروف العین - مطبوعہ مصر
(طبع قدیم)

ترجمہ:

ابوالحسن علی بن محمد مدائنی اخباری بہت سی تصانیف کا مالک ہے ابن عدی
نے الکامل میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوالحسن مدائنی مذکور
عبدالرحمن بن سمرة کا آزاد کردہ غلام تھا۔ حدیث میں قوی نہیں تھا اور صاحب
الخبر تھا۔ روایات مستندہ کی اس نے بہت تھوڑی تعداد میں روایت
کی ہے۔

لہذا ایسے اخباری اور غیر قوی آدمی کی عبارت سے خیر مستغنیف کو رو کر ناکم علی اور
جہالت کی دلیل ہے۔

جواب دوم

یہ کہنا غلط ہے کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں شیعوں کا

ہو گئے تھے

علی نقی نقوی کے دعوے میں دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور
میں شیعیت تخت مرگ پر تھی۔ اور اس کے چاہنے والے ایک ایک کر کے ختم کئے جا رہے
تھے۔ یہ پہلو ایک ایسی دیدہ دلیری ہے۔ جو حقائق کو ہرگز چھپا نہیں سکتی۔ کتب شیعہ بھی اس
کی تردید کرتی ہیں۔ اور خود اس شخص کے بیان سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے۔ جو واقعہ کربلا
کا پہلا راوی ہے۔ مقتل ابی مخنف میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ لکھتا ہے۔ کہ جب شیعوں نے
امام حسین کو خط لکھے۔ تو انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہم آپ پر جان قربان کر دیں گے۔
ہمارے شکر آپ کے لشکر ہوں گے۔ امام مسلم جب نمائندہ کی حیثیت سے تشریف
فرما ہوئے۔ تو اتنی ہزار شیعہ آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ اس کے لئے حوالہ
پیش خدمت ہے۔

مقتل ابی مخنف۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا إِمَامٌ غَيْرُكَ فَأَقْدِمُ إِلَيْنَا
لَنَا مَالِكَ وَعَلَيْكَ مَا عَلَيْنَا فَتَعَلَّ
اللَّهُ أَنْ يَجْمَعَنَا بِكَ عَلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى

وَاعْلَمْنَا أَنَّكَ تَقْدِمُ عَلَيَّ جُنُودَ مُجَنَّدَةٍ .
(مقتل اہل محنت ص ۱۸) منیٰ خروج الحسین
مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم

ترجمہ۔

بات یہ ہے کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ لہذا آپ ہمارے پاس
ضرورتاً تشریف لے آئیں تاہم آپ کا فائدہ ہمارا فائدہ اور آپ کا نقصان ہمارا نقصان
ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق و ہدایت پر جمع
کر دے اور آپ کو جاننا چاہئے کہ جب آپ تشریف لائیں گے۔ تو
تیار شکروں کی طرف تشریف لائیں گے۔

مقتل اہل محنت۔

سَارَ حَتَّىٰ وَصَلَ الْكُوفَةَ فَتَزَلَ
لَيْلًا فِي دَارِ سُلَيْمَانَ بْنِ مُرَدٍّ وَ
قِيلَ فِي دَارِ الْمُخْتَارِ بْنِ أَبِي عُبَيْدَةَ
الْمُشَقِّقِي فَجَعَلَ النَّاسُ يَخْتَلِفُونَ
إِلَيْهِ فَاَقْرَأَ هَذَا كِتَابَ الْحُسَيْنِ فَجَعَلُوا
يَبْكُونَ وَ يَنْتَحِبُونَ فَقَامَ عَائِشُ الْبَكْرِي
فَحَمِدَ اللَّهُ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ وَ ذَكَرَ النَّبِيَّ
فَصَلَّى عَلَيْهِ وَ أَقْبَلَ عَلَيَّ مُسْلِمًا وَ قَالَ
إِنِّي لَسْتُ أَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِ
النَّاسِ وَ لَكِنِّي أَخْبِرُكَ بِمَا فِي نَفْسِي

إِذَا دَعَوْتُمْوَنِي أَحَبَّتْكُمْ وَأَضْرِبُ بِسَيْفِي
عَدُوَّكُمْ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ
جَلَسَ وَقَامَ حَبِيبُ بْنُ مُظَاهِرٍ وَقَالَ لَهُ
يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ وَأَنَا
وَاللَّهِ عَلَيَّ مِثْلُ ذَلِكَ قَالَ أَبُو مَخْنَفٍ وَ
جَعَلَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ
عَشْرَةَ بَعْدَ عَشْرَةٍ وَعِشْرِينَ وَاقْتَلَّ
وَ أَكْثَرَ حَتَّى بَايَعَهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ ثَمَانُونَ
أَلْفًا جُلًّا -

ترجمہ

رکوعیوں کے مسلسل خطوط آنے پر امام حسین نے مسلم بن عقیل کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ بھیجا، آپ چلتے چلتے کوفہ پہنچ گئے، رات کے وقت سلیمان بن مراد یا مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر تشریف فرما ہوئے، لوگ آپ کی آمد سن کر زیارت کے لیے آنا بانا شروع ہو گئے، آپ نے انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا پیغام پڑھ کر سنایا، سن کر وہ رو دیئے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ عابس بکری کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد کہنے لگا "اے مسلم! مجھے اور لوگوں کے دلوں کا تو پتہ نہیں میں اپنے دل کی بات کرنا، میں آپ جب بھی مجھے بلائیں گے۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اپنی تلوار کے ساتھ آپ کے دشمنوں کو مار بھگاؤں گا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر جاؤں (مر جاؤں)، پھر یہ بیٹھ گیا اور حبیب بن مظاہر نے

کھڑے ہو کر کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور خدا کی قسم! میرے جذبات بھی وہی ہیں۔ جو عالس بکری کے ہیں۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ کوئی دس دس کی بیس بیس کی ٹولیوں میں یا کم زیادہ تعداد میں آتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن میں ہی امام مسلم کی اتنی ہزار کوفیوں نے بیعت کر لی۔

زیرنگ فصاحت۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا۔ سوائے کوفہ کے اور کوئی میری مملکت نہیں ہے چاہے میں اسے لپیٹوں چاہے کشادہ کروں جس طرح چاہوں (تصرف کروں)

(زیرنگ فصاحت ترجمہ نیچ البلاغہ
ص ۳۹ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی قدیم)

مجالس المؤمنین۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقائدہ دلیل ندارد دستنی بودن کوفی الاصل خلاف
اہل محتاج بدلیل است و اگر چہ ابوحنیفہ کوفی باشد۔

(مجالس المؤمنین تصنیف نور اللہ
ثوستری۔ جلد اول ص ۵۶
مطبوعہ تہران)

ترجمہ۔

کوفیوں کے مشیہ ہونے کے لیے دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت

نہیں ہے اور اہل کوفہ کے رہنے والے کا اپنے آپ کو نسی کہنا چونکہ خلاف اہل
ہے۔ لہذا اسے اس کی دلیل دینا پڑے گی۔ اگرچہ امام ابوحنیفہ کو فی ہی کیوں
نہ ہو۔

لمحہ فکر یہ۔

آپ حضرات نے ملاحظہ کیا کہ علی نقی نے کس طرح دھوکہ دینے کی کوشش کی۔
اپنے گھر کی بات کو اپنی دلیل بنا کر اہل سنت کا رد کرنا کیسی بے معنی بات ہے۔ اور امام حسین
رضی اللہ عنہ کا کوفہ تشریف لانے کے وقت یہ کہنا کہ شیعہ چُن چُن کر ختم کر دیئے گئے۔
اگر یہی حقیقت تھی۔ تو خطوط بھیجنے والے اور امام مسلم کی ایک ہی دن میں اسی ہزار بیعت
کرنے والے کون تھے؟ کوفیوں کا امام حسین کو اپنا امام تسلیم کرنا اور اپنے لشکر کو ان
کی کمان میں دینے کا اظہار کرنا اور کوفہ کے گورنر کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر اس کو شکست
دینا ان تمام باتوں کے لیے تیار کھڑے ہونا کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کیا ایسے
ارادے والے چند آدمی ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کہنا اپنے قتل کے مترادف
سمجھتے ہوں۔ امام مسلم بن عقیل کے سامنے حلف و فاداری اٹھایا جا رہا ہے۔ اور جگہ کی
قلبت کی وجہ سے دس دس بیس بیس کر کے آنے والے اسی ہزار تک پہنچ گئے۔ کیا ان تمام
حالات و واقعات سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ شیعیت پر حالت مرگ طاری تھی۔
مقام حیرت ہے کہ علی نقی کا یا تو مطالعہ کم ہے۔ یا جھوٹ بولنے اور حق کو چھپانے
کی پرانی عادت ہے۔ پھر اس کے باوجود "سید العلماء" کہلاتا ہے۔ کیا اسے یہ علم نہ
تھا کہ امام مسلم کی بیعت کرنے والے اپنی کتب میں ان کی تعداد کتنی تھی؟ اگر معلوم تھا۔ تو
پھر یہ کہنا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ تشریف لانے کے وقت چند شیعہ باقی تھے
وہ بھی چھپ چھپا کر وقت گزار رہے تھے۔ کتاب بڑا فریب ہے۔ ابوحنیفہ کے

علاوہ دوسرے لوگوں کے نزدیک خطوط لکھنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ کوفہ میں شیعہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ پھر یہ کون تھے؟ جیہ کہ انہوں نے خطوط میں اپنی شیعیت کا واسطہ دیا۔ اور اس کا اقرار بھی کیا۔

اس کے علاوہ نور اللہ ثوستری (شہید ثانی) نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ کوفی بلا دلیل شیعہ ہیں۔ اور ان میں سے اہل سنت کا دعویٰ کرنے والے کو اپنے سُستی ہونے کی دلیل دینا پڑے گی اگرچہ وہ مشرق و غرب میں مشہور ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لہذا ثابت ہوا کہ علی نقوی کا یہ کہنا کہ کوفی اہل سنت تھے۔ اور انہوں نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ بہت بڑا دھوکہ اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ہم سی پوچھئے کہ قاتلانِ حسین خود تمہاری کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں بتائیں کہ کون تھے؟ قاتلانِ حسین وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے پے در پے کوفہ سے امام کو خطوط لکھے۔ جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اور اپنے آپ کو خالص و مخلص شیعیان علیٰ کیا پوچھئے تو یہ لوگ کون تھے؟

دوسرا دھوکہ

علی نقی نے ایک چال چلی۔ تاکہ بھولے بھالے اہل سنت کو دھوکہ دے کر اپنا اُتو سیدھا کہے۔ چال یہ چلی کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو جس قدر خطوط لکھے گئے۔ وہ اجماعی طور پر تھے۔ ان میں دو باتوں کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ ہم لکھنے والے قباہت کے شیعہ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ معاویہ اور اس کی آل غاصب امامت ہے اور آپ امامت کے حقی دار ہیں۔ لیکن آفری خط جو سات آدمیوں کی طرف سے تھا۔ اس میں یہ

دونوں باتیں نہ تھیں اور انہی سات آدمیوں اور ان کے ساتھیوں نے امام کو شہید کیا۔ باقی
اجتماعی خطوط لکھنے والے تو میدان کر بلا میں اپنی جانثاری کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ قاتلان حسین اجتماعی خطوط والے نہ تھے۔ بلکہ آفری خط لکھنے والے سات اور
ان کے ساتھی تھے۔ جو اپنے آپ کو شیعہ کھلانا پسند نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی معاویہ اور اس
کی آل کو غاصب امامت کہنے پر تیار تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے امام حسین کو امامت کا حق
دار کہا۔ دیکھے اس کی کلام اس کے اپنے الفاظ میں۔

قاتلان حسین کا مذہب

اب تک جو کاروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہ اجتماعی کہی جاسکتی ہیں۔ اس لیے کہ ان میں
جماعت شیعہ اور اس کے ذمہ دار نمائندے پیش نظر آ رہے ہیں۔ اور وہ کاروائیاں
اس خط پر ختم ہو گئیں جو اپنے معنوں کے اعتبار سے بھی بالکل آفری کہا جاسکتا ہے لیکن اس
کے بعد ایک خط کوفے سے جاتا ہوا نظر آتا ہے امام حسین علیہ السلام کے نام جس
کے الفاظ یہ ہیں۔

” اَمَّا بَعْدُ فَتَدَّ اَخْضَرَ الْجِجْتَانُ وَ اَيْتَعَتِ

الْاَشْعَارُ وَ طَعَتِ الْاَجَامُ فَاِذَا شِئْتَ فَاَقْدِمُ

عَلَى جُنْدِكَ مَجْتَدٍ وَ السَّلَامُ عَلَيْكَ “

” کھیتیاں بلہا رہی ہیں۔ اور مجھ سے درختوں میں رسیدہ ہیں۔ تالاب بیدیز

ہیں۔ پس جب آپ پاہیں تشریف لائیں ایک ایسے لشکر کی جانب جو

آپ کے لیے آراستہ موجود ہے۔ والسلام

اس پر سات آدمیوں کے دستخط ہیں شیبث بن ربیع، حجار بن الجریز، یزید بن عمار

یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن الجراح، زبیری محمد بن عمیر تمیمی۔ ذرا سے پہلے

خطوط اور اس خط میں عنوان کی حیثیت سے مولانا کیجئے۔ ان خطوط میں سے ہر خط میں برابر اپنے تشریح و ایمان کا حوالہ ہے۔ معاویہ اور آل معاویہ کے غضب خلافت کا تذکرہ ہے۔ حسین بن علی کے استحقاق امامت کا اعتراف ہے۔ لیکن اس خط میں یہ کچھ بھی نہیں۔ اس کے علاوہ یہ سات آدمی اگر اس جمعیت کے رکن تھے۔ جو امام حسین کو دعوت دیتے کی بانی تھی۔ تو ان اجتماعی خطوط میں ان کا کہیں نام کیوں نظر نہیں آتا۔ باوجودیکہ یہ لوگ کوئی گم نام اشخاص نہیں۔ بلکہ دوسرے مشائخ اور شیوخ قبائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم تھا۔ کہ سلیمان بن مُرد اور مسیب بن نجبه اور رفاقہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر ایسے مہراب عبادت میں زندگی گزارنے والے بے ایم و رسم اشخاص کا تو اس میں نام ہو۔ اور یہ لوگ نظر نفلہ کر دیئے جائیں۔ پھر جب کہ وہ کیٹی ایک آفری کاروائی کر چکی تھی۔ جس میں پرزور الفاظ میں قبیل کی درخواست تھی۔

اور پھر میری قوت شامہ کو تو اس خط کے طرز تحریر اور اس کے الفاظ سے بھی کوئی غلوں و محبت کی بوجھوں نہیں ہوتی۔ بلکہ برعکس اس کے مجھ کو اس کے اندر استہزاء اور تمسخر کا جو ہر کارفرما نظر آ رہا ہے۔

آخر حسین کو لہبائی کیفیتوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض، اور لب ریز تالابلوں سے کیا مطلب؟ پھر اس میں امام حسین کی تشریف آوری کی خواہش کا بھی پتہ نہیں ہے۔ بلکہ آنے کو آپ کی مشیت پر محمول کرنے کے ایک خبر رسانی کی سی صورت ہے۔ یہاں پر تیاریاں ہو گئیں۔ جب آپ کا دل چاہے تشریف لائیے۔ ان وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشخاص کو اس جماعت سے کہ جو شیعہ کہی جاسکتی تھی۔ کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ توجیب دیکھا کہ خطوط اس قدر جاچکے ہیں۔ کہ امام حسین ضرور ہی ان کے مطالبہ کو پورا کر کے تشریف آوری عراق کا ارادہ کر لیں گے۔ اور موجودہ صورت حال کی بنا پر ان کو کامیابی حاصل ہوگی۔ تو ہم بھی پانچویں سواریوں میں، کی مثل کے مطابق

یہ چاہا کہ ہم بھی خطوط لکھنے والوں میں شمار کر لیے جائیں۔ اس طرح حضرت کی حکومت ہونے پر جس کے توقعات قائم ہو چکے ہیں، ہم سے بدظنی پیدا نہ ہوگی۔ اور یا اس کے اندر کوئی سازش مضمحل نہیں جس کی بنا پر متفقہ طور سے یہ خط لکھا گیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان خطوط لکھنے والوں میں سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہیں، ایک شخص کی بھی زندگی واقعہ کر بلا میں امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں پائی نہیں جاتی۔

دقائق حسین کا مذہب تصنیف
علی نقوی صاحب مطبوعہ انارکلی لاہور

شیعہ مجتہد نے جن سات افراد کو قتل حسین کا ذمہ دار

قرار دیا شیعہ کتب میں وہ شیعہ

ثابت ہوئے

جواب اول۔

ناظرین! آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ اس دعوے نے پہلے دعوے کی توجیہ ترویج کر دی ہے۔ دعوے دیا تھا کہ امام حسین کی روانگی کے وقت کوفر میں کوئی سرعام شیعہ نہ تھا اور اب کہا جا رہا ہے کہ سات آدمیوں کے سوا اٹھارہ ہزار خطوط لکھنے والے کٹر شیعہ تھے اور ان سات آدمیوں نے خون لگا کر شہید بننے کی کوشش کی۔ یا کسی سازش کے تحت ایسا کیا۔ بہر حال بقول علی نقی یہی چند آدمی تھے۔

اس تازہ دعوے میں علی نقی نے اس آفری خط لکھنے کی وجہ تحریر کی وہ یہ ہے کہ

پونکہ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کی تشریحات آوری یقینی ہو گئی تھی۔ اور حالات کے سازگار ہونے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کے بن جانے کی قوی امید بھی تھی۔ لہذا ان سات آدمیوں نے مخالفت نہ کرنے کا ایک ذریعہ تلاش کیا۔ تو اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت شیعوں کی اتنی بڑی کثرت تھی۔ کہ وہ حکومت بنانے کے لیے بال و پر تول رہے تھے۔ اور موجودہ حکومت کا تختہ اٹھنے کی اپنے میں ہمت پاتے تھے۔

تیسری بات یہ کہ ان سات آدمیوں کے علاوہ تمام خطوط لکھنے والوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے میدان کر بلا میں مقابلہ نہیں کیا بلکہ ان کی حمایت میں جانیں قربان کیں۔ اور مقابلہ میں مرنے والے وہی سات آدمی اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ تھے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے اپنے خط میں اپنے آپ کو "شعبہ" نہ لکھا تھا۔ جیسا کہ ایک عربی عبارت بھی علی نقی نے نقل کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی علی نقی کا ایک فریب اور دھوکہ دینا ہے کاش اس فریبی کو اپنی کتب کا ہی مطالعہ نصیب ہوتا۔ فدانا نسخ التوارخ میں جہاں تک کر دیکھیں۔ کیا علی نقی کا کہنا درست ہے؟

ناسخ التوارخ،

مشیت بن ربیع و حجار بن ابجر و زید بن عارث، ابن روم و عمرو بن قیس و عمرو بن حجاج زبیدی و محمد بن عمرو التیمی بدینگوڑہ مکتوب کردند۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِلٰی الْحُسَيْنِ
بْنِ عَلِيٍّ مِنْ شِيعَتِهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ
الْمُسْلِمِينَ اَمَّا بَعْدُ - فَقَدْ اَحْضَرْتِ
الْجَنَانَ وَ اَيَنْعَتِ الْمِيْمَارَ وَ اَعْشَبْتِ
الْاَرْضَ وَ اَوْرَقْتِ الْاَشْجَارَ فَاِذَا شِئْتَ

هَاتِفِيْدٌ عَلٰى جُنْدِ لَكَ مُجْتَدَةٌ وَ
السَّلَامُ

ذناسخ التواریح حالات سید الشہدا
علیہ السلام۔ جلد ۲ ص ۳۵ نامہ ہائے
مردم کوفہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

ثبث بن ربیع، حجار بن الجرد، زید بن عارث، ابن رویم، عروہ بن قیس، عمرو
بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو التیمی نے اس قسم کا خط امام حسین رضی اللہ
عنه کو لکھا۔

ماشاء اللہ کے نام سے شروع ہو رہا ہے۔ یہ خط حسین بن علی کی طرف
ان کے شیعہ اور مومنین و مسلمین کا ہے۔ اما بعد باغات سرسبز و شاداب
میں پھل پک کر تیار ہو چکے ہیں۔ زمین لہلہا رہی ہے۔ درخت پتوں سے
اٹے پڑے ہیں۔ سو جب آپ چاہیں تشریف لے آئیں۔ آپ کے لیے
بغور تعاون ایک لشکر بالکل مسلح اور تیار کھڑا ہے۔

لمحہ فکریہ

یہ تھا اس خط کا مضمون جو ان سات آدمیوں نے تحریر کیا تھا کہ جن کے بارے میں
علی نقی کی بھونڈی منطقی یہ تھی کہ یہ لوگ سنی تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے نامہ میں لفظ شیعہ
اور مومن نہیں لکھا۔ صاحب ذناسخ التواریح نے تو علی نقی کو چاروں شائفوں کے سلسلے چت
کر دیا۔ اب میں نہ مانوں "کا علاج کون کرے؟ کیونکہ اس میں صاف لفظ شیعہ آگیا ہے اور بقول
علی نقی یہ لوگ قاتلان حسین ہیں۔ تو خوب واضح ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ ہی تھے۔

جواب دوم

میدان کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل تمام شیعہ تھے

جیسا کہ ہم گذشتہ سطور میں تحریر کر چکے ہیں کہ میدان کربلا میں امام عالی مقام کے مقابلہ میں وہی لوگ تھے جنہوں نے بارہ یا اٹھارہ ہزار کی تعداد میں خطرہ لکھے جنہوں نے امام مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جنہوں نے اپنی جان نثاری کی قسمیں اٹھائیں ابن زیاد کی زیادتیوں اور خوف کے مارے بھی ”مجان حسین“ بعد میں ”قائلان حسین“ بنے۔ اگرچہ یہ لوگ دہلی طور پر اس مقابلہ کے لیے تیار نہ تھے۔ لیکن ڈنڈا پیر سب کام کروا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے جب کسی کو کسی جتھہ کا سردار و سالار بنا کر امام کے ساتھ لڑائی کے لیے بھیجا جاتا۔ تو مارے شرم کے بیچارے کی گردن نہ اٹھتی تھی۔ سلیمان بن مرد غزالی کے مکان پر وفات امیر معاویہ کے بعد ہونے والی شیعہوں کی میٹنگ سے لے کر بازار کوفہ میں قافلہ اہل بیت کے گرد اہل کوفہ کے ماتم تک سارے واقعات اپنے بڑی تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے اور یہ تمام واقعات ہم نے شیعہ کتب کے معتبر حوالہ جات سے پیش کیے ہیں ان تمام واقعات کا اعادہ تو اس وقت مناسب نہیں تاہم ان کا خلاصہ ہم اختصار کے ساتھ پیش کیے دیتے ہیں تاکہ مذکورہ تاریخی گواہیاں آپ کے ذہن میں دوبارہ تازہ ہو جائیں اور شیعہ مجتہد علی نقی نقوی کے دوسرے دھوکے کی قلعی بھی کھل جائے۔

پہلے مرحلے پر سلیمان بن مرد نے اپنے گھر میں ہونے والے اجتماع سے کہا معاویہ جہنم داخل ہو گیا ہے (معاذ اللہ) و شما شیعیان او و پر ابرز گوارا وید یعنی تم

حسین اور اس کے والد علی کے شیعہ ہو، اگر مدد کر سکتے ہو تو امام حسین کو دعوت دوسب نے کہا ہم ان کی بھول بھری مدد کریں گے۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۸ طبع جدید ارشاد و شیخ مفید میں یہ الفاظ ہیں کہ سلیمان نے کہا انتہ مشیعتہ و شیعۃ ایہ تم اس کے اور اس کے باپ کے شیعہ ہو ارشاد و شیخ مفید ص ۲۰۲ مطبوعہ قم۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۸ طبع نعت میں ہے ونحن شیعتہ۔ ہم حسین کے شیعہ ہیں۔

دوسرے مرحلے جب کوفیوں نے امام حسین کو دعوت دی اور خطوط لکھے تو ان کے بعض چیدہ چیدہ الفاظ یہ تھے از جانب سائر شیعیان و مؤمنان و مسلمان اہل کوفہ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۱۹ طبع تہران جدید یعنی یہ خط کوفہ کے تمام شیعوں کی طرف سے ہے۔ لَئیسَ لَنَا اِمَامٌ غَیْرُکَ۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۸ یعنی اے امام حسین ہم آپ کے سوا کسی کو امام نہیں مانتے۔ وَ اِنْ لَمْ تَقْبَلْ اِلَیْنَا فَانْتَ اَشِدُّ ذَنْبٍ عَظِیْمٍ ص ۱۲۶ اگر آپ کوفہ نہ آئے تو آپ (روز قیامت) اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

تیسرے مرحلے پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کے بارہ ہزار خطوط کا جواب بقول شیعہ کتب ان الفاظ میں لکھا۔ بسوئے گروہ مومنان و مسلمانان و شیعیان جلاء العیون جلد دوم ص ۱۲۵ یعنی یہ خط حسین بن علی کا شیعوں مومنوں مسلمانوں کی طرف سے ہے۔

جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۱۹۰

چوتھے مرحلے پر جب امام مسلم کوفہ میں آگئے تو شیعہ کتب کے مطابق آپ کی بیعت کرنے والے شیعہ ہی تھے۔ دیکھیے۔ چوں ترود شیعیان بخندت مسلم بیارشد جلاء العیون ص ۱۹۳، تو ایسے میں ایک بزدلی انسان نے امام مسلم کی کوفہ میں سرگرمیوں کی مخبری بیزید کو ان الفاظ میں کی۔ شیعیان برائے حسین بن علی بیعت سے نمایند۔ جلاء العیون جلد دوم ص ۵۲۱ یعنی شیعیان کوفہ امام مسلم بن عقیل سے امام حسین کی بیعت

کرتے ہیں۔

(جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۱۹۳)

وَقَدْ بَايَعَهُ شَيْعَةُ الْحُسَيْنِ مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ مِنْ طَبَعِ قَدِيمٍ

یعنی حسین کے شیعوں نے مسلم کی بیعت کی بیعت کر لی ہے۔

پانچویں مرحلہ پر امام مسلم کا خط پکارا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کی تیاری کر لی صحابہ کرام نے اگر کوفہ جانے سے منع کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا۔ قَدْ كَتَبَ اِلَيَّ شَيْعَتِي مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ مَعْنَىٰ نَحْنُ مِيرَةَ شَيْعُونَ نِي خَلُوط لَكُ صَدِيقِ هِي داس یہی ہے میں ضرور جاؤں گا اس کا جواب امام حسین کے سگے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپ کو یہ دیا کہ ان دشمنوں کے دھوکہ میں نہ آئیں قَوْمٌ قَتَلُوا اَبَاكَ وَعَدَرُوا بِاَخِيَّتِكَ۔ اس قوم نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی (امام حسن رضی اللہ عنہ) سے دھوکہ کیا۔

پچھٹے مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کو چل پڑے راستہ میں امام مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا قَدْ حَدَّثَنَا شَيْعَتُنَا مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ ص ۱۹۳ اور ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۳ یعنی ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا کہ دھوکہ سے بلایا ہے وطن کیا سفر میں ڈالا اور میرے پیچھے سے پہلے میرے بھائی کو مار ڈالا۔ ساتویں مرحلہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں کوئی فوج کے سامنے وہ خط انڈیل دیے جو انہوں نے آپ کو لکھے تھے۔ مگر کوئی صاف منکر ہو گئے کہ ہمیں ان خطوط کا کوئی علم نہیں دیکھے مَقْتَلِ ابِي مُحَمَّدٍ ص ۱۹۳ اور جلاء العیون ص ۱۹۳ بعد ازاں گورنر کوفہ عمر بن سعد جس یعنی کوئی سردار کو امام حسین کے پاس گفتگو کرنے کے لیے بھیجا چاہتا دیکھا کہ شرم کے جانے سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ تمام نے خطوط لکھے ہوئے تھے۔ دیکھو دیکھو از روسائے شکر کہ میگفت باین علت ابامیکروند

شہر ہی شیعوں کا تھا۔

(۴) حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہادت مسلم کی تیرتہ پہنچی تو آپ نے اس بشارت کا ذمہ دار شیعوں کو قرار دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں شیعوں نے رسوا کیا ہے۔

(۵) امام حسین کا کوئی فوج کے سامنے خطوط انڈیلنا اور عمر بن سعد کے کہنے کے باوجود کوئی سرداروں کا مکے شرم کے امام حسین کے سامنے نہ ہونا یہ کھلی شہادتیں ہیں۔ اس بات کی کہ جہنوں نے آپ کو دعوت دی انہوں نے آپ کو شہید کیا اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ بلانے والے پکے شیعوں تھے۔ اب نتیجہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

(۶) کوئی شیعوں نے قتل حسین جیسا جرم چھپانے کے لیے بازار کو قہ میں قافلہ اہل بیت کے گرد ماتم شروع کر دیا جو اہل بیت رسول کو سخت ناگوار گزارا۔ اور انہوں نے شیعوں کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے فرما دیا کہ ماتم مت کرو تم ہی ہمارے قاتل ہو۔ اور ہماری بد دعا ہے کہ تاروزا بدیو ہی ماتم کرتے رہو گے، خدا تمہارے چہرے سیاہ کرے۔ اللہ نے مظلوموں کی آہ سن لی اور آج تک قاتلان حسین اپنے جرم کی دنیوی سزا حاصل کرتے ہوئے ماتم کر کے اپنا حال تباہ کر رہے ہیں۔

قتل حسین جیسے جرم کی سزا تو ہے
سزا قاتلوں میں یہ ماتم پاتا ہے



فصل نہم

شیعوں کی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں

گستاخی!

بقول شیعوں امام زین العابدین نے اپنے آپ کو زید کا

غلام ہونا مان لیا تھا

روضہ کافی۔

ابن محبوب عن ابی ایوب عن بريد بن معاوية
قال سمعت ابا جعفر عليه السلام يقول ان
يزيد بن معاوية دخل المدينة وهو
يريد الحج فبعث الى رجل من قویش فأتاه

فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ أَتَقِرُّ لِي أَتَكَ عَبْدٌ لِي إِن شِئْتُ
بِعُتْكَ . . . وَإِنْ شِئْتُ اسْتَرْقَيْتُكَ
فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ وَاللَّهِ يَا يَزِيدُ مَا أَنْتَ بِأَكْرَمَ
مِثِّي فِي قُرَيْشٍ حَسَبًا وَلَا كَانَ أَبُوكَ أَفْضَلَ مِنْ
أَبِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ وَمَا أَنْتَ بِأَفْضَلَ
مِثِّي فِي الدِّينِ وَلَا بِخَيْرٍ مِثِّي فَكَيْفَ أُقِرُّ لَكَ
بِمَا سَأَلْتَ ؟ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ إِنْ لَمْ تُقِرَّ لِي
وَاللَّهِ قَتَلْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ لَيْسَ قَتْلُكَ
إِتْيَايَ بِأَعْظَمَ مِنْ قَتْلِكَ الْحُسَيْنِ بِنْتِ عَلِيٍّ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَمْرِي بِهِ فَقَتِلَ .

(حَدِيثُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مَعَ يَزِيدَ لَعَنَهُ اللَّهُ)
شَرَّ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ
فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ لِلْقُرَيْشِيِّ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ
ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ
أُقِرَّ لَكَ أَلَيْسَ تَقْتُلُنِي كَمَا قَتَلْتَ الرَّجُلَ
بِالْأَمْسِ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ لَعَنَهُ اللَّهُ بَلَى فَقَالَ
لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَدْ أَقْرَرْتُ
لَكَ بِمَا سَأَلْتَ أَنَا عَبْدٌ مُشْكِرٌ فَإِنْ شِئْتُ
فَأَمْسِكْ وَإِنْ شِئْتُ فَبِيعْ فَقَالَ لَهُ يَزِيدُ
لَعَنَهُ اللَّهُ أَوْلَى لَكَ حَقَّتْ دَمَكَ وَلَمْ يَنْقُصْكَ

ذَلِكَ مِنْ شَرَفِكَ -

(فروع کافی کتاب الروضہ جلد ششم ۲۳۲-۲۳۵)

مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۸۹ء تذکرہ یزید

علی بن حسین

ترجمہ:-

(بکثرت اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جب یزید بن معاویہ حج کے ارادے سے جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا۔ تو ایک قریشی آدمی کو بلوایا۔ اس کے آنے پر کہا۔ کیا تو میرا غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر میں چاہوں تجھے بیچوں اگر چاہوں غلام ہی رکھ لوں؟ اس قریشی نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! قریش میں باعتبار سب کے تو مجھ سے زیادہ باعزت نہیں۔ اور نہ ہی تیرا باپ میرے باپ سے جاہلیت اور اسلام میں بہتر ہے۔ اور نہ تو ہی دین میں مجھ سے افضل ہے۔ اور نہ تو مجھ سے بہتر ہے تو میں کیونکر تیرا سوال قبول کروں؟ یزید نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر نہ مانا۔ تو قتل کروں گا۔ تو قریشی نے کہا۔ میرا قتل حسین بن علی کے قتل سے زیادہ بڑا نہیں۔ تو نے اسے قتل کیا جو رسول اللہ کا نواسہ تھا۔ اتنا کہنے پر اس قریشی کو یزید نے قتل کروا دیا۔

(امام زین العابدین کا یزید ملعون کی بیعت کو تسلیم کر لیتا)

پھر یزید نے امام زین العابدین کو بلوایا۔ اور انہیں بھی وہی کچھ کہا جو اس قریشی کو کہا تھا۔ یزید سے امام زین العابدین نے کہا۔ اگر میں مطلوبہ اقرار نہ کروں۔ تو کیا مجھے بھی اسی شخص کی طرح قتل کر دے گا۔ جس طرح اس کو قتل کیا؟ یزید نے کہا ہاں امام زین العابدین نے کیا۔ تیرا مطالبہ میں نے مان لیا۔ میں عبد معذود ہوں۔ تیری مرضی اگر جانے مجھے بیچ دے۔ چاہے رکھ لے یزید لعنہ اللہ علیہ نے

کہا بہت اچھا لکھتا تھا کہ تم نے اپنا خون محفوظ کر لیا۔ اور اس سے تیری عزت میں کوئی فرق نہ آیا۔

جلاء العیون ۱-

یعنی بسند حسن از امام محمد باقر علیہ السلام روایت کردہ است کہ زید بیہانہ حج بکند نہ آمدہ کہ از اہل مدینہ بیعت بگیرد پس فرستاد مرثیہ از قریش را طلبید و گفت اقرار کن بہ بندگی من اگر خواہم ترا بکشم و اگر خواہم بہ بندگی بگیرم آل مرثیہ گفت بخدا سوگند کہ کو ازین بہتر نیستی و در حسب و نسب و پدر من بہتر بنود نہ در جاہلیت و نہ در اسلام و تو در دین از من بہتر نیستی چرا برائے تو این اقرار بکنم زید گفت اگر اقرار نہ کنی بخدا سوگند کہ تیرا میکشم آل مرثیہ گفت کشتن تو مراد تو نخواہد بود از کشتن حسین بن علی فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس امر کرد کہ او را قتل رسانیدند۔ فرستاد و حضرت علی بن الحسین علیہما السلام را طلبید و بہاں تکلیفی کہ آل مرثیہ کرد حضرت را فرمود، حضرت فرمود کہ اگر برائے تو اقرار بکنم مرا خواہی کشت چنانچہ آل مرثیہ کشتی پس گفت علی حضرت فرمود اقرار کروم بآنچہ سوال کردی زید گفت خون خود را حفظ کردی و از شرف و بزرگواری تو چیزی کم نشود۔

(جلاء العیون جلد دوم ص ۴۶۶-۴۶۸)

مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۸ھ مصاب

انزائی کہ بہر آنحضرت وارد شد

تو محمد

یعنی نے بسند حسن حضرت امام محمد باقر سے روایت کی ہے۔ کہ زید حج کے بہانے مدینہ آیا۔ کہ اہل مدینہ سے بیعت لے۔ پھر ایک قریشی کو طلب کر کے کہا۔ میری غلامی کا اقرار کر۔ اگر میں چاہوں تجھے قتل کر دوں۔ اور اگر چاہوں تجھے اپنی غلامی میں رکھ لوں۔ اس مرد دیندار نے کہا۔ قسم بخدا!

توحید و نسب میں مجھ سے بہتر نہیں ہے۔ اور تیرا باپ میرے باپ سے بہتر نہ تھا۔ نہ جاہلیت کے وقت نہ اسلام میں۔ اور تو دین میں مجھ سے بہتر نہیں ہے، پھر کس واسطے میں یہ اقرار کروں سیزید نے کہا۔ قسم بخدا اگر تو اقرار نہ کرے گا۔ میں تجھے قتل کروں گا۔ اس مردے کے ہاتھ تیرا قتل کرنا میرے واسطے زیادہ نہ ہو گا۔ قتل حسین بن علی فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سیزید ملعون نے اس کو قتل کر دیا۔

اور کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) کو طلب کیا۔ اور وہی کہا جو اس مرد سے کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اگر میں اقرار نہ کروں۔ اسی وقت تو مجھے قتل کر دے گا۔ جس طرح اس مرد کو قتل کیا۔ سیزید نے کہا۔ ہاں۔ حضرت نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا۔ اس کا میں نے اقرار کیا۔ سیزید نے کہا تم نے اپنی جان کی حفاظت کی۔ اور تمہارے شرف و بزرگی میں کچھ کم نہ ہوا۔

دجلاد العیون اردو جلد دوم ص ۲۶۷

مطبوعہ لاہور

لمحہ فکریہ :-

شیخہ حضرات کے نزدیک اگر فریقین کے نزدیک لڑائی کا حکم نہ دیا گیا ہو۔ تو وہاں لڑائی کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کے درمیان لڑائی کا حکم نہیں تھا۔ اور جہاد کی اجازت نہ تھی۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور سیزید کے مابین جہاد کا حکم تھا۔ اس جہاد میں حضرت امام حسین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ جب سیزید کے دامن پر کسی اہل بیت کے خون کے دھبے نہ تھے۔ تب امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب نے میدان کر بلا میں جانیں قربان کیں۔ اور جب اس کا دامن

آرودہ ہو گیا۔ اور دنیا نے اسے قاتلِ اہل بیت کہا۔ تو ایسے وقت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت کر لی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ تو سب کچھ قربان کر دیں۔ اور یزید کے حق میں بیعت نہ کریں۔ اور ان کے قریب دار جند سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ صرف اپنی جان کے تحفظ کی خاطر اس کی بیعت کر کے اپنے اباؤا جدار کے مشن کو بدنام کریں۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ لہذا معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام زین العابدین کے بارے میں بیعت کا یہ قصہ بھی انہی واقعات کی ایک کڑی ہے۔ جن کو بڑی پاک دستی سے ان شیعہ لوگوں نے گھڑا۔ اس طرح ”شیعان علی“ امام زین العابدین کے ساتھ وہی سلوک روار کھے ہوئے ہیں۔ جو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوہِ بلا کر پھر میدانِ کربلا میں کیا۔

اس واقعہ موضوعہ کا ایک حیران کن پہلو یہ بھی ہے۔ کہ ایک عام قریشی شخص تو جان و سہ ویتا ہے۔ لیکن یزید کے سامنے حق گوئی اور بے باکی کا عظیم مظاہرہ کرتا ہے۔ اور اس کی بیعت کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اہل بیت کے سربراہ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے پدر بزرگوار بھائیوں اور چچاؤں کے قاتل کی بیعت کر لیتے ہیں۔ اور حق کو چھپا کر باطل کی ہاں میں ہاں ملا لیتے ہیں۔ کیا امام زین العابدین میں ایک عام آدمی جتنی بھی غیرت ایمانی نہ تھی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یہ سب باتیں اہل بیت کی تذلیل اور کوارشی کے لیے گھڑی گئی ہیں۔

(ان هذا الا بهتان عظیم علی الامام العظیم)



گستاخیؑ

بفرمان زمین العابدین رضی اللہ عنہم ہر منکر خلافت علی

کے عضو تناسل اور دبر سے آواز آئی، پہلے خلافت علی

کا اقرار کرو وگرنہ ہم بول و براز ہرگز نہیں کریں گے۔

(معاذ اللہ)

آئنا حیدریؑ

امام زید العابدین نے فرمایا کیا تم کو غدیر خم کا واقعہ کافی نہیں ہے۔ جبکہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین کہا۔ تم نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے تھے۔ اور فرشتے ان میں سے سر نکالے جھانک رہے تھے۔ اور تم کو پکار رہے تھے۔ یہ دلی خدایہ ہے۔ اس کی متابعت کرو۔ ورنہ تم پر عذابِ خدا نازل ہوگا۔ اس سے ڈرو۔ کیا تم کو یہ بات کافی نہیں ہے۔ کہ تم نے دیکھا کہ علی چلتا تھا۔ اور پہاڑ سامنے سے ہٹتے جاتے تھے۔ تاکہ موڑ کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ جب وہ گزر گیا۔ تو پہاڑ پھر اپنی جگہ آگئے۔ بعد ازاں علی نے دعا کی۔ اسے خدا۔ ان لوگوں کو پھرتی نشانیاں دکھا۔ کہ یہ امر تیرے نزدیک اہل ہے۔ تاکہ تیری محبت ان پر اور زیادہ تاکید کر دے۔ الغرض جب وہ لوگ اپنے گھروں کی طرف واپس گئے۔ تو اندر داخل ہونا چاہا۔ باز۔ من نے ان کے پلوں پر کھڑے۔ اور ان کو اندر جانے سے روک دیا۔ اور آواز دی کہ ہمارے اندر تم کو قدم رکھنا حرام ہے۔ جب تک کہ ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کرو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا اور یہ کہہ کر گھروں میں داخل ہوئے۔ پھر اندر جا کر دوسرے کپڑے بدلنے کے لیے اپنا لباس اتارنے کا ارادہ کیا۔ تب وہ لباس ان پر بھاری ہو گئے۔ اور وہ ان کو نہ اتار سکے۔ اور کپڑوں نے ان کو آواز

دی۔ کہ تم پر ہمارا اتنا زما آسان نہ ہو گا۔ جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے اس کی ولایت کا اقرار کیا۔ اور کپڑوں کو اتار دیا۔ پھر رات کا اباس پہننے کا ارادہ کیا۔ تب وہ بھاری ہو گیا۔ اور ان کو آواز دی۔ کہ تم پر ہمارا پہننا حرام ہے۔ جب تک ولایت علی ابن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اقرار کیا۔ پھر کھانا کھانے لگے۔ اس وقت لقمہ ان کے لیے بھاری ہو گیا۔ اور جوتے بھاری نہ ہوئے تھے۔ وہ ان کے منہ میں جا کر پتھر بن گئے۔ اور ان کو آواز دی۔ کہ تم پر ہمارا کھانا حرام ہے۔ جب تک ولایت علی ابن طالب کا اقرار نہ کر لو۔ تب انہوں نے ولایت علی کا اقرار کیا۔ بعد ازاں وہ پیشاب و پاخانہ کی ضروریات کو رفع کرنے لگے۔ تب وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان کا دفعیہ ان کے لیے متعذر ہوا۔ اور ان کی بیٹیوں اور آلائے ناسل نے آواز دی کہ ہمارے ہاتھ سے خلاصی پانا تم کو حرام ہے۔ جب تک ولایت علی بن ابی طالب کا اقرار نہ کر لو۔ اس وقت انہوں نے اس ولی خدا کی ولایت کا اقرار کیا۔

د آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری

ص ۵۵۶-۵۵۷ مطبوعہ لاہور

لمحہ فکریہ:

اس واقعہ میں جو کچھ کہا گیا۔ وہ اپنے مقام پر۔ لیکن اس کا راوی امام زین العابدین کو بتانا کس قدر گھٹیا حربہ ہے۔ اس کی عینی بھی درست کی جائے کم ہے۔ کہاں امام پاک اور کہاں اس قسم کی لچر اور بے ہودہ واہیات و خرافات۔ گویا سیدھے طور پر تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ذات پر حملہ نہ کر سکے۔ ایسی بے ہودہ روایات کی نسبت کر کے انہیں بدنام کرنے کی ناچاک جسارت کی گئی۔

جہاں تک اس واقعہ کے مندرجات کا معاملہ ہے۔ تو کوئی بھی باضمیر اور باجبا شخص نہیں

پڑھ کر بارے شرم کے اچی گردن اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت منوانے کے لیے جو ایک بے بنیاد اور کواسات کا پندرہ گھر ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ جید کرار کی توہین سے لبرینہ ہے۔ پھر اعلیٰ درجہ کی بے شرمی یہ کہ آتنا سل اور و تبرک نے جب تک ولایت علی کا اقرار نہ کرایا اس وقت تک یہ مشکلات میں گھر سے رہے۔ حضرت علی کی ولایت تھی۔ یا اندرونی شدید بیماری جس نے پیشاب و پاخانہ بند کر دیا۔ کس قدر گھناؤنا مذاق اقرار پایا۔

(استغفر اللہ تعالیٰ استغفر اللہ)

گستاخی نمبر ۳:-

انکار جید کی :-

و بشر الذین آمنوا۔ اور بشارت دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے تیری نبوت کی تصدیق کی ہے۔ اور تجھ کو پیغمبر جانتے ہیں۔ اور تیری تمام باتوں کو سچ جانتے ہیں۔ اور تیرے تمام افعال کو درست سمجھتے ہیں۔ اور تیرے بھائی علی کو تیرے بعد اپنا امام اور تیرا پیغمبر وہی جانتے ہیں۔ اور سب احکام میں اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ ان کو حکم دیتا ہے ویسا ہی عمل میں لاتے ہیں۔ اور نبوت کے سوا جو مروت تجھ انکے مخصوص ہے۔ اور سب فضائل و خصائل میں اس کو تیرا ہمسر اور ہم رتبہ جانتے ہیں۔ اور جنت ان کو بھی ملے گی۔ جبکہ وہ اس کو اور اس شخص کو جس کے لیے وہ اپنی اولاد میں سے نسل کرے اور اس کے تمام دوستوں کو دوست رکھیں گے۔ اور اس کے مخالفوں سے دشمنی رکھیں گے۔ اور دوزخ کی آگ ان پر جھی سرور ہوگی اور وہ اس کے عذاب سے بھی محفوظ رہیں گے۔

جب کہ وہ اس کے مخالفوں کی دوستی اور ان کے دشمنوں کی مدد کرنے سے کانٹھتی

اختیار کریں گے۔

(اٹنار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۷۵)

مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور

خلاصہ کلام:-

یہ ہے کہ جنت میں جانا اور دوزخ سے رہائی پانا صرف اسکی پرہیزگاری پر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے ارشادات پر عمل کیا جائے۔ بلکہ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے علاوہ باقی تمام اوصاف و کمالات میں حضرت علی کو آپ کے ہمسر اور ہم مرتبہ سمجھا جائے۔ جس کا سادہ سا مفہوم یہ ہے۔ کہ جو شخص حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر اور مرتبہ نہ جانے۔ وہ جنتی نہیں۔ بلکہ دوزخی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعوں کو اگرچہ وہ بے لفظوں میں یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہم حضرت علی کو نبی نہیں مانتے۔ لیکن سب ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔

اور انور نعمانیہ ص ۱۱ پر مذکور ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تین چیزوں میں حضرت علی میرے ساتھ شریک ہیں۔ اور تین میں وہ اپنا کوئی ہمسر اور شریک نہیں رکھتے۔ یعنی ان جیسی مجھ میں شجاعت نہیں۔ ان جیسی میری بیوی نہیں۔ اور ان جیسی میری اولاد نہیں۔ اور پھر تماشایہ ہے۔ کہ ان تمام تہاد و مجال اہل بیت، اسے یہ روایت امام زین العابدین کی طرف منسوب کی۔ ٹھیک ہے۔ پرانی دشمنی کا بدلہ اسی طرح لیا جاتا ہے۔



فصل وہم

حضرت امام باقرؑ و حضرت امام جعفر صادقؑ کے حق

میں گستاخیاں

گستاخی پر

امام باقرؑ اعضاء مخصوصہ پر صرف چونامل کر رہتے لوگوں کے سامنے

اگے (معاذ اللہ) اور یہی چیز ستر کے لیے کافی قرآنی

الفروع من الکافی۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ عُمَرَ
ابنِ يَزِيدَ عَنْ عَمِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ عَنْ
بَعْضِ مَنْ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ يَتَوَلَّى مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَلَا يَدْخُلُ الْجَمَامَ إِلَّا لَيْسَ الْمِذْرُ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ
السَّمَامَ وَتَنَوَّرَ أَنْ أَطْبَقَتِ النَّوْرَةَ عَلَى بَدَنِهِ
الَّتِي الْمِذْرُ فَقَالَ لَهُ مَوْلَى لَهُ يَا بِي أَنْتَ وَ
أُمَّهُ إِنَّكَ لَتَوْصِيَّتًا بِالْمِذْرِ وَلَزُومًا وَقَدْ
الْتَمَيْتَهُ عَنِ نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّوْرَةَ
قَدْ أَطْبَقَتِ النَّوْرَةَ.

افروع کافی کتاب الزی والتحمل جلد ۲ ص ۵۲-۵۳

طبع جدید۔ طبع تدریس جلد ثانی ص ۶۱

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ حمام
میں ننگی بانہ سے بغیر داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام موصوف حمام میں داخل
ہوئے۔ اولاً ننگی شرمگاہ پر چونا لگایا۔ جب چونا جسم پر ٹپک گیا۔ تو آپ نے ننگی ہاتھ لگا کر
باہر پھینک دی۔ آپ کے آزاد کردہ ایک غلام نے عرض کی۔ میرے ماں باپ قربان
آپ ہیں وصیت کرتے رہتے ہیں۔ کہ حمام میں ننگی بانہ نہ داخل ہوا کرو۔ لیکن آج
آپ نے اپنی ننگی ہاتھ لگا کر باہر پھینک دی۔ تو فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ چونا نے شرمگاہ
کو چھپایا ہے۔

فقہ جعفریہ کی امتیاز کی شان :-

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعوں لوگوں کے ہاں صرف شرمگاہ کو ڈھانپ لینا ہی پردہ کے
لیے کافی ہے۔ ماور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اتنی سی جگہ کا ستر کرنے کے لیے کپڑے کا ہونا بھی ضروری

نہیں۔ بلکہ چوننا (مٹی وغیرہ) بھی ستر کا کام دے سکتا ہے۔ اسی لیے امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسی پر انکار کرتے ہوئے لنگی اتار کر باہر پھینک دی تھی۔ حالانکہ اعضاء مخصوصہ پر چوننا لینے سے ان کی شکل و صورت چھپ نہیں جاتی اسی طرح نظر آتی رہتی ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ کہاں امام باقر عیسیٰ عزت و عظمت کی پیکر شخصیت، شرم و حیا کی مجسم تصویر اور کہاں شیعوں کا ان کی طرف اس روایت کا نسبت کرنا۔ اس طرح امام باقر کی ان لوگوں نے اتہا ورجہ گستاخی کی ہے۔

اگر شیعہ حضرات اس چیز کو امام باقر کی توہین نہیں سمجھتے تو انہیں چاہیے کہ وہ تمام کپڑے اتار کر اعضاء مخصوصہ پر صرف چوننا ل کر بازاروں میں سکلا کریں اور مسجدوں میں آیا کریں۔ تاکہ سنت باقر و جعفر کو ادا کر کے یہ بات ثابت کر دیں کہ فقہ جعفریہ کی یہی امتیازی شان ہے۔

گستاخی نمبر ۲۰۔

امام جعفر الہ تناسل پر پٹی لپیٹ کر حمام میں برہنہ آجاتے

تھے پھر یوں ہی دیگر اعضاء پر ایک شخص سے طلبہ لگوایا

کرتے تھے (معاذ اللہ)

من لایحضرہ الفقیہ:-

وَكَانَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُطْلَعُ فِي الْحَمَامِ
فَإِذَا بَلَغَ مَرَضِعَ الْعَوْرَةِ قَالَ لِلَّذِي يُطْلَعُ شَيْئًا
شَرَّ بِلَدِي هُوَ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ وَمَنْ أَطْلَعَنِي فَلَا
بَأْسَ أَنْ يُلْتَمَسَ السَّرْعَةُ لِأَنَّ النَّوْرَةَ سَرٌّ

وَدَخَلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمَامَ فَقَالَ
لَهُ صَاحِبُ الْحَمَامِ نَحْلِيهِ لَكَ فَقَالَ لَا إِنْ الْمُؤْمِنُ
خَزِيئَةٌ الْمُؤْمِنَةُ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرَافِقِيِّ
فَقَالَ دَخَلْتُ حَمَامًا بِالسَّيِّئَةِ فَإِذَا شَيْخٌ
كَبِيرٌ وَهُوَ قِيمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هَذَا
الْحَمَامُ فَقَالَ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ فَقُلْتُ أَكَانَ
يَدْخُلُهُ قَالَ نَعْرُفُ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ
يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيُطْلِي عَانَةً وَمَا يَلِيهَا شُرُ
يَلْتُ أَنْ أَرَاهُ عَلَى أَطْرَافِ حَيْلِيهِ وَيَدْعُونِي فَأُطْلِي
مَسَائِرَ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَوْمًا مِنْ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكْرَهُ
أَنْ أَرَاهُ قَدَرَأَيْتَهُ قَالَ كَلَّا إِنْ الثَّوْرَةَ مَسْتَرَةً

ازمن لایعصرہ الفقیرہ فی ادب الحمام جلد اول
ص ۲۲ طبع قدیم لکھنؤ۔ طبع جدید جلد اول

ص ۱۶۵

ترجمہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں بٹلی لگایا کرتے تھے۔ (طلاد سے مراد یہاں چونا
کو پانی میں بھگو کر جسم پر لگاتا ہے) جب عضو متاسل پر پہنچتے۔ تو طلاد لگانے والے کو
کہتے تم چلے جاؤ۔ اور خود اس مخصوص جگہ پر طلاد لگاتے۔ اور کہا کرتے جو طلاد لگانے
اگر وہ ستر کا پڑا امارو سے۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ لگا ہوا چونا ستر کا کام دے دیتا
ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کے مالک نے
انہیں کہا۔ کیا حمام آپ کے لیے خالی کر دیں؟ فرمایا۔ مومن کسی کو تکلف نہیں دیتا۔

(لہذا قابل کرانے کی کوئی ضرورت نہیں) علیہ اللہ المراقب سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں
 مرینہ کے ایک حمام میں گیا۔ تو ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھا۔ وہ حمام کا منظم تھا۔ میں
 نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ یہ حمام امام باقر کا ہے۔ میں نے
 پوچھا۔ وہ خود بھی یہاں آتے ہیں۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا۔ پھر وہ یہاں آکر کیا کچھ کرتے ہیں؟
 اس نے کہا۔ حمام میں داخل ہوتے ہی اپنی شرمگاہ پر ”طلار“ لگاتے ہیں۔ پھر عضو تناسل
 پر ایک پٹی باندھ کر مجھے بلاتے ہیں۔ تو میں ان کے باقی جسم پر ”طلار“ لگاتا ہوں۔ میں
 نے انہیں ایک دن کہا۔ کہ جس چیز کو آپ دکھانا پسند نہیں کرتے۔ میں اسے دیکھ
 لیتا ہوں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ چونکہ لگا ہوا تو پردہ ہو جاتا ہے۔ (لہذا تو چونکہ تو دیکھ سکتا
 ہے۔ عضو مخصوص اسی طرح ستر میں ہوتا ہے۔)

تبصرہ:-

پچھلی روایت کی طرح اس روایت میں بھی امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہما کی طرف
 بے حیائی اور بے شرمی کی نسبت کی گئی ہے (معاذ اللہ) اپنی شرمگاہ پر پٹی لگانے کے بعد کھلے جسم
 کسی دوسرے شخص کو یقینہ قابل ستر جو پرچونا لگانے کو کہا ایک عام آدمی اس کی اجازت نہیں دے
 سکتا ہے۔ کہاں انراہل بیت کہ ان کی طرف اتنی گھٹیا حرکت منسوب کی گئی۔ اس لیے یہ بھی شیعہ
 لوگوں کی من گھڑت روایت ہے۔ اور انراہل بیت سے گستاخی ہے۔

گستاخی:-

فروع کافی:-

عَلِيٌّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ حُرَيْرِ
 عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ إِنْ سَأَلَ مِنْ ذِكْرِكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّذِيٍّ أَوْ وَدِيٍّ وَ أَنْتَ
فِي الصَّلَاةِ فَلَا تُفْسِدْهُ وَلَا تَقْطَعْ السَّنَوَةَ وَلَا تَنْتَضِ
الْوُضُوءَ وَإِنْ بَلَغَ عَيْبِكَ فَإِنَّمَا ذِيكَ بِمَنْزِلَةِ
النَّخَامَةِ.

دفعہ کافی باب المذی والودی جلد سوم

ص ۲۹ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر نمازی کی حالت نماز میں ودی یا
مذی ارتناسل سے نکلے۔ اور ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ تو نہ اس کو دھونے
کی ضرورت ہے۔ نہ نماز ٹوٹتی ہے۔ اور نہ وضو میں کوئی خرابی واقع ہوتی ہے
کیونکہ یہ ناک سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔

تبصیر:-

شرنگاہ سے نکلا ہوا گند پانی، ناک اور منہ سے نکلے ہوئے پانی کی طرح ہے۔ یہ مرتباً
گندے پانی کو ذہب شیبہ نے عطا کیا۔ اور یہ اس کا درہب کی امتیازی خصوصیات میں سے
ایک ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ بات امام جعفر کی طرف شیعوں نے منسوب کی
ہے

گستاخی :-

بفرمان امام جعفر بوقت ضرورت تھوک کے ساتھ
استنجا کرنا جائز ہے

من لایحضرہ الفقیہ :-

سَأَلَ حَنَّانُ بْنُ سَدِيدٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَقَالَ إِنِّي رُبَّمَا بُلْتُ فَلَا أَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ
وَيَشْتَدُّ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ إِذَا بُلْتَ وَتَمَسَّحْتَ
فَامْسَحْ ذَكَرَكَ بِرِيَّتِكَ فَإِنَّ
وَحَدَّثَ شَيْئًا فَمَلَّ هَذَا مِنْ
ذَلِكَ -

(من لایحضرہ الفقیہ ص ۲۱، جلد اول مطبوعہ

کعبہ۔ فیما ینقض الوضوء وینجس

الثوب الخ من لایحضرہ الفقیہ

جلد اول ص ۲۱ فیما ینجس الثوب

طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ :-

حنان بن سدید نے امام جعفر صادق سے عرض کی۔ میں بعض دفعہ پیشاب کرتا ہوں
پھر مجھے پانی نہیں ملتا۔ مجھے اس وقت سخت پریشانی ہوتی ہے۔ (تو اس وقت مجھے کیا

کرتا چاہیے، امام نے فرمایا جب تو بول کر لے۔ تو اپنے ذکر پر تھوک لگایا کر۔ اور کوئی چیز خارج بھی ہو۔ تو تو اس کو تھوک ہی سمجھا کر۔

تبصرہ :-

عضو تناسل کا پانی نہ ملنے کی صورت میں تھوک سے استنجی کرنا، نامعلوم شیوخ حضرات نے کس نفع کے تحت یہ ترکیب نکالی اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اور نسبت کی ہے امام جعفر کی طرف

گستاخی :-

دو ائمہ اہل بیت کا بیک وقت ہر ہنہ ہو کر حمام میں جانا

اس لیے جائز ہے کہ وہ معصوم ہیں (فرمان امام جعفر)

من لایحضرہ الفقیہ :-

وَفِي هَذَا التَّخْبِيرِ اِطْلَاقُ لِلْاِمَامِ
اَنْ يَدْخُلَ وَلَدَهُ مَعَهُ الْحَمَامَ
دُونَ مَنْ لَيْسَ بِاِمَامٍ وَ ذَالِكَ
اَنَّ الْاِمَامَ مَعْصُومٌ فِي صِغَرِهِ وَكِبَرِهِ
لَا يَقَعُ مِنْهُ النَّظَرُ اِلَى عَوْرَتِهِ
فِي الْحَمَامِ وَلَا غَيْرِهِ وَ قَالَ
الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْفَخْذُ
لَيْسَ مِنَ الْعَوْرَةِ

(من لایحضرہ الفقہ جلد اول ص ۶۶ فی غسل الجمعد)

آداب الحمام مطبوعہ تہران طبع جدید

(من لایحضرہ الفقہ جلد اول ص ۲۵ طبع قدیم)

مطبوعہ مطبع جعفریہ لکھنؤ فی آداب الحمام

(والنورہ)

ترجمہ:-

مذکورہ حدیث میں امام کے لیے علی الاطلاق اجازت ہے۔ کہ حمام میں داخل ہوتے وقت اپنے بچے کو بھی ساتھ لے جائے۔ لیکن امام کے علاوہ دوسروں کو اجازت نہیں۔ کیونکہ امام بچپن جوانی اور بڑھاپے میں معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی نظر حمام یا غیر حمام میں اپنی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "ران" کا پردہ نہیں ہے۔

تبصرہ:-

بیک وقت دو اماموں کا ایک حمام میں تنگ ہو کر جانا اور پھر سے آخر کی معصومیت کی دلیل بنانا، شیعوں کی امتیازی علامت ہے۔ بلکہ مذکورہ روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیت کے لیے اپنے گھروں میں بھی ایک دوسرے سے پردہ کرنا ضروری نہیں بلکہ وہ برہنہ بدن ایک دوسرے کے ساتھ ایک مکان میں رہ سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ) کتنی بے حیائی ہے کہ ایسی بے شرمی ایک طبع زلو اصول کے تحت امام جعفر کی طرف منسوب کی گئی۔

ۛ

گستاخی ۲۔

بقرمان امام جعفر صادقؑ اپنی بیوی کو شگاکر کے دیکھنا اور

اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھینا نہایت لذیذ ہے

فروع کافی ۱۔

عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي الرَّجُلِ الَّذِي يَنْظُرُ
إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ ۖ قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ
وَهَلِ اللَّذَّةُ إِلَّا بِذَلِكَ۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۱۴ طبع قدیم کھنوا)

باب النوادر۔ طبع جدید تہران طبع پنجم ص ۴۹۷

باب النوادر کتاب النکاح

ترجمہ:-

اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا۔ کہ کیا کوئی مرد اپنی بیوی کو برہنہ
حالت میں دیکھتا ہے۔ فرمایا۔ اس میں کیا حرج ہے۔ بلکہ لذت تو اس میں ہی ہے۔

تبصرہ:-

عدت کو برہنگی میں نظر بھر کر دیکھنا اس کی شرمگاہ کی زیارت کرنا اور پھر ایسے بے حیا و افغان
کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا یہ آپ کی انتہا و جہ کی گستاخی ہے جو تہذیب

ہی حصہ میں آئی ہے۔

حلیۃ المتقین :-

از حضرت صادق پر سیدند کہ اگر کسی زن خود را عریاں کند و باو نظر کند چوں است، فرمود گر لذتی از این بہتر می باشد و پر سیدند کہ اگر بدست و انگشت با فرج زن و کینیز خود باز می کند چوں است فرمود باکی نیست، البتہ اجزائے بدن خود و گیر و رانجا نکند۔

(حلیۃ المتقین ص ۴۱ طبع قدیم تہران - ود

آداب زفاف)

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برہنہ کرے اور اس کو دیکھے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شامد ہی اس سے کوئی دوسری چیز زیادہ لذتیز ہو۔ لوگوں نے پوچھا۔ اگر ہاتھ یا انگلی کے ساتھ کوئی شخص اپنی بیوی یا لونڈی کی شرمگاہ سے کھیلے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔؟ فرمایا کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن اپنے جسم کے بغیر کسی دوسری چیز سے یہ کھیل نہ کھیلے۔

تبصرہ :-

عدوت کو برہنہ کر کے اس کی زیارت کرنا۔ اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال کر کھیلنا پھر ان واہیات، افعال کی نسبت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا، کس قدر بے حیائی، اور بے شرمی ہے۔ اور اس کے ساتھ امام موصوف کی انتہائی گستاخی بھی ہے۔

ع

شرم مگر تم کو نہیں آتی

گستاخی ہے۔

شیعوں کے نزدیک عورت کی دبر میں وطی کرنا جائز

ہے بقرمان امام جعفر (معاذ اللہ)

الاستبصار۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَمْرُودَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ
إِذَا رَضِيَتْ.

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۲۲-۲۲۳)

مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۳۹۰ھ -)

فی اتیان النساء فیما دون الفرج

ترجمہ :-

ابو یفور نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی
بیوی کی دبر میں (خواہش پوری) کرتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اگر عورت راضی
ہو۔ تو کیا مضائقہ۔

تبصرہ :-

عورت کی دبر میں وطی کرنا، قوم لوط کو بھی نہ سوجھا۔ اس کے جواز کا فتویٰ امام جعفر صادق کی
طرف منسوب کرنا انتہائی گستاخی ہے۔

الاستبصار:

عَدُّهُ عَنْ أَبِي فَضَالٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْجَهْمِ عَنْ حَمَّادِ
 بْنِ عَثْمَانَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 أَوْ أَخْبَرَنِي مَنْ سَأَلَهُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي
 ذَلِكَ الْمَوْضِعِ وَفِي الْبَيْتِ جَمَاعَةٌ فَقَالَ لِي وَ
 رَفَعَ صَوْتَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنْ كَلَّتْ مَمْنُوكُهُ مَا لَا يُطِيقُ فَلْيَبِعْهُ
 ثُمَّ نَظَرَ فِي وَجْهِهِ أَهْلَ الْبَيْتِ ثُمَّ اصْغَى
 إِلَيَّ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ -

(الاستبصار جلد سوم ص ۲۲۲ تہران جدید
 بیع قدیم جلد دوم ص ۳۰ لکھنؤ)

ترجمہ:-

حماد بن عثمان روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے
 دریافت کیا کہ اگر اپنی عورت کی متعدد میں دخول کرنا کیسا ہے؟ اس وقت چونکہ آپ
 کے پاس بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اپنے غلام
 سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز ہے۔ بلکہ اسے فروخت کر دینا
 چاہیے۔ (غرض یہ تھی کہ اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق سوال کیا ہے)
 راوی کہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے
 سے فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

زبان زیب نہیں دیتی کہ اس کی وضاحت کی جائے اور اس روایت میں آپؐ بخود سمجھتے کہ ائمہ اہل بیت کی شان میں کس قدر دریدہ دہی اور گستاخی ہے۔

گستاخی ہے۔

فرمان جعفر صادق رضی اللہ عنہ عورت کا فرج ادھاپر دینا

جائز ہے (معاذ اللہ)

الاستبصار :-

سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَدِيَةَ السَّلَامُ عَنْ عَارِيَةِ الْفَرْجِ
قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ -

والاستبصار جلد دوم ص ۷۵ طبع قدیم کتب خانہ
الاستبصار جلد سوم ص ۱۲۱ فی الإلب المتعة
مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ :-

شرمگاہ کو ادھار لینے کے متعلق میں نے امام صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔
فرمایا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ :-

عورت کی شرمگاہ کو ادھار لیتا اور حدود شرعیہ کو شہوت رانی پر قربان کرنا اور پھر ایسے
بے ہودہ الفاظ امام صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا۔ کیا کم گستاخی ہے؟

گستاخی

قرآن جعفر علی مرتضیٰ ہے۔ بوقت ضرورت زنا بحکم نکاح

ہوتا ہے (معاذ اللہ)

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ
إِلَى عُمَرَ فَقَالَتْ إِنِّي زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي فَأَمَرَ بِهَا
أَنْ تَرْجِعَ فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَيْفَ زَنَيْتِ فَقَالَتْ مَرَرْتُ
بِالْبَادِيَةِ فَأَصَابَنِي عَطَشٌ شَدِيدٌ فَاسْتَقَيْتُ
أَعْرَابِيًّا فَأَبَى أَنْ يَسْقِيَنِي إِلَّا أَنْ أُمَكِّنَهُ
مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا أَجْهَدَ فِي الْعَطَشِ وَخِفْتُ
عَلَى نَفْسِي فَأَمَكَّنْتُهُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَزَوَّجِي
بِرَبِّ الْكَعْبَةِ .

ذفوع کافی جلد پنجم ص ۴۶۷ کتاب النکاح

طبع جدید تہران

(طبع قدیم لکھنؤ ص ۱۹۰ جلد دوم)

تذکرہ :- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمرؓ

کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کیا مجھے پاک کیجئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کا حکم سنایا۔ اس واقعہ کی خبر حبیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ تو بلا کر پوچھا کہ آپ نے کیسے زنا کیا۔ کہنے لگی۔ ایک مرتبہ جنگل میں مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا۔ اس نے اس شرط پر دینا چاہا۔ کہ مجھ سے ہم بستری کرے۔ تو پیاس شدید کی وجہ سے میں نے اس کے ساتھ اس کی شرط کے مطابق بد فعلی کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بخدا یہ تو نکاح ہو گیا۔

تبصرہ:-

اس روایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کتنا بہتان ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ) زنا کو نکاح قرار دیا۔ جبکہ شرع میں بغیر شہادت کے نکاح نہیں ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صورت زنا کو نکاح کیسے قرار دے سکتے ہیں۔

(فاعتبروا واولی الابصار)

گستاخیت:-

مشیت زنی شیعوں کے نزدیک جائز ہے

بقرمان امام جعفر (موافق اللہ)

فروع کافی:-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنِ اللَّهِ عَنِ السَّلَامِ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنِ الذَّلِكِ قَالَ نَاكَحَ نَفْسَهُ

لَا شَيْءَ عَلَيْهِ -

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۳۲ طبع قدیم لکھنؤ)
(فروع کافی جلد پنجم طبع جدید ص ۴۰ کتاب النکاح
باب الخفضة ونكاح البیمة
مطبوعہ تہران)

توجہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مشرت زنی کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا
اس پر کوئی مواخذہ (حد) نہیں ہے۔ یہ تو خود اپنے وجود سے جماع کرتا ہے۔

گستاخی ۱۱۱:-

امام جعفر صادق کی باتیں سن کر لوگوں کے اہل تناسل تن
جائیں گے (ایک شیعو کا بیان)

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ وَاللَّهِ لَوُحَدَّثْتُ بِكُلِّ
مَا سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ "ع" لَأَتَفَعَّتْ
ذُكُورُ الرِّجَالِ عَلَى الخُشْبِ

(رجال کشی ص ۱۲۲ مذکرہ زرارہ بن ابیہن
مطبوعہ کوہلا)

زارہ سے روایت ہے کہ کہا اس کے کہ اگر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
سنی ہونٹی تمام باتیں بیان کروں تو لوگوں کے آلات تناسل لکڑی کی طرح سخت
ہو جائیں۔

تبصرہ:-

ہر وہ آدمی جس کی آنکھ میں کچھ بھی شرم و سیا ہے وہ اس روایت کو پڑھ کر اپنا آنکھیں شرم سے

جھکا لے گا۔

لیکن شیوخ حضرات کو اس قسم کی واہمی تباہی من گھڑت روایات پیش کرنے سے قطعاً شرم نہیں آتی۔ بلکہ ان کو کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔

طریقہ تریہ کہ پھر ایسی گندی روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے توریہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ ساری زندگی شیعوں کو خواہشات نفسانیر کی ہکا تر غیب دیتے رہے۔ حالانکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آل سادات کے سردار اور شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ کے علمبردار کی زبان سے لسی فحش اور لچر قسم کی باتوں کا صدور ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ شیوخ مذہب کی بنیاد ہی شہوت پرستی اور کذب و سیاقی پر رکھی گئی ہے۔ جس کی بنا پر ان حضرات نے اپنا مطلب برآری کے لیے متعور پرستی جیسے حرام فحش فعل کی بنیاد رکھی۔

لہذا روایت مذکورہ اور اس قسم کی عتقی فحش روایات کتب شیوخ میں مرقوم ہیں۔ یہ سب ان حضرات کی اپنی اختراعات ہیں اور ائمہ اہل بیت سے ان روایات کا دور کا بھی واسطہ نہیں کیونکہ۔

چہ نسبت فاک را با عالم پاک۔

گستاخیؑ

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجْتُ نَا وَابْرَ

إِنِّي يَعْفُورٌ وَآخِرُ إِلَى الْحَيْرَةِ أَوْ
إِلَى بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَتَذَكَّرْنَا
الدُّنْيَا فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ الْمُرَادِيُّ
أَمَا إِنَّ صَاحِبَكُمْ تَوَظَّفَرَ بِهَا
لَا سَتَأْشَرَ بِهَا فَتَانَ فَتَأَعْنَفِي فَجَاءَ
كَتَبُكَ يُرِيدُ أَنْ يَشْفَرَ عَلَيْهِ
فَذَهَبْتُ إِلَّا طُرُدًا فَقَالَ لِي ابْنُ
يَعْفُورٍ دَعَاهُ فَجَاءَهُ حَتَّى شَفَرَ
فِي أَدْبَانِهِ

درجال کشی ص ۱۵۲ تذکرہ ابوبصیر پش بی

ابن عمری المرادی مطبوعہ کر بلا

ترجمہ:-

حداد بن عثمان سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں، ابن ابی یعفور اور ایک دوسرا
اُدوی حیر و یا کسی اور جگہ کی طرف نکلے (راستہ میں) ہم نے دنیا کے متعلق بآئیں شروع
کیں۔ ابوبصیر مرادی کہنے لگا کہ تمہارے حضرت (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما) اگر دنیا کی
مال و دولت میں کامیاب ہو گئے تو تمہارا سے ترجیح دیں گے۔ راوی کہتا ہے۔
کہ (اس کے بعد) ابوبصیر سو گیا۔ پس ایک کتا آیا اور اس پر پیشاب کرنے لگا۔
میں نے گتے کو پیشاب کرنے سے روکنا چاہا تو ابن ابی یعفور نے کہا کہ رہنے
دیکھئے۔ پس کتا اس (ابوبصیر) کے پاس آیا اور اس کے کان میں پیشاب کر ڈالا۔

ۛ

گستاخی ۱۲۔

عَنْ حَمَّادِ النَّابِ قَالَ جَلَسَ أَبُو بَصِيرٍ
 عَلَى بَابِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) لِيَطْلُبَ
 الْإِذْنَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَقَالَ لَسُو
 مَعَنَا طَبَقٌ لَأَذِنَ قَالَ فَجَاءَ كَلْبٌ
 فَشَغَرَ فِي وَجْهِ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ أَفْ
 أَفْ مَا هَذَا قَالَ جَنَيْسُهُ هَذَا كَلْبٌ
 شَغَرَ فِي وَجْهِكَ .

(رجال کشی ص ۱۵۵ تذکرہ ابوبصیر عبداللہ

بن محمد الاسدی مطبوعہ کربلا)

ترجمہ۔

حماد ناب سے روایت ہے اس نے کہا کہ ابوبصیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 کے دروازے کے آگے اس لیے بیٹھا تھا تاکہ اسے اندر جانے کے اجازت
 مل جائے مگر جب اسے اجازت نہ ملی تو رطنترا بولا کہ اگر میرے پاس کوئی کھانے
 کا طبق (تخفہ کے طور پر) ہوتا تو حضرت امام مجھے ضرور اجازت مرحمت فرمادیتے۔
 راوی کہتا ہے پس ایک گٹا آیا اور ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کرنے لگا۔ ابوبصیر چلایا
 اُف اُف یہ کیا ہوا؟ اس کے ساتھی نے جواب دیا یہ گٹا ہے جس نے تیرے
 منہ میں پیشاب کیا۔

تیسرہ۔

مذکورہ دو روایات سے صاف طور پر واضح ہوا کہ اہل تشیع کے مجتہد ابوبصیر کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ آپ معاذ اللہ ایک بہت بڑے دنیا دار ہیں۔ اور حرم دنیا میں اس قدر سختی میں کہ سوائے تحفے تحائف کے کسی کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتے مالا مال ابوبصیر اور اس جیسے دوسرے مجتہدوں شیعوں کے لیے شخصیات میں جن پر شیعہ مذہب کی احادیث و روایات کا دار و مدار ہے۔

جب خواص (شیعوں مجتہدین) کا ان اہل بیت کے متعلق ایسا قبیح اور نازیبا عقیدہ ہے۔ تو عوام (شیعوں حضرات) کا کیا حال ہوگا۔؟

لہذا اثبات ہوا کہ شیعہ مذہب کے علماء و عوام سبھی گستاخان اہل بیت ہیں۔ اور اگر اس گستاخی کی پاداش میں کتے بھی ان کے مندر میں پیشاب کر جائیں (جیسا کہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ ابوبصیر کے مندر میں کتے نے پیشاب کر ڈالا تو انہیں اس کی پرواہ نہیں لیکن اس قسم کی گستاخی سے یہ ہرگز باز نہیں آئیں گے۔ اس لیے کہ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پا کاں کند۔

✦

فصل یازدہم

شیعوں کی امام موسیٰ کاظم اور امام رضا سے گستاخیاں
گستاخیت۔

شیعوں کے نزدیک قابلِ شرف و اگلی شرمگاہ

ہے جس کے لیے ایک ہاتھ کافی ہے (فرمان

موسیٰ کاظم (ع) معاذ اللہ

فرس کا کافی۔

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ
عَوْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالذُّبُرُ فَأَمَّا الذُّبُرُ مَسْتَرِدٌّ

بِالْإِلَيْتَيْنِ فَإِذَا سَتَرْتَ التَّصِيبَ وَ الْبِضْعَتَيْنِ
فَقَدْ سَتَرْتَ الْعَوْرَةَ وَقَالَ فِي رِوَايَةِ أُخْرَى وَ
أَمَّا الدُّبُرُ فَقَدْ سَتَرْتَهُ الْإِلَيْتَانِ وَأَمَّا الْقُبُلُ
فَأَسْتَرَهُ بِبَيْدِكَ .

(فروع کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب الزی والتحمل)

طبع جدید تہران - طبع قدیم جلد دوم ص ۶۰

مطبوعہ لکھنؤ - کتاب الزی والتحمل

ترجمہ :-

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا - شرگاہ دوہیں - قبل اور دبر - لیکن دبر (پچھلی شرگاہ) تو چوڑوں میں چھپی ہوئی ہے - رہی اگلی (قبل) سو اس کو اپنے ہاتھ سے چھپا لو جب تم نے التناسل اور دونوں خصلوں کو چھپا لیا - تو تم نے اپنی شرگاہ کو چھپا لیا -

تبصرہ :-

اس روایت سے معلوم ہوا - کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ صرف دو اشیاء کو قابل پرہہ سمجھتے ہیں - وہ بھی خود بخود ستر میں ہیں - کیونکہ پچھلی شرگاہ چوڑوں میں چھپا دی - اور اگلی شرگاہ کی ضرورت پڑے - تو صرف ایک ہاتھ اس پر رکھ دیجئے - بس آپ با پرہہ ہو گئے - اب آپ کو بازار میں جا کر دوسرے ہاتھ خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے - اور آپ چاہیں - تو "مجلس عزا" سے خطاب بھی فرما سکتے ہیں - اور جلوس تعزیر میں شرکت سونے پر سہاگہ ہوگی - بے حیا باشس ہرچہ کش - اسے کہتے ہیں بہتان عظیم جو امام کاظم پر باندھا گیا -

‡

گستاخی پڑ۔

شیعوں کی اپنے اماموں سے نرالی بے تکلفی

فروع کافی:-

رَقَالَ سَمِعْتُ صَفْرَانَ بْنَ يَحْيَى يَقُولُ قُلْتُ
لِلرِّضَاءِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا مِّنْ مَّوَالِيكَ
أَمَرَنِي أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ هَابِكِ وَ
اسْتَعْيِي مِنْكَ أَنْ تَسْأَلَكَ فَقَالَ وَ مَا هِيَ ؟
قُلْتُ الرَّجُلُ يَأْتِي امْرَأَتَهُ فِي دُبُرِهَا
قَالَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ فَأَنْتَ تَفْعَلُ
قَالَ إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَلِكَ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۲۰۵ کتاب النکاح)

باب محاش النساء طبع جدید پتھریں

فروع کافی جلد دوم ص ۲۲۲ کتاب النکاح

باب محاش النساء طبع قدیم۔ مکتبہ

ترجمہ:-

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ کا ایک غلام
مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ آپ سے اسے دہشت و شرم کے نہیں
پوچھ سکتا فرمایا کیا ہے؟ میں نے کہا ہر واپسی عورت کا مقصد میں اذغال کر سکتا

ہے؟ آپ نے کہا۔ ہاں اسے اجازت ہے۔ میں نے کہا آپ بھی ایسا کرتے
ہیں؟ کہا ہم ایسا نہیں کرتے۔

تبصرہ-۵۰

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ”وطی فی الدین“ ایک فعل ہے۔ جو امام رضاؑ کو اپنے
لیے پسند نہیں فرماتے۔ ہاں اپنے متعلقین کو اس بات کی اجازت دے رہے ہیں۔ اور یہ بات عقلاً
تقلاً باطل اور لغو ہے۔ کیونکہ قرآن کا ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین امنوا امرتقوہون
مالا تفعلون۔ مومنو! جو خود نہیں کرتے دوسروں سے کیوں کرواتے ہو۔ لہذا یہ کسی
طرح ممکن نہیں۔ کہ امام رضاؑ اس آیت کے خلاف چل رہے ہوں۔ بلکہ یہ بات صرف ان کی
طرف منسوب کر دی گئی ہے حقیقت نہیں۔ لہذا امام کی شان میں گستاخی ٹھہری۔



گستاخی پڑے۔

امام موسیٰ کاظم کی والدہ کی شیعوں نے اتہما درجہ

کی توہین کی

اصول کافی۔

وَدَخَلْنَا يَوْمًا عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَقَالَ آلا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّخَاسِ
الَّذِي ذَكَرْتَهُ لَكُمْ فَتَد
قَدِمَ فَأَذْهَبُوا فَأَشْتَرُوا بِهَذِهِ الصُّرَّةِ
مِثْلَهُ جَارِيَةً قَالَ فَأَمَتْنَا النَّخَاسَ فَقَالَ
قَدْ بَعْتُ مَا كَانَ عِنْدِي إِلَّا جَارِيَتَيْنِ
مَرِيضَتَيْنِ أَحَدُهُمَا أَمْسَلُ مِنَ الْأُخْرَى
فَلَمَّا فَخَّرَجْنَاهُمَا حَتَّى نَنْظُرَ إِلَيْهِمَا فَخَرَجَهُمَا
فَقُلْنَا بِكُمْ تَبِعْنَا هَذِهِ الْمَتَمَةَ ثَلَاثًا
قَالَ بِسَبْعِينَ وَيُنَادَا قُلْنَا أَحْسِنُ قَالَ
لَا أَنْقُصُ مِنْ سَبْعِينَ وَيُنَادَا قُلْنَا
لَهُ نَشَرْتَهَا مِنْكَ بِهَذِهِ الصُّرَّةِ
مَا بَلَغَتْ وَلَا تَذَرِي مَا فِيهَا وَكَانَ
عِنْدَهُ رَجُلٌ أَمِيضُ الرَّأْسِ وَاللَّيْحِيَّةِ

قَالَ فَكُنُوا وَزِينُوا فَقَالَ التُّخَّاسُ لَا
 تَفَكُّرُوا فَإِنَّهَا إِنْ تَقَصَّتْ حَبَّةً مِنْ
 سَبْعِينَ دِينَارًا لَمْ أَبَايْكُمْ فَقَالَ
 الشَّيْخُ ادْنُوا فَدَنَوْنَا وَفَكَكْنَا
 الْخَاتَمَ وَزِينَا الدَّنَائِرَ فَإِذَا هِيَ
 سَبْعُونَ دِينَارًا لَا تَزِيدُ وَلَا تَنْقُصُ
 فَأَخَذْنَا الْجَارِيَةَ فَأَدْخَلْنَاهَا عَلَى
 أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَعَفَرُ وَآلِهِ
 عِنْدَهُ فَأَخْبَرْنَا أَبَا جَعْفَرٍ بِمَا كَانَ
 فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
 لَهَا مَا اسْمُكَ قَالَتْ حَمِيدَةٌ قَالَ فِي الدُّنْيَا
 فِي الدُّنْيَا مَحْمُودَةٌ فِي الْآخِرَةِ
 أَحْسَنُ مِنْ عِنْدِكَ أَيْكُرُ أَنْتَ أُمَّ
 شَيْبِ قَالَتْ بَيْكُرُ قَالَ وَكَيْفَ
 وَلَا يَقَعُ فِي أَيْدِي التُّخَّاسِينَ شَيْءٌ
 إِلَّا أَفْسَدُوهُ فَقَالَتْ وَتَدُ كَانَ
 يَجِيئُنِي فَيَقْدُ مِنْ مَقْعَدِ الرَّجُلِ
 مِنَ الْمَرْأَةِ فَيَسِيْطُ اللَّهُ عَلَيْهِ
 رَجُلًا أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةَ فَلَا
 يَزَالُ يَلِيطُهَا حَتَّى يَقُومَ عَنِّي فَفَعَلَ
 بِي مِرَارًا وَفَعَلَ الشَّيْخُ بِهِ مِرَارًا فَقَالَ

يَا جَعْفَرُ خُذْ هَذَا إِلَيْكَ فَوَلَدْتُ خَيْرَ أَهْلِ
الْأَرْضِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرَ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ -

داصول کافی جلد اول ص ۲۷۶-۲۷۷ ...

کتاب الحجۃ، باب مولد الحج

الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ:-

راوی کہتا ہے کچھ دن گزرنے کے بعد ہم امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے
فرمایا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ بروہ فروش جس کا میں نے ذکر کیا تھا۔ آگیا تم جاؤ
اس تھیلی کے ہمیں کیا اس کینز کو خرید لو۔ راوی کہتا ہے ہم بروہ فروش کے پاس آئے
اس نے کہا جو میرے پاس تھا میں بیچ چکا اب تو میرے پاس دو بیمار کینز ہیں۔
ایک ان میں دوسری سے اچھی ہے ہم نے کہا انہیں دکھاؤ۔ تو اس نے دکھائیں ہم
نے کہا کتنے پر پچو گے یہ کینز؟ کہنے لگا۔ ستر
دینار۔ ہم نے کہا کچھ کم کر کے احسان کرو اس نے کہا اس سے کم زیادہ ہم نے کہا
ہم اس تھیلی کے بدلے خریدتے ہیں بقتے ہوں ہمیں ان کا علم نہیں اس کے پاس
ایک شخص جس کے سر اور اڑھی کے بال سفید تھے بیٹھا تھا اس نے کہا تھیلی کو
کھول کر تم گن لو بروہ فروش نے کہا تم مت کھولا اگر ستر سے کم نکلے تو میں نہیں
بیچوں گا بڑے نے کہا میرے پاس آؤ اور تھیلی کی ہر توڑو۔ جب ہم نے کھولا
تو اس میں ستر ہی دینار تھے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ ہم نے خرید لیا۔ اور اسے لے کر
امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تھے ہم نے امام باقر علیہ السلام سے کل حال بیان کیا۔ حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد کنیز سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا حمیدہ۔ انہوں نے فرمایا تم حمیدہ ہو دنیا میں اور محمودہ ہو آخرت میں مجھے بتاؤ تم باکرہ ہو یا ثیبہ؟ انہوں نے کہا کہ باکرہ۔ فرمایا یہ کیسے؟ سخاسوں (برودہ فروش) کے ہاتھ میں جو عورت آجاتی ہے۔ وہ اسے باکرہ نہیں رہنے دیتے انہوں نے کہا یہ شخص میرے پاس آیا اور اس طرح بیٹھا جیسے عورت سے جماع کرنے مرد بیٹھتا ہے۔ پس خدا نے اس پر ایک مرد بزرگ کو مسلط کیا جس نے اسے طمانچے مارے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کئی بار اس نے یہ ناپاک ارادہ کیا۔ ہر بار وہ بزرگ نالغ آئے آپ نے فرمایا اسے جعفر اس کو لو۔ اس کے بطن سے اہل زمین کا بہترین شخص موسیٰ نامی پیدا ہو گا یعنی امام موسیٰ کاظم (شافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۹۱)

لمحہ فکریہ:-

نامعلوم ان شیعہ لوگوں کو ان واہیات روایات سے کیا لگاؤ ہے۔ امام موسیٰ کاظم کی والدہ کو کبھی دفعہ برہنہ بدن کرنے اور ان کی رانوں کے درمیان اس برودہ فروش کے بیٹھنے کا ذکر کرنے سے سوائے خواہشات نفسانی بڑھانے کے اور کیا مقصد ہے؟ اور اس طیبہ و طاہرہ کہ جن کی طہارت پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں ان شیعوں نے اس روایت میں ان کی کون سی شان بیان کی ہے اور وہ بوڑھا مرد جو اس حالت ناگفتہ بہ میں اس برودہ فروش کو ڈانٹتا ہے۔ کیا وہ اس پہلے سے نہیں طمانچے لگا سکتا تھا؟ اور جب کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت کی شان انبیاء کرام سے بالا ہے۔ بلکہ انبیاء کرام کے تمام مراتب ائمہ اہل بیت کا صدقہ ہی ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ عورت

حس کی نسبت ازل میں اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کی طرف جب جبارو ظالم بادشاہ نے نظر بد کی اور برائی کا ارتکاب کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو شل کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ اس عورت (سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا) تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا اصل واقعہ یوں ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مصر پہنچے تو مصر کے بادشاہ نے سیدہ سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھین لیا اور ان کی طرف تین دفعہ برا ارادہ کیا اور تینوں دفعہ ہی اس کا وجود شل ہو گیا۔ اس نے اپنے خدام کو کہا کہ یہ جنتیہ (مومنات جنت) ہے اس کی طرف بڑکی خواہش کا جب بھی میں نے ارادہ کیا تو میرا وجود اسی طرح شل ہو گیا کہ جس طرح اس سے پہلے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کی طرف میں نے یہی ارادہ کیا تو میرا وجود شل ہو گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو دنیا سے محرم ظالم بادشاہ سے محفوظ فرمایا جب کہ ان کا ابراہیم علیہ السلام سے ایسی عقیدگی نہیں ہوا تھا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی نسبت ابراہیم علیہ السلام سے ہو چکی تھی۔

تو پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ جن کی شان شیعہ عقیدہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑی ہے (معاذ اللہ ان کی بغض والی زوجہ محترمہ کو برہنہ کہہ کے ان کی راتوں میں برودہ فروش کیے بیٹھ گیا۔ شیعہ حضرات کو کم از کم اس عقیدہ کا ہی پاس رکھتے ہوئے ان بے سوچاؤ اور بے حیا روایات سے اجتناب کر کے انرا اہل بیت اور ان کی ازواج مطہرات کی اتہاد و جہک گستاخی سے بچنا چاہیے۔ لیکن چونکہ ان شیعوں کی فطرت و جبلت میں ایسا شہوت پرستی رچی ہوئی ہے اس لیے یہ لہکے گستاخوں سے بچا نہیں سکتے۔

ہر وہ آدمی جس کے سینہ میں انرا اہل بیت اور مخدرات اہل بیت کا اذہب و احترام ہے وہ ان روایات کو بڑھ کر یقین کو لے گا کہ شیعہ حضرات سے بڑھ کر اہل بیت کرام کا کوئی گستاخ نہیں۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ اس روایت کو شیعہ مصنف نے امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اور ذکر اس نیک خصلت عورت کا ایسا ہے جو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

کی زوجہ اور امام موسیٰ کاظم کی والدہ بنتے والی ہے۔ اور ان تمام کا ذکر کرتے ہوئے وہ یہ کرامت بیان کر رہا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے لیے امام باقر نے قبل از وقت ایسی پیش گوئی فرمائی کہ یہ وہ عورت ہے کہ جس کے بطن سے تیرے بیٹے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پیدا ہوں گے۔ لیکن اس کرامت کے ضمن میں شیعوں نے ان تمام ائمہ کی ایسی توہین کی ہے کہ دشمن بھی ایسی نہیں کر سکتا۔ اور اس روایات کو شیعوں نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ جیسے شہد میں زہر ملا کہ کسی سے انتقام لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو سیدھا لاشہ نصیب فرمائے۔

گستاخی ہے

بروایت امام رضا جناب لوط علیہ السلام نے قوم کو اپنی

بیٹیوں سے نکاح کر کے وطی فی الدبر کی اجازت

دی اور اسے پاکیزہ عمل قرار دیا معاذ اللہ

الاستبصار۔

عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنْ وَثِيانِ الرَّجُلِ الْمَرَّاةِ مِنْ خَلْفِهَا
فِي دُبُرِهَا. فَقَالَ أَحْتَتُّهَا الْإِيَةُ مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى قَوْلُ لُوطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطَهَرُ لَكُمْ وَقَدْ عَلِمَ

اَنْتَهُمْ لَا يُرْمَدُونَ الْفَرْجِ .

را تبصراء جلد دوم باب ایتان النساء فی مارا

القرج ص ۱۳۰ طبع قدیم لکھنؤ۔

طبع جدید تہران۔ جلد سوم ص ۲۲۲۔

فی ایتان النساء فی مادون الفرج۔

ترجمہ:-

ایک شخص نے امام رضا سے پوچھا۔ کہ کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ دُبر میں
دُھی کرتا ہے۔ اس کا حکم کیا ہے؟ امام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں لوط
علیہ السلام کے اس قول نے اس فعل کو حلال کیا ہے۔ ”یہ میری بیٹیاں
تمہارے لیے حلال ہیں“ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ لوطیوں کو عورت کی شرمگاہ
سے کیا تعلق؟

ہم تو دُوبے تھے صنم

حضرت لوط علیہ السلام کے دین میں کفار سے عقد جائز تھا۔ لیکن ”وطی فی الدبر“ حرام تھی
جس کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے بے حیا قوم۔ باز آ جاؤ۔ میرے
بھانوں کی عزت سے مت کھیلو۔ اگر تم باز نہیں آتے۔ تو تم میری قوم کی لڑکیوں سے عقد
کر کے اپنی خواہشات پوری کر لو۔ تاکہ تم اس غیر فطری فعل سے بچ جاؤ۔
لیکن حضرت امام رضا کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ انہوں نے ”وطی فی الدبر“،
قرآن پاک میں مذکورہ واقعہ لوط علیہ السلام کی آیت سے ثابت کیا ہے۔ درحقیقت انتہائی
گستاخی ہے۔ کیونکہ اگر ”وطی فی الدبر“، اس کے لیے آپ اپنی قوم کی لڑکیوں کو پیش کرنے

کی بات کر رہے۔ تو پھر ان فرشتوں کو جو بصورتِ لڑکے اُسے تھے۔ بچانے کا کیا قاعدہ ہے؟
غیر فطری فعل اگر اپنی لڑکیوں سے جائز کرنا تھا۔ تو پھر قوم کے سامنے پریشان اور آزرہ ہونے
کی کیا ضرورت تھی؟

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعوں لوگوں کی فطرت میں بے حیائی اور شہوت رانی کی باتیں اس قدر
ریح بس چکی ہیں کہ ان کے جواز کے لیے امراہل بیت کو بدنام کرنے سے بھی نہیں شرماتے۔

ط

ہم تو ڈوبے تھے منہم۔ تمہیں بھی لے ڈوبیں گے

فصل دوازدهم

شیعوں کی امام تقی اور امام تقی رضی اللہ عنہما سے گستاخیاں
گستاخی۔

شیعوں کے نزدیک شیطان حضرت آدم کے خاکی پتلے میں

منہ سے داخل ہو کر دوسرے نکلتا رہا (بقول امام تقی) معاذ اللہ

مناقب آل ابی طالب۔

وَكَتَبَ عَبْدُ الْمُعْظِمِ الْحَسَنِ إِلَى أَبِي جَعْفَرَ يُسْأَلُهُ
عَنِ الْغَائِطِ وَنَشِيهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ
اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ فَكَانَ جَسَدُهُ طِينًا وَبَقِيَّتُهُ

أَرْبَعِينَ سَنَةً مَّتَلَّقَى تَمَرٌ بِهِ الْمَلَائِكَةُ تَقُولُ
لَا مَرٍ مَا خُلِقْتَ وَ كَانَ إِبْلِيسُ يَدْخُلُ فِي فِيهِ وَ
يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ فَلِذَلِكَ صَارَنَا فِي جَوْفِ ابْنِ
آدَمَ مَنَّتْنَا خَبِيثًا غَيْرَ طَيِّبٍ

د مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد ۱

ص ۳۸۲ / فی علمہ علیہ السلام

طبع جدید رقم خیابان

ترجمہ:-

عبدالعظیم نے امام تقی رضی اللہ عنہ سے پافانہ اور اس کی بدبو کے بارے میں پوچھا۔
تو امام نے فرمایا۔ اللہ نے آدم کو مٹی سے بنایا۔ مٹی کا بنا ہوا جسم چالیس برس،
د لغیر روح اپڑا رہا۔ فرشتے اس کے پاس سے گزرتے تھے۔ اور کہتے تھے یہ کس
لیے پیدا کیا گیا۔ شیطان اس ڈھلوانہ کے منہ میں سے گھس کر دبر سے نکلتا رہا اسکی
لیے ابن آدم کا پیٹ اندر سے بدبو دار اور گندا ہو گیا۔

تبصرہ:-

اس روایت میں ایک تو حضرت آدم علیہ السلام کی توہین ہے۔ کہ ان کے منہ سے شیطان
داخل ہو کر ان کی دبر سے نکلتا رہا۔ (معاذ اللہ) اور دوسرا امام تقی رضی اللہ عنہ کی طرف اس گندی
عبادت کی نسبت کر کے ان کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام تقی علیہ السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا
گیا۔ کہاں امام تقی رضی اللہ عنہ کی ذات عالیہ اور کہاں ان نبیوں کی خباثت بھری عبارتیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

گستاخیؑ

مناقب آل ابی طالبؑ

وَرُوِيَ أَنَّ امْرَأَةً أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ
 الْعَامُّونِ سَمَتْهُ فِي فَرْجِهِ بِمِثْلِ
 فَلَمَّا أَحْسَّ بِذَلِكَ قَالَ لَهَا أَبْلَاكِ اللهُ
 بِدَائِي لَا دَوَاءَ لَهُ فَوَقَعَتْ الْآكَلَةَ
 فِي فَرْجِهَا وَكَانَتْ تَنْتَصِبُ لِطَبِيبٍ
 فَيَنْظُرُونَ إِلَيْهَا وَيَسْرُونَ بِالْذَّوَاءِ
 عَلَيْهَا فَلَا يَنْفَعُ ذَلِكَ حَتَّى مَاتَتْ مِنْ
 عِلَّتِهَا.

مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوبؑ

چہارم ص ۲۹۱ طبرہ رقم خیابان فی معجزاتہ

علیہ السلام

ترجمہ:-

روایت کی گئی ہے کہ امام تقیؑ کی بیوی ام الفضل جنت ہوں نے زہر لگا دیا تو امام تقیؑ
 کی شرمگاہ پر لگا دیا آپ نے جب اس تکلیف کو محسوس کیا تو بیوی سے کہا اللہ
 تجھے لا علاج بیماری میں مبتلا کرے۔ لہذا ام الفضل کی شرمگاہ میں پھوٹا نکلا۔ جس کے
 علاج کے لیے وہ حکیموں کے پاس جاتی۔ وہ اس کی شرمگاہ دیکھتے۔ اور اس پر وہائی
 لگا کر خوش ہوتے۔ اسے کسی دوائی سے نفع نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس بیماری میں فوت
 ہو گئی۔

جائے شرم :-

شیعوں! کچھ جیاد سے کام لو۔ جانتے نہیں۔ کہ یہ محترم کس گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں؟ کاش تم نے امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کو اپنی بیوی پر ہی قیاس کیا ہوتا تو ایسی واہی تباہی نہ بکتے۔ اور نہ یہی کتابوں میں ایسی خرافات لکھتے۔ اس عبارت کا تقنی ترجمہ کرتے ہوئے مارے شرم کے قلم لگے نہیں پلتا۔ چہ جائیکہ اس پر تبصرہ کیا جائے۔ یا اس کی وضاحت کی جائے۔ ہاں آنا ضرور کہوں گا کہ اگر کوئی شرم و جیاد رکھنے والا محض اس عبارت کو یا اس کے ترجمہ کو پڑھ لے گا تو وہ آنا ضرور سمجھ جائے گا۔ کہ ان نامہ و شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی دوسرا اہل بیت کا دشمن نہیں ہے خصوصاً امام تقی رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے بارے میں یہ عبارت جہاں اس عظیم المرتبت زوجہ کی کوئی گستاخی ہے۔ وہاں امام موصوت کی بھی توہین ہے۔

فلعن اللہ من اتهم رانوا ح الانسة

گستاخی :-

شیعوں کے نزدیک تقيہ (جھوٹ) تمام نیک اعمال

سے افضل ہے (بقول امام تقی) معاذ اللہ

اثناری حیدری :-

اور امام تقی سے کسی شخص نے پوچھا۔ نیک خصال لوگوں میں سے سب سے کامل کون ہے۔ فرمایا جو تقيہ، کو عمل میں لاتا ہے۔

(اثناری حیدری اردو ترجمہ تفسیر حسنی عسکری ص ۹۰) ہامیر کتب خانہ لاہور۔

آثار حیدری۔

اور ایک شخص نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کی۔ آج میں شہر کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں جا چھنسا۔ اور انہوں نے مجھ کو بکڑ لیا۔ اور کہنے لگے۔ اسے شخص کیا تو ابو بکر بنی قحافہ کی امامت کا قائل نہیں ہے۔ اسے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ بات سن کر میں ڈرا۔ اور میں نے انہیں کاراواہ کر کے از روئے حلقیہ، اکہرہ دیا۔ کہاں اس کا قائل ہوں تب ان میں سے ایک اپنا ہاتھ میرے منہ میں رکھ کر بولا۔ تو تحریف کر کے کلام کرتا ہے۔ جو میں تجھے بتاؤں اسی طرح سے لوگوں کو جواب دے۔ میں نے اس سے کہا۔ کہہ۔ تب اس نے مجھ سے کہا۔ کیا تو قائل ہے۔ کہ ابو بکر بن قحافہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام حق و عدل ہے اور علی کا امامت میں بیشک کوئی حق نہیں ہے۔ میں نے اس کے جواب میں نعم کہا۔ اور اس کو ہاں کے معنی میں نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس سے اونٹ لگائے بھیڑ وغیرہ چوپائے جانور مراد لی تھی۔ وہ شخص بولا میں اس پر بس نہ کروں گا۔ جب تک تو قسم نہ کھائے۔ اب تو اس طرح کہہ کر میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور وہ غالب ذلت دینے والا، پالنے والا، ہلاک کرنے والا۔ پوشیدہ اور ظاہر یکساں جاننے والا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ نعم۔ اور میری اس کے کہنے سے چوپایہ مراد تھی۔ وہ کہ ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں اس پر بھی بس نہیں کرتا۔ جب تک کہ تو یوں نہ کہے۔ کہ قسم ہے اس خدا کی کہ اسی کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اگلی بھی قسم کھا کر نہ کہے۔ کہ ابو بکر بنی القحافہ ہی امام ہے۔ تب میں نے جواب دیا۔ کہ ابو بکر بن قحافہ امام ہے۔ ہاں وہ اس شخص کا امام ہے۔ جو اس کا بیروہ ہوا۔ اس کو امام مانے۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور دیگر صفات الہی اپنی زبان پر جاری کیں۔ یہ سنی کروہ خاموش ہوئے اور مجھ کو ”جزاک اللہ خیرا“ کہا۔ اور میں نے ان کے پنجے سے نجات پائی۔ یا حضرت اب فرمائیے۔ خدا کے نزدیک میرا کیا حال ہے؟

نزیاتیر اعمال نیک ہے۔ خدا نے تیرے عقیدے کی عوض اعلیٰ علیین میں تجھ کو ہمارا رقیب اور ہم
نشیں کیا۔

(اثنار حیدری ترجمہ تفسیر حسنی مسکری صفحہ ۲۲۱-۲۲۲)
امامیہ کتب خانہ لاہور)

لمحہ فکر یہ

عقیدہ جو سراسر جھوٹ ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں۔ جھوٹ صریح کو
فضائل میں شمار کر کے پھر امام نعمی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت کرتے ہوئے یہاں تک
کہر دینا۔ کہ تمام اعمال حسنة میں سے سب سے افضل عمل یہی (تقیہ) ہے۔ نماز کی اتنی فضیلت
ہیں۔ روزہ اتنا عظیم نہیں۔ زکوٰۃ و حج میں اتنی خوبی اور بڑائی نہیں۔ جو (تقیہ) میں ہے۔ اور پھر
امام نعمی کی زبان سے یہ کہلوانا کہ تقیہ کرنے والا اعلیٰ علیین میں اسرائیل بیت کا رقیب و ہم نشین ہوگا۔
کیا یہ سب کچھ امام موصوف کی گستاخی نہیں کی جا رہی۔ کیا انہیں جھوٹا نہیں۔ بلکہ جھوٹوں کا سرد
ثابت نہیں کیا جاتا۔؟

علاوہ ازیں اس روایت کے کذب کے ثبوت کے لیے یہ دو جملے ہی کافی ہیں۔

۱۔ حضرت علی کا امامت میں کوئی حق نہیں۔

۲۔ ابو بکر ہی امام ہیں۔ کیونکہ کسی خادم صدیق اکبر سنی کا یہ عقیدہ نہیں کہ ابو بکر ہی امام ہیں اور

حضرت علی کا خلافت میں کوئی حق نہیں۔ اس لیے کوئی سنی اس تقیہ باز شیعوں کو ان جملوں

کے ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اسی لیے شیعوں لوگوں کی نہ نماز مل رہی۔ نہ روزے اور نہ ہی حج و زکوٰۃ۔ بس اگر

قابل فخر عمل ہے۔ تو "تقیہ" ہے۔ اور قابل احترام طریقہ ہے۔ تو "منتہ" ہے۔ سوائے

"تقیہ اور منتہ" کے ان کو جنت ملنی مشکل ہے اگر یہ دونوں عمل کر لیے تو جنت کے ساتوں

دروازے کھلے ہیں؟ بڑا استا اور مزے دار سواد ہے۔ خدا انہیں ہی نصیب کرے۔

گستاخی :-

گستاخی علی المرتضیٰ اور جھوٹ سے پرگندہ روایت

امام تقی کی طرف منسوب کردی

اثار حیدری :-

اور امام تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایسا ہی معجزہ جناب امیر علیہ السلام سے بھی ظہور میں آیا۔ جبکہ آپ نے جنگ صفین سے مراجعت فرمائی۔ ہمراہیوں کو اس پانی سے سیراب کیا۔ جو ایک بڑے پتھر کے نیچے سے نکلا تھا۔ جس کو آپ نے اس غرض سے الٹا لیا کہ اس کی اڑ میں بیٹھ کر رفع حاجت کر دیں گے۔ آپ کے لشکر کے کسی منافق نے کہا۔ کہ میں اس کی شرمگاہ اور اس چیز کو جو اس میں سے نکلتی ہے۔ دیکھوں گا۔ کیونکہ وہ نبی کے مرتبہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں کو اس کے جھوٹ سے خبردار کر دیں گا۔ تب جناب امیر نے قبور کو حکم دیا۔ کہ اسے قبور اس درخت اور اس کے سامنے کے درخت کے پاس جاؤ۔ اور ان دونوں میں ایک فرسخ سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اور جا کر کہو۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ دونوں آکر باہم مل جاؤ۔ قبور نے عرض کی۔ کہ یا حضرت کیا میری آواز ان دونوں درختوں تک پہنچے گی؟ فرمایا جو تمہاری نظر کو آسمان تک پہنچاتا ہے۔ جو تم سے پانچ سو برس کی راہ ہے۔ وہی تمہاری آواز کو بھی ان دونوں درختوں تک پہنچا دے گا۔ آخر کار قبور نے جا کر ان کو آواز دی۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف اس

تیزی سے دوڑے گویا دو دوست ہیں۔ جو مدت سے بچھڑے ہوئے ہیں۔ اور طے کا نہایت اثتیاق ہے۔ اور دونوں اکراہم لگے۔ یہ معجزہ دیکھ کر لشکر کے منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ علی اپنے آپ کو (معاذ اللہ) سحر و جادو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل گمان کرتا ہے۔ نہ وہ رسول تھا۔ اور نہ یہ امام ہے۔ بلکہ حقیقت میں دونوں جادو گر ہیں۔ لیکن ہم اس کے گرد چکر لگائیں گے۔ تاکہ اس شرمگاہ اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے۔ اس کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس کلام کو حضرت کے کان میں پہنچایا اور اپنے کھلم کھلا قتر سے فرمایا۔ کہ منافقوں نے وہی رسول سے مکر و فریب کا ارادہ کیا ہے۔ اور ان کا گمان یہ ہے۔ کہ میں ان کے سامنے صرف دو درختوں کی ہی آڑ کر سکتا ہوں اور کچھ تدبیر نہیں کر سکتا۔ اس لیے تم جا کر ان درختوں سے، ہمدردی کرو۔ کہ وہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ قبر نے ایسا ہی کیا اور وہ دونوں درخت اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہوئے جیسے کوئی بزدل شخص کسی دلیر اور شجاع بہادر سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے جا کر بیٹھنے کے لیے اپنے کپڑے کاٹھایا۔ اور منافقوں کی ایک جماعت ان کی طرف تھکنے کے لیے گئی۔ حضرت نے اپنا کپڑا اٹھایا۔ وہ سب کے سب نابینا ہو گئے۔ اور ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے اپنے منہ ادھر سے پھیر لیے۔ اور ان کی آنکھیں اسی طرح روشن ہو گئیں جیسی پہلے تھیں۔ پھر انہوں نے حضرت کی طرف نگاہ کی اور اندھے ہو گئے۔ اور برابر ایسا ہی وقوع میں اتار دیا۔ کہ جب آپ کی طرف نظر اٹھاتے تھے اندھے ہو جاتے تھے۔ اور جب منہ پھیر لیتے تھے۔ دکھائی دینے لگتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت رفع حاجت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے مقام پر واپس تشریف لے آئے۔ اور اتنی دفعہ ہر ایک کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ اس جگہ جا کر دیکھیں کہ کیا چیز خارج ہوئی ہے تب وہ اپنی اپنی جگہ کھڑے کھڑے رہ گئے۔ اور وہاں سے قدم نہ اٹھاسکے۔ اور جب واپس آئے تب کا ارادہ کیا۔ کہ قدم اٹھنے لگے۔ اور سو بار ایسا ہی وقوع میں آیا یہاں تک کہ وہاں سے

کو چ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور اپنی مراد کو نہ پہنچے۔ اور اس بات سے ان منافقوں کے سوا اس کے کچھ عامل نہ ہوا۔ کہ ان کی سرکشی اور تا فرمانی زیادہ ہوئی۔ اور کفر و عناد اور بڑھ گیا۔

القصہ وہ منافق باہم ذکر کرنے لگے۔ کہ دیکھو۔ یہ بات کس قدر عجیب و غریب ہے۔ کہ باوجود ان معجزات و آیات کے معاویہ، عمرو زید کے مقابلہ سے عاجز رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات امیر المومنین کے کان میں پہنچائی۔ اور حضرت نے حکم دید کہ اسے میرے پروردگار کے فرشتوں۔ معاویہ، عمرو زید کو لے آؤ۔ اور ان منافقوں نے ہوا میں دیکھا کہ فرشتے ہنسی سپاہیوں کی صورت میں ہیں۔ اور ایک ایک نے ان تینوں میں سے ایک ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ پھر ان فرشتوں نے ان تینوں کو حضرت کے روبرو پیش کیا۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک تو معاویہ ہے۔ اور ایک عمر اور ایک زید ہے۔ جناب امیر نے ان منافقوں سے فرمایا۔ تم ان کو دیکھو ساگر میں چاہتا تو ان کو قتل کرنا گریں نے خود ہی ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(اشعار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن عسکریؑ ۱۴۶-۱۴۵)

(امیر کتب خانہ لاہور)

خلاصہ کلام:-

امام تقی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی کرامت بیان کی۔ منافقین نے چاہا۔ کہ ہم حضرت علی کی شرمگاہ دیکھیں۔ اسی مرتبہ کوشش کے باوجود محروم رہے۔ جب بھی دیکھنا چاہتے۔ اندھے ہو جاتے۔ اسی طرح سومر تبر رفح حاجت کے وقت نکلی چیز کو دیکھنے سے محروم رہے۔ جناتین کو خیال آیا۔ کہ اگر اتنا ہی صاحب کرامت تھے۔ تو معاویہ، عمرو زید کے سامنے کیوں نہ ٹھہرے۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرشتوں کے ذریعہ ان تینوں کو منگو کر فرمایا۔ میں انہیں قتل کرنا چاہتا۔ تو قتل کر دیتا۔ لیکن میں۔ نے خود چھوڑ دیا ہے۔

لمحہ فکریہ ۱۔

ناظرین کرام، غور فرمائیں۔ کتنی بڑی ”گپ“ ہانکی۔ عقل کے اندھوں کو اندھیرے میں یہ بھی نہ سوجھا۔ کہ حضرت علی اور زید کی آپس میں جنگ کب ہوئی۔ جس میں شکست کا طعنہ منافی دے رہے ہیں۔ پھر ان کی یہ کجواس دیکھیں۔ کہ منافقین نے اسی مرتبہ آپ کی شرمگاہ دیکھنا چاہی۔ اس سے ان کا کیا مقصود تھا۔ پھر حضرت علی کے فرشتے آپ کے اتنے تابعدار کہ مرے ہوؤں کو فرشتے پکڑ کر لے آئے۔ اور حضرت علی فرما رہے ہیں۔ کہ میں چاہتا تھا تو انہیں قتل کر دیتا۔ اگر فرشتے آپ کے اتنے ہی حکم کے بندے تھے۔ تو جب (بقول شیعوں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گلے میں رسی ڈال کر ابو بکر کی بیعت کے لیے کھینچا جا رہا تھا۔ اور آپ نے روتے ہوئے، بادلِ سخا سے بیعت کی۔ تو اس وقت فرشتوں کو بلا لیتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ از اول تا آخر یہ روایت شیعوں حضرات کی من گھڑت ہے۔ اس سے حضرت علی کی توہین بھی کی گئی۔ اور امام نقی پر اتہام لگایا۔ کہاں امام نقی اور کہاں حضرت علی کی شرمگاہ کے بارے میں اس قدر خرافات کا پلندہ۔ کوئی مناسبت نہیں۔

فصل سینہم

شیعوں کی امام حسن عسکری اور امام قائم (مہدی) سے

گستاخیاں

شیعوں کے نزدیک علی نفس نبی ہے۔ بقول امام حسن عسکری

گستاخی نمبر (۱) :-

اثنار کی حیدری :-

ابو یعقوب راوی تفسیر روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام حسن عسکری سے عرض کی۔
اسے فرزند رسول آیا رسول خدا اور امیر المومنین کے بھی ایسے معجزے تھے۔ جو موسیٰ کے
آیات و معجزات کے مشابہ تھے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ علی نفس رسول ہے۔ اور رسول خدا
کے معجزے عین علی کے معجزے میں۔ اور علی کے معجزے رسول خدا کے معجزے میں۔ اور

کوئی معجزہ ایسا نہیں جو خدا نے کسی نبی یا رسول گزشتہ کو عطا کیا ہو اور اس کے مشابہت سے بہتر محمد کو عنایت نہ کیا ہو۔

لعنت کا طوق :-

اس روایت سے ایک مسلمان طور سے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعوہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نفس رسول سمجھتے ہیں۔ اور یہی ان کا عقیدہ ہے۔ اس لیے ان کے عقیدہ کے مطابق علی اور رسول کوئی دو شخص نہیں۔ اور جدا جدا دو شخصیتیں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ہیں۔ اس لیے امام حسن عسکری اس کی دلیل یہ پیش کر رہے ہیں کہ جو معجزات علی کے وہی رسول اللہ کے اور جو رسول اللہ کے وہی معجزات علی کے ہیں۔ کیونکہ وہ نفس رسول ہیں۔ تو اس سے اتنا معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کے نزدیک حضرت علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی فرق نہیں۔ حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ کہ جو ہمیں نبی کہے اس پر خدا کی لعنت! (رجال کشی ۲۵۵ - مذکرہ ابوالخطاب)

حضرت باقر نے کہا امام مہدی برہنہ بدن ظاہر ہوں گے اور

ان کی بیعت سب سے پہلے نبی علیہ السلام کریں گے۔

حق الیقین :-

از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چون قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیرون آید خدا اور یاری کن مگر کج بادل کسی کہ با بیعت کند محمد (ص) باشد و بعد از آن علی (ع) و شیخ طوسی و نعمانی از حضرت امام رضا (ع) روایت کرده اند کہ از علامات ظهور

حضرت قائم (ع) آں است کہ بدن برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہ شد و منادی ندا خواہد کرد کہ امیر المومنین است۔

(حق یقین ص ۲۱۹ در بیان اثبات رجعت
مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ جب قائم آل محمد (مہندی) آئیں گے اللہ ان کی فرشتوں کے ذریعہ مدد کرے گا۔ اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ شیخ طوسی اور نعمانی امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مہدی کے ظہور کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے۔ کہ وہ سورج کی ٹیکہ کے سامنے برہنہ بدن ظاہر ہوں گے۔ ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ یہ امیر المومنین ہیں:-

لکھو فکر یہ:

اس بات کو تمام مانتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نبی الانبیاء اور قائم النبیین ہیں۔ اس لیے آپ پوری کائنات کے امام اور پیشوا ہیں۔ لیکن آپ کا کوئی دوسرا بجز رب العزت (پیشوا نہیں ہو سکتا۔ تو جب یہ بات مسلمہ ہوئی۔ پھر یہ کہتا۔ کہ امام غائب ظاہر ہوں گے۔ تو ان کی سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اور بعد میں حضرت علی بیعت کریں گے۔ کیا ایسا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کی توہین نہیں ہے۔ کیونکہ حضور کی امام غائب سے بیعت کرنا خلاف واقعہ بھی ہے۔ اور صریح کذب بھی ہے۔ پھر جراثیم یہ کہ اس کی نسبت امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف کر دی۔ یہ بھی گستاخی ہے۔ اور اسکی طرح امام مہدی کے بارے میں لکھے بدن سورج کی ٹیکہ کے سامنے ظاہر

ہونا۔ یہ امام مہدی کی شان میں بہت گستاخی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ دوسرا یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ امام قائم کے ننگا ہو کر ظاہر ہونے میں کیا حکمت ہے۔

امام غائب کا تعارف

عقیدہ اہل سنت :-

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں احادیث مقدمہ کی روشنی میں جو عقیدہ اہل سنت ہے وہ مختصر طور پر یہ ہے۔ کہ امام مہدی قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ کہ المکرمتر میں ان کا ظہور ہوگا۔ خانہ کعبہ میں حجر سوز کے قریب مقام منترم پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمائیں گے۔ آپ کا زمانہ ایسا زریں ہوگا۔ کہ سونا اور چاندی پانی کی طرح ہوگا۔ اور پوری دنیا میں کوئی بھی بھکاری نہیں رہے گا۔ امن و سلامتی کی یہ حالت ہوگی۔ کہ بھیڑیے اور بیٹریاں مل کر چریں گے۔ اور پٹھانیں گے۔ لیکن ایک دوسرے کا کوئی نقصان نہ کریں گے۔

عقیدہ اہل تشیع :-

امام مہدی کو یہ لوگ "امام غائب اور امام قائم"، بھی کہتے ہیں۔ "امام غائب" سے لقب ہونے کی ان کے ہاں یہ وجہ مذکور ہے۔ کہ یہ امام ۲۵۶ھ میں امام حسن عسکری کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش "شہر سرین راہ" میں ہوئی۔ جب ان کے والد حضرت امام حسن عسکری کا انتقال ہوا۔ تو یہ وقت پانچ برس کے تھے۔ پھر چار سال بعد یعنی ۹ سال کی عمر میں ۲۶۵ھ میں ایک غار میں تشریف لے گئے۔ اور امام غائب ہو گئے۔ آج تک اس سے باہر نہیں نکلے۔ "تاریخ الامم" جو شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں سے ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ امام حسن عسکری کے وصال کے وقت ان (مہدی) کی عمر صرف پانچ برس تھی۔ لیکن اس سفر سنی

کے ہوتے ہوئے بھی اپنے والد کی نماز جنازہ انہوں نے خود پڑھائی تھی۔

(تاریخ الامم ص ۲۶۹-۲۸۰)

بقول شیوخ قتل کے خوف امام ہمدانی غائب ہو گئے

اصول کافی:-

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ إِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً قَبْلَ أَنْ يَقُومَ أَنْ يَخَافَ
وَأَوْ مَا بِيَدِهِ إِلَى بَطْنِهِ يَعْنِي الْقَتْلَ -

ترجمہ:-

زرارہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے امام حنفیہ صادق سے سنا۔ امام قائم آل محمد کے لیے
بچپن ہی میں غیبت ہو گئی۔ خوف کی وجہ سے اودا اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے اپنے
شکم کی طرف۔ یعنی قتل کے خوف سے۔ الشافی ترجمہ اصول کافی جلد ۱ ص ۵۰۵ (مکرم کراچی)
(اصول کافی کتاب الحجرت باب الغیبت

جلد اول ص ۳۳۸)

اصول کافی:-

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ لِلْقَائِمِ غَيْبَةً قَبْلَ أَنْ
يَقُومَ قَالَ قُلْتُ وَوَيْلٌ لِمَنْ قَالَ يَخَافُ وَأَوْ مَا
بِيَدِهِ إِلَى بَطْنِهِ شَمًّا قَالَ يَا زُرَّارَةُ

وَهُوَ الْمُنْتَظَرُ

(اصول کافی باب الغیبة کتاب الحجۃ)

میں ۳۳۷ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

زرارہ سے مروی ہے۔ کہ مجھ سے حضرت ابو عبد اللہ نے فرمایا۔ حضرت امام قائم کی غیبت بچپن ہی سے ہو گئی تھی میں نے کہا۔ یہ کیوں ہوئی فرمایا دشمن کے خوف سے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اپنے لہجے کی طرف (یعنی وہ دشمن میری نسل ہی سے ہو گا۔ یہ اشارہ ہے۔ جعفر کتاب کی طرف)۔ پھر فرمایا۔ اسے زرارہ وہ امام منتظر ہو گا۔ اور اس کی ولایت میں شک کیا جائے گا۔ کوئی کہے گا اس کے باپ لا ولد مرے۔ کوئی کہے گا کہ عمل میں انتقال ہو گیا۔ کوئی کہے گا۔ وہ باپ کی موت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ وہ امام منتظر ہوں گے۔

(الشافعی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۴۰۸)

طبع کراچی)

کسی شیعہ کو امام مہدی کا نام لینا جائز نہیں

روایت نمبر (۱۱)۔

اصول کافی:-

عَلِيٌّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ
الْعَلَوِيِّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْقَاسِمِ الْجَعْفَرِيِّ

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ الْعَسْكَرِيَّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ الْخَلْفُ مِنْ بَعْدِي الْحَسَيْنُ
فَكَيْفَ لَكُمْ بِالْخَلْفِ مِنْ بَعْدِ الْخَلْفِ فَقُلْتُ
وَلِمَ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ قَالَ إِشْكُرُوا لَا تَرَوْنَ
شَخْصَةً وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ ذِكْرُهُ بِاسْمِ فَقُلْتُ
كَيْفَ نَذْكُرُهُ فَقَالَ قُولُوا الْحُجَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت نمبر (۲)

عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الصَّالِحِ
قَالَ سَأَلَنِي أَصْحَابُنَا بَعْدَ مَضِيِّ أَبِي
مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ أَسْأَلَ عَنِ الْإِسْمِ
وَالْمَكَانِ فَخَرَجَ الْجَوَابُ إِنَّ دَلَّتْهُمُ عَلَى الْإِسْمِ
أَذَاعُوهُ وَإِنْ عَرَفُوا الْمَكَانَ دَلُّوا عَلَيْهِ

روایت نمبر (۳)

عنده من اصحابنا عن جعفر بن محمد بن محمد ابن
فضال عن الريات بن الصلت قال سمعت
ابا الحسن الرضا عليه السلام و سئل
عن القاسم قال لا يرى جسمه ولا يسمي
اسمه

روایت نمبر (۴۱)

مَعْمَدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ
الْحَسَنِ بْنِ مَحْبُوبٍ عَنِ ابْنِ رِقَابٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ صَاحِبُ هَذَا الْأَمْرِ لَا يُسَمِّيهِ
بِاسْمِهِ إِلَّا كَافِرٌ.

داصول کافی جلد اول ص ۳۳۲-۳۳۳

مطبوعہ تہران طبع جدید۔ کتاب الحجۃ

باب فی التلوی عن الاسرار

توجہ روایات

روایت نمبر (۴۱)

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سنا۔ کہ میرے بعد میرے جانشین
حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ پھر فرمایا۔ تم کیا طریقہ اختیار کرو گے ان کے فرزند کے ساتھ
میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کیوں نہ ہم ان کی اتباع کریں گے
فرمایا تم ان کے وجود کو نہ دیکھ سکو گے۔ اور نہیں جائز ہوگا۔ تمہارے واسطے ان کا
نام لے کر ذکر کرنا میں نے کہا۔ پھر ہم کے لیے ذکر کریں گے۔ فرمایا یہ کہنا حجت
آل محمد صلوات اللہ وسلامہ۔

روایت نمبر (۴۲)

راوی کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری کے انتقال کے بعد ہمارے اصحاب نے کہا۔

کہ میں حضرت صاحب الامر سے ان کا نام اور جگہ معلوم کروں جو اب آیا کہ اگر تم نام معلوم کرو گے تو لوگ اسے شہرت دیں گے۔ اور یہ ہمارے خاندان کے لیے ضرور ہواں ہو گا اور اگر مکان کا پتہ چل گیا تو چڑھ دوڑیں گے۔

روایت نمبر (۲۱)۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ حضرت سے جب قائم آل محمد کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان کا جسم نہیں دیکھا جائے گا۔ اور ان کا نام نہیں لیا جائے گا۔

روایت نمبر (۲۲)۔

راوی کہتا ہے۔ کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب الامر کو ان کے نام سے نہ پکارے گا مگر کافر۔

(الشافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۹۲-۳۹۵)

جلد اول مطبوعہ کرلی

خلاصہ کلام۔

مذکورہ احادیث سے واضح ہوا۔ کہ امام غائب اس دور میں پیدا ہوئے تھے۔ جب خطرات کا زمانہ تھا اسی لیے وہ خوف کی وجہ سے غائب ہو گئے۔ کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر لوگوں کو ان کا پتہ چل جائے۔ تو انہیں قتل کر دیں۔ اس لیے وہ مارے خوف کے چھپ گئے ہیں۔ اور ان کا پوشیدہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسی بنا پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان کا نام لے کر انہیں بلانا جائز نہیں۔ بلکہ یہاں تک فرما دیا۔

کراچی کو نام لے کر جانے والا کافر ہے۔ یہ حال وہ غائب ہیں۔ لیکن زندہ ہیں ساوران کی واپسی کا انتظار ہے۔ اسکی لیے انہیں "امام منتظر" بھی کہتے ہیں۔

امام غائب کے ظہور کے زمانہ میں شیعہ روایات

کا اختلاف ہی اس قصہ کے من گھڑت ہونے

کی قوی دلیل ہے

روایت نمبر (۱)۔

بقول حضرت علی امام مہدی کی غیبت زیادہ سے زیادہ

پچھ سال ہوگی

بعض کتب شیعہ میں یوں مذکور ہے۔ کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ امام مہدی کتنے دن غائب رہیں گے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا:-

اصول کافی؛

سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سِتَّ أَشْهُرًا أَوْ سِتَّ سِنِينَ۔

(اصول کافی باب الحجۃ جلد اول ص ۳۲۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

یعنی چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال۔

روایت نمبر (۲)۔

امام رضائے کہا ہمدی کے غائب رہنے کا عرصہ تین سو

تیرہ مخلص شیوہ پیدا ہونے تک ہے

احتجاج طبری:-

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مِتْنَا إِلَّا قَاتِمٌ بِأَمْرِ
اللَّهِ وَهَادٍ إِلَى دِينِ اللَّهِ وَلِئِنْ الْقَاتِمَ
الَّذِي يُطَهِّرُ اللَّهُ بِهَا الْأَرْضَ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ
وَالْحُجُودِ وَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا
هُوَ الَّذِي يَخْفَى عَلَى النَّاسِ وَلَا دَنَتْهُ وَ
بِعَيْبٍ عَنْهُمْ شُحُصَةٌ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِمْ
تَسْمِيَتَهُ وَهُوَ سَمِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْيَتُهُ وَهُوَ الَّذِي تُطَوَّى
لَهُ الْأَرْضُ وَيُذَلُّ لَهُ كُلُّ صَغِيرٍ يَجْتَمِعُ
إِلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِهِ عِدَّةَ أَهْلِ بَدْرٍ
(ثَلَاثِينَ وَثَلَاثَةَ عَشْرًا) رَجُلًا مِنْ
أَقْصَا الْأَرْضِ وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ إِنَّمَا تَكُونُوا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ
لَهُ هَذِهِ الْعِدَّةُ مِنَ أَهْلِ الْأُخْلَاصِ أَظْهَرَ اللَّهُ أَمْرَهُ
فَإِذَا كَمَلَ لَهُ الْعَقْدُ (وَهُوَ عَشْرَةُ الْأَلْفِ رَجُلٍ) خَرَجَ بِإِذْنِ اللَّهِ
فَلَا يَزَالُ يُقَاتِلُ أَعْدَاءَ اللَّهِ حَتَّى يَرْضَى عِزًّا وَجَلًّا.

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۵۰ مطبوعہ قم)

خیابان طبع جدیدہ اجویبتہ علیہ السلام

علی اسئلہ یحییٰ بن اکثر

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۸ طبع قدیم مطبوعہ)

نجف اشرف)

ترجمہ:-

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک اللہ کے حکم سے قائم ہے اور اللہ کے دین کا باوی ہے۔ لیکن قائم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے زمین کو کفر و جور سے پاک کرے گا۔ اور عدل و انصاف کے ساتھ زمین کو بے رویے گا۔ اور وہ وہ ہے۔ کہ جس کی ولادت اور اس کا وجود لوگوں سے مخفی ہوگا اور لوگوں پر اس کا نام لینا بھی حرام ہوگا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمنام اور ہم کنیت ہوگا۔ اور وہ وہ ہے۔ کہ جس کے لیے زمین کو لیٹا جائے گا۔ اور اس کے لیے ہر سخت کو زرم کیا جائے گا۔ اور اس کے لیے جمع ہوں گے۔ اس کے صحاب اہل بدر کی تعداد کے برابر زمین کے کناروں سے (۳۱۳) اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے کہ تم جہاں بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ایک جگہ کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قادر ہے اور جب اہل اخلاص سے یہ تعداد اس کے لیے جمع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب اس کی

تعداد پوری ہو جائے گی۔ (دس ہزار) اس وقت وہ اللہ کے اذن سے نکل آئے گا پس وہ ہمیشہ دشمنوں کو قتل کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

روایت نمبر ۳:-

امام باقر نے کہا ہمدی کا ظہور اللہ نے ستر میں مقرر کیا تھا

پھر ائمہ اہل بیت سے شیعوں کی غداری کے سبب ۱۲۰ھ

تک اور پھر غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دیا۔

اصول کافی:-

عَنْ أَبِي حَمْرَةَ الشَّامِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ يَا ثَابِتُ إِنَّ اللَّهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَانَ وَقَّتَ هَذَا الْأَمْرَ
فِي السَّبْعِينَ فَلَمَّا أَنْ قُتِلَ الْحُسَيْنُ
صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِشْتَدَّ غَضَبُ
اللَّهِ تَعَالَى عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ. فَأَخَّرَهُ
إِلَى أَرْبَعِينَ وَمِائَةٍ فَحَدَّثْنَاكُمْ فَأَذَعْتُمْ
الْحَدِيثَ فَكَشَفْتُمْ قَنَاعَ الشَّرِّ وَلَمْ
يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَقْتًا عِنْدَنَا
وَيَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ

قَالَ أَبُو حَمْرَةَ فَحَدَّثْتُ بِذَلِكَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
فَقَالَ قَدْ كَانَ كَذَلِكَ .

(اصول کافی باب کراہت التوقیت جلاول

ص ۳۶۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو حمزہ شمالی سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو کہتے سنا کہ اسے ثابت
(نام ابو حمزہ) اللہ نے ہمارے اور شیعوں کے لیے فراموشی اور حکومت کا زمانہ منسوخ
کر دیا تھا چونکہ امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ لہذا خدا کا غضب نازل
ہوا مشرکین اہل زمین پر پس تاخیر کی ان مشرکوں کی رسوائی کے لیے سنہ ۱۲۰ھ تک
پس ہم نے بیان کیا تم سے اپنے اسرار کو تم نے نشر کر دیا۔ ہماری باتوں کو اور
کھول دیا ہمارے بھیدوں کو اس کے بعد خدا نے کوئی وقت معین نہ کیا اور اللہ
جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ ابو حمزہ نے کہا میں نے یہ حدیث امام جعفر
صادق علیہ السلام سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔

لمحہ فکریہ:-

مذکورہ تین روایات کو اگر کوئی شخص سرسری نظر سے بھی پڑھے گا۔ تو یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔
کہ امام غائب کا قعرہ ازاقل تا آخر تمام من گھڑت ہے۔ اور بڑی چالاک سے اسے وضع
کیا گیا ہے۔ شیعوں حضرات کی کتب ان کے اس عقیدہ سے بھر پڑی ہیں۔ کہ ان کے اہل بیت
کو "مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ" کا علم ہوتا ہے۔ جب ان کے علم کا یہ حال ہے۔ تو
پھر امام غائب کے بارے میں ان کے اس قول کا کیا معنی ہوگا۔؟ "امام غائب چھ دن یا چھ
مہینے یا چھ سال میں ظاہر ہوں گے۔ پھر یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے آپ

کی شدید توہین کی گئی۔ کیونکہ آپ نے امام غائب کے ظہور کی مدت زیادہ سے زیادہ چھ سال مقرر فرمائی۔ اب اس کے بعد بھی ساڑھے بارہ سو سال سے اوپر گزر چکے ہیں۔ لیکن امام غائب کے ظہور کا نام و نشان تک نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اگرچہ منسوب کر دیا گیا۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ قول ہرگز ہرگز نہیں۔

دوسری روایت میں جو یہ کہا گیا ہے۔ کہ جب ہمیں سو تیرہ مخلص شیعوں کو جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچ جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ امام غائب (مہدی) کو دنیا میں ظاہر فرما دے گا۔ اس روایت میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام غائب تو اب تک یقیناً ظاہر نہیں ہوا۔ لہذا ثابت ہوا۔ آج تک روئے زمین پر دس ہزار مخلص شیعوں جمع نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے امام غائب، ابھی تک غائب ہے۔ ورنہ دس ہزار نہیں بلکہ اس سے زائد موجود ہیں۔ تو اب امام غائب کس کی انتظار میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اپنے کہنے کے مطابق اب انہیں منظر عام پر کیوں نہیں

لا رہا؟

تیسری روایت جو امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ وہ بھی ان پر محض افتراء اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ کیونکہ اس میں امام موصوف کی طرف منسوب کر کے یہ بات کہی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امام غائب (مہدی) کے ظہور کے لیے سترہ سال کا زمانہ مقرر فرمایا۔ اور پھر پوچھ قتل حسین رضی اللہ عنہ اللہ نے غضب میں اگر یہ زمانہ سترہ سال تک بڑھا دیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ یوں ہوا۔ کہ جب شیعوں نے بد عہدی کی۔ اور اپنے امام غائب کے راز کو فاش کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیر معین عرصہ کے لیے امام غائب کے ظہور کو موقوف کر دیا۔ کیا امام باقر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس قسم کی ترمیم و تسیخ کا قول کر سکتے ہیں؟ کیا ”هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ کا امام موصوف کو علم نہ تھا۔؟ گویا اس روایت میں صرف امام باقر رضی اللہ عنہ کی ہی توہین نہیں کی گئی۔ بلکہ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی میں بھی دخل اندازی کی گئی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔

کہ یہ روایت بھی کچھلی روایت کی طرح بے اصل اور موضوع ہے۔ جب روایت من گھڑت ہوئی تو اس سے جس واقعہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ یعنی ”امام غائب کا ظہور“، یہ قصہ بھی من گھڑت نکلا۔

تازیانہ عبت۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اجتہاد طبری ہم شیعوں کے امام رضا کا قول نقل کر چکے کہ دس ہزار مخلص شیعہ پیدا ہونے پر اللہ امام مہدی کو ظاہر کر دے گا۔ جب کہ امام رضا ہی کے دور میں شیعوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ اس کے باوجود آپ کا مذکورہ ارشاد بتلاتا ہے کہ ان لاکھوں میں دس ہزار بھی مخلص شیعہ نہ تھے ورنہ امام رضا کے دور میں ہی مہدی ظاہر ہو جاتے۔ بلکہ امام رضا کا یہ قول پڑھیں اور شیعہ مذہب کی حقیقت سمجھیں۔

موسیٰ بن بکر واسطی نے کہا مجھے امام رضا نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کی تیز کرتا ہوں۔ تو محض زبانی تعریف کرنے والا ہی پاتا ہوں۔ اگر میں ان کا امتحان لوں تو سب کو مرتد پاؤں گا۔ اگر ان کی صحیح جانچ لوں تو ہزاروں سے ایک بھی مخلص نہ نکلے ان کی چھان بین کرنے سے میرے لیے یہی کچھ باقی رہ جاتا ہے کہ ایک مدت ہوئی مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حالانکہ علی کا شیعہ وہ ہے جو جس کا قول اس کے عمل کی تصدیق کرے۔

(۱۔ روضہ کافی جلد ۱ ص ۲۲۸ طبع تہران جدید)

(۲۔ علیہ المتقین ص ۷ طبع تہران)

تشیعوں کے نزدیک ان کا امام غائب کہاں گم ہوا

چہاروہ معصوم:-

در سامرا قبر امامین ہمامین حضرت ہادی و حضرت عسکری متوفی سنہ ۲۶۰ھ و سرداب
غیبت حجتہ بن الحسن عجل و کنراک بارگاہ قرار گرفتہ در سامرا در محن بزرگ است۔

(چہاروہ معصوم مصنفہ عماد الدین حسین اصفہانی
جلد دوم ص ۶۶۷ طبع جدید ایران)

توجہ:-

سامرا عراق کا شہر ہے دو بزرگ اماموں حضرت ہادی اور حضرت امام حسن عسکری کی
قبر ہے اور امام حسن عسکری کے بیٹے حضرت حجتہ (امام مہدی) کے غائب ہونے
والا تہ خانہ اسی بارگاہ کے حواریں بڑے محن کے اندر ہے۔

سامرا کے تہہ خانہ میں بسا اوقات اولیاء اللہ کو امام غائب
مختلف بھیسوں میں نظر آتا ہے۔

چہاروہ معصوم:-

آفتاب وجودش از شرق و امان مادرش نرس خاتون شاہزادہ رومی در شب جمعہ
۱۵ شعبان نزدیک صبح در سال ۲۵۵ھ پیدا گشت و تا کنوں کہ ۱۱۱۸ سال از تولدش
میگذرد در پس پردہ غیب از چشم چہانیان مخفی است تا آنکہ کہ بامر الہی ظاہر گردد

.....وصف سرداب علی غیبت کبریٰ، آل زینب نے بسیار زیاد وسیعے کہ
چند خانہ بزرگ عسکر میں راہ ہم لوہ میا سخت بسبب حملہ دشمنان جاسے غیبت کبریٰ
قرار گرفت یعنی امام عصر حجتہ بن الحسن العسکری عجل برائے آخرین دفعہ از انظار عمومی آنجا
مخفی شد و مگر پیش کس جز خواص اوتاد و مخلصین از مردم اور نیسے بنید گر کسانیکہ از اولیاء
خدا باشند و دیدہ حتی میں داشتہ۔ واد بوجود آید و تواند آن شخصیت را در ہر لباس
است بیند۔

(چہار وہ معصوم جلد دوم ص ۷۸۲ طبع ایران)

ترجمہ:-

امام غائب کا آفتاب وجود اپنی والدہ کے ایک دامان سے (جن کا نام زہرا خاتون ہے) شعبان کی ۱۵ تاریخ کو ۲۵۵ھ میں بوقت صبح ظاہر ہوا ۱۱۸۱ سال ہوئے اب تک دنیا والوں کی نظر سے پردہ خفا میں ہیں۔ تا آنکہ اللہ کے حکم سے ظاہر ہوں گے۔

جس تہہ فانی میں آپ کی غیبت کبریٰ ہوئی۔ وہ جگہ زمین کے اندر بڑی خوبصورت اور وسیع ہے جو عسکر میں کے چند بڑے کمروں کو آپس میں ملائی ہے، دشمنوں کے حملے کے خوف سے وہاں آپ کی غیبت کبریٰ واقع ہوئی، یعنی امام زمانہ حضرت حجتہ بن امام حسن عسکری (اللہ انہیں جلدی ظاہر کرے) اس جگہ آخری بار عام لوگوں کی نظر سے مخفی ہوئے، قاصد الخاص اور مخلص بندوں کے سوا انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا البتہ جو لوگ اولیاء اللہ میں سے ہوں اور خدا شناس نگاہیں رکھتے ہوں وہ آپ کو دیکھ سکتے ہیں۔ خواہ آپ جس بھی لباس میں ہوں۔

اس وقت شیعوں کا امام غائب ان کے نزدیک

بلاد مغرب میں حکومت کرتا ہے

روایت نمبر (۱۱)۔

تذکرہ الائمہ۔

در کتاب نزعة الناظر مسطور است کہ امروز مکان حضرت الامرد جزیرہ از جزائر مغرب است کہ از اعلیٰ خوانند و مہر یک از اولاد مذکور آن حضرت طاهر و قاسم در جزیرہ ازال جزائر حاکمند و مؤید این قول آنکہ در شام شہر سے ہست حزین نام اوست سید صالح شیوعہ از مردم آل ولایت است این فقیر را خیر داد کہ ما در مکہ بودیم شخصی را دیدیم کہ در بازار منی میگردید و زندی و دوست داشت و سے خواست بفروشد و کسی از و این زدرانے خریدید و گفتیم تو را چه حالت است گفت چند دم دارم و کسے از منی میگیرد و نئے دانم چه کنم گفتم بمن بنما اچوں نگاہ کردم سکہ او این بود

اللہ ربنا و محمد نبینا و السہدی امامنا۔

پر سیدم کہ تو از کجائی؟ گفت از بلاد مغربیم و در میان دریائے خضروا و پادشاہ است کہ نام او مہدی است، و این سکہ بنام مبارک اوست و عمر بسیار دارو من گفتم کیست این مہدی؟ و از کدام طائفہ است؟ انگشت بلب گذاشت کہ حرف مزین اگر تو شیعی ای میدانی۔

(تذکرہ الائمہ (طاباقر مجلسی ج ۱۰ ص ۱۰۰ طبع جدید ایران)

توجہ:-

کتاب نزعة الناظر میں لکھا ہے کہ حضرت الامیر امام مہدی (کا جاء قرار اس وقت مغرب جزائر میں سے ایک جزیرہ میں ہے۔ جسے علم یہ کہتے ہیں اور آپ کی زینہ اولاد میں سے طاہر اور حاکم دونوں ان جزائر میں سے ایک ایک جزیرہ کے حاکم ہیں۔

اس قول کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ ملک شام میں ایک حنین نامی شہر ہے وہاں کے ایک باشندے سید صالح ثیلو نے مجھے بتلادیا کہ جب ہم مکہ میں تھے۔ میں نے وہاں منیٰ کے بازار میں ایک شخص کو گھومتے ہوئے دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں کچھ سونا تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا مگر کوئی شخص اس سے خرید نہیں رہا تھا۔ میں نے اسے کہا یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ کہنے لگا میرے پاس چند درہم ہیں اور کوئی شخص خرید نہیں رہا اب کیا کروں میں نے کہا مجھے دکھلا دو! جب میں نے دیکھا تو ان درہموں پر یہ مہر تھی۔ اللہ ہمارا رب ہے محمدؐ ہمارا نبی ہے اور مہدی ہمارا امام ہے۔ میں نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے؟ کہنے لگا میں مغربی ممالک میں سے دریائے اخضر کے درمیان کارہنے والا ہوں۔ ہمارا بادشاہ مہدی نام رکھتا ہے یہ سکا اسی کے نام مبارک کا ہے اس کی عمر بڑی لمبی ہے۔ میں نے کہا یہ مہدی کون ہے اور کس گروہ سے ہے؟ تب اس نے لب پراگشت رکھ دی اور کہا آگے بات ذکرنا، اگر توشیحہ ہے تو سب کچھ جانتا ہوگا۔

روایت نمبر ۱۰۰۰

تذکرۃ الائمہ

علی بن عزالدین استرآباد نقل کرتا ہے۔ جس کے باپ دادا کمال علم و ورع اور شہید ہونے

میں علاقہ عرب میں مشہور تھے، کہ آج سے پانچ سال پہلے میں ایک جماعت کے ساتھ ویدائے شام میں تھا کہ دریا میں ایک کشتی نمودار ہوئی جو عام کشتیوں سے مختلف تھی۔ جب وہ کشتی نزدیک آئی۔ تو اس میں جو لوگ تھے، ہم ان کے قریب پہنچے اور ان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ ایک ماہ سے راہ گم کیے ہوئے ہیں اور آبادی تک نہیں پہنچ سکے۔ اگے ماباقر شیعہ کی ربانی واقعہ سنئے۔

تذکرۃ الائمہ

پس احوال پر سیدہ کہ شہاد چہ دی، ہستیہ چون معلوم کردند کہ بروین اسلام ایم خوشدل شدند اما مخدر بودند تا آنکہ تحقیق کردند کہ بطریق اشعی عشرتیم بکیارگی رام شدند و بکنار خشکی آمدند و ایشان را ترغیب کردیم بہ نیکی اعتقاد مردم این ولایت و از زانی و فرادانی نعمت گمان ایشان یقین شد کہ مخالف درین ولایت نھے باشد پس بیرون آمدند و نماز ظہر را بجماعت گزارند و در ہم بسیار بیرون آوردند کہ چیز سے بجز نہد سکاں در اہم تمام مبارک امام مہدی کا بود
(تذکرۃ الائمہ، ص ۱۴۱ طبع ایران)

ترجمہ:

انہوں نے پوچھا کہ تم کس دین میں ہو؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم دین اسلام پر ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے مگر کچھ خوفزدہ تھے جب انہیں تحقیق ہو گئی۔ ہم (اہل تشیعہ ہیں) بارہ اماموں کے قائل ہیں تو وہ یک دم نرم ہو گئے اور ساحل پر آگئے ہم نے انہیں شامی لوگوں کے حسن اعتقاد اور نعمتوں کی فراوانی وغیرہ سے خبر دی، انہیں یقین ہو گیا کہ اس ملک میں ہماری مخالفت نہیں ہوگی چنانچہ وہ باہر آگئے۔ اور ہمارے ساتھ نماز ظہر ادا کی اور بہت سے درہم باہر لائے

تاکہ کچھ چیزیں خریدیں۔ ہم نے دیکھا کہ ان دراہم کی مہر امام مہدی کے نام کی تھی۔
یاد رہے تلاباقریہ نے مذکورہ واقعات بارہ امام مہدی کے ذکر میں اس عنوان کے
تحت لکھے ہیں۔ "اسامی و کلامی آنحضرت و جماعتی کہ آنحضرت را دیدہ اند، یعنی امام مہدی کے
نام اور کلام۔ اور اس جماعت کا ذکر جنہوں نے آنحضرت کو دیکھا ہے۔"

لمحہ فکریہ:

کتاب چہارہ معصوم کی دو عدد عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ امام مہدی بغداد کے قریب
شہر سامرہ کے ایک تہہ خانہ میں غائب ہیں اور عام لوگوں کو تو نظر نہیں آتے مگر خاص لوگ انہیں
پہچان لیتے ہیں خواہ وہ کسی بھی لباس میں ظاہر ہوں۔ اور تذکرۃ الامم کی دو عدد روایات سے
واضح ہوا کہ امام مہدی کے دو بیٹے ظاہر و قاسم مغرب کے جزائر میں حکومت کرتے ہیں اور وہاں
امام مہدی کے نام کا سکہ چلتا ہے۔

قارئین کرام! شیعہ حضرات کی ان دو معتبر عبارات میں غور کریں اور پھر فیصلہ
کریں۔ کہ آیا امام مہدی غائب ہے یا دنیا کا ایک عظیم بادشاہ ہے جو تقریباً بارہ سو سال سے
حکومت کرنا چلا آرہا ہے۔ علاوہ ازیں معتبر بلکہ امام غائب کی مصدقہ کتاب میں تو یوں مذکور ہے
کہ امام جعفر نے فرمایا کہ جو آدمی امام مہدی کا نام لے وہ ہمارا قاتل ہے اور کافر ہے۔

اب ان مختلف اقوال کو تطبیق دے کر جمع کرنا عقل انسانی سے باہر ہے۔ جیسا کہ ان کی
تطبیق مشکل ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات نے امام مہدی کے متعلق جو کچھ بھی افسانے بنا
رکھے ہیں۔ وہ ان کے اپنے خاندان میں۔ جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مقام
غیبت اور مقام حکومت میں یوں تطبیق دیں کہ امام مہدی داخل تو سامرا کی غار میں ہوا اور اس
کارخ بائب مغرب کو ہو گیا اور زمین میں غار بنتی ہوئی مغرب میں جاسکلی وہاں جا کر امام ظاہر
ہو گیا۔ مگر اس کی تردید بھی یہاں موجود ہے کیونکہ وہ چند گز لمبی ہے جہاں سے وہ آگے نہیں جیتی

اسی لیے امام غائب بسا اوقات وہاں ظاہر ہو کر خاص لوگوں کو زیارت کروا رہا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ سب باتیں جھوٹ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود تو امام دشمنوں سے مخالفت ہو کر غار میں چھپ جائے اور پھر لوگوں پر حکومت بھی کرے۔ پھر حیرت کی یہ بات ہے۔ کہ جب شیعوہ حضرات سے پوچھا جائے کہ مہدی کون ہے تو انگشت بدہاں جواب دیا جاتا ہے کہ اگر تم شیعوہ ہو تو سب کچھ جانتے ہو۔ لہذا خاموش رہو۔ ثابت ہوا کہ یہ تمام افسانے سفید جھوٹ ہیں۔ اور شیعوہ حضرات کا اب نہ کرنی امام ہے نہ ان کے پاس کوئی قرآن ہے۔

شیعوں کے نزدیک امام غائب جب تکلیفیں گے

تو کیلے کر آئیں گے؟

اصول کافی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنِّي
الْقُرْآنَ الَّذِي جَاءَ بِهِ جِبْرِئِيلُ إِلَى مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةَ عَشْرَ آيَاتٍ -

(اصول کافی جلد ۲ ص ۶۳۲ کتاب فضل القرآن)

ترجمہ:-

امام جعفر نے فرمایا وہ قرآن جسے جبریل نبی علیہ السلام پر لائے تترہزار آیات والا تھا۔

الوارثین

قَدْ اسْتَفَاضَ فِي الْأَحْبَابِ أَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا
أُنزِلَ لَمْ يُؤْتَفَهُ إِلَّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
بِوَصِيَّةٍ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَقِيَ بَعْدَ مَوْتِهِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ مُّشْتَفِلًا بِجَمْعِهِ
فَلَمَّا جَمَعَهُ كَمَا أُنزِلَ آتَى بِهِ إِلَى الْمُتَخَلِّفِينَ
بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ
كِتَابُ اللَّهِ كَمَا أُنزِلَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا
حَاجَةَ لَنَا إِلَيْكَ وَلَا إِلَى قُرْآنِكَ عِنْدَنَا قُرْآنُ جَمْعَةٍ
وَكَتَبَهُ عُثْمَانُ فَقَالَ لَنْ تَرَوْهُ بَعْدَ الْيَوْمِ
وَلَا يَرَاهُ أَحَدٌ حَتَّى يَظْهَرَ وَلَدِي الْمَهْدِيُّ
وَفِي ذَلِكَ الْقُرْآنِ زِيَادَاتٌ كَثِيرَةٌ وَهُوَ
خَالٍ عَنِ التَّحْرِيفِ -

(الوارثین ص ۲۳۷ فی تذکرۃ القرآن امجدی)

القہ امیر المؤمنین طبع قدیم

تذکرۃ النور فی الصلوٰۃ جلد دوم ص ۷۰

طبع جدید

ترجمہ:

خبر شیعہ کے ذریعہ ثابت ہے کہ قرآن کو اس کے نزول کی ترتیب کے مطابق
صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر جمع کیا۔

حضرت علیؑ کے انتقال کے چھ ماہ بعد تک حضرت علیؑ اس کے جمع کرنے میں مشغول رہے۔ جب مکمل جمع کر لیا۔ تو اسے حضرت علیؑ کے بعد زبردستی ہاشمیین بننے والوں کے پاس لائے۔ اور کہا۔ یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس کی ترتیب وہی ہے جس ترتیب سے یہ کتاب نازل کی گئی۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرؓ نے خطاب فرمایا اللہ عنہ نے کہا۔ ہمیں نہ تمہاری ضرورت ہے۔ اور نہ تمہارے قرآن کی۔ ہمارے پاس حضرت عثمانؓ کا لکھا ہوا اور جمع کیا ہوا قرآن موجود ہے۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آج کے بعد تم اس قرآن کو (جو میں نے جمع کیا) نہ دیکھو گے۔ اور ہوا بھی ایسے۔ کہ اس کے بعد کسی نے بھی اس کو نہ دیکھا اور یہ نہ دیکھنا اس وقت تک موقوف ہو گا۔ جب میرا بیٹا امام مہدیؑ ظاہر ہو گا اس قرآن میں بہت سی آیات زیادہ تھیں۔ اور وہ تحریف سے خالی تھا۔

امام مہدیؑ ستر گز لمبا اصلی قرآن نبی کریم کے ہتھیار اور ذوالفقار حیدری وغیرہ لے کر غار سے نکلیں گے

احتجاج طبرسی:-

وَيَكُونُ عِنْدَهُ سَلَامٌ نَسُوْلِ اللّٰهِ وَ سَيِّفُهُ
ذُو الْفِئْقَارِ وَ تَكُوْنُ عِنْدَهُ صَحِيْفَةٌ فِيْهَا
اَسْمَاءُ شِيْعَتِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ صَحِيْفَةٌ
فِيْهَا اَسْمَاءُ اَعْدَائِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَ يَكُوْنُ عِنْدَهُ الْجَامِعَةُ وَ هِيَ صَحِيْفَةٌ

طَوْلُهَا سَبْعُونَ زِعَا فَيُهَا جَمِيعُ مَا يَحْتَاجُ
 إِلَيْهِ وَلَدَا دَمَ وَ يَكُونُ عِنْدَهُ الْحَقْفَرُ الْأَكْبَرُ
 وَالْأَصْفَرُ وَهُوَ إِهَابُ كَبْشٍ قِيَهَا جَمِيعُ
 الْعُلُومِ حَتَّى إِرْشِ الْخَدَشِ وَحَتَّى الْجَلْدَةَ
 وَنِصْفِ الْجِلْدَةَ وَثَلَّثِ الْجِلْدَةَ وَ يَكُونُ
 عِنْدَهُ مَصْحَفٌ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ -

(طبع قدیم ص ۲۲۰، احتجاج الرضا فیما يتعلق

بالامامة مطبوعہ نجف اشرف)

(احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۲۲۱ مطبوعہ قم خیابان

ارم طبع جدید)

توجہ :-

امام ہدی کے پاس رسول اللہ کے ہتھیار اور ذوالفقار تلوار ہوگی۔ ان کے پاس ایک صحیفہ ہوگا جس میں ان کے قیامت تک کے شیعوں کے نام ہوں گے۔ اور ایک صحیفہ ہوگا جس میں ان کے تاقیامت دشمنوں کے نام ہوں گے۔ اور "الجامعہ" نامی صحیفہ ہوگا جس کا طویل ستر ہفتہ ہوگا۔ اس میں اولادِ آدم کے تمام سائل کا حل ہوگا۔ ان کے پاس جعفر اکبر و اصغر ہوگا۔ دیکھو ایک میٹڑھا کی کھال ہے۔ جس میں تمام علوم ہوں گے۔ حتیٰ کہ خراش کی سزا مکمل مدد آدھی یا آٹھنائی حصہ سبب مذکور ہوگا۔ اور ان کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف بھی ہوگا۔

انوارِ نعمانیہ :-

فَإِنْ قُلْتَ كَيْفَ جَازَ الْقِرَاءَةَ فِي هَذَا الْقُرْآنِ

مَعَ مَا لِحِقَّتْهُ مِنَ التَّغْيِيرِ قُلْتُ قَدْ وَرَدَ
الْأَخْبَارُ أَنَّهُمْ أَمَرُوا شَيْعَتَهُمْ لِقِرَاءَةِ
هَذَا الْمَوْجُودِ مِنَ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا
وَالْعَمَلِ بِأَحْكَامِهِ حَتَّى يَظْهَرَ مَوْلَانَا صَاحِبِ
الزَّمَانِ فَيُرْتَفَعُ هَذَا الْقُرْآنُ مِنْ أَيْدِي النَّاسِ
إِلَى السَّمَاءِ وَيُخْرَجُ الْقُرْآنُ الذِّكْرُ الْفَاةُ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَيُقْرَأُ وَيُعْمَلُ بِأَحْكَامِهِ
رَوَى الْكَلْبِيُّ بِإِسْنَادِهِ إِلَى سَالِمٍ مِنْ سَلْمَةَ
قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَ
أَنَا أَسْتَمِعُ حُرُوفًا مِنَ الْقُرْآنِ لَيْسَ
عَلَى مَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
مَا كَفَّ عَنْ هَذِهِ الْقِرَاءَةِ وَاقْرَأْ كَمَا
يَقْرَأُ النَّاسُ حَتَّى يَقُومَ الْقَائِمُ فَإِذَا قَامَ
قَرَأَ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيَّ حَيْدَةً وَأَخْرَجَ الْمُصْحَفَ
الَّذِي كَتَبَهُ عَلَيَّ وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ
عَلِيًّا لَمَّا فَرَعَ الْقُرْآنَ قَالَ لَهُمْ هَذَا
كِتَابُ اللَّهِ تَعَالَى كَمَا أَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَمَعْتُهُ بَيْنَ
التَّوْحَيْنِ فَقَالَ هُوَ ذَا عِنْدَنَا مُصْحَفٌ
جَامِعٌ فِيهِ الْقُرْآنُ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ
فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ مَا تَرَوْنَهُ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا أَبَدًا

إِنَّمَا كَانَ عَلَىٰ إِنْ أُخْبِرَكُمْ حِينَ جَمَعْتُمْ

(الوارثہما تیرہ ص ۲۳۸ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

من عثمان و معاویۃ بیان مصلحت

(کتابت الوحی)

ترجمہ:-

اگر تو اعتراض کرے کہ اس قرآن کی تلاوت کیسے جائز ہے۔ جبکہ اس میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے؟ میں کہوں گا کہ امارت میں آپکا ہے۔ کہ اہل بیت نے اپنے شیعوں کو اس موجودہ قرآن کی نماز میں تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم صاحب الزمان کے ظہور تک ہے جب وہ آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن لوگوں کے ہاتھ سے آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ اور وہ قرآن لایا جائے گا۔ جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ وہ اس کی تلاوت کریں گے۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں گے۔

کینی نے سالم بن سلمہ کی اسناد سے روایت کی۔ ایک آدمی نے میری موجودگی میں امام جعفر صادق کے سامنے قرآن کی کچھ ایسی آیات پڑھیں۔ جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ تو امام جعفر نے فرمایا۔ چھوڑو۔ اور وہی پڑھو۔ جو دوسرے لوگ پڑھتے ہیں۔ حتیٰ کہ امام قائم آئیں۔ جب وہ آجائیں گے۔ تو علیہ کتاب اللہ پڑھیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا مصحف نکالیں گے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مخالفین کو اپنا تالیف شدہ قرآن دیا اور کہا۔ کہ یہ اللہ کی کتاب اس ترتیب کے مطابق ہے۔ جس پر اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پراتار گیا۔ میں نے اسے دو تختیوں میں جمع کر دیا ہے۔ تو اس (عمر) نے کہا۔ ہمارے پاس مصحف ہے۔ اس میں قرآن جمع ہے۔ ہمیں تمہارے

جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں۔ لڑکھا خدا کی قسم! آج کے بعد تم اسے نہ دیکھو گے۔
میرے لیے یہ ضروری تھا۔ کہ میں تمہیں اطلاع کر دیتا۔ کہ میں نے قرآن جمع کیا ہے۔
- ہلا تم اسے پڑھتے۔

جلد العیون :-

جناب امیر علیہ السلام کو برائے بیعت بلایا۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے
قسم کھائی ہے۔ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گا۔ گھر سے باہر نہ آؤں گا اور چادر کندھے
پر نہ ڈالوں گا۔ بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی جناب امیر علیہ السلام نے قرآن جمع
فرمایا۔ اور جزوان میں رکھ کر سر بہر کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لاکر مجمع ہماجرین و انصار
میں ندا فرمائی۔ کہ اے گروہ مرداں! جب میں دین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم
سے فارغ ہوا۔ بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا اور
جمع آیات و سورت ہائے قرآن کو میں نے جمع کر دیا۔ اور کوئی آیت آسمان سے
نازل نہ ہوئی۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنائی ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو
چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافیہ تھیں تو وہ آیات نص خلافت جناب
امیر مرتضیٰ تھیں۔ اس وجہ سے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر خشمناک اپنے
عجز ظاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم
آل محمد نہ دیکھو گے۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۰ طبع جدید۔)

ماجرای بعد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

(جلد العیون ترجمہ ص ۲۶۶ - ۲۶۷ جلد طبع جدید)

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوتے

۱۔ اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ جب اس جمع شدہ قرآن کو صحابہ کرام کے سامنے پیش کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اصلی قرآن کو گم کر دیا۔

۲۔ امام غائب اس وقت سامرہ کے غار میں ہیں۔ اور ستر ہزار آیات والا قرآن ان کے پاس ہے۔ مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہاتھ لمبا ہے۔ اور اس کے علاوہ چند صحیفے یہ سب امام قائم کے پاس ہیں۔

۳۔ جب تک امام قائم آل محمد وہ اصلی قرآن جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا تھا۔ لے کر نہیں آتے۔ اس وقت تک موجودہ قرآن کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل جائز ہے۔

۴۔ جب حضرت قائم آل محمد اصلی قرآن لے کر آئیں گے۔ تو موجودہ قرآن خود بخود آسمانوں کی طرف اڑ جائے گا۔ اس اصلی قرآن کی امام غائب تلاوت بھی کریں گے۔ اور اس کے احکام نافذ بھی کریں گے۔

خلاصہ کلام :-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنا تالیف کردہ قرآن غائب کر دیا۔ اس وقت سے لے کر قائم آل محمد کے ظہور تک شیعوں کے پاس قرآن نہیں۔ اور جب سے گیا رہیں امام

انتقال کر گئے۔ اور بارہویں نبوت کے مارے چمپ گئے۔ اس وقت سے اس چمپے ہوئے امام کے ظہور تک ان کا کوئی امام نہیں۔ مختصر یہ کہ صدیوں سے نہ ان کے پاس قرآن اور نہ امام۔ اور نہ جانے کب تک اس محرومی میں رہیں گے۔ نہ ”امام غائب“، حاضر ہو گا۔ نہ قرآن لائے گا اور نہ ہی امام کا منہ دیکھنا نصیب ہو گا۔ اور نہ وہ اصلی قرآن، کی تلاوت نصیب۔ یہ نصیب جو بٹھہرے۔ یہ تو نصیب والوں کی بات ہے۔ کہ قرآن بھی ان کے پاس اور علماء اور یار کی سرکردگی بھی موجود۔

ذَٰلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ يَوْمَئِذٍ مِّنَ الشَّامِ

خلاصہ باب :-

اس باب کی تیرہ فصلوں میں آپ نے جو کچھ پڑھا اور وہ ان لوگوں کی کتب کے حوالہ جات سے ہے اس سے آپ پر یہ بات بالکل واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہو گی۔ کان بدطنیت لوگوں نے نہ معاف خدا کو کیا۔ نہ انہیں اس کے پیغمبروں کی عظمت و عزت نظر آئی اور نہ ہی اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی کی طرح دھیان گیا۔ اول آخراں کے مذہب میں گستاخیاں بے باکیاں اور لہن ترانیاں ہی پاؤ گے۔ جو کسی دوسرے فرقہ میں شائد ہی ہوں۔ ان تمام گستاخیوں، اور من گھڑت روایات و واقعات کی بنیاد وہ مسئلہ امامت ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ”امامت“ کا ایسا بلند و بالا مقام ہے۔ کہ اس کے مقابلہ میں خالی آجائے یا مخلوق کوئی بھی عیب سے بچ نہیں سکتا۔ یہ سب کچھ آپ گزشتہ تیرہ فصلوں میں بڑھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

ایک کتاب جسے قدرت نے شاہکار بنا دیا

عظمت اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جانشین محقق اسلام علامہ محمد طیب نقشبندی مدظلہ العالی

☆ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کر کے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔

☆ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جن کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

☆ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار کے متعلق بے صبری بے قراری جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں بیٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔

☆ اس قدر دلنشین انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں

☆ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔

باب دوم

شیعوں پر

ائمہ اہل بیت کی

مطہکار

باب دوم:

اُمّہ اہلبیت کی شیعہوں کی بیزارگی

اور

ان کے حق میں بدعائدیں

بددعا نمبر ۱:

حضرت علی نے اپنے شیعوں سے کہا خدا تمہارے چہروں کو

سوا کرے اور تم بد بخت ہو جاؤ

ہج البلاغہ:

الذَّلِيلُ وَاللَّهُ مَنْ تَصَرَّمُوهُ وَمَنْ رَمَى بِكُمْ فَقَدْ
يَأْتُونَكَ بِمَا حَبِلَ إِلَيْكُمْ وَاللَّهُ كَثِيرٌ فِي
الْبَاطِنَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَإِنِّي
لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيئُكُمْ أَوْ يَكُفُّكُمْ
وَلِيَكْفِيَنَّ لَأَرَى إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ

نَفْسِي اضْرَعِ اللهُ نَحْدُ وُدَّكُمْ وَاَنْعَسَ .
جُدُّ وُدَّكُمْ لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمْ
الْبَاطِلَ وَلَا تَبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَابْطَالِكُمْ
الْحَقَّ۔

رنج البلاغہ خطبہ ۶۹ ص ۹۹ (مطبوعہ بیروت)

فی توبیح بعض اصحابہ)

ترجمہ:-

خدا کی قسم جس کی تم مدد اور نصرت کرو۔ وہ ذلیل ہے۔ تم اسے لڑائی میں چھوڑ کر
بھاگ جاؤ گے۔ اور مغلوب ہو کر اسے خواہ مخواہ ذلت نصیب ہوگی۔ اور جس شخص
نے تمہیں دشمن کے مقابلہ کے لیے بھیجا اس سے ایک تیرے بے پیکال چلایا۔ قسم خدا
کی تم اپنے مکاتوں کی فضا میں تو بہت جچتے ہو۔ مگر میدان میں علم کے نیچے تمہاری
تعداد بہت ہی ظلیل ہوتی ہے۔ بے شک میں اس چیز سے خوب واقف ہوں
جو تمہارے فتنہ و فساد کی اصلاح کر سکتی ہے۔ تمہاری کجی کو سیدھا کر سکتی ہے۔
جاہ اور ظالم بادشاہوں کی سیاستوں کا تمہارے ساتھ عمل درآمد ہو سکتا ہے۔
مگر میں اپنے نفس کو ناسد کر کے تمہاری اصلاح نہیں چاہتا۔ خدا تمہارے چہروں
کو ذلیل و رسوا کرے۔ تمہارے نصیب اور مقدر کو لپیٹ کر دے۔ تم بد بخت ہو
جاؤ۔ کیا تم حق کو اتنا بھی نہیں جانتے۔ جتنا کہ باطل کو پہنچاتے ہو۔ کیا تم ابطال
باطل میں اتنی کوشش بھی نہیں کر سکتے جتنی کہ حق کو چھپانے کے لیے کوشش میں لاتے ہو۔

رنیژنگ نصاحت ص ۸۰ مطبوعہ یوسفی

لمحہ فکریہ:-

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شیعوں کی حقیقت کو کس طرح وضاحت سے

بیان فرمایا۔ اور قسم کھا کر فرمایا کہ جس کے تم دو گار بنو۔ وہ ذلیل ہے۔ کیونکہ میدان جنگ میں اسے چھوڑ کر بھاگ جانا تمہاری دیرینہ عادت ہے۔ تمہارے گمروں میں اگر لاف زنی دیکھنی ہو۔ تو ہر شخص، رستم نان نظر اٹے گا۔ لیکن جب میدان جنگ میں نکلنے کا وقت آتا ہے۔ تو پھر چھپتے پھرتے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ مینے فرماتے ہیں۔ کہ شیعوں! میرے ساتھ گمروں میں بیٹھ کر محبت و اطاعت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور جب میدان جنگ میں تمہاری محبت و اطاعت کا امتحان ہونے لگتا ہے۔ تو دو گیدہ ہو جاتے ہو۔ تمہارے اس منافقانہ رویے سے بیزار ہو کر اور تنگ اگر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ذلیل و خوار اور تمہارے مقدر کو لپٹ اور تمہیں بد بخت کرے۔

قاریانِ کرام! یہ تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزاری اور بدعا جو آپ نے اپنے شیعوں سے ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اس کی قبولیت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

بددعا نمبر ۲

حضرت علی ایک غلام امیر معاویہ کے بدلے دس شیعوں

شیعوں فروخت کرنے پر تیار تھے

ہجرت البلاء

لَوَدِدْتُ وَاللَّهِ اَنَّ مَعَاوِيَةَ صَارَ فِتْنِي
بِكُمْ صَرَفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهِمِ فَاخَذَ
مِثِّي عَشْرَةَ مِّنْكُمْ وَاَعْطَانِي رَجُلًا مِّنْهُمْ

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ مَنِيْتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَ اثْنَيْنِ مِنْكُمْ
 ذُو وَالْتِسْمَاعِ وَ بُكُمْ ذُو وَ كَلَامٍ وَ عَسْمِي
 ذُو وَ ابْصَارٍ لَّا أَحْرَارٌ صَدَقَ عِنْدَ الْبَقَاءِ وَ
 لَّا إِخْوَانٌ ثِقَلِي عِنْدَ الْبَلَاءِ قَرِيبَتْ أَيْدِيكُمْ

(بیچ البلاغہ خطبہ ۹۶ ص ۱۲۲ مطبوعہ بیروت)

چھوٹا سا نون

توجہ:-

قسم خدا کی تمہارے ان افعال سے بیزار ہو کر میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ معاویہ مجھ سے اس طریق سے تمہارا معاوضہ کرے کہ دینار طلا کے مسکوک کے عوض وہ ہم نقرہ مسکوک مجھے میسر ہو۔ اور دس نقرہ تم سے لے لے۔ اور فقط ایک مرد شاہی میرے حوالے کر دے۔ اسے اہل کو ذمہ تمہاری میں خصلتوں اور دو خصلتوں کے سبب سے تم میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ حالانکہ تم صاحب گوش ہو۔ گرامر حق کے سننے سے تمہارے کان بہرے ہیں۔ سچی بات میں تمہاری زبان لگ ہے۔ حالانکہ تم صاحب زبان ہو۔ تم دیکھتے ہو صاحب البصار ہو۔ اور اندھے بنے ہوئے ہو۔ نہ تم دوستوں کی ملاقات کے وقت مردانہ دانت گواہاناد ہو۔ اور نہ بلالوں کے وقت موٹن اور عتہ بھائی تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں۔ تم ہمیشہ فقیر ہو۔

(تیزنگ فصاحت ص ۱۳۱ مطبوعہ یوسفی)

لمحہ فکریہ:-

حضرت علی کریم اللہ وجہہ لے جب اپنے شیعوں کی کذب بیانیاں اور بد عہدیاں دیکھیں

تو اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگے

اے ”محبانِ علی“ تمہارے دل کے بدلے میں مجھے اگر ایک شامی مل جائے اور
امیر معاویہ یہ سودا مجھ سے کر لے۔ تو مجھے منظور ہے۔ کیونکہ ”شیعانِ علی“ ہوتے ہوئے
تمہارے کان حق سنتا۔ تمہاری آنکھیں حق دیکھتا اور تمہارے ہاتھ حق کی خاطر اٹھتا، گوارا نہیں
کرتے۔ تم زندگی کے کسی موڑ پر قابل اعتماد اور دوستی کے لائق نہیں۔ تم پر ہرگز بھروسہ نہیں کیا
جاسکتا۔ اس لیے تمہارے لیے میری دعا ہے۔ کہ تمہاری زندگی فقیر و غربت میں بسر ہو۔ اور
اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ۔ یہ بد دعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیزارگی کی علامت ہے جو شیعوں
کی کذب بیانی اور بد عہدوں سے پیدا ہوتی تھی۔

بد دعا نمبر ۲۱۔

حضرت علی نے شیعوں سے جدائی اور خلفاء راشدین

سے جاننے کی دعا کی۔

نہج البلاغہ

وَلَوْ دَوْتُ أَنَّ اللَّهَ فَتَّرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ
وَالْحَقِّقِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ قَوْمًا
وَاللَّهِ مَيِّمِئِنُ الرَّاحِي مَرَّاجِعُ الْجِلْمِ
مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ مَتَارِيكَ تَلْبِي مَضَوًا
فَدُمَّا عَلَى الطَّرِيقَةِ وَأَوْجَعُوا عَلَيَّ

المَحَجَّةَ فَظَفَرُوا بِالْعُقْبَى الذَّائِمَةَ وَالْكَرَامَةَ الْبَارِدَةَ -
(نسخ البلاغہ ص ۱۶۴ خطبہ نمبر ۱۱۶ مطبوعہ بیروت)

طبع جدید

ترجمہ:-

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اسکی بات کو دوست رکھتا ہوں کہ پروردگار عالم میرے
اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما
دے۔ جو تم سے زیادہ میرے لیے نزر ہمار ہوں۔ وہ ایسے لگ تھے قسم خدا کی
ان کی آرا اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ مہرباریوں کے
مالک تھے۔ وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جوہر و ستم کے ترک کرنے والے
تھے۔ گزر گئے۔ درآنہما لیکہ ان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔ وہ راہ واضح
پہلے اور ہمیشہ رہنے والی برائے عقبر میں فتح و فیروزی ماسل کی۔ نیک اور
گوارا کرامتوں سے فیض یاب ہو گئے۔

(نیزنگ فصاحت ص ۱۶۸ مطبوعہ یوسفی)

خلاصہ کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے شیعوں کی بد عہدلیوں اور نافرمانیوں کو دیکھا۔ تو نبی
نے خواہش فرمائی کہ اسے اللہ! مجھے میرے ان ساتھیوں سے ملا دے۔ جو اس دارِ نانی
سے راہی لقا ہوئے۔ وہ راست گو، صراط مستقیم پر چلتے والے اور لاجھی عاقبت والے تھے
اور اسے اللہ! میرے اور ان شیعوں کے درمیان جدائی ڈال دے۔ یعنی مجھے خلفائے راشدین
سے ملا دے۔ اور ان نام نہاد و مہمان اہل بیت، «دشمنان علی»، سے جدا کر دے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بددعا نمبر ۱۰۰۔

اتباع حق سے بھاگنے کے سبب علی المرتضیٰ نے اپنے شیروں

کو نافرمان گدھوں سے تشبیہ دی

احتجاج طبرسی :-

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا اسْتَقَرَّتْكُمْ لِيَجَاهِدَ هَؤُلَاءِ
فَلَمْ تَتَّقُوا وَأَسْمَعْتُمْ فَلَئِنْ تَجِيبُوا
وَنَصَحْتُمْ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا شُهُودًا
بِالْغَيْبِ أَتَلُوا عَلَيْكُمْ الْحِكْمَةَ فَتَعْرِضُونَ
عَنْهَا وَأَعْظَمْتُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْمَبَالِغَةِ
فَتَنْفَرُونَ عَنْهَا كَأَنَّكُمْ حُمُرٌ مُسْتَفْرَةٌ قَرَّتْ
مِنْ قَسْوَرَةٍ -

احتجاج طبرسی جلد ۱ ص ۲۵۴/۲۵۵

عليه السلام على قومه وحشہ

لہر علی الجہاد شجعت اشرفی طبرسم

خیابان طبع جدید - طبع قدیم ۱۹۳۰

ترجمہ :-

لوگو! میں نے تمہیں جہاد پر بلانے کو کہا۔ لیکن تم تیار نہ ہوئے۔ تم کو دین کی باتیں
سنائیں۔ تم نے کوئی جواب نہ دیا۔ تم کو بالمشافہ نصیحتیں کی۔ لیکن تم نے انہیں قبول

ذکیا تمہیں واضح نصیحت کی لیکن نافرمان گدھوں کی طرح بھاگنے لگے۔ جیسا وہ شیر سے ڈر کر بھاگتے ہیں۔

حاصل کلام:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ کوفیوں (شیعان علی) کی ہمدردیاں، ان کے عہد و پیمان اور میں المٹانا، صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ لوگ نافرمان، بد عہد اور بد عادات ہیں۔ نیکیوں اور نصیحتوں سے یہ اس قدر دور بھاگتے ہیں۔ گویا وہ گدھے ہیں۔ جس کے پیچھے شیر بھاگ رہا ہو۔ تو آپ نے ان شیعوں سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ ان کلمات شیر خدا سے صاف صاف معلوم ہو گیا۔ کہ شیعان علی، ہر دور میں ناقابل اعتبار رہے ہیں۔

بد دعا خیرہ:-

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا شیعوں تم مجھے کذاب سمجھتے

ہو اس لیے میں اللہ سے تم سے بدائی کی دعا کرتا ہوں

احتجاج طبرسی:-

يَا هَلْ كُوفَةٌ اُخْبِرْكُمْ بِمَا يَكُونُ قَبْلَ اَنْ تَكُونُ
لِتَكُونُوا مِنْهُ عَلَي حَذَرٍ وَلِتُنذِرُوا يَهُ مِنْ اَتْعَط
وَاعْتَبِرْ كَاَنْتِي بِكُمْ تَقُولُونَ اَنَّ عَيْنًا يَكْذِبُ كَمَا
قَالَتْ قُرَيْشٌ لِنَبِيِّهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَيِّدِهَا نَبِيِّ الرَّحْمَةِ مُحَمَّدِ بْنِ قِيَا وَيَلْكُمْ فَعَلَى مَنْ
 الْكُذِبُ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّا أَوْلُ مَنْ عَبَدَهُ وَوَحْدَهُ-----
 أَصْبَحْتُ لَا أَطْمَعُ فِي نُصْرَتِكُمْ وَلَا أُصَدِّقُكُمْ فَفَرَّقَ
 اللَّهُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ-

(احتجاج طبرسی قدیم مطبوعہ نجات ص ۹۴)

(احتجاج طبرسی مطبوعہ رقم ص ۲۵۵ جلد اول)

جدید ترویجہ الخ)

ترجمہ:-

اے اہل کوفہ میں تم کو اس چیز کی خبر دیتا ہوں۔ جو ابھی ہونے والی ہے۔ تاکہ تم اس سے اپنا بچاؤ کر سکو۔ اور پھر اس آدمی کو جو عبرت اور نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہے ڈرا سکو۔ اور گویا کہ اس ڈرانے اور واضح نصیحت کرنے میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن تم کہتے ہو۔ کہ علی (رضی اللہ عنہ) جھوٹ بولتا ہے۔ جیسا کہ قریش نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا۔ کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اے اہل کوفہ تمہارے لیے ہلاکت۔ پس میں کس پر جھوٹ بولوں گا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہوں۔ حالانکہ میں ہی وہ پہلا آدمی ہوں۔ کہ جس نے شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اس کو وہ لاشرک کہا۔ یا اس کے رسول پر جھوٹ کہوں گا۔ حالانکہ سب سے پہلے میں ہی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ اور اس کی مدد کی۔ میں نے اس حال میں صبح کی۔ نہ تو میں تمہاری مدد کی طمع کرتا ہوں۔ اور نہ تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ بلکہ میری تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔

لمحہ فکریہ:

اس خطبہ سے بالکل وضاحت سے یہ بات سامنے آگئی کہ ”شیعان علی“، حضرت علی رضی عنہ کے سخت نافرمان تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو ”کذاب“ کہتے تھے۔ اسی باطل عقیدہ کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ہلاکت کی دعا کی۔ اور صاف صاف فرما دیا۔ مجھے تم منافقوں کی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہی نہیں۔ لہذا اللہ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے۔ گویا حضرت علیؑ ان سے بہت تنگ تھے۔ اور بددعا تک کر بیٹھے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بددعاء

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میری تمنا ہے کہ

میسر اور شیعوں کے درمیان کوئی مغفرت نہ ہو

انہوں نے میرا دل جلا دیا ہے

احتجاج طبری:

وَاللّٰهُ لَوَدِدْتُ اَنَّ مَعَاوِيَةَ صَارَ فَنِي بِكُمْ صَرَفَ
الدِّيْنَارِ بِالْدِرْهِمِ فَآخَذَ مِنِّيْ عَشْرَةَ قِسْمِكُمْ وَاَعْطَانِيْ

وَاحِدًا مِنْهُمْ وَاللَّهِ لَوَدِدْتُ إِنِّي لَمَّا عَرَفْتُكُمْ وَلَمْ
تَعْرِفُونِي قَاتَتْهَا مَعْرِفَةٌ جَزَتْ نَدْمًا لَقَدْ
وَرَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظًا وَأَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ أَمْرِي.

(استیاج لبرسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۶)

تو بیخہ علیہ السلام اصحابہ

لتشاكلهم عن القتال

ترجمہ

بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ امیر معاویہ مجھ سے درہم کے بدلے
دینار سے سودا کرے۔ یعنی مجھ سے دس کوئی شیوں لے کر ایک شامی بیسے
قسم بخدا مجھے یہ بات پسند ہے۔ کہ تم میں تم کو پہچانوں۔ اور نہ تم مجھ کو کیونکہ
اس معرفت نے ذلت کو کھینچا ہے۔ اور تم نے میرے سینے میں غضب کو پیدا
کیا ہے۔ اور میرے معاد کو تم نے نافرمانی اور ذلت کے ساتھ خراب
کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

اس خطبہ سے واضح ہوا کہ حضرت علی شیوں کا منہ بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ
انہوں نے بد عہدوں اور مکاریوں سے آپ کا دل جلا کر رکھ دیا تھا۔

هداهم الله

بددعا

شیعوں کی بددعا کی کہ سبب حضرت علی رضی

نے دعا کی اسے اللہ پانی میں نمک کی طرح

ان کے دل پگھلا دے۔

احتجاج طبری:

اللَّهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلَلْتَهُمْ وَمَلَوْنِي وَسَتَّغْتَهُمْ
وَسَتَّمُونِي اللَّهُمَّ لَا تَرْضَ عَنْهُمْ أَمِيرًا وَلَا
تَرْضَهُمْ عَنْ أَمِيرٍ وَأَوْثِقْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاتُ
الْمِلْحُ بِالْمَاءِ أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أَجِدُ بُدًّا مِنْ كَلَامِكُمْ
وَمَرَأَسَلِكُمْ فَاَفَعَلْتُ .

احتجاج طبری جلد اول طبع قدیم قم خیابا

۲۵۷۔ طبع بریس ۹۵، قزوین

اصحابہ لتشاقلهم عن الجهاد

ترجمہ:

اے اللہ۔ میں نے شیعوں کو پریشان کیا۔ اور انہوں نے مجھے پریشان
کیا۔ میں نے ان کو دکھ دیا۔ انہوں نے مجھے دکھ دیا۔ اور اے اللہ

نہ خوش کران سے کسی امیر کو اور نہ ان کو کسی امیر سے۔ اور ان کے دلوں کو ایسا
پگھلا دے۔ کہ جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں نے تم سے
کلام کرنے اور خط و کتابت کی گنجائش بھی پائی۔ تو پھر بھی نہ تم سے کلام کروں
گا۔ اور نہ تم سے خط و کتابت کروں گا۔

حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے شیعوں، کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کے حق
میں اللہ تعالیٰ سے بددعا کی۔ یا اللہ ان کو اس طرح پگھلا کر تباہ و برباد کر۔ جس طرح پانی نمک
کو پگھلا دیتا ہے۔ اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ اس سے صاف عیاں ہے
کہ جب ”و شیعان علی“ علی کے زین سکے۔ اور ان کے دل ”و حب علی“ کی بجائے نفی
علی سے پھرے، ہوئے تھے۔ تو دوسروں کو ان سے کیا توقعات ہو سکتی ہیں۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی بددعاں نگاہ نے یہ سب کچھ بھانپ کر دعا کی۔ اور صاف صاف
کہہ دیا۔ کہ میں نہ تمہیں منہ لگاؤں گا۔ اور نہ کوئی خط و کتابت تم سے ہوگی۔ ایک طرف
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اور دوسری طرف ان کے ”محب الہی بیت“ کے دلوں
انہی دعووں کی شیر خدانے ترویج فرمادی۔ اور بتلایا۔ کہ سب سے بڑے خدار اور
کتاب ہی رہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بَدِّعَاءُ

امام رضا نے فرمایا ہمارے شیعوں میں ہزار میں

سے ایک بھی مخلص نہیں، اگر ان کا امتحان لوں

تو سب مرتد ثابت ہوں

حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف؛

اے حضرت امام رضا علیہ السلام مرویست کہ اگر وہ مقام تمیز شیعہ را برائیم۔ نیابیم
ایشان را مگر وصفت کنند بزبان و اگر امتحان کنیم نیابیم مگر مرتد و اگر خلاصہ و زبدہ
کنیم ایشان را از ہزار یکی قائل نہ باشد۔ تا آنکہ فرمود تکبیر میکنند بر مسند او میگویند
ما شیعہ علی، ہستیم و نیست شیعہ علی مگر کسیکہ فعل او قوش و التصدیق نماید و از
امام حسن و سہری مروی است کہ ہر رسول خدا وحی شد کہ فلانے نگاہ میکند بخانہ
ہمسایہ و از دیدن تا محرم مضائقہ ندارد اے حضرت غضبناک شدہ فرمود بیاید
اور کسی گفت یا رسول اللہ از شیعہ شما است و اتمتقار بنبوت شما و ولایت
علی وارد و از دشمنان شما بزار می جوید۔ فرمود گواں شیعہ ما است پس تحقیق
دروغ میگوید۔ آگاہ باش شیعہ کسی است کہ متابعت کند ما را و اعمال ما و آنچه
ذکر کردی از اعمال ما نیست۔ (حلیۃ المتقین مع مجمع المعارف ص ۱۷۷ مطبوعہ

تہران و زلفا گنج)

ترجمہ

حضرت امام رضا سے روایت ہے۔ کہ اگر وہ شیعوں، کو کسوٹی پر لے جاؤں۔
تو انہیں صرف زبانی جمع خرچ کرنے والا پاؤں گدلو اگر امتحان لوں گا تو مردہ ہی نکلیں
گے۔ اگر ان کا پھوڑ نکالوں۔ تو ہزار میں سے ایک بھی قاص اور نخلص نہیں ملے
گا۔ حتیٰ کہ فرمایا۔ مسدیں لگا کر بیٹھے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم دو شیعیان علی، ہیں۔
لیکن علی کا شیعہ وہی ہے۔ جس کا فعل اس کے قول کے مطابق ہو۔ امام حسن
عسکری سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی۔ کہ فلاں اپنے
ہمسایہ میں نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے۔ اور اسے کوئی گناہ نہیں سمجھتا۔ اپنے
اُسے بھوایا۔ کسی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ آپ کا شیعہ ہے۔ آپ کا شیعہ
ہے۔ آپ کی نبوت، علی کی ولایت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور آپ کے دشمنوں
سے بیزاری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نہ کہو۔ کہ وہ ہمارا شیعہ ہے۔ کیونکہ
یقیناً وہ جھوٹ، بکتا ہے۔ غور سے سننا۔ ہمارا شیعہ وہ ہے۔ جو اعمال میں ہماری
مطابقت کرے۔ اور جو کچھ اس آدمی کے بارے میں تو نے ذکر کیا۔ وہ ہمارے
اعمال میں سے نہیں۔ (لہذا وہ ہمارا شیعہ نہیں)

روضہ کافی:

قَالَ حَدَّثَنِي مُؤَسِّسُ بَيْتِ الْوَامِ بِطَبْرِقَانِ قَالَ قَالَ لِي أَبُو
الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ هَيَّزْتُ شِيعَتِي لَمَّا أَجَدْتُهُمْ
إِلَّا وَامِيذَةً وَلَوْ امْتَحَنْتُهُمْ لَمَّا وَجَدْتُهُمْ إِلَّا
مُرْتَدِّينَ وَلَوْ تَخَلَّصْتُهُمْ لَمَّا خَلَّصَ مِنْ آلِافٍ
وَاحِدٌ وَلَوْ غَرَبْتُهُمْ غَرَبَةً لَمَّا بَيَّنَّ مِنْهُمْ

إِلَّا مَا كَانَ لِي أَنَّهُمْ طَالَ مَا اتَّكَفُوا عَلَيَّ إِلَّا رَأَيْتُكَ
فَقَالُوا نَحْنُ شِيعَةُ عَلِيٍّ إِنَّمَا شِيعَةُ عَلِيٍّ هُنَّ
صَدَقَ قَوْلُهُ فِعْلَهُ -

اروضہ کافی جلد ۸ ص ۲۲۸ - انما شیعہ

علی من صدق قوله فعله لمبرورہ

تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۱۰۶

ترجمہ

موسیٰ بن بکر واسطی نے کہا۔ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ اگر میں
اپنے شیعوں کو پرکھوں۔ تو صرف باتوئی نکلیں گے۔ اگر میں امتحان لوں تو مرتدین کا ٹولہ
نظر آئے گا۔ اور غلوں دیکھوں۔ تو ہزاروں سے ایک بھی مخلص نہ ملے گا۔ اگر
تحقیق سے چھان بین کروں۔ تو ایک بھی نہ بچے گا۔ عرصہ دراز سے مسندوں
پر تکیہ لگائے کہتے ہیں۔ ہم وہ شیعیان علی، ہیں علی کا شیعہ تو وہ ہوتا ہے۔
جس کا فعل اس قول کا تصدیق کرے۔ (اور یہ۔ستان سے کوسوں دور ہے
محض زبانی جمع خرچ کرنے سے علی کا شیعہ نہیں بنا جاسکتا۔

خلاصہ کلام :-

امام رضا رضی اللہ عنہ نے کس قدر تجربہ اور مشاہدہ کی بات کی۔ کہ بہت سے اپنے
آپ کو وہ شیعیان علی، کہتے ہیں۔ لیکن انتہائی بد عمل اور کذاب ہیں۔ اور پرکھنے پر ہزاروں سے
ایک بھی خالص مومن نہ نکلے گا۔ مومن ہونا تو کجا وہ تو مرتد ہیں۔ عرصہ دراز سے ان کی یہی
رٹ ہے۔ کہ ہم شیعیان علی، ہیں۔ اور بڑی بڑی مسندوں پر بیٹھ کر اس کا ادا کرتے ہیں
لیکن ان کے قول و عمل کا تضاد اس بات کا شاہد ہے۔ کہ وہ ہمارے

شیعہ نہیں ہیں! اسرائیل بیت کے فتویٰ کے مطابق یہ لوگ مومن مخلص تو کبھی فقط مومن بھی نہیں بلکہ مرتد ہیں۔ (اگرچہ ہر دور میں یہ اپنے سوا کسی کو "مومن" کہتے ہی نہیں۔)

بَدِّدُ عَمَّا ۹

میدان کربلا میں حضرت امام حسین نے شیعہوں

کی بد عہدی کے سبب ان پر لعنت کی

جلاء العیون:

روایت دیگر آنحضرت در خطبہ فرمود حمد میکنم خداوند را که دینار را آفرید۔ وقامت فنا و نیستی گردانید۔ و آتش را بتغیر احوال ممتحن ساخت پس فریب خوردہ کسی است کہ اذاک بازمی خوردہ بد بخت کیست کہ مفتون ال گرد پس فریب از وہ شمارا ایل خدا بد رستی کہ قطع میکند امید واران خود و تا امید میگردد اند طمع کنندگان، خود راومی بینم شمارا کہ جمع شدہ اید بلائے امری کہ خدا لایختم آوردہ اید بر خود غضب اورا متوجہ بخود گردانیدہ و از رحمت او خود را محروم ساختہ اید پس نیکو پروردگار است پروردگار باو بد بندگانند شمارا کے او اول اقرار کردید بقران برواری اول ایمان آوردید در ظاہر بپہنیر او و اکنون جمعیت کردہ اید برائے رکشتن ذریت و عزت او شیطان بر شما غالب گردیدہ است و یا و خدا را از خاطر شما محو کردہ است۔ پس لعنت بر شما باد۔ و بر اراوت شما باد۔ بیوفایان جفاکار خدا را در ہنگام اضطراب و در یاری خود طلبیدید چوں

اجابہ۔ اشما کرویم و بہدایت و نصرت شما آمدیم شمشیر کینہ بروئے ما کشیدیم
(جلاء العیون جلد دوم ص ۵۵۶ خطبہ
آنسرور در برابر سپاہ کوفہ، مطبوعہ تہران
طبع جدیداً)

ترجمہ:

بروایت دیگر امام حسینؑ نے خطبہ فرمایا۔ میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے دنیا کو
پیدا کیا۔ اور خانہ فنا و نیستی بنایا۔ اور اہل ایمان دنیا کا تغیر احوال امتحان کیا واضح ہو
کہ فریب خوردہ وہی شخص ہے۔ جس نے دنیا سے فریب کھایا۔ اور بد بخت
وہی ہے جو دنیا کا مغتوب و گرویدہ ہو۔ اسے گروہ اشتراک تم کو دنیا غدار فریب نہ
دے۔ بتحقق کہ دنیا اپنے امیدواروں کی امید کو قطع اور اپنے طمع کرنے
والوں کو نا امید کرتی ہے۔ میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ تم اس کام کے لیے
جمع ہوئے ہو۔ کہ خدا کو تم نے اپنے اوپر شکر گین کیا ہے۔ اور اس کی رحمت
سے محروم ہوئے ہو۔ واضح ہو کہ ہمارا پروردگار نیکو کار ہے۔ اور تم اس
کے خواب اور بدکار بندے ہو۔ پہلے تم نے اس کی فرمانبرداری کا اقرار
کیا۔ اور بظاہر اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور آپ ہی اس پیغمبر کی
ذریت اور عترت کو قتل کرنے پر جمع ہوئے ہو۔ شیطان تم پر غالب
ہوا ہے۔ اور اس نے یاد خدا تمہارے دلوں سے محو کر دی ہے۔ تم پر
اور تمہارے اراکے پر لعنت ہو۔ اسے بیوفایاں جفاکاراں خدا کی تم
پر واسطے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی مرد کو مجھے بلایا اور
جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا۔ اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا
اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔

خلاصہ کلام:

میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان بلائے والے کوفیوں (شیعوں) سے بد عہدی اور بے وفائی دیکھی۔ تو انہیں اتمام حجت کی خاطر خطاب کیا۔ اور انہیں وہ سب خطوط و قواعد یاد دلائے۔ جن کی بنا پر امام حسین کو قہ آئے۔ فرمایا۔ غدارو! تم نے ہمیں بلایا۔ اور جب میں تمہارے بلاؤں پر تمہاری مدد اور ہلاکت کو آیا۔ تو اب تمہارا یہ سلوک؟ اللہ کی تم پر پھینکا۔ اور تمہارے ارادوں پر اس کی لعنت۔ کیونکہ قاتلانِ اہل بیت جاثرانِ اہل بیت، یہی شیعوں تھے۔ جو دشمنانِ علی، کہلاتے تھے۔ اس لیے امام حسین فرماتے ان پر لعنت بھیجی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بد دعائے

بازار کوفہ میں ماتم کرنے والے شیعوں کو سیدہ

زینب کا خطاب ہمیشہ بہنم میں رہا، گو تمہیں

ہمارے قاتل ہو

جلاء العیون:

بشیر بن حزیم اسدی گفتہ وداں وقت زینب خاتون دختر امیرالمؤمنین

اشارہ کر دیسوی مروجہ کہ خاموشی شہیدوں کی شدت اور اضطراب چنانہ سخن میگفت کہ گویا از زبان حضرت امیر المؤمنین سخن میگوید پس بعد از او اسے محمدؐ الہی و درود حضرت رسالت پناہی و صلوات بر اہل بیت اختیار و عترت اطہار گفت اما بعد۔ اسے اہل کوفہ و اہل غدروہ کو حیلہ آیا شمار بر ما میگرید ہنوز آب دیدہ ما از جو شمانہ ایستادہ و نالہ از ستم شماساکن نگرویدہ مثل شمانہ مثل اہل زنت کہ رشتہ خود را محکم می تا بید و باز میکشود و شمانہ زشتہ تا ایمان خود را گسندہ و میت در میان شمانہ دعویٰ بی اہل و سخن باطل و تعلق فرزند کنیزاں و عیب جوئی دشمنان و عیب تید گرماند گیاہی کہ در مذبح روید یا نقرہ کہ از انش قبر کردہ باشند بدتر شہر برائے خود با آخرت فرستادید۔ و خود را مخلد در جہنم گردانیدید شمار ما گریہ و نالہ میکنید خود مارا کشتہ اید و بر ماے گریہ علی و اللہ باید کہ بسیار بگریہد و کم خندہ کنید و عیب و عار ابدی بر خود خریدید و لوث اہل مار را از پیش بآبی از جامہ شمانہ اکل نخواہد شد۔ و بچہ چیز تدارک می توانید کرد کشتن جگر گوشہ خاتم پیغمبر اں و سید جوانان بہشت را کسی را کشتید کہ ملاذ بر گزیدگان شمانہ۔ در روشن کندہ محبت شما بود و در ہر نازلہ با و پناہ می بردید و دین و شریعت خود را از آدمی آموختید لعنت بر شما باد کہ بدگناہی کردید و خود را از رحمت خدا نا امید گردانیدید زبان کار دنیا و آخرت شہید مستحق عذاب الہی گردیدید۔ مذرت محسنت برائے خود خریدید بریدہ باد و ہتھائے شمانہ بر شمانہ اسے اہل کوفہ چہ جگر گوشہ از حضرت رسالت پارہ پارہ کردید۔ و چہ پردگیان از مہارت حجرات اہل بیت کردید۔

د جلاء العیون جلد دوم صفحہ نمبر ۵۹۳

مطبوعہ تہران۔ طبع جدید۔ خطبہ حضرت

زینب در کوفہ

ترجمہ

بشیر بن جزیم اسلامی کہتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت زینب و خیر امیر المؤمنین نے اشارتاً کہا خاموش رہو۔ اس حالت اضطراب و شدت میں اس طرح کلام کرتی تھیں۔ گویا امیر المؤمنین کلام فرماتے ہیں۔ پس بعد اسے حمد الہی و درود و سید مختار و اہل بیت اختیار و عترت اطہار فرمایا۔ اما بعد اسے اہل کفر سے اہل کرو غم و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو۔ اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نالہ، ساکن نہیں ہوا۔ تمہاری مثل اس عورت کی ہے۔ جو اپنی رسی کو مضبوط تھی اور کھول ڈالتی تھی۔ تم نے بھی اپنی ایمان کی رسی کو توڑا اور اپنے کفر کی طرف پھر گئے نہیں تمہارا دعوائے گمراہی سبب حاصل اور ایک فنِ باطل اور مانند خوشامد کینزیاں و عیب جوئی دشمنان۔ اور مثل ایسی ہے۔ جیسے گھاس گھورے پر اگی ہو۔ قبر۔ یاہ و تیرہ تار پر اٹش نقرہ کار کی گئی ہو۔ تم نے اپنے لیے آخرت کا گوشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا۔ اور اپنے آپ کو ابداً بادمزادار جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو۔ حالانکہ تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے سچ ہے واللہ لازم ہے۔ کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ تم نے عیب و عار بدمی خود خرید کیا۔ اس عار کا وجہ کسی پانی سے تمہارے جامہ سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ ختم پیغمبروں و سید جہانان بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کر سکتے ہو۔ تم نے اس شخص کو قتل کیا جو تمہارے پیشواؤں کا جائے پناہ اور تمہاری جھٹوں کا روشن کرنے والا تھا۔ اور ہر مصیبت و بلا میں تم اس سے پناہ چاہتے تھے۔ دین و شریعت کو اس سے افذ کیا۔ تم پر لعنتِ خدا ہو۔ تم نے وہ گناہ کیا جس سے رحمتِ خدا سے ناامید ہو گئے

اور گنہگار دنیا و آخرت ہو کے مستحق غضب الہی ہوئے اور اپنے لیے ذلت
و خسران مولیٰ تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اسے اہل کوفہ تم پر وائے تم
نے کن جگر گوشہائے رسول کو قتل کیا اور کن پروگیان اہل بیت رسول کو بے پروہ
کیا۔

در ترجمہ جلاء العیون جلد دوم ص ۶۶ مطبوعہ لاہور

خلاصہ کلام:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کوفی شیعوں کو روٹنا پٹینا دیکھ کر خطاب فرماتے ہوئے
کہا۔ فدارو! مکارو! قتل بھی کرو۔ اور پھر گریہ و زاری بھی ہو۔ اللہ کرے۔ تم اس جرم کی
سزا کے طور پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی بد نصیبی اور بد بختی پر روتے رہو۔ ظالمو! تم نے جگر گوشہ
رسول کو قتل کیا۔! تو جو انسان جنت کے سردار کا خون بہایا۔ اور اہل بیت کی مستورات
کو بے پروہ کیا۔ بے ایمانو! اللہ کی لعنت تم پر اور تمہارے کرتوتوں پر۔ اور تم ہمیشہ
ہمیشہ جہنم میں رہو۔

بددعا!:

فاطمہ بنت حسین رفتاری نے مامی شیعوں کے حق میں کہا

تم ہی ہمارے قاتل ہو۔ تمہارے خیموں پر خاک

جلاء العیون:

اما بعد! اسے اہل کوفہ و اہل مکہ و قدر و کبر و جلا حضرتعالیٰ ما اہل بیت رسالت

را بشما مبتلا گردانیدہ و شمارہ ما متحن ساختہ و ابتلائے مارا برمانعت گردانیدہ و
علم خود را بما دادہ و فہم و معارف را بما عطا کردہ ما یم صندوق علم خدا و مخزن
حکمت خدا و حجت خدا در زمین بر جمیع عباد و بلا و گرامی دانستہ است مارا بکرامت
خود و تفضیل دادہ است مارا ببرکت پیغمبر خود بر بسیاری از مخلوقات تفضیلت
بسیار ظاہر پس شما تکذیب کردید مارا و مارا کافر شمردید۔ و قتال مارا اعلان
دانستید و اموال مارا غارت کردید۔ و مارا اسیر کردید مانند اولاد ترک و کابل چنانچہ
در روز جد مارا کشید و پیوستہ خون ماہل بیت از دم شمشیر ہائے شما میچکد برای
کہنہائی دیرینہ و دیدہ حاکمی و دلہائی شما شاد شدہ کشتن ما۔۔۔۔۔ شما فخر کردید
کہ ما کشیم علی و فرزند ان علی و ایشمشیر ہائی ہندی و زنان ایشان را اسیر کردیم اے
گویندہ خاک و قاشاک در وہان توباد۔

(جلد اولیون جلد دوم ص ۵۹۴-۵۹۵)

خطبہ حضرت فاطمہ بنت حسین علیہ السلام

طبع جدید

ترجمہ:

اما بعد اے اہل کوفہ و اہل غدیر و کبر و جلال حق تعالیٰ نے ہم اہل بیت رسالت
کو تمہارے ہاتھ مبتلا کیا ہے۔ اور تم کو ہم سے امتحان لیا ہے۔ اور ہماری
بلاؤں کو ہم پر نعمت کیا ہے۔ اور اپنا علم ہم کو دیا ہے۔ اور فہم و ادراک
ہم کو عطا کیا ہے۔ اور ہم ہی زمین خدا صندوق علم خدا، مخزن حکمت خدا، جمیع
عباد و بلا پر دولت ہیں۔ اہم کو اپنی کرامات سے بزرگ کیا اور ہم کو اپنے پیغمبر
کی برکت سے تمام مخلوقات پر تفضیلت دی ہے۔ تم نے ہماری تکذیب
کی اور کافر سمجھا۔ اور ہم پر قتال کرنا اعلان سمجھا۔ اور ہمارا مال غارت کیا۔

اور ہم کو مانند اسیران ترک و روم اسیر کیا۔ گل کے دوز تہنٹ ہمد سے پردہ
 بزرگوار کو قتل کیا اور سب کیزائی دیرینہ ہر وقت ہم اہل بیت کا طوق تھامی
 کمرانوں سے ٹپکا اور ہمارے قتل کرنے سے ہمارے دل شدہ ہوئے
 اور تمہیں سے فخر کرنے والے نے فخر کیا۔ کسکٹنے ملی اور
 ان کے فرزند خان کو شمشیر ہائی ہندی سے قتل کیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا
 اسے فخر کرنے والے تیرے منہ میں خاک ہو۔

(جلوادل میں مترجم جلد دوم ۲۰۲-۲۰۳)

مطبوعہ (۱۹۸۰ء)

خلاصہ کلام

مام حسین رضی اللہ عنہ کی ماجزیوی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسی خطبے سے ،
 - شیعوں علی ہذا کی حقیقت بالکل سامنے آجاتی ہے ان کے دعوات نمایاں ہو جاتے
 ہیں۔ یہودیہ۔ اہل بیت کی کتب کرنے والے (۱) اہل بیت کو کافر سمجھنے اور کھنڈوں
 اور انہیں قتل کرنے والے۔ (۲) ان کے مال لوٹنے والے۔ (۳) انہیں قیدی بنانے
 والے (۴) ہم میں کو شہید کرنے والے (۵) اہل بیت سے دیرینہ حسد کو رکھنے والے
 (۶) ان کی مستورات کو بے پردہ کرنے والے (۷) اور پھر ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ
 اپنے لیے پڑاویات رونے پٹنے والے (۸) انہیں تمام افعال مسند پر دل شدہ
 کرنے والے۔

میں امید کرتا ہوں کہ بانی شیعوں کی کہ بچپان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آئی
 آسان کو دیکھ سے۔ کیا اگر کسی بچہ کو بھی پچھا جائے۔ تو وہ فوراً ان کی نشاندہی کر سکتا
 ہے۔ ان تمام باتوں کے اعتبار سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صرف ان کے لیے

یقیناً تمہارے مزہ پر ناک

بذخاٹ:

بازار کو قہ میں مائی شیعہوں سے سیدہ ام کلثوم نے کہا

اے قاتلان حسین تمہارے منہ بیاباہ اور آخرت

خراب ہو

جلد اول العیون:

پس ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ کرد۔ وازہ مورج محترم ندا
کرد حاضر ہوا کہ اسی اہل کو قہ بنا بحال شما و ناخوش باد رویہائی شما۔ پچہ سب بادوم
حسین را خواندید و یاری او نکردید اولاً بقتل آوردید و اموال او را غارت کنید
و پردگیان حرم سراقی اورا امیر کردید و ائی بر شما و لعنت بر رویہائی شما گزیدید
کہ چکار کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہائی محترم و بختید
و چہ دختران محترم و کرم را تالان کردید و مال چہ جماعت را بغارت بردید کشتید
بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم۔

در جلد العیون جلد دوم ص ۵۹۵ تا ۵۹۶

مطبوعہ تہران طبع جدیدہ ذکر خطبہ حضرت

ام کلثوم در کو قہ

ترجمہ:

بعد اس کے ام کلثوم دوسری دختر بنا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صدائے گریہ و ناری
بند کی۔ اور رو کر آواز دی۔ کہ اسے اہا، کو تو تمہارا حال اور مال برا ہو اور تمہارے
منہ سے سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین علیہ السلام کو
بلائے اور ان کا مرنے کی۔ اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب اطمان کے پرو گیان
عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ وائے ہو تم پر اور لعنت ہو تم پر کیا تم نہیں جانتے
کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا ہے۔ اور گناہوں کا اپنی پشت پر اتنا بار کیا ہے۔ اور کیسے
خونہائے محترم کو برباد کیا ہے۔ اور دخترانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو الا لایا اور
کن بزرگوں کے مال کو تم نے لوٹا۔ بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے
ہستہ ترین خلق خدا کو قتل کیا۔

(ترجمہ جلا دایمونیون جلد دوم صفحہ نمبر ۲۷۲)

(مطبوعہ لاہور)

لمحہ فکریہ:

خدا رو! مکارو! تمہارا حال و مال برا ہو۔ تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم پر اللہ
کی لعنت ہو۔ یہ تھے۔ وہ الفاظ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی معنوم ہمشیروں نے کوئی شیعوں،
سے خطاب کرتے ہوئے فرمائے۔ اور واضح الفاظ میں انہیں متا تلاقِ حسین، قرار دیا۔
اسی لیے ان کے گناہ بدو غاکی۔ تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو۔

بَدَدُعَاكَ:

امام رضائے اپنی روایات کے مشہور شیعہ راویوں

پر کذب بیانی کے سبب لعنت کی۔

رجال کشی:

وَ اَبِي يَحْيَى التَّوَّاسِطِيُّ قَالَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ
الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ بَنَانٌ
يَكْذِبُ عَلَيَّ بَيْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَآذَانَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ مُنِيرَةً
بَيْنَ مَعِيذِ يَكْذِبُ عَلَيَّ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَآذَانَهُ اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَكَانَ
مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ يَكْذِبُ عَلَيَّ أَبِي الْحَسَنِ
مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَآذَانَهُ اللَّهُ حَرَّ
الْحَدِيدِ وَكَانَ أَبُو الْخَطَّابِ يَكْذِبُ عَلَيَّ
أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَآذَانَهُ
اللَّهُ حَرَّ الْحَدِيدِ وَالَّذِي يَكْذِبُ عَلَيَّ
مُسَدِّ بْنِ قُرَّاتٍ -

در رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۶۔ مطبوعہ کربلا

تذکرہ ابوالخطاب (۱)

ترجمہ

ابویحییٰ واسطی نے کہا۔ کہ امام رضا نے فرمایا۔ بنان، علی بن حسین پر اتہام کرتا تھا۔ مغیرہ بن سعید، ابو جعفر رضی اللہ عنہ پر اتہام کرتا تھا۔ اور محمد بن بشیر امام موسیٰ کاظم پر اتہام کرتا تھا۔ اور ابو الخطاب، امام جعفر صادق پر اتہام اور محمد بن فرات کی بھی تکذیب کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ۔ ان سب تکذیب کرنے والوں کو گرم لوہے کا مذاب چکھائے۔

شیعہ لوگوں کے مذہب کے معتمد راوی اور ان

پر امام رضا کی لعنت

بنان مغیرہ ابن سعید، محمد بن بشیر اور ابو الخطاب شیعہ حضرات کے معتمد راویوں میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر صحاح اربعہ کی روایات کے یہی راوی ہیں۔ جب ان قابل اعتماد روایت کے بارے میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اس قدر سخت بددعا کی۔ اور کہا اللہ ان کو دوزخ میں لے کر آئے گا۔

تو ان کی روایات کا کیا مقام ہو گا۔ پھر جن کتابوں میں ان دو گروہوں، کی روایات مذکور ہیں۔ وہ کس درجہ کی کتب شمار ہو سکتی ہیں۔ ہم پچھلے باب میں انہی سے روایت کردہ ان الفاظ کو ذکر کر چکے ہیں۔ جن میں سے ائمہ اہل بیت کی گستاخیاں ثابت ہوتی تھیں اب آپ ہماری بات کی تصدیق کر ہی دیں گے۔ کہ مذکورہ عبارتیں جن ائمہ کی طرف ان راویوں نے منسوب کیں۔ وہ شرارت تھی۔ گستاخی تھی۔ بہتان تھا۔ افتراء تھا۔ اور انہیں بدنام کرنے کی مذموم سعی تھی۔

بددعا

امام باقر نے اپنے باپ کے راویوں پر ان کی

دروغ گوئی کی وجہ سے لعنت کی

رجال کشی:

عَنِ ابْنِ بَكْرِ عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَعَنَ
اللَّهُ بَنَانَ الْبَيَّانِ وَإِثَّ بَنَانًا لَعَنَهُ
اللَّهُ كَانَ يَكْدِبُ عَلَيَّ أَبِي أَشْهَدُ أَنَّ أَبِي
عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ كَانَ عَبْدًا صَالِحًا.

(رجال کشی صفحہ نمبر ۲۵۵ - مطبوعہ کربلا)

تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ:

ابی بکر زرارہ سے روایت کرتا ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے
میں نے سنا۔ اللہ وہ بنان البیان، پر لعنت کرے۔ کیونکہ بنان طعون
میرے والد زین العابدین پر جھوٹ باندھا کرتا تھا، حالانکہ میرے والد
ایک نیک آدمی تھے۔

رجال کشی؛

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَيْشَى عَنْ يُونُسَ عَنْ مَسْمَعٍ
كَرْدُ بْنُ أَبِي سَنَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ بَرِيدًا لَعَنَ اللَّهُ
زُرَّارَةَ .

(رجال کشی ص ۱۳۴ مطبوعہ کربلا تذکرہ)

(زرارة بن امين)

ترجمہ:

دبکون اسناد ابی سیاد نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سنا۔ کہ آپ فرما رہے تھے۔ برید اور زرارہ پر اللہ کی لعنت ہو۔

رجال کشی؛

حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْكَلْبِيِّ الْأَسَدِيُّ عَنْ أَبِيهِ
كَلْبِيِّ الصَّدَاوِيِّ إِثْمَهُمْ كَانُوا جُلُومًا وَ
مَعَهُمْ عَزَافِيرُ الصَّيْرِ فِي وَعِيدَةٍ مِّنْ
أَخِي بِهِمْ مَعَهُمْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ فَابْتَدَأَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِ
يُزَارَةَ فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ
لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ .

(رجال کشی صفحہ نمبر ۱۳۵ مطبوعہ کربلا)

(مذکرہ زرارة)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق حسن بن کلبہ کہتا ہے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آپ نے اپنا کلام زرارۃ پر تین مرتباً ان الفاظ کے کہنے سے شروع کیا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔

مقام غور:

ان تین حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خود ائمہ اہل بیت، سنیہ تین شخصوں، (تبان، زرارۃ اور برید) پر اللہ کی پھٹکار اور اس کی لعنت بھیجی۔ ان جلیل القدر ائمہ اہل بیت کا کسی پر ان الفاظ میں لعنت بھیجنا کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تین شخص ایسے جرم کے مرتکب پائے گئے۔ جس کی بنا پر ائمہ اہل بیت کی زبان سے ان کے لیے بار بار لعنت خدا صادر ہوئی۔ اور ایک عام پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر لعنت کرنے کے بارے میں فرمایا۔ اگر وہ اس کا مستحق ہو۔ تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے پر وہ لعنت لوٹ آئے گی۔ تو یہاں معاملہ عام آدمی کا نہیں۔ بلکہ اہل بیت کے جلیل القدر ائمہ کا ہے۔ وہ ان تینوں کے کرتوتوں سے بخوبی واقف تھے۔ جن کی بنا پر انہوں نے ان پر اللہ کی لعنت بھیجی۔ تو ائمہ اہل بیت کا ان پر لعن طعن کرنا ثابت کرتا ہے یہ تینوں مسلمان ہی نہ تھے۔ کیونکہ کسی مسلمان پر لعنت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ لہذا ان غیر مسلموں سے جتنی روایات آئی ہیں۔ وہ مردود اور ناقبول ہیں۔

ایک طرف ائمہ اہل بیت ان پر بار بار لعنت بھیجیں۔ اور دوسری طرف اسی کتاب (درجال کشی) میں ان کی مدح سرائی یوں کی گئی ہے۔

شیعوں کے نزدیک مذکورہ بالا راویان میں اسلام
کے ایمن اور آثار نبوت کے نگہ دار ہیں۔

رجال کثی؛

بَرِيدُ بْنُ مَعَاوِيَةَ الْعَجَلِيُّ وَأَبُو بَصِيرٍ لَيْثُ بْنُ
الْبُنْحَرِيِّ الْمُرَادِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَزُرَّارَةُ
أَرْبَعَةٌ نُبِيَاءُ أَمَنَّا اللَّهُ عَلَى حَلَالِهِ وَحَرَامِهِ
كَوْلَاهُمْ لَوْلَا أَنْقَطَعَتْ آثَارُ النُّبُوَّةِ وَأَنْدَرَسَتْ
درجال کثی ص ۱۵۲ مطبوعہ مکتبہ المدینہ - ابولبصیر

لیث بن البنحرى المرادى

ترجمہ:

برید بن معاویہ العجلی، ابولبصیر لیث بن البنحرى المرادى، محمد بن مسلم اور زرارة یہ
چاروں (نبیاء) اللہ تعالیٰ کے حرام و حلال کے ایمن ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو
نبوت کے نشانات منقطع ہو جاتے۔ اور مندمل ہو جاتے۔ اس روایت
سے معلوم ہوا۔ کہ ان چاروں کی برکت سے نبوت کے آثار و علامات موجود ہیں
اور اللہ کے حرام و حلال کا وجود ان کے وجود کا زمین منت ہے۔ اور یہ
چاروں خود کس درجہ کے ”بزرگ شیعوں، اور مجتہد مذہب شیعہ،“ ہیں؟
آپ ابھی اسی کتاب کے حوالے سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام پڑھو

چلے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک یہ پرے درجے کے لعنتی اور کذاب ہیں۔ لہذا ان پر اور ان کی روایات مردود ٹھہریں۔ تو ان کی بدولت جو نبوت کے آثار تھے۔ وہ بھی ختم ہو گئے۔ تو شیعوں کے پاس باقی کیا رہ گیا۔ قرآن تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھینچا دیا۔ اُسے امام غائب کے کرائیوں سے کرائیوں کے ”محبت اہل بیت“، کو خود اہل بیت نے مسترد کر دیا۔ فی الحال امام ان کے پاس نہیں اور اسلام کی نفی ان سے حضرات اہل بیت نے کر دی۔

شیعہ صحاح اربعہ کے روایات کی اپنے آئینہ پر

بداعت ماوی

رجال کثی؛

حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ قَوْلُوبِيهِ قَالَ
حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْمَعْرُوفُ
بِمَا جَبَلُوبِيهِ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي الْحَلَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي
عَبْدِ اللَّهِ (ع) إِنَّ زُرَّارَةَ رَوَى مِنْكَ فِي الْإِسْطِطَاعَةِ
شَيْئًا فَقَبِلْنَا مِنْهُ وَصَدَّقْنَاهُ وَقَدْ أَحْبَبْتُ أَنْ أَعْرِضَ
عَنكَ فَقَالَ مَا يَهُ فَقُلْتُ يَزُورُ أُمَّتَهُ سَأَلَكَ
عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (رَبِّهِ عَلَى النَّاسِ
حِجَابُ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) فَقُلْتُ
مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَقَالَ لَكَ كُلُّ مَنْ
مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ لِلْحَجِّ

وَإِنْ لَمْ يَحْجْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ
هَكَذَا سَأَلْتَنِي وَلَا هَكَذَا قُلْتُ
كَذِبَ عَلَيَّ وَاللَّهِ كَذِبَ عَلَيَّ وَاللَّهِ لَعَنَ
اللَّهُ زُرَّارَةَ لَعَنَ اللَّهُ زُرَّارَةَ إِنَّمَا قَالَتْ
لِي مَنْ كَانَ لَهُ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ فَهُوَ مُسْتَطِيعٌ
لِلْحَجِّ قُلْتُ فَتَدُّ وَجِبَ عَلَيْهِ قَالَ فَسْتَطِيعٌ
هُوَ فَقُلْتُ لَا حَتَّى يُؤَدَّنَ لَهُ قُلْتُ فَأَخْبِرُ
زُرَّارَةَ بِذَلِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زِيَادٌ
فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَلَقَيْتُ زُرَّارَةَ
فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ
سَكَتَ عَنْ تَعْنِيهِ قَالَ أَمَا أَنْتَ
فَتَدُّ أَعْطَانِي الْأَسْتِطَاعَةَ مِنْ حَيْثُ
لَا يَعْلَمُ وَصَاحِبُكُمْ هَذَا لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ
بِكَلَامِ الرَّجَالِ .

درجال کشی ۱۳۲-۲۳- مطبوعہ کربلا

تذکرہ زرارة) .

ترجمہ:

زباد بن ابی حلال نے کہا۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا
اُسے زرارة نے دو استطاعت، کے متعلق کچھ بیان کیا ہے۔ تو ہم
نے اُسے قبول بھی کیا۔ اور اس کی تصدیق بھی کی۔ میں چاہتا ہوں کہ

وہ مسئلہ آپ کے روبرو پیش کروں۔ فرمایا۔ پیش کرو۔ میں نے کہا۔ زرارۃ کا خیال ہے۔ کہ اس نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں سوال کیا۔ دو لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج ہے۔ جو ان میں استطاعت رکھیں۔ تو آپ نے اسے فرمایا۔ کہ جو شخص سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ تو اس نے آپ سے پوچھا۔ ہر وہ شخص جو سفر خرچ اور سواری کا مالک ہو۔ وہ حج کی استطاعت رکھنے والا ہے۔ اگرچہ اس نے حج نہ کیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ سن کر امام جعفر صادق فرمانے لگے۔ نہ اس طرح اس نے مجھ سے سوال کیا۔ اور نہ ایسا میں نے اس کو جواب دیا۔ اس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا۔ اللہ کی اس پر لعنت زمین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ کہے (زرارۃ نے مجھ سے یوں سوال کیا تھا۔ کہ وہ آدمی جس کے پاس زاد و راحلہ ہو۔ وہ حج کا مستطیع ہے۔؟ میں نے کہا اس پر حج واجب ہے۔ اس نے کہا۔ پھر وہ مستطیع ہوا؟ میں نے کہا۔ جب تک اس کو اجازت نہ ملے۔ وہ مستطیع نہیں کہلا سکتا۔

راوی کہتا ہے۔ میں نے امام موصوف سے عرض کی۔ کہ میں زرارہ کو اس کی خبر کروں؟ آپ نے فرمایا۔ ضرور۔ راوی (زیاد) کہتا ہے۔ کہ میں کو فہ گیا۔ اور زرارۃ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس سے امام جعفر رضی اللہ عنہ کے ارشاد اور لعنت کا تذکرہ کیا۔ زرارہ لعنت کے جواب میں تو خاموش رہا۔ کہنے لگا کہ لیکن مستطیع، ہونے کی خبر انہوں نے ہی دی ہے۔ جیسے وہ نہیں جانتے۔ تمہارا یہ صاحب (امام جعفر صادق) لوگوں کے کلام کی بعیرت نہیں رکھتا۔

لمحرف کریں:

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ کے رواۃ کو اپنے ائمہ پر اعتماد نہیں۔ اور نہ ہی انہیں صاحب بصیرت سمجھتے ہیں۔ ائمہ اہل بیت کی معصومیت تو بہت دور کی بات ہے۔ زرارہ جیسے مجتہد انہیں لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت سے محروم گردانتے ہیں۔

امام جعفر رضی اللہ عنہ بھینسے اور کذاب کہیں۔ یہ انہیں کم فہم (معاذ اللہ) جبکہ شیعہ حضرات پنج میں پڑ کر زرارہ، جیسے راوی کے وجود کو علامات نبوت کا امین قرار دیں اور خدا کے حلال و حرام کا قلم بتائیں۔ تو قارئین حضرات اب آپ فیصلہ کریں۔ کہ شیعہ لوگوں کے مذہب کی حقیقت کیا ہے۔

گرگ میر و سگ وزیر و موش را دریاں کنند
ایں ہمہ ارکان دولت قانہ را و میراں کنند

محقق اسلام کے حضور حسانِ پاکستان محمد علی ظہوری کا نظرانہ عقیدت

وہ حضرت محمد علی نقشبندی
جو حسن شریعت کی اک داستاں تھے
یہ شیرازیہ جامعہ دینی مرکز
وہ بانی تھے اور اس کے روح رواں تھے
محقق، محدث، مقرر، مصنف
ہمد پہلو علم و عمل کا نشاں تھے
زبان و قلم وقف تبلیغ جن کے
رہے دین فطرت پہ ہر دم رواں تھے
نقیب اپنے مسلک کی حقانیت کے
عقائد کے بے باک وہ ترجمان تھے
سدا ان پر برسے گی رحمت خدا کی
کہ وہ واصف سرورِ دو جہاں تھے
ظہوری ہے زندہ سدا یاد ان کی
رہے قبر بھی شاد و آباد ان کی

محمد علی ظہوری قصوری

باب سوم

بحث بنائت رسول اللہ

صلی اللہ
علیہ وسلم

باب سوم:

فصل اول

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔

قرآن کریم اور شیعہ کتب تفسیر و حدیث سے

ٹھوس دلائل

یاد رہے تحفہ جعفریہ جلد دوم میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
رشتہ داریوں کی بحث میں ہم مسئلہ بنات رسول کی مختصر تشریح کر آئے ہیں۔ مگر مسئلہ
اپنی اہمیت کے پیش نظر اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے مستقل طور پر یہ تفصیل کے ساتھ طرہ
ذکر کیا جائے۔ کیونکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی اختلافات میں ایک اہم بنیادی نزاعی مسئلہ ہے۔
اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار حقیقی صاحبزادیاں حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں جن میں سے دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما
کی شادی یکے بعد دیگرے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ چونکہ شیعوں کو عثمان
غنی رضی اللہ عنہ سے خدا واسطے کا عناد اور بغض ہے۔ اس لیے انہوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا۔
کہ انہوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی اور

متمی ہجرت نہیں۔ اور تاریخ و حدیث میں جو آپ کی چار صاحبزادیاں لکھی ہیں وہ دواصل حضرت
فدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہروں سے تھیں اور یوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آگئی تھیں
یونکہ شیعوں کا یہ عقیدہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بڑی گستاخی ہے اس لیے
زیر نظر کتاب عقائد جعفریہ میں ہم اس بحث کو لارہے ہیں۔ چنانچہ ہم اپنے دلائل بھی ذکر
کریں گے۔ اور ان پر وارو کیے گئے شبہات کا ازالہ بھی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نادر صاحبزادیوں

تھیں۔ اس پر قرآن کی تہمت

سورۃ الاحزاب:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يَعْرِفْنَ
فَلَا يُؤْذِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَسُورًا حَكِيمًا.

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

ترجمہ از مقبول شیعہ:

اے نبی تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں
سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ اس سے قرین
مقل ہے کہ وہ بچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور
رحم کرنے والا ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے لیے،
وہ بنات،، کا لفظ ذکر فرمایا۔ جو لفظ اور بنت،، کی جمع ہے۔ اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر
ہوتا ہے۔ زیادہ کی حد بندی نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی
بیٹیوں کی تعداد کم از کم تین ضرور تھی۔ جو اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت پردہ کے

احکام کی منی طلب بن رہی ہیں۔ اس صریح ارشاد باری تعالیٰ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ صرف ایک بیٹی کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ورنہ قرآنی مراحت کی تکذیب لازم آئے گی۔ جیسا کہ اہل تشیع اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔

شیعہ کلاؤں کی لفظ "بنات" کے متعلق لایینی جرح

اور بے اصل استدلال۔

اہل تشیع کے دو نامور و مجتہد، اور دو قابل فخر مبلغ و مناظر، غلام حسین نجفی اور اسماعیل گو جروی کی آیت، کہ یہہ کے مذکورہ لفظ پر کی گئی جرح لفظ بلفظ درج ذیل ہے۔

قول مقبول :-

بیزمباہ تقریباً ۹۸ھ ہجری میں ہوا ہے۔ اور سورہ احزاب بھی اس وقت نازل ہوئی ہے۔ اور اسی سورہ کی آیت قُلْ لِيُذَوِّجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ سے سنی بھائی دلیل لاتے ہیں۔ کہ بنات جمع کا لفظ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ آیت پروردہ بھی ۹۸ھ میں نازل ہوئی ہے۔ پس وہ لڑکیاں پروردہ کے حکم کو سننے کے لیے تو زندہ تھیں۔ اور مباحہ میں جانے کے لئے مردہ تھیں۔ یہ باریک بات کاش کہ سنی بھائی جناب عثمان غنی کے صدقے میں ہمیں سمجھا دیتے۔

د قول مقبول ۱۶۶ تصنیف

غلام حسین نجفی

قول مقبول :-

اردو بابیوں کو چاہئے کہ آیت کا بولڈ بنا کر ان لڑکیوں کی قبر پر لگوائیں کیونکہ آیت ان کی وفات کے بعد نازل ہوئی

(قول مقبول ۲۶۶ تصنیف غلام حسین نجفی)

فتوحات شیعہ :-

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ یہ کوئی دلیل نہیں اول فرمادے آیت کب نازل ہوئی۔ پر وہ کا حکم کیا آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کی تکمیل جناب زینب و لم کلنوم سے کیا کرائی۔ کیا وہ اس وقت زندہ تھیں؟

(فتوحات شیعہ ص ۱۱۹۵ از افادات مبلغ اعظم)

محمد اسماعیل گوجروی

اس استدلال اور بے اصل جرح کا خلاصہ

لا ننجی اور اسماعیل گوجروی کی عبارات سے ثابت ہوا کہ

۱۔ سورہ احزاب ۱۸، ۱۹ ہجری میں نازل ہوئی۔

۲۔ اس سن ہجری میں آپ کی مرت ایک بیٹی زندہ تھی۔

۳۔ لہذا لفظ رو بنات،، سے ایک سے زائد بیٹیاں ثابت کرنا درست نہیں

کیونکہ بوقت خطاب نہ ایک سے زائد تھیں۔ اور نہ ہی پردہ کے احکام کی

ان سے تکمیل کرائی گئی۔

لہذا اگر اس آیت کا مصداق ایک سے زائد بیٹیاں ہی بنتی ہیں۔ تو پھر اس کی

مخاطبہ قبروں میں مدفون ہونے کی وجہ سے یہ آیت ان کی قبر پر لکھ کر گاڑ دی جائے۔
یہ تینوں امور دونوں ملاؤں کے مشترک تھے۔ لاجبھی کی ایک رگ غلبہ بھی ہے۔
اور وہ یہ کہ بوقتِ مباہلہ سنیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد لڑکیوں کو مردہ ثابت
کر دیا۔ اور آیتِ حجاب کے وقت زندہ کر دیا۔ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال کے
ہیں۔ کاش کہ سنی اس باریکی کو سمجھتے۔

لہذا ثابت ہوا۔ کہ لفظِ دو بنات،، سے آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ کیونکہ
وہ اس وقت زندہ تھی ہی نہیں بلکہ اس سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں ہیں۔ دوسری
سماویلی یہ ہے۔ کہ آپ کی ایک حقیقی بیٹی سیدہ فاطمہ بنت جنت کے لیے بطورِ تعظیم جمع کا
لفظ بولا گیا۔ اور ایسا کلام عرب میں بہت سے ملتا ہے۔

جواب :-

لفظ بناتِ والی آیت ۵۷ میں اتری ہے اس

وقت تک بناتِ رسول زندہ تھیں

ان دونوں مولویوں کو بخوبی علم ہے۔ کہ آیتِ حجاب کس سال نازل ہوئی اور
حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا وصال کس سال ہوا۔ کیونکہ اہل سنت
اور اہل تشیع دونوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آیتِ حجاب سورۃ احزاب کی ایک
آیت ہے جو ۵۷ ہجری بوقتِ ولیمہ حضرت سیدہ زینب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
نازل ہوئی۔ اور آپ کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۷ھ
کو ہوا۔ جب غزوہ بدر سے واپسی ہوئی۔ سیدہ زینب کا وصال ۵۸ھ میں

ہوتا ہے۔ گویا نزول آیت کے وقت سیدہ زینب اور دیگر صاحبزادیاں ماسوا سیدہ رقیہ کے سمیٰ زندہ تھیں۔ ان تین صاحبزادیوں کا نزول آیت حجاب کے وقت موجود ہوتا خود شیوہ کتب اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

منہج الصادقین :-

(توجملہ - جب سیدہ زینب کے ولیمہ سے فارغ ہو کر لوگ گفتگو میں مشغول ہوئے۔ تو سیدہ زینب ام المؤمنین ایک دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مخاطبت فرمائیں۔ تو ان لوگوں کی گفتگو اور ان کی مجلس آپ کے لیے مانع واقع ہوئی۔ آپ اٹھ کر مجلس سے باہر چلے۔ آپ کے ساتھ بیشتر لوگ بھی چلے گئے۔ لیکن تین آدمی وہاں ہی گفتگو میں مشغول رہے۔ اور جب آپ واپس تشریف لائے۔ تو پھر بھی یہ کافی دیر تک گفتگو میں مشغول رہے اور پھر چلے گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ زینب کے پاس آئے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آتا چاہا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور انس کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۱ زیر
آیت مذکورہ)

لہذا معلوم ہوا۔ کہ آیت حجاب اس وقت نازل ہوئی جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولیمہ تھی۔ اور ولیمہ چونکہ شادی کے بعد فوراً ہوتا ہے۔ اس لیے سیدہ زینب کی شادی کا سال تلاش کرنا پڑے گا۔ تو عقد زینب رضی اللہ عنہا

کے بارے میں کتب اہل تشیع یہ کہہ رہی ہے۔

منتخب التواریخ:

دو سال پنجم از ہجرت مقدسہ آل بزرگوار زینب بنت جحش بن رباب عمہ زادہ
خود را تزویج نمودند کہ ہمیشہ جناب عبداللہ بن جحش باشند و در آن سال آیہ
شریفہ حجاب نازل شد۔ و در آن سال غزوہ خندق واقع شد۔ کہ اورا،
غزوہ احزاب ہم میگفتند۔

(منتخب التواریخ۔ ص ۵۲ باب اول
در ذکر غزوہ احزاب، مطبوعہ مہر ان طبع جڈ)

ترجمہ:-

ہجرت کے پانچواں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت
جحش سے شادی کی۔ یہ جناب عبداللہ بن جحش کی ہمیشہ تھیں اور اسی
سال آیت حجاب بھی نازل ہوئی۔ اور غزوہ خندق جسے غزوہ احزاب
بھی کہتے ہیں۔ اسی سال رونما ہوا۔

منتہی الامال:

وقائع سال پنجم ہجری۔ دو سال پنجم ہجری حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم زینب بنت جحش را بحالہ نکاح در آورد و ہنگام زفاف او آیہ
حجاب نازل گشت۔۔۔۔۔۔ و در شوال سن پنج غزوہ خندق پیش
آمد و آنرا غزوہ احزاب نیز گویند۔

(منتہی الامال و وقائع سال پنجم ص ۲۸)

(جلد اول مطبوعہ ایران طبع جدید)

ترجمہ:-

ہجرت کے پانچویں سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ اور ان سے زفاف کے وقت پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ اور ۵۰ ہجری میں ہی غزوہ خندق واقع ہوا۔ جسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

حیات القلوب:

در بیان جنگ خندق است، کہ آن را غزوہ احزاب می نامند۔ علی بن ابی طالب و شیخ مفید و شیخ طبرسی وغیر ایشان روایت کرده اند کہ غزوہ احزاب در ماہ رمضان سال پنجم ہجرت بود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۷۰۹
باب سی پنجم در بیان جنگ خندق)

ترجمہ:

جنگ خندق۔ اس کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔ علی بن ابی طالب و شیخ مفید طبرسی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ غزوہ احزاب سن پانچ ہجری ماہ رمضان میں واقع ہوا۔

قاریں کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ آیت حجاب اور سیدہ زینب کے ولیمہ کا سال ایک ہی تھا۔ اور یہ سال ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ اگرچہ بعض شیعہ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں واقعات کا تعلق کس اسلامی ہینے سے تھا۔ آیت، حجاب کو ماہ شوال میں نازل ہونا مانتے ہیں۔ اور واقعہ احزاب کو ماہ رمضان میں

وقوع پذیر کہتے ہیں۔ لیکن اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اس بات پر سمجھی متفق ہیں۔ کہ یہ سب کچھ پانچویں سال ہجرت میں ہوا۔ لہذا ان دونوں طاؤں کا اس کو ہجرت کے ساتویں یا آٹھویں سال کا واقع قرار دینا کس قدر ڈھٹائی ہے۔ اور مبلغ اعظم کا عظیم جھوٹ ہے۔

اس لیے تحقیق یہی ہوئی۔ کہ سورۃ احزاب شہ ہجری میں نازل ہوئی اور آیت حجاب بھی اسی سورۃ کی ایک آیت ہے۔ لہذا وہ بھی اسی سال نازل ہوئی۔ اس کو شہ ہجری میں نازل شدہ بتلانا بالکل جھوٹ ہے۔ اس لیے اس میں خطاب کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ایک سے زائد موجود تھیں۔

اس کے بعد دوسرے مسئلہ کو لیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں (ما سولئے سیدہ رقیہ) موجود تھیں۔ تو پھر ان کا وصال اس واقع کے بعد کب ہوا۔ اس مسئلہ کے جواب میں کتب شیعوہ سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

بنات رسول صلی علیہ وسلم کے گھٹے وفات

حیات القلوب :-

وزینب در مدینہ در سال ہفتم ہجرت و بروایتی در سال ہشتم بر حمت ایزدی واصل شود و رقیہ در مدینہ بر حمت ایزدی واصل شد و رہنگامیکہ جگ بدر رود و سوم ام کلثوم و اورانیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود و گویند کہ در سال ہفتم ہجرت برست ایزدی واصل شد

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۸ باب

پنجاہ و یک۔ لراولاد امجاد آنحضرت)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کے ساتویں سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق اٹھویں سال اس دنیا سے کوچ فرمائیں۔ اور سیدہ رقیہ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جبکہ جنگ بدر کا سامنا تھا۔ اور آپ کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ ان کی ہمیشہ سیدہ رقیہ کے وصال کے بعد شادی کی۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے ساتویں سال ان کا وصال ہوا۔

منتخب التواریخ:

اما کرمہ زینب در سال پنجم از تزویج جناب خدیجہ الکبریٰ بہ پیغمبر (ص) متولد شد و در سال ہشتم ہجری در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمودند۔ و اما رقیہ (ص) بعد از ولادت حضرت زینب متولد شد و رحلت ایل مخدرہ در سال دوم ہجرت بود و اما مخدرہ کرمہ ام کلثوم اسم شریفش اُمّہ بود و بعد از رقیہ عثمان تزویج شد لہذا عثمان را ذوالنورین میگویند و جناب ام کلثوم در شعبان سال ہفتم یا ہشتم از ہجرت از دنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ باب اول ص ۲۴ مطبوعہ

ایران جدیدہ حالات ازواج و اولاد پیغمبر)

ترجمہ:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت خدیجہ الکبریٰ کی شادی کے پانچویں سال ہوئی۔ اور ہجرت کے اٹھویں سال مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی ولادت سیدہ زینب کے بعد ہوئی۔ اور ان کی

ذی قعدہ کی ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کہ ان کا اصل نام آمنہ تھا۔ سیدہ رقیہ کے بعد حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں ان دونوں کی وجہ سے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہا جکتے ہیں۔ اور سیدہ ام کلثوم کا شعبان المعظم ۸ھ ہجری میں انتقال ہوا۔

مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ۸ھ سن ہجری میں
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ۸ھ ہجری میں اور
حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۱۱ھ میں
وصال ہوا۔

گزشتہ حوالہ جات سے معلوم ہوا تھا۔ کہ سورہ احزاب ۵ھ میں نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو بھی پردہ کے احکام عطا کیے گئے۔ تو دونوں قسم کے حوالہ جات سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ آیت حجاب کے نزول کے وقت آپ کی صاحبزادیوں میں سے صرف سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا موجود نہ تھیں۔ کیونکہ ان کا ۲ھ میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ دیگر صاحبزادیاں ۲، ۳، ۱۱ اور چھ سال تقریباً بعد میں فوت ہوئیں۔ لہذا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ بوقت نزول آیت حجاب ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھی۔ صرف حضرت فاطمہ زہرا تھیں، بالکل سفید جھوٹ ہے۔

شیعوں کی مذکورہ تاویل اصول نحو کی روشنی میں

دوسری تاویل یہی تھی۔ کہ مومنات، سے مراد صرف حضرت خاتونِ جنت ہیں۔ اور جمع کا صیغہ ان کی تعظیم کے لیے مذکور ہوا۔ اس بارے میں ذرا اس ترجمہ کو

پھر سے دیکھ لیں۔ جو اہل تشیع کا مقبول و منظور ہے اور اپنی بیٹیوں سے، اگر امت کی بیٹیاں مراد ہوتیں۔ تو ترجمہ یوں کیا جاتا ہے اور اپنی امت کی بیٹیوں، اسی ترجمہ کی تائید علامہ کا شافی نے بھی کی ہے۔ وَبِنَكَاتِكَ وَمَرَدِخْتَرَانِ خود را اپنی خاص حقیقی بیٹیوں کو فرما دیجئے، تو معلوم ہوا کہ اس لفظ سے مراد آپ کی امت کی بیٹیاں نہیں۔ بلکہ آپ کی اپنی بیٹیاں ہیں۔ لہذا اس نئے مجتہد اور انوکھے مبلغ کی وال نہ گل سکی۔

علاوہ ازیں زبان عرب کا قانون بھی اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ اس طرح کہ لفظ بنات کا لفظ ازواج پر نذر یعد و او عطف ڈالا گیا۔ اور قانون کی رو سے معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک ہی حکم ہوتا ہے۔ لہذا اسی بے معنی تاویل کو لے کر لفظ ازواج میں بھی یہی تاویل کریں۔ تو معنی یہ ہوگا۔ اے پیغمبر اپنی باعظمت بیوی کا خدیجہ الکبریٰ یا کوئی ایک زوجہ مقدسہ کو فرما دیجئے الخ۔ تو جس طرح بنات سے مراد حضرت خاتون جنت ہوئیں۔ اسی طرح ازواج سے مراد صرف آپ کی ایک بیوی ہی ہوگی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ لفظ ازواج میں یہ تاویل کوئی بھی شبیہ تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے سب مرد و اولاد باطل ہی کہیں گے۔ کیونکہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ کا وصال تو ہجرت سے قبل ہو چکا تھا۔ لہذا وہ تو اس لفظ سے مراد نہیں ہو سکتیں۔ دوسری بات یہ کہ اہل تشیع اگرچہ صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ جس کی بنا پر وہ تاویل کرنا پڑی۔ لیکن آپ کا ازواج کا انکار کوئی شبیہ بھی نہیں کرتا۔ اگرچہ گستاخیاں کرتے ہیں۔ اور طعن وغیرہ دھرتے ہیں۔ لہذا جب لفظ ازواج میں یہ تاویل باطل تو پھر اس کے معطوف میں بھی یہ عظمت کی تاویل بالکل لایعنی ہوگی۔

مباہلہ کے وقت آپ کی صاحبزادیوں کا

شریک نہ ہوتا

نجفی شیعہ نے ایک انوکھی منطق بھاڑی۔ اور طنزاً کہا۔ سنیو! اگر آپ کی بیٹیاں چار تھیں۔ تو جس طرح آیت حجاب کے وقت اُن کا زندہ ہونا اور مخاطب ہونا تم مانتے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ بوقتِ مباہلہ وہ غائب تھیں۔ اور تم ان کو مردہ مانتے ہو۔؟ حالانکہ دونوں واقعات ایک ہی سال ۶۱۰ء ہجری میں ہوئے۔

گزشتہ سطور میں ہم نے جو حوالہ جات نقل کیے۔ اُن سے صاف صاف عیاں کہ آیت حجاب ۶۱۰ء میں نازل ہوئی۔

اور یہ وہ سال تھا۔ جب غزوہ خندق المعروف غزوہ احزاب رونما ہوا۔

اب آئیے ذرا دیکھیں کہ مباہلہ کس سال رونما ہوا۔

منہجی الامال :-

وقائع سال دہم ہجری :-

قصہ مباہلہ و نصار بنجران شیخ طبرسی و دیگران روایت کردہ اند
لی آخرہ۔

منہجی الامال جلد اول ص ۱۰۷۔ قصہ

مباہلہ و نصار بنجران۔

ترجمہ:-

شیخ طبری اور دوسرے اکابر شیعہ محققین نے روایت کیا ہے۔

کہ واقعہ مباہلہ اور نصار نجران دس ہجری میں رونما ہوا۔
اس واقعہ اور قصہ کی تفصیل صاحب منتہی الامال نے اگے ذکر کی ہے۔ لیکن ہمیں اس
کی تفصیل مطلوب نہیں۔ بلکہ اس کے وقوع کا سال تلاش کرنا ہے۔ سو معلوم ہوا۔
کہ شیعہ مجتہدین اس کے معتقد ہیں۔ کہ قصہ مباہلہ سن دس ہجری کا ہے۔ اب ان
واقعات پر ذرا سرسری نظر دوڑائیں۔ تاکہ نتیجہ سامنے آجائے۔

۱۔ آیت حجاب ۵۷ میں نازل ہوئی۔ ۷، ۸ ہجری بتلا نا بہت بڑا
تھوٹا ہے۔

۲۔ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال سات یا آٹھ ہجری
میں ہو گیا۔ یعنی مباہلہ کے قصہ سے دو تین سال قبل آپ دنیا سے پردہ فرما
گئی تھیں۔

۳۔ سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہجرت کے ساتویں
یا آٹھویں سال ہو گیا۔ گویا واقعہ مباہلہ کے دو تین سال قبل ان کا بھی انتقال
ہو چکا تھا۔

۴۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال دو ہجری
میں ہو چکا تھا۔ یعنی وقت مباہلہ سے آٹھ سال پہلے ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں تھیں

۵۔ سیدہ فاطمہ بنت حضرت فاطمہ ام
نہیں تھیں۔ میں پردہ فرمایا۔

یعنی قصہ مباہلہ کے ایک سال بعد دنیا سے رخصت ہوئیں۔
آپ ان واقعات کا باہم ربط دیکھیں۔ ۵ ہجری میں تو ایسا شخص زندہ ہوگا

جس کا سات یا آٹھ یا گیارہ سن ہجری میں وصال ہوا۔ لیکن ستر، ہجری میں ایسے شخص کا
زندہ ثابت کرنا جو سات یا آٹھ سن ہجری میں فوت ہو گیا ہو۔ کس قدر فریب دہی اور
ظلم عظیم ہے۔

چیلنج۔

میں چیلنج کرتا ہوں کہ اگر کوئی شیخ مسند اور صحیح ایک ایسی روایت پیش کرے۔
کہ جس میں واضح الفاظ میں موجود ہو کہ سورۃ احزاب ۸۶ء میں اتری ہے۔ تو اس کو
بیس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار عمدہ حقیقتیں

صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ

کتب حدیث و تاریخ سے

ٹھوس حوالہ جات



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں آپ

کے لطف سے تھیں

اصول کافی :-

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بَضْعٍ وَ
عِشْرِينَ سَنَةً فَنُوِدَ لَهَا مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ
الْمَأْسِيَةُ وَرُقِيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كَلثُومُ
وَوَلِدَ لَهَا بَعْدَ الْمَبْعَثِ وَالطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ
وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

اصول کافی جلد اول ص ۴۳۹ کتاب النجۃ باب مولد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ ورفاتہ مطبوعہ تہران طبع جدید ۱۰

اصول کافی مترجم جلد اول ص ۴۴۵ مطبوعہ کراچی

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس سال سے زائد عمر میں شادی کی۔ اور ان کے بطن سے قبل بعثت "قاسم" رقیہ، زینب، ام کلثوم، پیدا ہوئے۔ اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ، پیدا ہوئے۔

نوٹ:

”اصول کافی“ شیوخ حضرات کے ہاں ایسی بلند پایہ کتاب ہے۔ جس کے بارے میں ”امام غائب امام مہدی“ نے فرمایا۔ ”الکافی کاف شیعنا“ ہمارے شیعوں کے لیے ”کافی“، ”کافی“ ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کا درجہ قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کثیر روایات ایسی ہیں۔ جن میں اس بات کی صراحت ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ ہم اس کو انشاء اللہ تعریف القرآن“ کے باب میں ذکر کریں گے۔

تو اس معتبر کتاب کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور تین صاحبزادے تھے۔ اس تعداد میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اگر اختلاف ذکر کیا۔ تو اس بارے میں کہ بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد کون کون پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں قبل بعثت ”قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم، طیب، طاہر،“ پیدا ہوئے۔ اور بعد بعثت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حیات القلوب:

و شہور آنست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بوہند۔ وہمہ از خدیجہ
بوجود آمدند، اول زینب و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن
دختر بکافران دادن اور ایابی العاص بن زبیع تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۷ باب
مطبوعہ نوکشتورب طبع قدیم)

ترجمہ: اور شہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔
اور یہ تمام حضرت خدیجہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے پہلی
حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور کافروں
کے ساتھ شادی بیاہ حرام ہونے سے قبل ”ابوالعاص بن زبیع“
کی زوجیت میں تھیں۔

منشی الامال:

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی

صاحبزادیاں چار ہوئیں جن میں سے دو یکے بعد دیگرے عثمان غنی

کے عقد میں آئیں:

در قرب الاسناد از صادق علیہ السلام روایت شدہ است۔
کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ بنت خویلد شدند
طاہر و قاسم و قاسم کلثوم و زینب و تزویج نمود قاسم را

بحضرت امیر المومنین وزینب بابی العاص بن الربیع کہ از بنی امیر بود
وام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بنخانہ عثمان برود بحضرت الہی
واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود۔

(۱) (منتہی الامال مصنف شیخ عباس قمی جلد اول ص ۱۲۵) در بیان

احوال اولاد امجاد آنحضرت فصل ہشتم باب اول

(مطبوعہ ایران)

(۲) (بالفاظ مختلف مروج الذهب جلد دوم ص ۲۹۱)

(معدوی)

ترجمہ: قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے یہ
اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب، حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت
زینب کی ابو العاص بن ربیع کے ساتھ ہوئی۔ جو بنی امیہ سے تھا۔
اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ لیکن رخصتی
سے قبل انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
رقیہ کی ان سے شادی کر دی۔

حاشیہ منتہی الامال:

تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکاواں
بود۔ و از زینب امامہ دختر ابو العاص بوجود آمد۔ و حضرت امیر المومنین
علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت آن مقدس

اور تزویج فرمود۔ و نقل شدہ کہ ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شد و زینب قلاوہ کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فدائے شوہر خود چون حضرت نفیث قلاوہ افتاد خدیجہ را یاد نمود۔ و رقت کرد و از صما طلب نمود کہ فدائے او را بخشند و ابوالعاص را بلی فدا را کنند صما بہ چنین کردند۔ حضرت از ابوالعاص شرط گرفت کہ چون بکے برگردد زینب را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او بشرط خود وفا نمود۔ زینب را فرستاد۔ بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد و زینب در مدینہ سال ہفتم و لقبولی در سال ہشتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد۔

حاشیہ منہجی الامال جلد اول ص ۱۲۵ باب اول

فعل ہشتم

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابوالعاص کے ساتھ ہجرت سے قبل اور ہجرت نکاح با کافران سے قبل ہوئی تھی۔ ان کے ہاں دو امامہ، پیدا ہوئی۔ جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نکاح کیا تھا۔ اور نقل کیا گیا ہے کہ ابوالعاص غزوہ بدر میں قیدی ہو گیا۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہارے کہ حضور کی بارگاہ میں بھیجا۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔ تاکہ فدیہ کے طور پر اسے سے کران کے خاوند ابوالعاص کو ربا کر دیا جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس ہار پر پڑی۔ تو حضرت خدیجہ یاد آگئیں۔ اور آپ اہدیدہ ہو گئے۔

صحابہ کرام سے فرمایا۔ کہ ابو العاص کا فدیہ معاف کر کے بلا فدیہ اُس سے رہا کرو۔ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص سے وعدہ لیا۔ کہ جب مکہ جاؤ گے۔ تو زینب کو میرے پاس بھیجنا ابو العاص نے اپنی شرط (وعدہ) پورا کیا۔ اور حضرت زینب کو حضور کے پاس بھیجا۔ اہل کے بعد یہ خود بھی مدینہ آگیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت زینب مدینہ منورہ میں ساتویں یا آٹھویں سال ہجرت میں انتقال فرمائیں۔

حیات القلوب:

چوں فاطمہ علیہا السلام آن حضرت را دیدگر نیست فرمود کہ چه چیز را بگریہ آورده است ای دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ فرمود کہ عائشہ نام ماور مراد اور انقبض و کمی مرتبہ نسبت و او پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در خشم شد و گفت بس کن حمیرا کہ خدا برکت می دہند زنی را کہ شوہر را بسیار دوست میدارد و بسیار فرزندان و روضیکہ اورا خدا رحمت کند از من ظاہر مطہر را بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود و قاسم را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم از وہم رسید خدا رحم ترا عقیقہم گردانید کہ هیچ فرزند از تو بہم نمی رسد۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۵ مطبوعہ

لوکشر طبع قدیم باب فضائل خدیجہ

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو رونا شروع کر دیا۔ پوچھا۔ تمہیں کس نے رلایا۔ عرض کی۔ عائشہ

نے میری والدہ کا نام لے کر ان کے نقص بیان کئے۔ اور کم مرتبہ کہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا۔ حمیرا چپ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسی عورت کو برکتوں سے نوازتا ہے۔ جو شوہر کی خدمت گزار ہو۔ اور خاوند سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ صاحب اولاد کثیر ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ انہیں غرق رحمت فرمائے۔ ان کے بطن سے طاہر اور مطہر عبد اللہ پیدا ہوئے۔ اور قائم کو اسی نے جنا۔ رقیہ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم بھی اسی سے پیدا ہوئیں اللہ نے تیرے رحم کو بانجھ بنایا۔ جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تفسیر بہ

اس دلیل میں ”ملا باثر مجلسی شمسی“ نے اپنی تیرائی عادت کے مطابق ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زبان طعن و راز کی جو کسی شخص پر مخفی نہیں۔ لیکن اس خبیث باطنی کے باوجود ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں وہ بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں اس نے بیان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی فضیلت اس وجہ سے بیان کی۔ کہ وہ پانچ چھ بچوں کی ماں بنی تھیں۔ جن میں چار لڑکیاں اور باقی لڑکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”ازمن طاہرو مطہر ہم رسانید،“ وغیرہ سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ آپ کی یہ سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد ہوئی۔ نہ کہ حضرت خدیجہ پہلے خاوند سے پیدا شدہ اولاد ساتھ لائی تھیں۔

حیات القلوب:

در قرب الاضداد معتبر از حضرت صادق روایت کرده است کہ
از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و
قاسم و فاطمہ، ام کلثوم و زقیہ و زینب۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۲۱۱ باب پنجاہ
دیکم مطبوعہ نوکلشور طبع قدیم

ترجمہ: قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن اقدس
سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم،
فاطمہ، ام کلثوم، زقیہ، زینب رضی اللہ عنہم۔

مرآت العقول:

قال ابن شہر آشوب فی المناقب ولد من خدیجۃ
القاسم و عبد اللہ و ہما الطیب و الطاہر و اربع بنات
زینب، رقیہ و ام کلثوم و ہی آمنہ و فاطمہ
(مرآت العقول جلد اول ص ۲۵۲)

ترجمہ: ابن شہر آشوب نے در المناقب میں کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم و عبد اللہ انہی دونوں کو الطاہر اور
الطیب بھی کہتے ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں۔ زینب و زقیہ و
ام کلثوم (جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں) اور فاطمہ۔

ذبح عظیم: امام حسین کی عنتی خالائیں

عَنْ رَبِيعَةَ السُّعَدِيِّ قَالَ أَتَيْتُ حُدَيْفَةَ فَسَأَلْتُهُ مِنْ
 أَشْيَاءَ فَقَالَ إِسْمِعْ مِنِّي وَعِيهِ وَبَيْنَهُ النَّاسَ إِنِّي
 رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُهُ بِأَذُنِي وَقَدْ
 جَاءَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْمُنْبِرِ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكَبِي ثُمَّ قَالَ
 أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ جَدًّا أَوْ جَدَّةً جَدُّهُ
 رَسُولُ اللَّهِ سَيِّدُ الْوَالِدِ أَدَمَ وَجَدَّتُهُ خَدِيجَةُ سَابِقَةَ
 الْإِسْبَانِ مِنْ كُلِّ الْأُمَّةِ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ
 خَالًا وَخَالَتًا وَخَالَهُ عَبْدُ اللَّهِ وَإِبْرَاهِيمُ وَخَالَتُهُ
 زَيْنَبُ وَرُقَيْيَةُ وَأُمُّ كَلثُومٌ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ
 عَمًّا وَعَمَّةً وَعَمَّتُهُ جَعْفَرُ وَعَقِيلٌ وَعَمَّتُهُ أُمُّ
 هَانِ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا وَأَخًا
 وَأُخْتًا أَبُوهُ عَلِيُّ وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ وَأَخُوهُ الْحَسَنُ
 وَأُخْتُهُ زَيْنَبُ وَأُمُّ كَلثُومٍ ثُمَّ وَضَعَهُ
 عَنْ مَنْكَبِيهِ فَأَجْلَسَهُ فِي جَنِّيهِ فَقَالَ أَيُّهَا
 النَّاسُ هَذَا الْحُسَيْنُ جَدُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَجَدَّتُهُ
 فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّتَاتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَبَوَاهُ فِي الْجَنَّةِ
 وَأَبُوهُ فِي الْجَنَّةِ وَأُمُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَخُوهُ فِي
 الْجَنَّةِ وَأُخْتَاهُ فِي الْجَنَّةِ وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

(ذبح عظیم ص ۲۴ مصنف سید اولاد حیدر مطہر نولہ مورخ طبع جدید)

ترجمہ: ریوہ سعدی کہتے ہیں۔ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے چند مسائل پوچھے
نہ اپنے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سنو اور یاد رکھو اور لوگوں کو بھی بتا دینا۔
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے
اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ منبر پر آئے تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے کندھوں پر بٹھایا۔ پھر آپ نے فرمایا
لوگو! یہ میرے حسین تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ ان کے نانا جیسا کوئی نانا
نہیں۔ اور اس کی نانی جیسی کوئی نانی نہیں۔ اس کا نانا اللہ کا رسول اور اولاد

آدم کا سردار ہے۔ اور اس کی نانی خدیجہ ہے۔ جسے تمام امت میں
سے ایمان لانے میں سبقت حاصل ہے۔ یہ حسین ماموں اور خالہ کے
اعتبار سے لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے ماموں عبد اللہ اور ابراہیم
اور اس کی خالائیں زینب، رقیہ، ام کلثوم ہیں۔ اور یہ حسین چچا اور پھوپھی
کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ اس کے چچا جعفر و عقیل اور
اس کی پھوپھی ام بانی ہیں۔ یہ حسین باپ، ماں اور بہن بھائیوں کے
اعتبار سے بھی لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا باپ علی اس کی ماں فاطمہ
اور اس کا بھائی حسن اور اس کی بہنیں زینب و ام کلثوم ہیں۔ یہ توبہ کرندے
سے نیچے اتارا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ پھر فرمایا۔ لوگو! یہ دو حسین
ہے۔ کہ جس کا نانا، تانی، ماموں، خالائیں چچے، پھوپھی، باپ، ماں
بھائی اور دونوں بھنیں جنتی ہیں۔ اور یہ خود بھی جنتی ہے۔

فصل دوم

چار عدد بناتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی شیعہ روایات

کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی ناجائز تنقید کا

محاسبہ



حدیث بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مولوی اسماعیل

کی جاہلانہ تنقید

پچھلے ابواب میں آپ قرب الاسناد کے حوالہ سے امام جعفر کا قول پڑھ چکے کہ
سیدہ خدیجہ کے بطن سے چار بیٹیاں نبی علیہ السلام کے گھر پیدا ہوئیں، قرب الاسناد کا
مصنف ابوالعباس عبد اللہ حمیری قمی ہے جو شیعہ حضرات کا بہت بڑا امام ہے۔
اور صرف ایک راوی مسعد بن صدوق کے واسطے سے یہ حدیث امام جعفر سے نقل ہو رہا
ہے پھر حیات انقلوب وغیرہ میں معتبر شیعہ نقباء نے اس حدیث کو نقل کیا اور اس کی
سند کو معتبر قرار دیا مگر آج کل کے شیعوں کو یہ حدیث ضعیف نظر آتی ہے۔

چنانچہ دو فتوحاتِ شیعہ،، ہی میں ایک مناظرہ اور اس کی تفصیل نظر سے گزری
یہ مناظرہ مولوی عبدالستار صاحب، اور مولوی محمد اسماعیل صاحب کے درمیان درنبات
رسول،، کے موضوع پر ہوا۔ ناصر حسین نے اپنی فتح کو یوں نقل کیا ہے۔

فتوحاتِ شیعہ:-

حضرات! مولوی عبدالستار صاحب تو نسوی نے باوجود ہزار شور و غوغا کے کل
تین روایات کتبِ شیعہ سے پیش کیں۔ مختلف کتب سے بار بار انہیں کا تکرار و عادیہ کیا
دیگر نہ کوئی آیت اور نہ ہی کوئی روایت میدانِ مناظرہ میں پیش کرنے کی جرأت و ہمت
ہوئی۔ روایت اول حیاتِ القلوب جلد دوم ص ۱۸ سے پیش کی کہ قرب الاسناد
میں بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کی اولاد حضرت
فدیجہ سے طاہر و قاسم، فاطمہ ام کلثوم، رقیہ اور زینب متولد ہوئے۔ اس کا جواب
اسی وقت دے دیا گیا کہ حضور یہ روایت سنیں کی ہے۔ شیعہ کی نہیں، ضعیف ہے صحیح
نہیں۔ کیونکہ اس کی سند یہ ہے۔

روی الحمیری فی قرب الاسناد عن ہارون بن مسلم عن

مسعد بن صدقة عن جعفر عن ابیہ علیہ السلام۔

اس سند میں ایک راوی درحمیری،،، شارب الخمر ہے۔ اسی وقت تو نسوی صاحب

کو رجالِ ماتقانی جلد اول ص ۱۲ سے دکھلایا گیا کہ اتہ کان یشرب الخمر، یعنی

وہ درحمیری،،، ہمیشہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔ اور مزید برآں

یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے ملکوں پر بھنگ نوشی کا الزام لگانے ہو۔ اور خود شرابیوں

کی روایات پیش کرتے ہو اور انہیں اپنا دین و ایمان بنائے پھرتے ہو؟ دو سزا راوی

اس سند روایت میں مسعد بن صدقہ ہے جو سنی تبری ہے۔ چنانچہ رجالِ ماتقانی جلد ۱

ص ۲۱۲ نکال کر عبدالستار صاحب کے سامنے لے جا کر رکھ دی گئی کہ مسعدہ بن صدقہ عامی تبری ہے۔ روایت سنیوں کی ہے۔ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو مگر ہمت کہاں ہے؟

(فتوحات شیعہ ص ۳ مولفہ ناصر حسین نجفی شیبلی)

مطبوعہ لائل پورا

جواب ہے۔ مولوی اسماعیل شیعہ کا وٹھائی سے جھوٹ بولنا۔

اس بات پر سخت حیرانی ہوئی کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کس وٹھائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ کتب میں کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں اور اس بات پر زور دیا کہ کسی شیعہ راوی کی صحیح روایت پیش کرو۔ مزید یہ کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی کسی شیعہ راوی کی کوئی روایت پیش نہ کر سکے۔

اول ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مولوی عبدالستار صاحب تونسوی نے مولوی اسماعیل صاحب کو کسی شیعہ کی روایت پیش نہ کی ہو۔ اور اگر واقعی تونسوی صاحب نے بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حیات القلوب سے قرب الاسناد کی روایت پیش کی ہو اور مولوی اسماعیل صاحب نے وہ جواب دیا ہو جو فتوحات شیعہ میں مذکور ہے تو اس روایت کے دور راوی مسعدہ بن صدقہ اور حمیری قابل اعتبار نہیں کیونکہ مسعدہ بن صدقہ تو سنی ہے اور حمیری اتنا بڑا شہابی ہے کہ کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں، تو اسماعیل صاحب کی پرے درجے کی فراڈ بازی ہے۔

منصف مزاج قارئین کے سامنے اب ہم ان دونوں راویوں کے بہترین حالات پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ یہ حدیث قابل قبول ہے یا نہیں؟ اور مولوی اسماعیل صاحب نے راویوں کے متعلق جو ڈرامہ کھیلا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

شیخ اسحاق بن علی کی کتبِ معتبرہ سے مسدود بن صدقہ

کے حالات

مولوی اسماعیل صاحب نے مسدود بن صدقہ کو سنی ثابت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے متعلق حیاتِ انقلوب بجز اقرب الاسناد کی حدیث کو غیر معتبر ٹھہرایا ہے۔ اور حال روایات سے تنقیح المقال ص ۲۱۲ کا ذکر یہاں بھی وہ اپنی روایتی بددیانتی اور خیانت سے باز نہیں آئے۔

ہم اسی سفر کی یہی پوری عبارت نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال ۱۔

مُسَدَّدُ بْنُ سَدَقَةَ الْعَامِيَّ التَّبْرِيَّ عَنِ
 الْبَاقِرِ اِنْتَهَى وَامَّا كُنْ حُكْمًا عَنْ بَعْضِ اَلْقِيَّ
 الْمَتَّاحِرِينَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّهُ عَامِيٌّ تَبْرِيٌّ وَابْنُ
 مَعْتَمِدٍ عَلَيْهِ فِي التَّقْبِيلِ وَ مَنْ تَتَّبَعَ اَخْبَارَهُ
 يَحْصِلُ لَهُ الْعِلْمُ بِاَدَبِهِ اَثْبَتُ مِنْ كَثِيرٍ
 مِنْ الْعُدُولِ اِنْتَهَى وَرِيسَاوْفَةُ مَا نَمَّ لَهُ
 الْمُحَقِّقُ الْوَحِيدُ عَنْ جَدِّهِ الْمَجْلِسِيِّ
 الْاَوَّلِ مِنْ قَوْلِهِ الَّذِي يَفْهَرُ مِنْ اَخْبَارِهِ
 الَّذِي فِي الْكُتُبِ اَنَّهُ نَمَّ لَانَّ جَمِيعَ مَا
 يَرْوِيهِ فِي غَايَةِ الْمَتَانَةِ مُوَافِقَةٌ

لِمَا يُرْوِيهِ الشَّيْخَاتُ مِنَ الْأَسْحَابِ وَلِذَا
 عَمِدَتِ الطَّائِفَةُ بِمَا رَوَاهُ وَآمَّالُهُ
 مِنَ الْعَامَةِ بَلْ لَوْ تَتَّبَعْتَ وَجَدْتَ أَخْبَارَهُ
 اسَدَّ وَآمَّانَ مِنْ أَخْبَارِ مِثْلِ جَمِيلِ بْنِ
 دُرَّاجٍ وَحَرِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ إِتَّهَى وَأَقْوَلُ
 الْإِنْصَافُ أَنَّ الْأَمْرَ كَمَا ذَكَرَهُ وَعَلَيْهِ فَيَكُونُ
 الرَّجُلُ مِنَ الْمُؤْتَقِ -

(ترتیب المقال فی علم الرجال جلد سوم ص ۲۱۲)

باب مسند مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ مسند بن صدوق عامی تبری ہے۔ یہ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔
 لیکن بعض متاخرین اقیانہ نے بیان کیا ہے کہ وہ عامی تبری ہے لیکن روایت
 کے نقل کرنے میں وہ مستند علیہ ہے اور جس نے اس کی روایات کا تتبع (چھان بینا)
 کیا اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اکثر عادل راویوں سے زیادہ مضبوط ہے۔
 انتہی۔ اور اس کے مطابق ہے وہ قول جسے محقق وحید نے اپنے دادا مجلسی
 اول سے نقل کیا وہ یہ ہے جو روایات اس مسند بن صدوق کی کتب میں
 موجود ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے۔ کیونکہ جو اس نے
 روایت کیا ہے وہ غایت متانت میں ہے اور ثقہ راویوں کی روایات کے
 موافق ہے۔ اسی لیے عمل کیا ایک گروہ نے اس کی روایات پر اور اس کے
 مثل عامہ کی روایات پر بلکہ اگر آپ چھان بین کریں گے تو اس کی روایات
 کو بہت درست اور تمیز پائیں گے۔ جمیل ابن دراج اور حرز بن عبداللہ
 جیسوں سے انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ جیسے محقق وحید

نے ذکر کیا ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ وہ (مسعدہ بن صدقہ) ثقہ راویوں
میں سے ہے۔

لمحہ فکریہ:-

مولوی اسماعیل صاحب کی علمی خیانت آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ اپنے مطلب کا
ٹکڑا نقل کر دیا اور باقی عبارت کو شیر باد سمجھ کر ہضم کر گئے۔ ان کا مقصد فقط مطلب براری
ہے اس سے غرضی نہیں کہ بیخ کہتے ہیں یا جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تنقیح المقال کی
عبارت اور ترجمہ سے معلوم ہو گیا کہ مسعدہ بن صدقہ نہایت مضبوط اور ثقہ آدمی ہے۔ اور
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے راویوں میں بھی اس کی مثل راری بہت کم ہے۔ مولوی صاحب
نے راوی مذکورہ کی وجہ سے اس کی روایت کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا اور اپنے قول کی تائید کے لیے
تنقیح المقال کا ذکر ہر حوالہ ہی پیش کیا تھا حالانکہ اس کتاب کے اسی صفحہ سے یہ ثابت ہو رہا
ہے کہ یہ راوی اتنا سچا اور ثقہ ہے کہ اس کی روایات سے علم نقیین حاصل ہو جاتا ہے۔
بلکہ شیعوں مجتہد محقق و حید نے تو یہ فرمادیا کہ اس کی تمام روایات غایت متانت میں ہیں۔ یعنی
اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جس کو مردود اور ناقابل قبول کہا گیا ہو۔ مزید برآں عبد اللہ
امتقانی صاحب تنقیح المقال نے بھی اپنا فیصلہ صادر کر دیا کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ وہی
فیصلہ مسعدہ بن صدقہ کے متعلق حق ہے جو محقق و حید نے کیا ہے اور محقق و حید کے فیصلہ
کی وجہ سے میں (عبد اللہ امتقانی) مسعدہ بن صدقہ کو ثقہ راویوں میں شمار کرتا ہوں۔
فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جس راوی کو محقق و حید مجتہد شیعہ اور عبد اللہ امتقانی
صاحب تنقیح المقال ثقہ اور سچا کہیں اور یہ فیصلہ دیں کہ اس کی تمام
روایات صحیح ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی مردود اور ناقابل قبول نہیں ہے۔ ایسے راوی کو
پندرہویں صدی کا ایک شیوخ ملاں ناقابل قبول ٹھہرائے۔ اس کی روایات کو مردود کہے

اور وہ بھی عبارات میں کثرت بیونت اور دھوکہ دہی سے۔ تو بات اس کی سچی یا مذہبِ شیعیہ کے
ائمہ کی ہے۔ اگر کوئی مولوی اسماعیل صاحب کا پس خوردہ نوش اعتراض کرے کہ مسعد بن صدق
ثقة راوی تو ہے مگر نبات رسول کے متعلق اس کی روایات غیر معتبر ہیں تو اس کا جواب بھی
ہم کتب شیعوں سے پیش کئے دیتے ہیں۔

زیر بحث حدیث غیر معتبر ہے؟

حیات القلوب :-

باب پنجاہ ویکم در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است۔ در قرب الانسار
بند معتبر از حضرت صادق روایت کرده است کہ از برائے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و
رقیہ و زینب۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۶
باب پنجاہ ویکم ذکر اولاد امجاد آنحضرت
مطبوعہ نوکشوری طبع جدید

ترجمہ :- باب اکیاون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد امجاد کے بارے میں ہے
قرب الانسار میں معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ
عنها سے پیدا ہوئی وہ یہ ہے۔ طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب
رضی اللہ عنہم

حیات القلوب :-

در حدیث معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فقول است کہ روزے

حضرت رسول خدا داخل شدند کہ عائشہ بزدے کے حضرت فاطمہ علیہا السلام فریاد
یکندومی گوید۔ اسے دختر خدیجہ! ترا گمان اینست کہ مادر ترا برابرما فضیلتی بود
است۔ اور اچہ زیادتی براہست و او نبود مگر مانند کی ازما۔ پس چوں فاطمہ
علیہا السلام آن حضرت را دید گریست۔ فرمود کہ چه چیز ترا بگریا آورده است
اسے دختر محمدؐ۔ فاطمہ علیہا السلام فرمود کہ عائشہ نام مادر مرا برد و او را ناقص و
کمی مرتبہ نسبت داد۔ پس حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در شرم شد و گفت
بس کن اسے حمیرا کہ خدا برکت میدہد زنے را کہ شرم را بسیار دوست
دارد و بسیار فرزند آورد و خود بچہ بخورد و خدا رحمت کند از من طاہر مطہرا
بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود و قاسم را آورد و رقیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم
از وہم رسید۔

دحیات القلوب جلد دوم ص ۱۵۷ باب پنجم
فضائل حضرت خدیجہ و حال تزویج بطور
نوکشود طبع قدیم

ترجمہ حدیث معتبر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فقواں ہے کہ ایک دن
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکوہ کر رہی
ہیں کہ اسے خدیجہ کی دختر! تمہارا گمان ہے کہ تمہاری ماں کو ہم پر فضیلت
حاصل ہے۔ انہیں ہم پر کیا فضیلت ہے؟ وہ تو ہم جیسی ہی تھیں۔ اس
جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا
رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسے میری بیٹی! تجھے کس چیز نے رلایا
ہے؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نے میری ماں کا نام لیا ہے اور ان کے مرتبہ میں کمی کی ہے۔ اور تنقیص کا اظہار کیا ہے۔ پس حضور علیہ السلام یہ سن کر ناراض ہو گئے۔ اور فرمایا۔ اسے حمیرا۔ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب) پس کر۔ خدا اس عورت کو برکت دیتا ہے جو اپنے خاوند سے بہت محبت رکھے اور زیادہ اولاد جنے۔ حضرت خدیجہ ماجدانہ پر رحمت کرے کہ ان سے میرے لیے طاہر مطہر یعنی عبداللہ و قاسم پیدا ہوئے۔ اور (میری بیٹیاں) رقیہ، فاطمہ زینب اور ام کلثوم (رضی اللہ عنہن) پیدا ہوئیں۔

الوار لعمانیہ :-

فَاوَّلُ امْرَأَةٍ تَزَوَّجَهَا خُدَيْجَةُ بِنْتُ
 حُوَيْدٍ وَكَانَتْ قَبْلَهُ عِنْدَ عَتِيقِ بْنِ عَابِدِ
 فِي الْمَخْدُومِيِّ فَوَلَدَتْ لَهُ جَارِيَةً ثُمَّ
 تَزَوَّجَهَا أَبُو هَالَةَ الْأَسَدِيُّ فَوَلَدَتْ
 لَهُ مِنْدَبُ بْنُ أَبِي هَالَةَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَبَّتِي
 ابْنَهَا هِنْدًا فَاوَّلُ مَا حَمَدَتْ وَوَلَدَتْ
 عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الطَّيِّبُ الظَّاهِرُ
 وَوَلَدَتْ لَهُ الْقَاسِمَةَ وَقِيلَ إِنَّ
 الْقَاسِمَةَ أَكْبَرُ وَلَدِهِ وَكَانَ يَكْفَى
 بِهِ وَالنَّاسُ يَخْلَطُونَ فَيَقُولُونَ وَلِدُ
 لَهَا مِنْهَا أَرْبَعُ بَنِينَ الْقَاسِمَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ

وَالْقَلْبِيبُ وَالطَّاهِرُ وَإِنَّمَا وَلَدَتْ لَهَا
إِبْنَانِ وَأَرْبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرُقَيْيَةُ وَأُمُّ كَلثُومٍ
وَفَاطِمَةُ.

(الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۳۶۶ نورانی مودو)

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ مطبوعہ تبریز طبع

جدید۔)

ترجمہ۔ سب سے پہلی خاتون جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا
حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ آپ پہلے عقیق بن مایذ مخزومی کے
نکاح میں تھیں۔ ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر آپ (حضرت خدیجہ
رضی اللہ عنہا) سے ابوالاسدی نے نکاح کیا۔ اس سے آپ کے ہاں
ہندوئی ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ پھر آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد
شریعت فرمایا۔ اور آپ کے بیٹے ہند کی تربیت فرمائی۔ پس سب سے پہلے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اولاد آپ کے بطن اطہر سے پیدا ہوئی
وہ حضرت عبد اللہ تھے۔ وہی طیب و طاہر کہلاتے ہیں۔ پھر حضرت
قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت قاسم حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ انہی کے نام سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت (ابوالقاسم) مشہور ہوئی۔ لوگ اس بارے میں
غلطی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے چار صاحبزادے، قاسم، عبد اللہ، طیب اور
طاہر پیدا ہوئے۔ حالانکہ آپ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں
حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن تھیں۔

انوار نعمانیہ :-

وَسَمَّيْتَهُ كِتَابَ الْأَنْوَارِ التُّعْمَانِيَةِ فِي بَيَانِ
مَعْرِفَةِ النَّشْأَةِ الْإِنْسَانِيَةِ قَدْ
التَّزَمْنَا أَنْ لَا تَذْكَرُ فِيهِ إِلَّا مَا أَخَذْنَا
عَنْ أَرْبَابِ الْعَصْمَةِ الظَّاهِرِينَ أَوْ مَا حَصَّحَ عِنْدَنَا
مِنْ كُتُبِ النَّاقِلِينَ - (الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۲ مطبوعہ

تبریز طبع جدید)

ترجمہ :- میں (مصنف انور نعمانیہ) نے اس کتاب کا نام انوار نعمانیہ فی معرفت
نشأۃ الانسان رکھا ہے۔ اور ہم نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہم
اس میں کوئی اور ذکر نہیں کریں گے مگر وہ جو ہم نے ائمہ معصومین سے اخذ
کیا ہے۔ یا جو کتب ناقلین سے ہمارے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے

مندرجہ بالا عبارات سے حسب ذیل امور بالضرحت

ثابت ہوئے۔

۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت معتبرند کے ساتھ ہے۔
یعنی مسعد بن صدقہ والی قرب الاستناد کی روایت کو بلا باقر مجلسی نے حیات القلوب
میں معتبر قرار دیا ہے۔ اسی طرح نعمت اللہ جزائری نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں پیش کیا ہے۔ اور ابتدائے

کی جائیں گی جو ائمہ معصومین سے مروی ہیں یا ناقلیین کتب سے ہم تک صحیح پہنچی ہیں پس معلوم ہوا کہ چار صاحبزادیوں کی سند معتبر ہے اور اس سند کو ائمہ معصومین اور مجتہدین شیعہ نے صحیح اور قابل اعتبار مانا ہے۔ لہذا اس روایت پر مولوی اسماعیل صاحب کا اعتراض کرنا عقل و نقل کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ ورنہ وہ جانتے تھے کہ اس روایت کی سند معتبر ہے۔

۲۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں (علیق اور ہند ابی مالہ) سے زینب، رقیہ، یا ام کلثوم نام کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ جسے شیعہ لوگ رقبہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ کی پہلے شوہروں سے اس نام کی جب کوئی اولاد ہی نہیں تو رقبہ ثابت کرنا چہ معنی دارد؟ حضور علیہ السلام کی ان صاحبزادیوں میں سے دو کا عقد چونکہ عثمان ذوالنورین کے ساتھ ہوا تھا۔ پس شیعہ لوگ تکفیر عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس قسم کے پاڑے بیٹتے ہیں۔

۳۔ مذکورہ کتب شیعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چاروں صاحبزادیوں، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن کو آپ کی حقیقی اور صلبی قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے راوی "حمیری" کے احوال از شیعہ کتب

اسمائے رجال

حدیث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سند پر جرح کرتے ہوئے مولوی محمد اسماعیل صاحب شیعہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا دوسرا راوی "حمیری" ہے جو شراب نوش ہے اور کثرت شراب نوشی سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ لہذا یہ

روایت قابل قبول نہیں ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کی دھوکہ دہی اور فراڈ بازی! الامان والحفیظ۔ معلوم ہوتا ہے انہیں نہ خوف خدا ہے نہ شرم نبویؐ۔ جی بھی تو اتنی ڈھٹائی کے ساتھ دریائے کذب میں غرق نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تنقیح المقال ص ۱۲۲ پر موجود ہے کہ ”حمیری“، شرابی تھا اور بوقت موت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ مگر رَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيَّ الْكَافِرِينَ، ہمارا سوال ہے کیا یہی ”حمیری“، بنات رسول والی حدیث کا راوی ہے؟ جھوٹ بولنے میں اسماعیل صاحب کا جواب نہیں حقیقت یہ ہے کہ جس ”حمیری“، ماہر اسماعیل صاحب نے لعن طعن کی اور اسے شرابی کہا بی کہا وہ در اسماعیل بن محمد حمیری، ہے، جس کا ذکر تنقیح المقال ص ۱۲۲ پر ہے۔ اور جوزیر بحث حدیث بنات رسول کا راوی ہے وہ در ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری ہے۔ جس کا تذکرہ تنقیح المقال کے ص ۱۲۲ پر ہے۔ اور یہی صاحب قرب الاسناد ہے۔

اسماعیل صاحب اور ان کے حواری اسی کذب بیانی پر بغلیں بجا رہے تھے۔ ”فتوحات شیعہ“، میں ایک صریح جھوٹ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حدیث بنات رسول کی سند اس طرح ہے وروی الحمیری عن ابیہ عن ہارون بن مسلم عن مسعد بن سعد بن سعد، حالانکہ بنات رسول کی حدیث میں ”روی الحمیری“ کے الفاظ سرنے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ ”حمیری“ سے مراد در ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری، ہی ہے۔ مگر عوام کو دھوکہ دہی میں ڈالنے کے لیے ”روی الحمیری“، کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔

بہر صورت ہم اس بات کی وضاحت کے لیے کہ بنات رسول ص کی حدیث کا راوی اسماعیل بن محمد حمیری نہیں جو شرابی تھا بلکہ ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری ہے اور اسماعیل صاحب کے جھوٹ کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے شیخ اسماعیل سے رجال کی کتب معتبرہ کی عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ یہ لوگ

کس قدر مکار اور دھوکہ باز ہیں۔ لیجئے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

نتیجہ المقال :-

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ الْحَمِيرِيِّ هُوَ ابْنُ جَعْفَرَ
ابْنِ الْحَسَنِ أَوْ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَامِعِ
الْحَمِيرِيِّ أَبُو الْعَبَّاسِ قُمِّيٌّ قُمِّيٌّ
..... ثِقَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الْعَسْكَرِيِّ
..... وَقَالَ فِي الْفَهْرِسْتِ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ جَعْفَرَ الْحَمِيرِيُّ يُكْنَى أَبَا الْعَبَّاسِ الْقُمِّيَّ
ثِقَةً لَهُ كُتُبٌ مِنْهَا كِتَابُ الدَّلَائِلِ، كِتَابُ
الْقَلْبِ، كِتَابُ الْإِمَامَةِ، كِتَابُ التَّوْحِيدِ وَالْأَفَاعِيلِ
وَالْبَدَاءِ، كِتَابُ قُرْبِ الْأَسْنَادِ -

(نتیجہ المقال جلد دوم ص ۴۴، باب عبد اللہ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: عبد اللہ بن جعفر حمیری، وہ ابن جعفر بن الحسن یا حسین بن مالک بن جامع
حمیری ابو العباس قومی ہے..... قومی ثقہ راوی اور امام حسن عسکری
رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہے..... اور فہرست میں کہا
عبد اللہ بن جعفر حمیری کی کنیت ابو العباس قومی ہے۔ وہ ثقہ راوی ہے
اور اس نے متعدد کتب تصنیف کیں۔ ان میں سے کتاب الدلائل کتاب الطب
کتاب الامامہ، کتاب التوحید والافاعیل والبداء ہے اور کتاب
قرب الاسناد بھی اسی کی ہے۔

رجال العلامة الحلی :-

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ
جَامِعِ الْحَمِيرِيِّ بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ أَبُو
الْعَبَّاسِ الْقُتَيْبِيُّ شَيْخُ الْقُتَيْبِيِّنَ وَوَجْهُهُمْ
قَدِيمَ الْكُوفَةِ سَنَةَ نَيْفٍ وَتِسْعِينَ
وَمِائَتَيْنِ ثِنْتَةً مِنْ أَصْحَابِ أَبِي مُحَمَّدٍ
الْعَسْكَرِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱) رجال العلامة الحلی مصنفہ حسن بن یوسف

الحلی ص ۱۰۶ باب عبد اللہ مطبوعہ قم

ایران طبع جدیداً

(۲) جامع الرواة مصنفہ محمد بن علی اردبیلی

جلد اول ص ۴۷۸ مطبوعہ قم ایران

ترجمہ :-

عبد اللہ بن جعفر بن حسین بن مالک بن جامع الحمیری حارم مملک کے ساتھ

ابوالعباس قتیبی ہے۔ جو اہل قم کا شیخ اور عالی جاہ تھا۔ وہ کوفہ میں

تقریباً ۲۹۰ھ میں آیا۔ وہ ثقہ راوی تھا اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

کے اصحاب میں سے تھا۔

ترجمة المؤلف

قرب الاسانود۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِنَّ مِنْ
 اصْحَابِنَا الْاِمَامِیَّةِ الَّذِیْنَ كَانُوْا یَعِیْشُوْنَ
 فِی النِّصْفِ الْاَخِیْرِ مِنَ الْقَرْنِ الثَّلَاثِ هُوَ
 الشَّیْخُ الْمُحَدِّثُ الْجَلِیْلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ
 جَعْفَرِ بْنِ الْحَسَنِ اَوْ الْحُسَيْنِ ابْنِ مَدِّدِ
 ابْنِ جَامِعِ الْحَمَیْرِیِّ اَبْرِ الْعَبَّاسِ الْقُدِّیِّ
 كَانَ فِقْهًا ثِقَةً وَجُهًا فِی اصْحَابِنَا
 التُّمَیِّیْنَ قَالَ التَّجَاشِیُّ قَدِمَ الْكُوفَةَ
 سَنَةً نِیْبًا وَسَبْعِیْنَ وِمِائَتَیْنِ وَ فِی
 بَعْضِ النُّسُخِ بَدَلُ سَبْعِیْنَ تِسْعِیْنَ
 فَسَمِعَ مِنْهُ اَهْلُهَا وَ اَكْثَرُوْا اِنْتَهَى فِیهِ
 دَلَالَةٌ عَلٰی سَعَةِ عِلْمِهِ وَعُلُوِّ مَقَامِهِ
 كَمَا لَا یُخْفٰی عَلٰی الْبَسِیْرِ بِاَحْوَالِ الْمُحَدِّثِیْنَ
 وَهُوَ فِیْمَا رَتَّبْنَا مِنْ الطَّبَقَاتِ مِنْ كُتُبِ
 الطَّبَقَةِ الثَّامِنَةِ -

قرب الاسانود جلد اول مصنف ابو العباس

عبد اللہ بن جعفر الحمیری القمی ص ۲ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بے شک ہمارے اصحاب امامیہ

میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے زندگی پائی تیسری صدی کے نصفِ اخیر میں وہ شیخ محدث جلیل عبد اللہ بن جعفر بن حسن یا حسین بن مالک بن جامع حمیری ابو العباس قمی ہے۔ جو فقیہ، ثقہ اور ہمارے قمی اصحاب میں وجیہ تھا۔ نجاشی نے کہا کہ وہ کوفہ میں تقریباً ۲۷ھ میں وارد ہوا۔ بعض نسخوں میں ۲۷ھ کی بجائے ۲۹ھ مذکور ہے۔ اہل کوفہ نے اس سے حدیث کی سماعت کی اور سامعین کی تعداد کثیر ہے۔ انتہی۔ اس میں اس کی وسعتِ علمی اور علومِ تربت پر دلالت ہے جیسا کہ محدثین کے احوال کی بصیرت رکھنے والے پر مٹھی نہیں۔ وہ ہمارے ترتیب شدہ طبقات میں سے اٹھویں طبقہ میں شمار ہوتا ہے۔

لمحہ فکر یہ :-

قارئین گرامی! دیکھا آپ نے مولوی اسماعیل صاحب نے کتنی عیاری سے جھوٹ کو بیح ثبات کرنے کی سعی لا حاصل کی؟ راوی حدیث ہے عبد اللہ بن جعفر حمیری جس کے بارے میں شیعہ اسمائے رجال کی معتبر کتب کے حوالے سے آپ جان چکے کہ اہل تشیع کے سب سے بڑے مزکورہ "فقہاء" کے فقہاء میں سے اپنے وقت کا سب سے بڑا فقیہ اور وجیہ تھا۔ اور امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھا۔ لیکن نام کے مبلغ جناب اسماعیل صاحب نے صرف دو ٹکے کی خاطر حقیقت سے فرار اختیار کرتے ہوئے کذب صریح کا کمزور سہارا لیا۔ مولوی اسماعیل صاحب حقیقت کو پوری طرح جانتے تھے جس کی دلیل اس حدیث کی سند کو ان کا مکمل نقل کرنا ہے۔ لیکن صرف لفظ "حمیری" سے دھوکہ دے کر راوی حدیث کو کذاب و دماغ ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس پر لعن طعن کی۔ حالانکہ جو "حمیری"، شراہی ہے اس کا پورا نام محمد بن اسماعیل حمیری ہے اور یہ اس حدیث کا راوی ہی نہیں۔

بلکہ اس حدیث کا راوی ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری صاحب قرب الاسناد ہے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا ساتھی اور اکابر علمائے امامیہ میں سے ہے۔ اسماعیل صاحب نے تبرہ بازی میں اس قدر غلو کیا کہ بیگانے تو ٹھہرے بیگانے اپنیوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ دیکھ لیجئے امام عسکریؑ کے دوست اور ساتھی کو کذاب، وضاع شرابی اور روسیہ ثابت کر دیا اور **رَدَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ**، کا کلمہ مانتے پر سجایا ہے

یوں نظر دوڑے نہ برہمی تان کر

اپنے بیگانے ذرا پہچان کر !

یہ ہے مصنوعی مہمان اہل بیت کا حال۔ اسماعیل صاحب کا یہ سیاہ کارنامہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیوں کو آپؐ کی اولاد سے نکال دینے کے لیے ہے۔

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری اسناد

سے ثبوت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں والی روایات کا سلسلہ انہی دو راویوں (سعدہ بنتی صدقہ اور حمیری) سے ہی نہیں چلتا کہ شیعہ لوگ کہہ سکیں۔ کہ یہی دو راوی تھے۔ جن کی انہوں (شیعوں) نے تردید کر دی ہے۔ (اگرچہ ہم نے ان کے اس فراڈ کی تاریخ پوچھنے کے رکھ دی ہے) بلکہ ان کے علاوہ کتب شیعہ میں اس حدیث کی اور اسناد بھی ہیں جیسا کہ ملاحظہ فرمائیے ان کو نقل کیا ہے۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

مرآة العقول :-

رَوَى الصُّدُوقُ فِي الْخِصَالِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ
 أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وُلِدَ
 لِرَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ الْقَاسِمِ
 وَالطَّاهِرِ وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَ أُمُّ
 كَلثُومٍ وَ رُقِيَّةٌ وَ شَرِيْبَةُ
 وَ فَاطِمَةُ -

مرآة العقول شرح الاصول والفروع

جلد اول ص ۳۵۲

ترجمہ :- شیخ صدوق نے خصال میں اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت
 کی اور اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت قاسم
 طاہر اور ان کو عبد اللہ کہتے ہیں۔ ام کلثوم، رقیہ، زینب اور سیدہ فاطمہ
 رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

مرآة العقول :-

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ
 النَّبِيِّ الْقَاسِمُ وَيُكْنَى بِهِ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ
 رُقِيَّةٌ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ امُّ كَلثُومٍ ثُمَّ وُلِدَ لَهُ

فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللَّهِ فَسُمِّيَ الطَّيِّبَ وَالظَّاهِرَ وَأُمَّهُمْ
جَمِيعًا خُدَيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔

(مرآة العقول مصنف ملا باقر مجلسی جلد ۱ ص ۲۵۲)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ معظم میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیٹے قبل از نبوت حضرت قاسم پیدا ہوئے جن کی وجہ سے
آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ پھر حضرت زینب پھر سیدہ رقیہ پھر سیدہ
فاطمہ پھر سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ پھر بعد از اعلان نبوت آپ کے ہاں حضرت
عبداللہ پیدا ہوئے جن کو طیب و طاہر کہا جاتا ہے۔ اور ان سب کی
والدہ ماجدہ حضرت فدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔

معلوم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حقیقی اور بی بی ہیں
۔ جس کا ثبوت آپ نے شیوہ مسلک کی معتبر کتب کے مختلف حوالہ جات سے

ملاحظہ فرمایا۔



چار عدد بیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیثِ خصال

صدوق پریمی شلمی کی بدحواسی

قول مقبول :-

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ وَليِدٍ قَالَ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ السَّفَّارِ عَنْ أَحْمَدَ
بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَلِيٍّ
الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَصَمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أَبِي الْيَمْتُدَامِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
أبي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ
اللَّهِ مَنزِلَهُ فَإِذَا عَائِشَةُ مُقْبِلَةٌ عَلَى فَاطِمَةَ
تُصَاحِبُهَا وَهِيَ تَقُولُ وَاللَّهِ يَا بِنْتَ خَدِيجَةَ
أَمَا تَرِينَ إِلَّا إِنْ لَأُمِيكَ عَلَيْنَا فَمَنْدَلًا وَآمَتْ
فَمَنْدَلٌ كَانَ لَهَا عَلَيْنَا مَا هِيَ إِلَّا كَبَعْضِنَا فَسَمِعَ
مَقَالَتَهُمَا فَلَمَّارَاتٍ فَاطِمَةَ رَسُولُ اللَّهِ بِكَتْ
فَقَالَ مَا يَبِيكُ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ قَالَتْ ذَكَرْتُ
أُمَّي فَنَقَمْتُهُمَا فَبِيكْتُ فغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ
مَا يَا حَمِيرًا فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بَارَكَ فِي الْوُدُودِ
الرُّؤُودِ وَأَنَّ خَدِيجَةَ وَلَدَتْ مِنِّي ظَاهِرًا وَهُوَ
عَبْدُ اللَّهِ وَهُوَ الْمُطَهَّرُ وَلَدَتْ مِنِّي الْقَاسِمَ

وَفَاطِمَةَ وَذُقِيَّةَ وَأُمَّ كَلْثُومَ وَزَيْنَبَ وَأَنْتِ
مِمَّنْ أَعْتَمَدَ اللَّهُ رَحْمَتِكَ فَلَمْ تَلِدِي شَيْئًا.

دخصال الشيخ الصدوق ابواب السبع جلد ۲

۳۸

ترجمہ:- (بجذات استاد) راوی کتاب ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
کاشانہ اقدس میں تشریف فرما ہوئے۔ اور عائشہ بی بی جناب فاطمہ کے خلات
چلا رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی کہ اے بنتِ خدیجہ تو عقیدہ رکھتی ہے کہ تیری
ماں کو ہم پر فضیلت ہے۔ حالانکہ اسے ہم پر کیا فضیلت ہے۔ وہ بھی ہم
عورتوں میں سے ایک عورت تھی۔ نبی کریم نے عائشہ کی یہ بات سُن لی جب
فاطمہ نے رسول کریم کو دیکھا۔ تو رو پڑیں۔

حضور نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو بچی نے عرض کیا کہ عائشہ نے میری
ماں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تعقیص کی ہے۔ پس میں رو پڑی۔ حضور پاک
غضبناک ہوئے۔ پھر فرمایا۔ اے عمیر! تو ان حرکات سے رُک جا تحقیق اللہ
نے محبت کرنے والی اور بچے جننے والی بیویوں میں برکت دی ہے۔ اور
خدیجہ نے مجھ سے بچے جننے۔ عبد اللہ۔ قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، زینب
اور توڑے عائشہ ان عورتوں سے ہے۔ اللہ نے جن کے رحم کو بند اور بانجھ
فرمایا ہے۔ پس تو نے کچھ بھی جانا نہیں۔

کتاب شیعہ میں مذکورہ حدیث کی آج تک کسی شیعہ عالم نے توشیح نہیں کی۔ اور
بہر ہی اس کے صحیح ہونے کی آج تک کسی شیعہ مجتہد نے تصدیق کی ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ
روایت معتبر نہیں ہے اور اس کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی عمرو بن ابی القحطام
ہے۔ اور کتاب شیعہ جامع الرواۃ ص ۲۱۶ کتاب شیعہ معرفت اخبار رجال ص ۱۵۷ اور

کتاب شیعوں شفاء الصدور شرح زیادة العاشور ص ۲۶ میں لکھا ہے۔ کہ عمرو بن ابی المقدام پہلے درجہ کا جھوٹا ہے۔ اور زیادہ مقدار میں خلق خدا کو اس نے گمراہ کیا ہے۔ پس چھوٹے اور گمراہ کرنے والے راوی کی روایت غیر معتبر ہے۔ اور جب روایت ہمارے امام کا فرمان ہی نہیں ہے۔ تو ہم جواب کس بات کا دیں؟

د قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۹۹ تا ۳۰۱

مولفہ غلام حسین نجفی شعیبی مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور

جواب :-

نجفی کی بحث کا تحقیقی جواب ذکر کرنے سے پہلے چند سطور قول مقبول کے مصنف کے انداز تحریر اور سوال و جواب کے متعلق گوش گزار کرنے ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کسی فکری سوچ کا شاہسوار ہے۔ اور اس کے قلب و دماغ میں عناد و تعصب کے کس قدر سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں۔

اہل سنت کی طرف سے ان مسائل و واقعات میں مذکورہ حوالہ جات رجوع کتاب شیعہ سے دیئے جاتے ہیں، ان کو ذکر کرنے کے بعد تمہیدی طور پر یہ شخص عجیب و غریب لہجہ میں لکھتا ہے۔ کہ میں سنیوں کی اس دلیل کا متہ توڑ جواب دوں گا۔ کوئی شخص اس توڑ کارو نہ کر سکے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے اہلیانہ معاوی کے بعد جب بقول خود ”لا جواب“ جواب تحریر کرنے لگتا ہے۔ تو پھر دل کی جلن تیرہ بازی کے ذریعہ پوری کرتا ہے۔ اور ان دعوہ جات اور تیرہ بازیوں میں اس قدر دوزخ لکھتا ہے۔ کہ پڑھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ اس کا جواب صرف تیرہ بازیوں ہی ہیں۔ اور ہرقاری یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ اس نجفی شعیبی کی وہی کیفیت ہے۔ جب بلی کسی شیر کی گرفت میں آجانے کو یقینی سمجھتی ہے۔ تو بدحواسی اور بیچارگی کے عالم میں اس سے جو ہو سکتا ہے۔ کرتی ہے۔ یا پھر قرآن حکیم میں کتے کی جو

کما دت مذکور ہوئی۔ وہ یہ کہ اگر اس پر بوجھ ڈالو تب بھی زبان نکالے ہا پتتا رہتا ہے۔ اور اگر بن بوجھ ہو۔ تو بھی اس کی زبان تالو کے ساتھ نہیں لگتی۔ صرف فرق اتنا ہے۔ کہ اس کی زبان تھی اور اس کا قلم ہے۔ ہا پتے قلم سے اس نے حضرات صحابہ کرام پر اعتراضات کو مشغلہ بنا لیا ہے۔ دس دس بارہ بارہ صفحات اسی کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جب حسب معمول اپنا کام کر لیتا ہے۔ تو پھر ان بانگ بلند و عموں کے مطابق جواب شروع کرتا ہے۔ لیکن وہ محض ریت کا ٹیلہ یا رکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں۔ جو تحقیق و تدقیق کی معمولی سی ہوا کے سامنے ٹھرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ اس کے ادعا کے مطابق وہ "ابرہہ کے ہاتھی" تھے۔ جو ابابیل کی پھینکی ہوئی بظاہر معمولی کنکریوں سے اگلے ہوئے جھوسہ کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ اکثر جوابات ایسے ہیں جن میں کسی اصول کے تحت گفتگو ہی نہیں کی گئی۔ بس ڈوبتے کو جب تنکا مل گیا۔ تو اسے شہتیر سمجھ بیٹھا۔ اور اسی پر ملت شیعہ کا وکیل بن بیٹھا۔ خود بھی غرق ہوا۔ اور موکلین کو بھی خوب غوطے دلوائے۔

حدیث زیر بحث کے ذکر کرنے سے پہلے اہل نے چند اسی موضوع پر اہل سنت کے اعتراضات ذکر کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا یہی جواب دیا گیا۔ کہ نبات رسول کے متعلق جو روایات اہل سنت نے ہماری کتب سے پیش کی ہیں۔ وہ بے سند ہیں۔ لہذا وہ حجت نہیں بن سکتیں۔ لیکن اس حدیث کو چونکہ سند کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اس لیے اس کا جواب وہ تونہ بن سکا۔ جو اس سے پہلے اعتراضات کا دیا گیا۔ لہذا اگر گٹ کی طرح اب رنگ بدلا۔ اور اہل سنت کے اکابر و سلف سب پر تیرہ بازی بکو کے اپنی غذا حاصل کی۔ پھر جو اگلا۔ وہ یہ کہ اس حدیث کا ایک راوی "عمر بن ابی المقدام" جھوٹا اور مخلوق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے۔ جیسا کہ چند کتب شیعہ کا حوالہ بھی دیا۔ لہذا ایسے کذاب و مفصل کی روایت کا جواب کوئی اہمیت نہیں دکھتا۔

ان کتابوں میں سے کہ جن میں بقول نجفی عمرو بن ابی المقدام کو جھوٹا وغیرہ کہا گیا ہے،

فی الحال میرے پاس "شفاء الصدور" نہیں۔ لیکن معرفت اخبار رجال اور جامع الرواة میرے سامنے ہیں۔ ان کی ورق گردانی کی۔ تو مذکور راوی کے متعلق ان دونوں کتابوں میں مجھے یہ مضمون ملا۔ "ایک آدمی نے کہا کہ ہم کعبہ شریف کے صحن میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا۔ اس سال تو بہت سے لوگوں نے سعادت حج حاصل کی۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بہت کم لوگوں نے یہ سعادت پائی ہے اسی گفتگو کے دوران عمرو بن ابی المقدام کا وہاں سے گذر ہوا۔ تو امام موصوف نے فرمایا یہ ہے ایک وہ شخص جو حجاج کرام میں سے ہے۔"

(۱) معرفت اخبار رجال عرف رجال کنتی ص ۳۲۶ مطبوعہ کربلا

(۲) جامع الرواة جلد اول ص ۶۱۶ مطبوعہ قم جدید

ان دونوں کتابوں کو میں نے بغور دیکھا۔ کسی ایک کتاب میں کہیں بھی کوئی ایسی تحریر نہ ملی۔ جس سے عمرو بن ابی المقدام کے بارے میں وہ لفظ ہوں جو نجفی شعی نے جو ابلکے۔ ہاں اگر کچھ تحریر دستیاب ہوئی۔ تو وہی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اس تحریر سے تو نجفی پر اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شخص کو امام جعفر رضی اللہ عنہ حجاج کرام میں ایک خوش نصیب فرد قرار دیں۔ جو بصیرت قلبی کے ساتھ منکشف ہوا۔ اور خوش قسمت کو ایک قسمت جلا۔ "جھوٹا اور گمراہ کتذہ" قرار دے۔ ہاں عقل و دانش بامدگریت۔

علامہ الحللی نے اپنا فیصلہ اسی راوی کے بارے میں یوں تحریر کیا۔ جو ابن صفاری کے فیصلہ کا آئینہ دار ہے۔ "جن لوگوں نے عمرو بن ابی المقدام پر طعن کیا ہے۔ وہ غلط ہے بلکہ میرے نزدیک وہ ثقہ ہے۔"

در اصل ان جوابات کی ضرورت اس قسم کے "ابتر" لوگوں کو اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ کسی طور پر ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چارتھیں۔ کیونکہ اس اقرار کے بعد بھر منطقی طور پر انہیں یہ مانتا پڑتا ہے کہ حضرت عثمان

عقی رضی اللہ کے ہاں کیے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نختِ جگر نکاح میں آئیں۔ اور انہیں ”ذوالنورین“ کا لقب ملا۔ اور دامادِ رسولِ خدا کا شرف عطا ہوا۔ ان کی اسی بند اور روسپاہی کا نتیجہ ہے۔ کہ ورق کے ورق کا لے کر دیئے۔ اور خلی زبان سے یہ نہ کہہ سکے۔ کہ حضرت عثمان و دامادِ پیغمبر تھے۔

”جامع الرواة“ کے علاوہ دوسری ان کتابوں کو بھی میں نے دیکھا۔ جن میں عمرو بن ابی المقدام کو جھوٹا و عیذہ ثابت کرنے کا دعویٰ کیا گیا۔ لیکن مجھے کسی کتاب میں بھی ایسا فتویٰ نہ مل سکا۔

حیرت اس بات کی ہے کہ چلو اس نجفی شیعہ کو ہم سے خدا واسطے کابیر سی۔ لیکن اس ناہنجار نے اپنے بڑوں کو بھی معاف نہ کیا۔

ہم ابھی یہ بات لکھ چکے کہ صاحبِ جامع الرواة اور معرفت اخبار رجال نے عمرو بن ابی المقدام کو پختہ امامی شیعہ ثابت کیا۔ اسی موضوع پر اہل تشیع کی معتبر اور ضخیم کتاب ”تنقیح المقال مصنفہ عبداللہ ماہقانی“ کی کچھ عبارات پیش کرتا ہوں جن کے پڑھنے کے بعد آپ خود یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ عمرو بن ابی المقدام کون تھا؟ اور روایت کے میدان میں ثقہ یا ضعیف کیسا تھا؟ اس کی بات قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

عمرو بن ابی المقدام امامی شیعہ اور ثقہ راوی تھا

تنقیح المقال :-

لَقَدْ غَيَّرَ وَاحِدٌ عَنْهُ تَوَثُّقَهُ إِتْيَاهُ فِي كِتَابِهِ
الْآخِرِ وَرَوَى الْكَثِيرَ عَنْ رَجُلٍ مَرَّتَ

قُرَيْشٍ قَالَ كُنَّا بِفَتَاءِ الْكَعْبَةِ وَأَبُو عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاعِيدُ فِقِيلَ لَهُ مَا أَكْثَرُ
الْحَاجِحِ فَقَالَ مَا أَقَلُّ الْحَاجِحِ فَمَرَّ عَمْرُو بْنُ
أَبِي الْمِقْدَامِ فَقَالَ هَذَا مِنْ الْحَاجِحِ وَعَنْوَنَهُ
الْعَلَامَةُ تَارَةً فِي الْفِسْرِ الْأَوَّلِ مِنْ
الْخُلَاصَةِ - - - - - وَقَالَ فِي كِتَابِهِ الْأَخِيرِ
عَمْرُو بْنُ أَبِي الْمِقْدَامِ ثَابِتٌ الْعِجْلِيُّ مَوْلَاهُ
الْكُوفِيُّ طَعَنُوا عَلَيْهِ مِنْ جِهَةٍ وَلَيْسَ عِنْدِي كَمَا
زَعَمُوا وَهُوَ ثِقَةٌ

ترتیب المقال جلد دوم ص ۳۲۳ من ابواب العین

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- ابن صفاری کی ایک دوسری کتاب سے بہت سے شیعہ علماء نے
عمر بن ابی المقدام کی توثیق کی ہے۔ علامہ کشتی صاحب رجال کشتی نے روایت
کی کہ ایک قریشی نے بیان کیا۔ ہم کعبہ مکرمہ کے صحن میں تھے۔ اور حضرت
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ سے کہا گیا۔
حضرت اس سال حاجیوں کی کتنی کثیر تعداد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سال
کتنے کم حاجی ہیں۔ (دونوں اقوال بطور تعجب ہیں) اس دوران عمر بن ابی
المقدام وہاں سے گذرا۔ تو امام موصوف نے فرمایا۔ یہ اصل حاجیوں میں
سے ہے۔

علامہ نے اسے یعنی عمر بن ابی المقدام کو اپنی اساتذہ رجال کی کتاب
خلاصہ میں قسم اول کے راویوں میں شمار کیا اول درجہ کے ثقہ لوگوں میں سے

اور ابن غضائری نے اپنی ایک اور کتاب میں کہا کہ یہ شخص عمرو بن المقدام ثابت العمل مولیٰ کوفی پر لوگوں نے ایک وجہ سے طعن کیا ہے۔ لیکن ان کا یہ زعم ہے۔ میں اس شخص کو تو ثقہ مانتا ہوں۔

تنقیح المقال :-

وَتَنْقِيحُ الْمَقَالِ فِي حَالِ الرَّجُلِ أَنَّهُ لَا
شُبُهَةَ فِي كَوْنِهِ شَيْعِيًّا إِمَامِيًّا كَمَا
يُظْهَرُ مِنْ عَدَمِ غَمْرِ الْمُتَجَاشِي وَالشَّيْخِ
فِي مَذْهَبِهِ وَ يُسْتَفَادُ مِنْ جُمْلَةِ أَخْبَارِهِ
مِثْلُ مَا رَوَاهُ فِي كَشْفِ الْغُمَّةِ عَنْهُ وَقَالَ
كُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَبَيْتُ أَنَّهُ مِنْ سَلَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَرَوَاهُ فِي الْمَنَاقِبِ عَنِ الْحُلَيْةِ عَنْهُ
إِلَّا أَنَّهُ أَبَدَلَ النَّبِيَّ بِالنَّبِيِّينَ وَ مَا
رَوَاهُ فِي الرَّوْضَةِ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى زَيَّنَ شَيْعَتَنَا بِالْعِلْمِ
وَخَشَاهُمْ بِالْعِلْمِ لِيُكَلِّمَهُ بِهِمْ قَبْلَ أَنْ
يَخْلُقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَاتَهُ تَوَّ لَا
كَوْنَهُ شَيْعَتَنَا لَمَّا قَالَ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ
وَلَمَّا قَالَ لَهُ الصَّادِقُ مَا قَالَ وَحَيْثُ
كَانَ إِمَامِيًّا أَمْكَنَ إِدْرَاجَهُ فِي الْحَسَنَانِ

بِإِعْتِبَارِ دَوَائِلِ بْنِ أَبِي عَمِيرٍ وَالْحَسَنِ
بْنِ مَحْبُوبٍ وَصَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى وَغَيْرِهِمْ
مِنَ الْأَجَلَّةِ عَنْهُ وَظُهُورِ كَوْنِهِ مُعْتَمِدًا
مَقْبُولَ التَّرَاوِيحِ عِنْدَ الصُّدُوقِ مِنْ كَلَامِهِ فِي
صِفَةِ وَضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ -

ترتیب مقال جلد دوم ص ۲۲۲ باب عمرو مطبوعہ

تران طبع جدید

ترجمہ :- اس مروی عمر بن ابی المقدم کے متعلق حقیقت حال یہ ہے کہ یہ بلاشبک
شیعی امامی تھا۔ جیسا کہ شیخ طوسی اور نجاشی سے اس کی مذہب پر تنقید
نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اس کی تمام روایتوں سے استفادہ کیا جاتا ہے
ان میں سے ایک روایت جو کہ کشف الغم میں مذکور ہے۔ یہ کہ میں را ابو عمرو
بن ابی المقدم جب بھی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چہرہ اٹھان
کو دیکھتا تو مجھے بخوبی اس کا علم ہو جاتا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
جگر گوشہ ہیں۔ اور مناقب میں حلیہ سے روایت کرتے ہوئے یہی کہا۔
لیکن یہاں سلالۃ العینی کی جگہ سلالۃ النبیین کہا۔ اور روضہ میں اس سے
ایک روایت یوں آئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری شیعوں کو علم وافر عطا کیا۔ اور بڑو باری سے
مزین فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے قدیم علم کی وجہ سے جانتا تھا۔ کہ شیعہ
ایسے ہی ہوں گے، جب کہ حضرت آدم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے
لہذا اگر وہ عمرو بن ابی المقدم شیعہ نہ ہوتا۔ تو پہلا مذکورہ قول نہ کرتا۔ اور
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کے بارے میں وہ کچھ نہ فرماتے۔ جو

انہوں نے فرمایا۔ جبکہ اس کا امامی ہونا ظاہر ہے۔ تو اس کی روایت کو حسن روایات میں شامل کرنا درست ہوا۔ کیونکہ ابن ابی عمیر، حسن بن محبوب، حسن بن محبوب، صفوان بن یحییٰ وغیرہ جلیل القدر حضرات نے اس سے حدیث کی روایت کی۔ اور قابل اعتماد، مقبول روایت ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ شیخ صدوق نے اپنی کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی ترکیب میں عمرو بن ابی المقدام کی روایات لی ہیں۔

تنقیح المقال :-

صاحب تنقیح المقال نے عمرو بن ابی المقدام کے حالات زندگی اور اس کی روایت کے مقام پر جرح و تعدیل کے ضمن میں خاصی لمبی چوڑی تخریر کے بعد لکھا۔ کہ میرے گمان میں اس کے متعلق جو ابن صفار نے یہ لکھا۔ کہ ہمارے اصحاب نے اس پر طعن کیا۔ اس سے مقصد مراد یہ ہے۔ کہ لوگوں نے اسے شیعوں میں سے فرقہ زیدیہ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کا باپ، اس کا چچا زاد بھائی اور اس سے آگے روایت کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد زیدیہ تھی۔ لیکن صاحب تنقیح المقال اس کے زیدی ہونے کی تردید کرتا ہے۔

وَ اَنْتَ حَبِيبُ بَاتِكُمْ لَا مَلَا زِمَةَ بَيْنَ كَوْنِ اَبِيهِ وَ
عَمِيهِ وَ مَنْ تَرَوِي عَمَّهُ مِنْ الزَّيْدِيَّةِ وَ بَيْنَ
كَوْنِهِ زَيْدِيًّا سِوَا التُّهْمَةِ وَ لَا يَبْعُدُ عَلٰى هَذَا
اَنْ يَكُوْنَ الصَّفَّارِيُّ فَحَصَرَ عَنْ زَيْدِيَّةِ
فَوَجَدَهُ اِمَامِيًّا ثَبَتَهُ وَ لِيَذِكْرًا لِلطَّالِعِينَ
عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ وَ هُوَ لَيْسَ عِنْدِي كَمَا زَعَمُوا

وَهُوَ ثِقَةٌ وَأَقْوَلُ لِيَشْهَدُ شَهَادَةً هَوِيَّةً
 لِيَكُونَ إِمَامًا مَارَ وَاهُ فِي الْكَافِي عَنْ مُحَمَّدِ
 بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْمِقْدَامِ
 قَالَ دَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ بِالْمَوْقِفِ وَهُوَ
 يَتَادِي بِأَعْلَى صَوْتِهِ آيَهَا النَّاسُ إِنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْإِمَامُ
 ثُمَّ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ
 الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدُ
 بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ هَهُ فَيَتَادِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ
 بَيْنِ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ
 وَعَنْ خَلْفِهِ اثْنَا عَشَرَ صَوْتًا بَلْ
 ظَاهِرٌ وَأَيْتُهُ لَهُ كَوْنُهُ مُزْعَجًا بِهِ
 مَصْدُوقًا بِمَضْمُونِهِ مُؤْمِنًا بِإِمَامَتِهِ
 قَائِلًا كَمَا لَا يَخْفَى .

(تتبع المقال جلد دوم ص ۳۲۴ باب عمرو)

ترجمہ:- تم بخوبی جانتے ہو کہ عمرو بن ابی المقدام کے باپ، چچا اور اس سے
 روایت کرنے والوں کے زیدی ہونے سے خود اس کا زیدی ہونا ثابت
 کرنا محض ایک تممت ہے۔ عین ممکن ہے کہ علامہ صفار ثری نے
 اس کے زیدی ہونے کی تحقیق کرتے کرتے اس کو ثقہ امامی پایا ہو یا
 وجہ سے اس عمرو بن ابی المقدام پر طعن کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے
 لکھا "میرے نزدیک مذکور عمرو ان طعن کرنے والوں کے گمان کے

مطابق پورا نہیں اترتا۔ کیونکہ وہ ایک ثقہ آدمی ہے۔
 میں کہتا ہوں کہ عمرو بن ابی المقدام کے امامی ہونے کی ایک بہت بڑی
 قوی شہادت وہ روایت ہے۔ جو الکافی میں اس سے مروی ہے۔ وہ یہ کہ
 محمد بن یحییٰ الآخر عمرو بن ابی المقدام سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا
 میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو موقف میں دیکھا۔ آپ
 اس وقت باواز بلند فرما رہے تھے ”لوگو! تمہارے سب سے پہلے
 امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے بعد حضرت علی پھر امام
 حسن، پھر امام حسین پھر ان کے بیٹے علی، پھر علی کے بیٹے محمد الآخر“
 تو یہ اعلان آپ نے تین مرتبہ سامنے کی طرف تین مرتبہ دائیں جانب
 اور تین مرتبہ بائیں طرف پھیلی اور تین مرتبہ طرف مجموعی طور پر بارہ مرتبہ
 فرمایا۔۔۔۔۔ بلکہ اس عمرو بن ابی المقدام کی اس روایت سے بالکل
 ظاہر ہے کہ وہ اس مضمون کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اس پر اس کا یقین
 ہے۔ اور اس کلام کے قائل کے بارے میں امامت کا معتقد ہے۔ کمالاً یحییٰ۔

مذکورہ تین حوالہ جات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ عمرو بن ابی المقدام بہت سے شیعہ علماء کے نزدیک ثقہ راوی ہے۔
- ۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ شخص
 اصلی حاجی ہے۔ جس کا حج عند اللہ مقبول ہے۔
- ۳۔ ابن غضائری نے اس کی ثقاہت کو اس قدر سختی کے ساتھ ذکر کیا۔ کہ طعنہ کرنے
 والوں کی تردید کر دی۔
- ۴۔ شیخ طوسی اور نجاشی نے بھی کوئی تنقید و طعن اس پر نہیں کیا۔

فصل سوم

نبات رسول کو آپ کی ربیبہ ثابت کرنے پر
بخفی شیعہ کے چودہ دلائل اور ان کے دندان شکن

جوابات

دلیل اول :- وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ وَلَا مِمَّنْ

مُؤْمِنَةٍ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَكَوْا عَجَبًا لَّكُمْ وَلَا

تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَكَعْبَدُ مِمَّنْ خَيْرٌ مِّنْ

مُشْرِكٍ وَكَوْا عَجَبًا لَّكُمْ - (پ البقرہ آیت ۲۲۱)

ترجمہ :- اے مسلمانو! مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ چھاؤ جب

تک وہ حلقہ گوش اسلام نہ ہو جائیں۔ اور ایمان والی لونڈی مشرکہ عورت

سے کہیں بہتر ہے اگرچہ وہ (مشرکہ عورت) تمہیں بھلی ہی کیوں نہ لگے۔

اور مشرک مردوں کو بغیر ایمان قبول کے تم رشتہ مت دو۔ اور مومن غلام

مشرک آدمی سے کہیں بہتر ہے۔ اگرچہ وہ مشرک تمہیں اچھا ہی کیوں

نہ لگے۔

ارباب انصاف! میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جن لڑکیوں کے بارے میں

بھٹک رہے۔ کہ وہابی اہل حدیث کا عقیدہ و ایمان ہے۔ کہ وہ نبی پاک کی اپنی لڑکیاں تھیں۔

اور شیعوہ بھائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ وہ حضور کی پالتو تھیں۔

ان لڑکیوں کے بارے میں تاریخ اسلام نے ایک یہ پریشانی بھی مسلمانوں کے مرقال

دی ہے۔ کہ ابتدا میں وہ تین لڑکیاں زینب، ام کلثوم، رقیہ ان تین کافروں سے بیاہی گئی تھیں۔ زینب ابوالعاص سے، رقیہ عقبہ سے اور ام کلثوم عتبہ سے چونکہ کفار کو بیٹی پونا گناہ ہے۔ اور شیعوں کے نزدیک نبی پاک ہر گناہ سے پاک ہیں۔ اگر وہ لڑکیاں حضور کی اپنی تھیں۔ تو لازم آئے گا۔ کہ نبی پاک معاذ اللہ گناہ گارتھے۔ اور تاریخ نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ وہ لڑکیاں، حضور پاک کی بیوی خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اس صورت میں حضور کی عزت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ پس شیعہ لوگ نبی پاک کی عصمت کی حفاظت کی خاطر یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ وہ لڑکیاں نبی پاک کی اپنی نہ تھیں۔ خدیجہ کی پالتو تھیں۔ اور اس عقیدے کے صحیح ہونے پر شیعہ بھائی قرآن و حدیث اور عقل و تاریخ سے ثبوت بھی رکھتے ہیں۔

(قول مقبول فی اثبات وعدة بنت رسول مصنفه غلام حسین نجفی شیعہ ص ۱۸۲ - ۱۸۵)

خلاصہ دلیل :-

نجفی شیعہ نے قول مقبول میں جو کچھ لکھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کو عقد لینے دینے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ ایک برا فعل ہے۔ لہذا اگر یہ مان یا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کا مشرکین سے عقد کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے۔ حالانکہ بنی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے۔ اس لیے جب مذکورہ تین بیٹیاں حضور کی حقیقی نہ ہوں۔ تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

جواب :-

نجفی شیعہ کے اس فریب بھرے استدلال کا جواب دینے سے قبل ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ دو تین اہم اصول اور ضابطے ذکر کر دینے جائیں۔ جن پر اہل تشیع اور جمارا سب کا اتفاق

ہے۔ کیونکہ ان ضوابط کے ذکر کے بعد نجفی شیعہ کے بہت سے اسی موضوع پر دلائل خود بخود بے بنیاد ثابت ہوں گے۔ اور حق و باطل نکھر کر سامنے آجائیں گے۔

۱۔ قرآن پاک بیک مرتبہ مکمل طور پر نازل نہ ہوا۔ بلکہ آہستہ آہستہ موقع و محل کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انارا۔ اس تدریجی دور میں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جیسا کہ تحریف قرآن کی بحث میں ہم اس کی پوری تفصیل لکھ چکے ہیں

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کوئی فعل اس وقت تک آپ کے ساتھ حضور نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی تخصیص کی کوئی بات نہ ہو۔ ورنہ وہ فعل عام افعال کے زمرے میں آئے گا۔

۳۔ جو احکامات الہیہ امتیہ مجیدہ کے لیے نازل ہوئے۔ وہ بلا استثناء تمام امت کے لیے ہوتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام، اہل بیت اور دیگر افراد امت اس پر عمل کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ ہاں اگر کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد کے بارے میں کوئی تخصیصی نص وارد ہو۔ تو وہ ان احکامات سے مستثنیٰ ہوگا۔

۴۔ احکامات شرعیہ کے نزول سے قبل اور نزول کے بعد ان میں فرق ایک بدیہی امر ہے۔ یعنی بہت سی باتیں شریعت کے نزول سے قبل کسی سابقہ شریعت کے مطابق عملی طور درست تھیں۔ لیکن شریعت مجدی نے اس کو تبدیل کر کے کوئی نئی صورت جاری فرمادی۔ ان تمام امور پر اہل تشیع کا بھی اجماع اور اتفاق ہے۔

حضرت قارئین و ناظرین! ان مذکورہ ضوابط کی وضاحت اور تشریح کی خاطر چند ایک مثالیں ذکر کر دی جاتی ہیں۔ تاکہ بات واضح ہو جائے۔

۱۔ اسلام کے ابتدائی دور میں حکم یہ تھا۔ کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ تو وہ ایک سال پوری عدت گزارے۔ لیکن بعد میں اس مدت کو منسوخ کر دیا گیا۔ اوتنے

سرسے سے ایسی عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی۔

(حوالہ لوامح التنزیل جلد اول)

۲۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے احکامات شریعہ کے ظاہری طور پر اسی طرح پابند تھے۔ جس طرح ایک عام امتی پابندی کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد حضرت عثمان غنی ذوالنورین سے کیا۔

(انوارِ نعمانیہ جلد اول)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا چار تک عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دینا ہر ایک امتی کے لیے عام ہے۔ کوئی صحابی ہو یا اہل بیت کافر یا کوئی عام امتی ہو۔ ان تمام کو چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خاتونِ جنت سے شادی کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کرنا منع فرمایا تھا۔

(جسد العیون)

۴۔ جب تک شریعت نے کسی مسلمان کی فوتیگی کے بعد اس کے دفنانے سے قبل نماز جنازہ کا کوئی حکم نہ تھا۔ تو بہت سے مسلمان مرد اور عورت بغیر نماز جنازہ پر دفن کئے گئے۔ پھر جب نماز جنازہ لازم قرار دی گئی۔ تو ہر مسلم کو دفنانے سے قبل اس کی ادائیگی فرض ٹھہری۔ اس طرح جب پانچ وقت کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ تو کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر نہیں پڑھی۔

ذکر شدہ چار ضوابط اور ان کی مثالوں کے بعد حضرات ناظرین کرام میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ابتداءً اسلام کے وقت یہ وہ کی مدت ایک سال غسوخ ہونے کے بعد کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد نے چار ماہ دس دن سے (جو نئی عدت مقرر ہوئی) ناگتہ عدت

گزرنے کا کہیں حکم دیا؟ نہیں بلکہ یہ حکم امت کی تمام عورتوں کے لیے برابر ہے۔ جو بیوہ ہو جائیں۔ (اور حاملہ نہ ہوں) اسی طرح جب شریعت مطہرہ نے چار تک بیویاں رکھنے کی پابندی لگادی۔ تو کیا کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد کو یہ اجازت باقی رہی۔ کہ وہ چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھ سکے؟

اسی طرح کہیں اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت نے پانچ وقت کی نماز فرض سمجھ کر پڑھی؟ اور نماز جنازہ کے احکامات سے قبل کسی صحابی یا اہل بیت کی نماز جنازہ پڑھی گئی؟

اب آئیے اصل جواب کی طرف۔ ان مذکورہ ضوابط اور اصول کے بیان کرنے کے بعد نجفی شیعہ کی من گھڑت شریعت سے ان کا موازنہ کریں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ اس کی من گھڑت باتوں کو مد نظر رکھ کر کیا کیا خرابیاں اور کیا کیا اعتراضات لازم آتے ہیں؟ مخاطبہ یہ تھا۔ کہ اللہ کا حکم نہ ماننا بڑا کام ہے۔ اور نبی سے ایسے کام کا وقوع ناممکن ہے۔“

۱۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی آدمی اس نجفی شیعہ سے دریافت کرے۔ اور بطور الزام اس سے یہ پوچھے۔ کہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پانچ وقت کی نماز فرض نہیں ادا کرتی تھیں۔ اور ایسا کرتا بہت بڑا کام ہے۔ تو اس بڑے کام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ روکا۔ نہ روکنا بھی بڑا ہی ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے اس برائی کے (معاذ اللہ) مرتکب ہوئے۔ اور نجفی شیعہ کی من گھڑت دلیل کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار ٹھہرے (معاذ اللہ) ثم معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے قبل یہ نماز ادا نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑے گنہگار ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جب اس ویرفانی سے انتقال فرمایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر انہیں دفنایا تھا۔

احالانکہ احترامِ مسلم کے پیش نظر کسی مسلمان مرد عورت کے فوت ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بُرا کام ہے، اب نجفی شیعہ کی گھڑی گھڑائی شریعت کے پیش نظر اس کا نتیجہ یہ نکلا ضروری ہے۔ کہ کسی مسلمان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا بُرا کام ہے۔ اور وہ شخص جو بُرا کام کرے۔ گنہگار ہے۔ لہذا (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر (بزرگم شیعہ) بُرا کام کیا۔ اس لیے اس کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گنہگار ٹھہرے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی نماز جنازہ کی عدم ادا ہوگی اور حضرت خدیجہ کا بیچ وقتی فرضی نماز ادا نہ کرنے کی وجوہات

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بیچگانہ فرضی نماز ادا نہ کرنا اور ان کے وصال شریف کے بعد ان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ بنا دینا اگرچہ ہمارا موضوع نہیں لیکن ایک ضابطہ اور اصل کی تشریح کے ضمن میں جب یہ بحث چل نکلی۔ تو میں نے مناسب سمجھا کہ کتب شیعہ سے ہی اس کی وجوہات بیان کر دی جائیں۔ تاکہ خود نجفی شیعہ کے منہ پر ان کے اپنوں کا طمانچہ رسید کروں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کی عملی گراوٹ اور بددیانتی و خیانتی کا پھانڈہ بھی پھوٹ جائے۔

کشف الغمہ: عَنْ سُرُوَّةَ بْنِ الزَّبَيْرِ قَالَ كَوَقَّيْتُ خَدِيجَةَ
قَبْلَ أَنْ تُقْرَضَ الصَّلَاةُ فَتَزَلَّ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي حَقَرَتِهَا وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ
صَلَاةً عَلَى الْجَنَازَةِ - كشف الغمہ فی معرفۃ الدئمہ مصنفہ

عیسیٰ بن ابی الفتح اردوبیلی جلد اول ص ۵۱۳

مطبوعہ تبریز طبع جدید

ترجمہ: حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ اس وقت ابھی نماز پنجگانہ فرض نہ ہوئی تھی۔۔۔۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بغیر نماز جنازہ پڑھائے قبر میں اتارا۔ کیونکہ ان دنوں جنازہ پر نماز پڑھنے کا حکم نہ ہوا تھا۔

تَوَقَّيْتُ خَدِيجَةَ قَبْلَ أَنْ تُقْرَضَ الصَّلَاةُ
تَوَقَّيْتُ خَدِيجَةَ فِي شَهْرِ مَضَانَ سَنَةِ
عَشْرٍ مِنَ النَّبُوَّةِ وَهِيَ آيَةُ تَحْمِيسٍ وَسِتُونَ سَنَةً
فَخَرَجْنَا بِهَا مِنْ مَنَازِلِهَا حَتَّى وَفَّيْنَاهَا بِالْحُجُوجِ
فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي خَضِرَتِهَا
وَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ صَلَاةٌ عَلَى الْجَنَائِزِ

(بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۱۱۱ ص ۱۳۰ مستطال)

باقر مجلسی مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ: حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز فرض کئے جانے سے پہلے ہی انتقال کر گئیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ماہِ رمضان المبارک نبوت کے دسویں سال ۲۵ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔ ہم ان کو ان کے گھر سے لے کر نکلتے۔ یہاں تک کہ انہیں حجوں کے مقام پر ہم نے دفن کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قبر میں اتارنے کے لیے قبر میں اترے۔ ان دنوں نماز جنازہ نہ تھی۔

نجفی شیعہ کی من گھڑت شریعت کی رو سے کوئی نبی (خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان نبوت سے قبل کوئی ایسا کام نہیں کرتے۔ کہ جس کے بعد میں کسی وقت اللہ تعالیٰ منع کرے۔ کیونکہ اس نے جس انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں کے بیٹیاں ہونے سے انکار کے لیے جو دلیل پیش کی۔ وہ اسی اصول کے تحت بنائی گئی۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہ دی۔ کہ وہ اپنی کسی عورت زہی و غیرہ کی شادی کسی مشرک مرد سے کرے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی حکم بطریق اولیٰ ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ آپ نے اپنی تین بیٹیوں (رقیہ، ام کلثوم، زینب) کی شادیاں مشرک مردوں سے کی تھیں۔ آپ کو گواہی ثابت کرنا ہے۔ اس لیے اس جرم کی بجائے آپ کی ان تینوں کو سرے سے بیٹیاں ہی نہ سمجھا جائے۔ تو بہتر ہے۔

تو اس من گھڑت ضابطہ شرعیہ کے بارے میں اس نجفی شیعہ سے میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ بغرض محال چلو اس دلیل سے تم نے اپنا اُلٹا سیدھا کر لیا ہوگا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کا نکاح کفار سے نہیں کیا تھا۔ کیونکہ آپ ان کے باپ نہ تھے۔ کسی اور نے کیا ہوگا۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جب یہ تینوں حضور کی لڑکیاں ہی نہ قرار پائیں۔ تو حضرت عثمان غنی کو آپ کی دامادی کا شرف کیونکر حاصل ہوا۔ لیکن فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ میں دونوں طرف سے شادی بیاہ کی ممانعت ہے۔ یعنی جس طرح کسی کافر و مشرک کو مسلمان عورت کا رشتہ دینا اور بیاہنا ممنوع ہے۔ اسی طرح کسی مسلمان کو کافر یا مشرک کو اپنی زوجیت میں لانا بھی ممنوع فرمایا گیا۔ لہذا چلو تمہارے باطل و لغو ضابطہ کی بنا پر نہ وہ حضور کی صاحبزادیاں تھیں۔ نہ انہیں مشرکین سے بیاہا۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ جب آپ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی

تھی۔ اس وقت وہ ایمان دار نہ تھیں۔ کیونکہ شادی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ اور اعلان نبوت اس کے ۱۵ برس بعد آپ نے فرمایا۔ اور نبوت کے اعلان کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہوئیں۔ یعنی ۱۵ سال نکاح میں بغیر ایمان کے رہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح کے کرنے سے (معاذ اللہ) تمہارے اصل و ضابطہ کے مطابق گناہ گار ہوئے یا نہ؟ اور آپ کی عصمت پر اس سے کوئی حرف آتا ہے یا نہیں آتا؟ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت فرمانے کے بعد عورتوں میں سے اولیں مشرف باسلام ہونا کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

بحار الانوار: ۱۰
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ آيَاتِهِ يُقَدِّمُ الْوَالِدَ وَالْذَّيْفَةَ إِلَىٰ مَوْلَىٰهِمَا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

قَالَ كَانَتْ خَدِيجَةَ أَوْلَىٰ مَن مِّنَّا مِنْ بَنِي اللَّهِ وَرَسُولِهِ
فَصَدَّقَتْ بِمَا جَاءَ مِنَ اللَّهِ

بحار الانوار مصنفہ ملاں باقر مجلسی جلد ۱۳

ص ۱ تاریخ بنیاد صلی اللہ وآلہ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ: سند مرفوع کے ساتھ مروی ہے۔ کہ محمد بن اسحاق راوی نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے

والی سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور ان تمام احکامات کی

تصدیق کی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دیکر بھیجا۔

نبی شعی کے استدلال کے مطابق عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تقاضے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جناب خدیجہ سے (معاذ اللہ) ناجائز ٹھہرا۔ تو چلو جناب رقیہ، زینب اور کلثوم کو تم ویسے بھی آپ کی حقیقی بیٹیاں نہیں سمجھتے۔ لیکن ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کو گواہ بنا کر بتاؤ۔ کہ جب تمہارے من گھڑت ضابطہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح ہی ناجائز ٹھہرا۔ تو پھر ایسے نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کے باسے میں کیا کہو گے؟ سوچو اور فیصلہ کرو۔ ایمان چاہتے ہو۔ تو اب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

قارئین کرام! ہم نے بوجہ احتیاق حق اور ابطال باطل یہ چند سطور تحریر کیں۔ تاکہ آپ کو نجفی شیعہ کے من گھڑت اصول کی خرابیاں اور ان سے پیدا ہونے والی قباحتوں کی نشاندہی کرتے چلیں تاکہ اس قسم کے غلط اور باطل پروپیگنڈہ سے بچا جاسکے۔ ورنہ ان باتوں کو زبان و قلم کے ذریعہ ظاہر کرنا کسی طرح بھی ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

خلاصہ کلام :-

ہم اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے۔ کہ آیت مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد اس کے احکامات نافذ ہوئے۔ اور اس سے پہلے ان احکامات کی کوئی پابندی نہ تھی۔ خود نجفی شیعہ بھی اس کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ ہی گمراہی سے نہ نکالنا چاہے۔ یا ہدایت سے دور رکھے۔ تو اس کا کیا علاج؟ اس گھڑے گھرانے وکیل اہل تشیع نے خود ساختہ اصول کے تحت اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی لالچا حاصل کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی حاصل نہ تھی۔ ہم اپنے مسلک کی تائید قرآن پاک میں مذکور حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ سے بھی کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب فرشتے شکل انسانی میں ان کے ہاں آئے۔ تو قوم

نے اپنی بڑی عادتوں کے پیش نظر ان سے ہوس براری کی خواہش کی۔ بالآخر حضرت لوط علیہ السلام نے قوم سے فرمایا۔ اگر تم خواہشات نفسانی کی بہر صورت تکمیل کرنا چاہتے ہو۔ تو (هُوَ لَكُمْ بِئَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ) یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ یعنی ثابت ہوا۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں مسلمان عورت کی کافر سے شادی درست تھی۔ اور یہی حکم ابتدائے اسلام میں رو بہ عمل ہوا۔ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی مشرکین سے کی۔ پھر وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ الخ والی آیت نے اس پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔

نجفی شیعہ کی غلط بیانی۔

نجفی شیعہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں کے قصہ میں بھی یہ کہتا ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کفار کو اپنی بیٹیاں دینا اس کی کوئی اصل نہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ اور عقیبہ وغیرہ کو رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ دیا غلط اور باطل ہے۔ اس طرح لوط علیہ السلام کا واقعہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ اصل واقعہ یوں ہے۔ کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی نہیں بلکہ اپنی قوم کی بیٹیاں دینے کی پیش کش کی تھی۔ اور اگر اپنی حقیقی مراد ملی بھی جائیں۔ تو۔

”پھر مقصد یہ تھا۔ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اور میری ان لڑکیوں سے نکاح کر لو۔ جناب لوط کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ اس کافر قوم کو ان کے کفر کے باوجود بھی آنجناب لڑکیاں دینے کو تیار تھے۔ اور تمام مذاہب کے پڑھے لکھے علماء بھی میرے مذکورہ بیان کی تائید کرتے ہیں“

(قول مقبول فی اثبات وحدة بنت الرسول ص ۱۹۱)

دلیل کا خلاصہ :-

نبی شعی ثابت یہ کرنا چاہتا ہے۔ کہ جس طرح حضرت لوط علیہ السلام کے دور نبوت کی شریعت میں کسی کافر کو کفر پر بہتے ہوئے رشتہ دینا جائز نہ تھا۔ اس طرح ہماری شریعت میں کسی کافر و مشرک کو حالت کفر و مشرک میں رشتہ دینا جائز نہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کی کسی مشرک سے ہرگز شادی نہیں کی۔

ثبوت غلط بیانی :-

کیا سچ کہا کسی نے کہ جب تعصب و عناد کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی جائے۔ تو حقائق بالکل اوجھل ہو جاتے ہیں۔ نبی نے نہ اپنی کتابوں کو دیکھا اور اگر دیکھا تو باوجود نہ رہا۔ کائنات میں حضور لوط علیہ السلام کے قصہ کے ذیل کیا لکھا ہوا ہے۔ ہم پیش کر دیتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین :-

هُوَ لَأَكْبَرُ بَنَاتِي ۖ ابْنَاهُ وَخَتْرَانِ مِنْ اَنْدِ اَيْشَانَ رَا نَجْوَاهِي دَهَقَ اَطْمَدُو
لَا كَمُرٍ اَيْشَانَ پاكيزه تراند مر شمارا۔ تزويج و ختران با ايشان بشرط ايمان بوده يا در
شریعت اد تزويج مومنان بکفار جائز بود چنانکہ در بدایت اسلام حضرت رسالت و ختری
از دختران خود را بعبه داد و دختر دیگر را با ابو العاص و بعد از ان ای حکم منسوخ شد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد چہلم ص ۴۵ مطبوعہ تہران)

ترجمہ :- سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم سے کہا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان کی تم خواہش کر سکتے ہو۔ وہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہیں۔ لڑکیوں کی کفاس کے ساتھ شادی یا تو ایک شرط کے ساتھ مشروط تھی۔ وہ یہ کہ خواہش رکھنے والے

کافر۔ ایمان لے آئیں۔ پھر شادی ہو سکتی ہے۔ یا حضرت لوط علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات جائز تھی۔ کہ کسی مومن (مرد و عورت) کی کسی کافر سے شادی (اپنے اپنے دین پر رہتے ہوئے) کیسے۔ یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح شروع اسلام میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں میں سے ایک عتبہ کے ساتھ بیاہی۔ دوسری صاحبزادی کا ابو العاص سے نکاح ہوا۔ (جو دونوں اس وقت کافر تھے) اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

تفسیر صافی :-

قَالَ يَقَوْمِهِمْ هُوَ لَا بَنَاتٍ قَتَرُوا وَجُوهَهُنَّ قَدَى بِيَهْنَ
اضْيَافَهُ كَرَمًا وَحَمِيَّةً فِي الْكَافِي وَالْعِيَّاشِيُّ عَنِ
الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ عَلَيْهِمُ التَّزْوِيجَ وَ
الْعِيَّاشِيُّ عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ أَنَّهُ وَضَعَ يَدَهُ
عَلَى الْبَابِ ثُمَّ نَاشَدَهُمْ فَقَالَ اتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْنَفُوا فِي

(تفسیر صافی جلد اول ص ۸۳ سورہ ہود مطبوعہ

تہران طبع جدید)۔

(تفسیر عیاشی مصنفہ ابن سعود بن عیاش

اسلمی اشعی جلد دوم ص ۱۵۶-۱۵۷ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ :- حضرت لوط علیہ السلام نے کہا۔ اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں۔ ان سے

شادی کر لو۔ آپ نے یہ قربانی اپنے مہانوں کے احترام اور حمایت میں کی۔

کافی اور عیاشی میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں شادی کی پیش کش فرمائی۔ اور عیاشی امام
باقریہ امام جعفر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک سے روایت کرتا ہے۔ کہ حضرت
لوط علیہ السلام نے دروانے پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر ان کفار کو خدا کی قسم دلا کر
فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ مجھے میرے مہمانوں کے معاملہ میں ذلیل نہ کرو۔ پھر
آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو نکاح کی خاطر ان پر پیش کیا۔

فروع کافی :-

وَقَالَ هُوَلَاٰءِ بَنَاتِي هُنَّ اَطَهَرُ لَكُمْ فَدَعَاَهُمْ اِلَى
الْحَلَالِ فَقَالُوا مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقِّ.

فروع کافی جلد ۵ صفحہ ۵۴۵ کتاب النکاح

باب اللواط مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ تمہارے لیے پاکیزہ
ہیں۔ یہ کہہ کر گویا آپ نے ان کفار کو حرام سے حلال کی طرف آنے کی
دعوت دی۔ تو وہ بولے۔ ہمیں آپ کی بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

خلاصہ کلام :-

اہل تشیع کی معتبر کتاب منہج الصادقین نے دو ٹوک انداز میں لکھا کہ حضرت لوط
علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں ہی نکاح کے لیے کفار کو پیش کیں۔ لیکن ایسا کرنے میں اعتراض
اس لیے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس دور کی شریعت میں کفار سے رشتہ ناطہ درست اور
جائز تھا۔ اور اگر اسے ناجائز و حرام قرار دیا جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا پیغمبر حرام کی

عقائد جعفریہ
 حوصلہ افزائی کرے۔ اور دعوت الی الحرام کرے۔ حالانکہ کوئی پیغمبر ایسا کام کر ہی نہیں سکتا۔
 جیسا کہ تفسیر عیاشی نے ہام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ تفسیر منہج الصادقین نے
 کفار کو ناطہ رشتہ دینے کے جواز کو ایک تاریخی حقیقت سے واضح کیا۔ وہ یہ کہ پہلی امتوں
 میں اسی طرح کفار کو رشتہ دینا یا ان سے لینا درست تھا۔ جس طرح ابتدائے اسلام
 میں رہا۔

اسی تفسیر میں یہ بات بھی صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی۔ کہ خود حضور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا عقد کفار سے کیا۔ کیونکہ ابھی یہ حکم منسوخ نہ ہوا
 تھا۔ تاکہ اس پر کسی قسم کا اعتراض کیا جاسکے۔

اب نجفی شیعہ کو بعینہ اسی طرح کہ جس طرح وہ اہل سنت و جماعت کے حق میں زبان
 دراز ہوا۔ اپنے اکابر علامہ کاشانی عیاشی اور ابو یعقوب کلینی وغیرہ کے حق میں کہنا چاہیے۔
 کیونکہ جو نظریہ اور مسلک اہل سنت کا ہے۔ وہی ان کی کتابوں سے ثابت ہے خلاصہ یہ کہ
 اہل سنت و جماعت یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کفار
 سے کیا۔ اس میں کوئی انکار کی بات نہیں کیونکہ یہ سب کچھ آپ نے وَلَا تُنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ
 حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا بِالْإِسْلَامِ کے نزول سے قبل کیا۔ جب کہ کفار کو رشتہ ناطہ دینا پہلی شریعتوں
 سے جائز چلا آ رہا تھا۔ لہذا حضرت رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن کا نکاح علیہ عقیبہ
 اور ابوالعاص سے کرنے پر آپ کی ذات مقدسہ کو کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ جو نجفی شیعہ کو نظر
 آیا۔ وہ اس کی اپنی اختراع ہے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں نجفی کی مذموم گستاخی

قول مقبول :-

وَذَكَرَ التَّوَلَّىٰ بِي أَن تَزْوِجَ عُثْمَانَ رَقِيَّةَ كَانَ فِي أَجَاهِلِيَّةٍ

ترجمہ۔ دولابی نے ذکر کیا کہ عثمان کی شادی رقیہ سے عثمان کے زمانہ کفر میں ہوئی۔

نوٹ۔

اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ زمانہ جاہلیت سے مراد زمانہ کفر ہے۔ اور جناب عثمان نے اپنے اسلام لانے سے پہلے رقیہ سے شادی کی تھی۔ پہلی تو تعجب کی بات یہ ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ان کے بالغ ہونے سے پہلے عتیہ اور عتیبہ ان دونوں کافروں سے ہوا۔ اور ان دونوں نے اسلام دشمنی کی وجہ سے ان لڑکیوں کو طلاق دے دی۔ پس جب ان لڑکیوں کو غیر مسلم خاوندوں نے طلاق دیدی۔ تو پھر ہمکے نبی کو کیا مجبوری تھی کہ نابالغ لڑکیاں پھر ایک ایسے شخص کو دے رہے ہیں کہ وہ بھی ابھی غیر مسلم ہے۔

رقول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول مصنفہ غلام حسین نجفی شلعی

(ص ۱۹۳)

جواب گستاخی۔

نجفی شلعی کے بارے میں ہم پہلے عرض کیے ہیں کہ یہ حضرت اس قدر متعصب اور متعاند ہیں کہ اگر انہیں اپنے مقصد کی خاطر گدھے کو باپ بنانا پڑھے۔ تو بھی دریغ نہ کرے۔ گھوڑا تو ان کا باوا ہے ہی ”ذکر الدولابی الخ“ الفاظ اس نے جس کتاب سے نقل کئے۔ وہاں بھی ڈنڈی ماری۔ تاکہ بے ایمانی پھیلی رہے۔ ذخائر العقبیٰ نامی کتاب سے نقل عبارت کی گئی۔ ہم اس کو مکمل ذکر کرتے ہیں۔

وَذَكَرَ الدَّوْلَابِيُّ أَنَّ تَزْوِيجَ عُثْمَانَ رُقِيَّةَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

وَذَكَرَ غَيْرُهُ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ تَزْوِيجَهُ أَيَّامَهَا بَعْدَ

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۶۲)

اسلامہ

ترجمہ:۔ دولابی نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان کی سیدہ رقیہ سے شادی دور جاہلیت میں ہوئی۔ اور دولابی کے علاوہ دوسرے تمام تر حضرات نے جو ذکر کیا۔ اس سے یہ دلیل ملتی ہے۔ کہ یہ شادی حضرت عثمان کے اسلام لے آنے کے بعد ہوئی۔

حضرات فارین! آپ نے اصل کتاب ذخائر العقبی کی مکمل عبارت کو دیکھا۔ کہ صاحب ذخائر العقبی نے صرف یہی نہیں لکھا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضرت رقیہ سے شادی اسلام لانے سے قبل دور جاہلیت میں ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ لکھا۔ کہ یہ قول صرف دولابی کا ہے۔ اس کے برخلاف جمہور کا مسلک یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی۔ لیکن نجفی شیعہ نے اپنے خبیث باطنی کے اظہار کے لیے جس قدر عبارت کو تائیدی پایا۔ ذکر کر دی۔ اور پھر اس سے اپنا مقصد و مطلب ثابت کر کے دکھایا۔ یہ بددیانتی اور بدخیانتی کی ایک بہت بڑی مثال ہے۔ جس سے نجفی، عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور ہم نے اس کا بھانڈہ چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادوں سے شادی اسلام لانے کے بعد ہوئی

مجھے اس بات میں حیرانی ہے۔ کہ نجفی شیعہ کو اگر کہیں سے کوئی ضعیف سے ضعیف تر قول ایسا مل جائے۔ جس کو کھینچ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی کے ضمن میں ذکر کیا جاسکے۔ تو وہ اس کو بڑی شد و حد کے ساتھ پیش کرتا ہے اس کے برعکس اگر مضبوط اور قوی دلائل بھی ہوں۔ پھر خاص کر اہل تشیعہ کی کتب میں درج ہوں۔ تو ان کو قبول کرنے کی قطعاً جسارت نہیں کرتا۔ یوں لگتا ہے۔ کہ اس کا اڑھتا پھونا صرف

صحابہ کرام کی گستاخی اور نقائص کی تلاشی ہے اس مقصد کے لیے اگر اس کو اپنے بڑوں پر بھی چھری چلانی پڑے۔ تو دریغ نہیں کرتا۔ آخر زنجیر زن اور تلوار زن ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر معاف نہ کیا۔ ان کو کہاں پھوٹے گا۔

کتب شیعہ میں نجفی کے اکابر نے بالکل واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے معاملہ میں اس بات کا انکار کرنا کوئی زہیم نہیں دیتا۔ کہ ان کی زوجیت میں آنے والی بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں حقیقی صاحبزادیاں مانا جائے۔ یا ان کی بے پالک بیچیاں۔ عثمان غنی کے ساتھ عقد ماننے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ بوقت عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طرح ظاہری شریعت کے پابند تھے۔ لہذا آپ نے حضرت عثمان کے مسلمان ہونے کی بنا پر یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا ان سے عقد فرمایا۔ اس مضمون کی کتب شیعہ سے عبارت و وضاحت ملاحظہ ہو۔

الوارثین النعمانیہ :-

وَهَذَا الْإِخْتِلَافُ لَا أَشْرَكَهُ لِإِنَّ عُثْمَانَ فِي زَمَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَدْ كَانَ مِمَّنْ أَظْهَرَ
الْإِسْلَامَ وَأَبْطَنَ النِّفَاقَ وَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ مَكَلَّنَا بِظُلْمِ الْوَاهِرِ الْأَوَامِرِ
كَحَالِنَا نَحْنُ أَيْضًا -

الوارثین النعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ البحرانی

عمر نور مر تصوی مطبوعہ تبریز طبع جدید

ترجمہ ۱۔ اس اختلاف کا یعنی یہ اختلاف کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حقیقی بیٹیاں تھیں یا ریبیہ کہ جن کا عقد حضرت عثمان سے ہوا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدمل میں ان لوگوں میں سے تھے۔ جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا تھا۔ اور نفاق کو پوشیدہ رکھا۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اسلام کے ظاہری احکامات کی اسی طرح مکلف تھی۔ جس طرح ہم اس کے مکلف ہیں۔

نوٹ ۱۔

صاحب انوار نعمانیہ نے اپنی اسی کتاب کے مقدمہ میں ص ۱ پر یہ لکھا ہے ”کما اس کتاب میں جو کچھ لکھا جائے گا۔ وہ ائمہ مصومین کا فرمان ہوگا۔ اور کسی دوسری کتاب سے نقل کروں گا۔ وہ بات ایسی ہوگی۔ جو ہم شیعوں کے نزدیک صحیح ہوگی۔“
انوار نعمانیہ کی مذکورہ عربی عبارت سے یہاں بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹیوں کی شادی تب کر کے دی جب وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ کیونکہ ہماری طرح خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریعت کے پابند تھے۔ تو اس تحریر سے نجفی کے دونوں من گھڑت اصول ٹوٹ گئے۔

۱۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا فعل اعلان نبوت سے قبل نہیں کرتے۔ جو بعد میں ممنوع قرار پائے۔“ یہ اصل یوں ٹوٹ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری شریعت کے اسی طرح پابند تھے۔ جس طرح ہم عوام پابند ہوتے ہیں۔ لہذا نجفی شیعہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بلا دلیل مستثنیٰ قرار دینا خود اپنی گھڑی ہوئی شریعت ہے۔ ورنہ ائمہ اہل بیت کا مسلک دیکھ لیجئے۔ وہی ہے جو اہل سنت کا ہے۔

نوٹ:-

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد بیٹیاں ہونے سے انکار پر چونکہ شیعہ ”حجتہ الاسلام“ غلام حسین نجفی نے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے دلیل اول چونکہ خود نجفی شیعہ کے ہاں بہت وزنی اور ناقابل تردید دلیل تھی۔ جس کی وجہ سے اُسے ”دلیل اول“ ہونے کا شرف بخشا گیا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کا با تفصیل جواب تحریر کیا جائے اور وہ بھی اہل تشیع کی ہی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے ہو۔ اس کا ایک جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ دوسرا جواب پیش خدمت ہے۔ جو بطور محاکم ہوگا۔

شیعیوں کے مابین بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف پر علامہ مامقانی شیعہ کا محاکمہ

جواب دوم:-

جواب تحریر کرنے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ ”دلیل اول“ بطور اختصار ذکر کر دوں۔ تاکہ اس کا مفہوم و معنی ذہن میں پھر سے تازہ ہو جائے اور جواب سمجھنے میں ذرا آسانی ہو جائے۔ نجفی شیعہ کی دلیل اول کا خلاصہ یہ ہے۔

”قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا۔ مسلمانو! مشرک مردوں سے ایمان دار عورت کا ہرگز نکاح نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ مشرک ایمان لے آئے (پھر نکاح کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے)۔ اس آیت کریمہ میں عام مسلمان مومن کو اس بات سے منع کیا گیا ہے۔ کہ وہ کسی ایمان دار عورت کو مشرک یا کافر کے نکاح میں دے۔ تو یہی حکم بطریقہ اولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ہے۔ اور اگر آپ کی صاحبزادیاں ایک سے زائد تسلیم کر لی جائیں۔ تو جن کو صاحبزادیاں

ثابت کیا جا رہا ہے، ان کا نکاح مشرکین سے ہوا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، تو نبی کی بیٹی ہو۔ اور اس کا کافر و مشرک بہ نکاح ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

دلیل کو پیش نظر رکھ کر میں چاہتا ہوں کہ نجفی کی اس دھوکہ دہی اور جعل سازی کو خود ان کے مسلک کی ایک ایسی کتاب سے واضح کروں۔ جن کتاب پر اہل تشیع کی روایات و احادیث کی صحت اور عدم صحت کا دار و مدار ہے۔ یعنی اگر آپ نے مسلک شیعہ کی تائید میں کسی حدیث کے معیار و مقام کو معلوم کرنا ہو۔ تو یہ کتاب حرفِ آخر ہے۔ اس کتاب کی واضح عبارت کو بھی اگر نجفی شیعہ نہ مانے۔ تو سمجھ لیجئے کہ اس نے اپنی عادتِ دیرینہ اور مکاری و عیاری سے اس کتاب کے مصنف کو تو ذلیل کر ہی دیا۔ لیکن درحقیقت مسلک شیعہ کی ہی بیخ کنی کر دی۔

آخر ”حجۃ الاسلام“ سے یہ توقع نہ ہو۔ تو اور کون جرات کرے گا۔

وہ کتاب جس کا اوپر سطور میں ذکر ہوا۔ علامہ ماقانی کی تصنیف ہے۔ اور ”تنقیح المقال“ اس کا نام ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے مسئلہ نباتِ رسول پر جتنے اعتراضات کئے گئے ان تمام کا جامع اور بین جواب ذکر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار ہونا صرف اہل سنت کا ہی عقیدہ نہیں۔ بلکہ شیعہ سنی اور خاص و عام کا اس پر اجماع ہے۔ کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال۔

زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَأُمُّهَا خَدِيجَةُ وَهِيَ أَكْبَرُ بَنَاتِهِ
عَلَى الْأَشْهُرِ وَالْأَظْهَرُ وَوَلِدَتْ وَلِي رَسُولِ اللَّهِ
(ص) ثَلَاثُونَ سَنَةً وَمَاتَتْ سَنَةَ ثَمَانٍ فِي
حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ (ص) وَنَزَلَتْ (ص) فِي قَبْرِهَا

وَهُوَ مَهْمُومٌ مَحْزُونٌ فَلَمَّا خَرَجَ سُرِي
عَتُهُ وَقَالَ كُنْتُ ذَكَرْتُ زَيْنَبَ وَضَعْتُهَا فَسَأَلْتُ
اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا ضِيقَ الْقَبْرِ وَغَمُّسَهُ
فَفَعَلَ وَهَوَّنَ عَلَيْهَا وَيَكْفِي فِي جَدِّ لَيْسَهَا
قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ (ص) مَعَاشِرَ النَّاسِ إِلَّا
أَخْبِرْكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً
قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص) قَالَ الْحَسَنُ وَ
الْحُسَيْنُ خَالَهُمَا الْقَاسِمُ وَخَالَتُهُمَا زَيْنَبُ
بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ (ص) ثُمَّ إِنَّهُ قَدِ اسْتَفَاضَتْ
أَخْبَارُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَنَّهُ تَزَوَّجَهَا أَبُو الْعَاصِ بْنِ
رَبِيعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ وَرُوِيَ أَنَّ
الْإِسْلَامَ قَدْ فَتَرَ قَ بَيْنَ زَيْنَبَ وَبَيْنَ
أَبِي الْعَاصِ حِينَ أَسْلَمَتْ إِلَّا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ (ص) كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى
أَنْ يَفْرِقَ بَيْنَهُمَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ (ص)
مَعْلُومًا بِمَكَّةَ لَا يُعِيدُ وَلَا يُحْرِمُ
فَلَمَّا تَمَكَّنَ فِي الشَّرِيقِ فَتَرَ
بَيْنَهُمَا إِلَى أَنْ أَسَمَّ أَبُو الْعَاصِ فَرَادَهَا
إِلَيْهِ بِنِكَاحِ جَدِيدٍ أَوْ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ
وَالسَّيِّدِ أَبِي الْقَاسِمِ الْعَدَوِيِّ الْكُوفِيِّ
فِي الْأَسْتَفَاضَةِ فِي بَدْعِ الشَّلَاشَةِ كَلَامًا

طَوِيلٌ أَصْرَفِيهِ عَلَىٰ أَكْ زَيْنَبِ الَّتِي كَانَتْ
تَحْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَرُقِيَّةَ الَّتِي
كَانَتْ تَحْتَ عُثْمَانَ كَيْسَا ابْنَتَيْهِ (ص)
بَلْ رَبِّبَتَاهُ وَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِمَا
زَعَمَهُ بُرْهَانًا حَاصِلُهُ عَدَمُ تَعَمُّلِ
كُونَ رَسُولِ اللَّهِ (ص) قَبْلَ الْبِعْثَةِ عَلَى
دِينِ الْجَاهِلِيَّةِ بَلْ كَانَ فِي زَمَنِ الْجَاهِلِيَّةِ
عَلَى دِينٍ يَرْضِيهِ اللَّهُ مِنْ غَيْرِ دِينِ
الْجَاهِلِيَّةِ وَحِينَئِذٍ فَيَكُونُ مَحَا لًا
أَنْ يُزَوِّجَ ابْنَتَهُ مِنْ كَافِرٍ مِنْ غَيْرِ
ضُرُورَةٍ دَعَتْ إِلَىٰ ذَلِكَ وَهُوَ مُخَالِفٌ
لَهُمْ فِي دِينِهِمْ عَارِفٌ بِمَكْرِهِمْ وَ
إِلْحَادِهِمْ ثُمَّ أَخَذَ فِي نَقْلِ مَا
يَتَنَصَّى الْوُجُودِ بَيْنَتَيْنِ لِأُخْتِ خَدِيجَةَ
مِنْ أُمَّهَا إِسْمَها زَيْنَبُ وَرُقِيَّةُ وَ
أُمَّهُمَا اللَّتَانِ كَانَتَا تَحْتَ أَبِي الْعَاصِ
وَعُثْمَانَ وَهَذَا لُبُّ كَلَامِهِ تَرَكَنَا
نَلَّهُ لِيُضَوِّلَهُ وَهُوَ إِنْ أَلْعَبَ نَفْسَهُ
إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَأْتِ بِمَا يُفْنِي عَنْ
تَكْلِيبِ النَّظِيرِ وَالشُّبُوتِ وَ أَنَّهُ
كَبَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ أَمَا أَوْلَا فَكَلَامُهُ

يَشْبِيهِ الْاِجْتِهَادَ فِي قِبَالِ التَّصَوُّصِ
مِنَ الْفَرِيقَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ (ص)
وَعَنْ اِثْمَتِنَا عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ
اَمَّا ثَانِيًا فِدَانًا وَ اِنْ كُنَّا نَسْلِمُ
اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ (ص) لَمْ يَكُنْ فِي
زَمَانِ الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى دِيْنِ الْجَاهِلِيَّةِ
بَلْ عَلَى دِيْنِ يَرْتَضِيهِ اللّٰهُ تَعَالَى وَ لَكِنَّ
رَسُولَ اللّٰهِ (ص) لَيْسَ مَشْرَعًا بَدُ كُلُّ
حُكْمٍ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كَانَ يَلْتَزِمُ
بِهِ تَمَامًا اِلَّا لْتِزَامٍ وَ لَمْ يَكُنْ
يَخْتَرِعُ مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ حُكْمًا
وَ الْاَحْكَامُ كَانَتْ يَنْزِلُ تَدْرِيجًا
وَ عِنْدَ تَرْوِيحِهِ زَيْبَ وَ رُقِيَّةً
لَمْ يَكُنْ الْكِفَايَةَ فِي الْاِيْمَانِ
شَرْطًا مَشْرَعًا فَتَرْوِيحِ بِسُتَيْهِ مِنْ
الرَّجُلَيْنِ تَرْوِيحًا صَحِيحًا مَشْرَعًا
فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ ثُمَّ لَمَّا اَنْزَلَ
اللّٰهُ تَعَالَى قَوْلَهُ وَ لَا تُشْرِكُوا
الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّى يُؤْمِنُوا فَرَّقَ
بَيْنَ اَيِّ الْعَاصِرِ وَ بَيْنَ زَيْبَ وَ
لَوْ كَانَتْ الْكِفَايَةُ فِي الْاِسْلَامِ

شَرْطًا قَبْلَ ذَلِكَ لَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
سُبْحَانَهُ الْآيَةَ فَمَا ذَكَرَهُ لَا
وَجْهَ لَهُ وَآمَّا ثَالِثًا فَلِأَنَّهُ لَا شِبْهَةَ
فِي كَوْنِ زَيْنَبَ وَرُقَيْةَ اللَّتَيْنِ تَحْتِ
أَبِي الْعَاصِ وَعُثْمَانَ مُسْلِمَتَيْنِ كَمَا
لَا شِبْهَةَ فِي كَوْنِ تَزْوِيحِهِمَا مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ (ص) وَ بِإِذْنِهِ وَاجْازَتِهِ
فَلَا يَنْشُرُقُ الْحَالُ بَيْنَ آتِ تَكُونَا
إِبْنَتَيْهِ أَوْ رَبِيبَتَيْهِ أَوْ ابْنَتِي أُخْتِ
خَدِيجَةَ مِنْ أُمَّهَا أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ
لِإِشْتِرَاكِ الْجَمِيعِ فِي مَا جَعَلَهُ
عِلَّةَ الْإِنْكَارِ فَمَا ذَكَرَهُ سَاقِطٌ
بِلا شِبْهَةٍ

در تفتیح المقال تصنیف عبداللہ المامقانی

اشعیب جلد سوم ص ۷۹ باب النخاء والداء

والذای الطبیحہ من فصل النساء مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا)
حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں۔ ان کی ولادت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی اور وہ اٹھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ظاہری زندگی میں انتقال فرمائیں حضور خود ان کی قبریں اترے سآپ اس وقت غم زدہ اور پریشان تھے جب باہر تشریف لائے تو آپ خوش و خرم نظر آ رہے تھے فرمایا میں اپنی بیٹی زینب کی کمزوری اور اس کے برزخی حالات کے سوچ و پچار میں تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی قبر کی سنجی اور تنگی کی بابت سوال کیا، کہ اس میں کمی فرمادی جائے، تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر اس پر آسانی کر دی۔ حضرت زینب کی بزرگی اور عظمت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد کافی ہے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا، لوگو! کیا میں تمہیں ایک ایسی شخصیت نہ بتلاؤں، جو خال اور خالہ کے اعتبار سے تم سب میں سے بہتر ہے لوگوں نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ حسن و حسین ہیں کہ جن کا ماں کا نام قاسم اور خالہ زینب ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔

پھر دونوں تفریق (شیعہ، سنی) کی طرف سے اخبار مستفیض کے ذریعہ ثابت ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کی ابوالعاص بن ریح سے شادی ہوئی۔ جو نجاشیہ سے متعلق تھا۔ اور یہ بھی روایت آئی ہے کہ جب زینب مشرف باسلام ہوئیں۔ تو ان دونوں کے مابین تفریق ہوگئی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان تفریق کو عملی جامہ پہنانے میں معذور تھے۔ کیونکہ آپ مکہ مکرمہ میں منلو بی کی زندگی بسر فرما رہے تھے۔ اور حلال و حرام کا اختیار نہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ اس امر پر قادر ہو گئے۔ تو آپ نے ان دونوں کے درمیان عملاً تفریق کر دی۔ کچھ عرصہ بعد ابوالعاص مشرف باسلام ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جدید یا نکاح اول کے ساتھ حضرت زینب کو ان کی زوجیت میں دے دیا۔

سید ابوالقاسم علوی کوئی نے اپنی تصنیف "الاستغاثہ فی بدع الثلثہ"

میں طویل کلام ذکر کر کے اس پر اصرار کیا ہے کہ زینب اور رقیہ جو کہ بالترتیب ابوالعاص اور عثمان غنی کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے گھرانے کی صرف پرورش ہوئی تھی۔ ابوالقاسم نے اپنے اس اصرار پر اپنے زعم کے مطابق ایک برہان پیش کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل دین جاہلیت پر ہونا غیر معقول بات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ بعثت سے قبل ایسے دین کے مطابق زندگی بسر کر رہے تھے۔ جو اللہ کے ہاں پسندیدہ تھا۔ لیکن وہ دین جاہلیت نہ تھا اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا ناممکن ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی (زینب) کی شادی ایک کافر (ابوالعاص) سے بغیر کسی مجبوری کے کر دی تھی۔ حالانکہ وہ (ابوالعاص) آپ کے دین کا مخالف تھا۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے مکر و فریب اور بے دینی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس کے بعد ابوالقاسم علوی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ رقیہ اور زینب حضرت خدیجہ کی ماوراد بہن سے تھیں۔ ان دونوں لڑکیوں کا نام زینب اور رقیہ تھا۔ اور یہی وہ دو لڑکیاں ہیں۔ جن میں پہلی کی شادی ابوالعاص اور دوسری کی عثمان غنی سے ہوئی۔ یہ تھا خلاصہ ابوالقاسم کی طویل عبارت کا کہ جسے ہم نے طوالت کے باعث نقل نہ کیا۔ اس طویل عبارت میں اگرچہ ابوالقاسم نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ پریشانی میں ڈال کر مشقت بھیلی۔ کیونکہ پورے مضمون میں کوئی ایسی دلیل دینے میں یہ ناکام رہا۔ جو نظر و ثبوت کے اعتبار سے تکلف کے طور پر ذکر نہ کی گئی ہو۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی ساری عبارت مکاری کے جال کی طرح (نہایت کمزور) ہے۔

اولیٰ یہ کہ اس کے کلام کی مشابہت اجتہاد سے ہے۔ اور وہ بھی ایسا

اجتہاد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نقل کردہ فریقین کی نصوص کے مقابلہ میں ہے۔ اور ہمارے ائمہ حضرات کی روایات منصوصہ کے مقابل ہے۔ دوم یہ کہ ہم اگرچہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور جاہلیت میں دین جاہلیت پر کاربند نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے لیکن اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے بانی کی حیثیت سے نہ تھے۔ بلکہ جو حکم آپ پر اترتا۔ آپ اسی کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اپنی طرف سے کوئی حکم گھڑنا آپ کے لئے ناممکن ہے۔ اور احکام آہستہ آہستہ اتر رہے تھے۔ جب آپ نے زینب اور رقیہ کی شادی کی۔ تو اس دور میں میاں بیوی کے درمیان اسلام کی شرط از روئے شرح تہجد لہذا آپ کا دونوں بیٹیوں کی شادی غیر مسلموں سے کرنا۔ نکاح صحیح تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "مسلمانو! مشرک مردوں سے ایمان قبول کئے بغیر اپنی ایماندار عورتوں کی شادی مت کرو" تو ابوالعاص اور زینب کے درمیان جدائی ہو گئی۔ دیکھو نکاح اسلام نکاح میں بطور شرط مقرر ہو گیا، اور اگر اس آیت کریمہ کے اترنے سے قبل بھی یہ (اسلام) شرط ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ پھر اس کو نازل نہ فرماتا۔ لہذا ابوالعاص علوی نے جو ذکر کیا اس کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

تیسری بات یہ کہ حضرت زینب اور حضرت رقیہ کا مسلمان ہوتے ہوئے ابوالعاص اور عثمان غنی کے نکاح میں ہونا جس طرح بلاشبہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی بات بلاشبہ ہے کہ ان دونوں کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوئی تھی۔ لہذا اگر یہ دونوں بیٹیاں آپ کی حقیقی بیٹیاں ہوں۔ یا پالتو ہوں یا حضرت خدیجہ کی ماں جائی۔ بہن کی بیٹیاں ہوں یا کوئی اور

ہوں۔ تو بھی وہ وجہ ہر صورت میں موجود ہے۔ جس کو لے کر ابو القاسم علوی نے ان دونوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ماننے سے انکار کیا ہے۔ یعنی یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینِ حق پر ہوتے ہوئے بے دینوں کے ساتھ نکاح کیسے کر سکتے ہیں؟ لہذا جو کچھ اُس نے ذکر کیا، وہ یقیناً ساقط ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی جنا بہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔

۲۔ حسین کریمین کے بہت سے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ آپ کی خالہ کی طرح کسی دوسرے کی خالہ نہیں۔ اور آپ کی خالہ کا اسم گرامی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بڑی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی دور جاہلیت میں ابوالعاص بن ربیعہ سے ہوئی تھی۔ جو ان کے مشرف باسلام ہونے تک قائم رہی۔

۴۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے پر دونوں میاں بیوی میں تفریق ہو گئی۔ بعد میں ابوالعاص کے مسلمان ہونے پر پھر زوجیت کا رشتہ از سر نو یا پہلا ہی بحال ہو گیا۔

۵۔ ابو القاسم علوی نے حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہما کو جس ”بربانِ زعمی“ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ دونوں آپ کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ بلکہ آپ کے گھر پرورش پانے والی یا حضرت خدیجہ کی ماں جانی بہن کی بیٹیاں تھیں، اور

انکار کی علت یہ بیان کی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تسلیم کریں۔ تو ابوالعاص کافر کے ساتھ ایک مسلمان عورت کا نکاح از روئے قرآنی آیت درست نہیں۔ اس لیے اختلاف دین علت ہے کہ یہ دونوں حضور کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں اُس بُرہان پر صاحب تنقیح المقال نے میں طرح کے اعتراضات ککے اسے اور کمزور کر دیا۔ ایک یہ کہ یہ بُرہان نصوصِ شیعہ و سنی جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور حضرت ائمہ سے منقول ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اجتہاد ہے لہذا مردود ہے۔

دوسرا یہ کہ قبل بعثت حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دین پر زندگی بسر فرما رہے تھے۔ اس میں غیر مسلم کے نکاح میں مسلمان عورت کو دینے پر پابندی نہ تھی۔ یعنی فریقین کا اسلام میں ایک دوسرے کا مثل ہونا شرط نہ تھا۔ اس لیے یہ نکاح اُس دور کے حالات کے پیش نظر درست اور صحیح تھا۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے اترنے کے بعد تفریق کا حکم دیدیا۔

تیسرا یہ کہ اگر علت یہ قرار دی جائے کہ اس نکاح میں اختلاف دین ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کام کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تو پھر یہ علت تو بہر حال موجود ہی ہے کیونکہ یہ نکاح آپ کی رضامندی اور اجازت سے ہوا تھا۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور اجازت پر اعتراض نہیں پڑتا۔ ضرور پڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس علت کی بنا پر ابوالقاسم ان دونوں کو حضور کی حقیقی صاحبزادیاں ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ وہی علت صاحبزادیاں نہ بھی ہوں۔ تب بھی موجود ہے۔

لمحہ فکر یہ۔

تنقیح المقال کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ نجفی ضعیفی کا استدلال اور ابوالقاسم علوی کی ہرزہ مرانی ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ تو جس طرح ابوالقاسم کو علامہ مامقانی نے

غادر اور کاذب اور اس کے دلائل کو تار عنکبوت سے کہیں زیادہ کچا اور ناقص ثابت کیا اسی طرح نجفی شیبی کی دلیل کا بھی یہی حشر ہو گا۔ بس نام کا فرق ہے۔ ابوالقاسم کی جگہ نجفی شیبی پڑھ لیں اور پھر جو اعتراضات علامہ مامقانی نے ابوالقاسم پر کئے بعینہ وہی نجفی شیبی پر وارد ہوتے ہیں یعنی احادیث نبوی اور احادیث ائمہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جو ان دونوں کی مرکزی دلیل ہے یہ آیت

کہ یہ حضرت زینب اور ابوالعاص کے درمیان نکاح ہو جانے کے بعد نازل ہوئی۔ جب نازل ہوئی۔ تو آپ نے ان دونوں کے مابین تفریق کرادی۔ اگر پہلے نکاح ہوا ہی نہ تھا تو پھر تفریق کا کیا مطلب؟ اہل تشیع سے ایک سوال ہے کہ اگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل کسی کافر سے نکاح ناجائز تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا۔ تو یہ نکاح ناجائز ہی رہے گا اور ناجائز کرنے والے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (معاذ اللہ) بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نکاح جو حضرت خدیجہ سے ہوا۔ بعثت سے قبل کی مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ محترمہ کی خلوت تمہارے نزدیک کسی خلوت ہوگی۔ اور اگر درست تھا۔ تو یہی ہمارا مدعا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس دلیل کے ذریعہ حضرت رقیہ اور زینب رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ہونے سے انکار کی علت بنایا جا رہا ہے۔ وہ علت دراصل نبی رسول اللہ علیہ وسلم اور خود حضور کی انتہا درجہ کی توہین ہے۔ علامہ مامقانی باوجود اس کے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کینہ پرور دشمنوں میں سے ہے اس نے بھی اس دلیل کو ٹکڑی کی تار جیسا ناقص اور کمزور قرار دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیوں کے حق میں بولا۔

جواب سوم بطریق اجماع۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہونے پر

فریقین (شیعوئی) کا اجماع ہے

علامہ مغانی اور ملا باقر مجلسی نے اپنی اپنی تصنیف میں اس بات کو مراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں چار تھیں۔ اور اس پر فریقین کا اجماع ہے۔ دونوں کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

نتیجہ المقال :-

إِنَّ كِتَابَ الْفَرِيقَيْنِ مَشْحُونَةٌ بِأَنْتَهَا
وَلِدَتُ لِلشَّجَرِ (ص) أَرْبَعُ بَنَاتٍ
زَيْنَبُ وَأُمُّ كَلْبُومٍ وَفَاطِمَةُ
وَرُقِيَّةُ وَثَلَاثَةٌ أَوْلَادٍ الْقَاسِمُ وَ
الطَّيِّبُ وَالظَّاهِرُ وَكَانَ يَكْفِي صَاحِبِي
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالْقَاسِمِ وَمَاتَ
أَوْلَادُهُ السَّمْدُ كُورُونَ قَبْلَ الْإِسْلَامِ
وَأَنْكَرَ بَعْضُهُمْ وَلَا دَةَ غَيْرِ الْقَاسِمِ مِنْهَا
لَهُ. وَأَمَّا بِنَاتُهُ فَادْرَكَنَ الْإِسْلَامَ وَ
هَاجَرْنَ مَعَهُ وَأَثْبَتْنَ مِنْ يَهُودِيَّةِ

نتیجہ المقال جلد ۲ صفحہ ۱۰۰

من فصل النساء، مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

شیعہ سنی دونوں فریق کی کتابیں اس بات کی تائید میں بھری پڑی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلیبی بیٹیاں چار تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ زینب ام کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ اور آپ کے تین صاحبزادے تھے قاسم، طیب، اور طاہر۔ اور آپ کی کنیت اپنے صاحبزادے قاسم کے نام پر ابوالقاسم تھی۔ آپ کے جملہ صاحبزادے اسلام سے قبل ہی انتقال کر گئے۔ بعض نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے صرف ایک بیٹے قاسم کے ہونے کا اقرار کیا، اور دوسروں کا انکار کیا۔ لیکن آپ کی تمام صاحبزادیاں مشرف باسلام ہوئیں۔ آپ کے ساتھ ہجرت کرنے میں شامل تھیں۔ آپ کے اتباع میں تھیں۔ اور آپ پر ایمان لائی تھیں۔

مرآة العقول:-

اجْتَمَعَ أَهْلُ النَّقْلِ عَلَى أَنَّهَا
وُلِدَتْ لَهَا أَرْبَعُ بَنَاتٍ كُلُّهُنَّ
أَذْرَكْنَ الْإِسْلَامَ وَهَاجَرْنَ زَيْنَبُ
وَرُقِيَّةُ وَأُمُّ كَلْثُومٍ وَفَاطِمَةُ
وَاجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّهَا وَلَدَتْ لَهُ وَلَدًا
سَمَّاهُ الْقَاسِمَ وَكَانَ بِهِ يُكْتَبُ وَ
اخْتُلِفَ هَلْ وَلَدَتْ لَهُ ذَكَرًا
غَيْرَهُ فَقِيلَ وَلَدَتْ ثَلَاثًا عَبْدَ اللَّهِ

وَ الطَّيِّبِ وَ الظَّاهِرِ وَ النُّجَلَاتِ فِي
ذَلِكَ كَثِيرٌ وَ مَا تَقَاتِسُ بِمَكَّةَ
صَغِيرًا قَبْلَ أَنْ يَمْشِيَ وَ قَبْلَ إِتْنَاءِ
لَمْ يَعِشْ إِلَّا أَيَّامًا يَسِيرَةً وَ لَمْ
يَكُنْ لَهُ صَتَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ
مِنْ غَيْرِ خَدِيجَةَ وَ لَدَا غَيْرَ إِبْرَاهِيمَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَدَتْهُ مَارِيَةَ
الْقُبُطِيَّةُ وَ لَدَتْهُ بِالْمَدِينَةِ وَ بِهَا
تُوُفِيَ وَ هُوَ رَضِيْعٌ وَ تُوُفِيَ جَمِيعُ
أَوْلَادِهِ فِي حَيَاتِهِ إِلَّا فَاطِمَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا فَانْتَهَا تُوُفِيَّتُ بَعْدَهُ بِسِتَّةِ
أَشْهُرٍ -

(مرآة العقول تصنیف ملا باقر مجلسی -

جلد ۵ صفحہ ۱۸۰ کتاب الحج باب

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ -

اہل نقل کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی چارہائیں لیا
تھیں۔ اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ نام یہ ہیں زینب
رقیہ۔ ام کلثوم اور فاطمہ۔ اور اہل نقل کا اس پر بھی اجماع ہے کہ حضرت
خدیجہ کے لیکن آپ کا بیٹا قاسم پیدا ہوا۔ اور آپ نے اسی کے ساتھ

اپنی کنیت رکھی تھی۔ اس میں اختلاف ہے، کہ کیا حضرت خدیجہ نے قائم کے علاوہ کوئی بچہ جنا کیا گیا ہے، کہ تین اور بیٹے عبد اللہ، طیب اور طاہر بھی ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ اس میں بہت خلاف ہے۔ جناب قائم کا مکہ میں انتقال ہوا۔ اور ابھی آپ چلنے کے قابل بھی نہ ہوئے تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چند دنوں کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ کے علاوہ کسی اور بیوی سے نہ تھی۔ صرف جناب ابراہیم تھے جو ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ان کی ولادت اور یہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ اُس وقت آپ دو دھڑپتے پتے تھے۔ آپ کی تمام اولاد اسوائے حضرت فاطمہ کے آپ کی زندگی میں ہی خدا کو پیاری ہو گئی۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

لمحہ فکریہ :-

شیعہ مذہب کی کتب اسمائے رجال میں ”نتیجہ المقال“ کا مقام نہایت بلند بالابے، اور ہر حدیث کی صحت و عدم صحت اور راویوں کے حالات کے متعلق تمام اہل تشیع بمعہ نجفی شیعہ اسی کتاب کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کے مصنف علامہ امام قاسمی کا محاکمہ و نبات رسول کے متعلق، آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس تازہ حوالہ میں اس نے اسی مسئلہ کے متعلق یہاں تک کہہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلیبی چار صاحبزادیاں ہونے پر شیعہ سُنی کسی کا اختلاف نہیں۔ بلکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے فریقین کی کتب میں یہ مسئلہ وضاحت و صراحت کے ساتھ کئی مرتبہ مذکور ہے۔ یہ چاروں صاحبزادیاں مشرف باسلام بھی ہوئیں اور انہوں نے ہجرت بھی فرمائی۔

دوسرے حوالہ میں مسلک شیعہ کے خاتم المجتہدین ملا باقر مجلسی کا بھی یہی کہنا ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہونے میں فریقین کے تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اگرچہ ملا باقر مجلسی نے اپنے قول کو علامہ قرظی کی طرف منسوب کر کے بیان کیا لیکن بیان کرنے کا انداز اور پھر اس پر کسی قسم کی جرح نہ کرنا خود ملا باقر مجلسی کی رضا کی دلیل ہے مختصر یہ کہ اس امر پر شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس اجماع و اتفاق نے مسئلہ زیر بحث کو یقینی بنا دیا۔ اب اگر فریقین میں سے کوئی اجماع کا انکار کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال رکھتا ہو، کہ وہ آپ کی زیر تربیت تھیں۔ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بھانجیاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ قائل اجماع کا منکر ٹھہرے گا۔ لہذا اس کا قول بالاتفاق مردود اور ناقابل قبول قرار پائے گا۔

جواب چہارم بطریق مکالمہ:

دومرزی شیعہ مجتہد شیخ مفید اور شیخ ترضی کا حضور کی چار بیٹی حقیقی صاحبزادیاں تسلیم کرنے کے بعد حضرت عثمان غنی کے ساتھ ان میں سے دو کی نشادی ہونے پر مکالمہ مکالمہ شیخ مفید۔

شیخ مفید نے جب یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی صاحبزادیوں میں سے دو کا عقدان مردوں سے کیا۔ جو کافر اور بت پرست تھے۔ بعثت کے بعد آپ نے ان میں تفریق کرادی۔ یہی شیخ مفید اس مسئلہ میں ایک اعتراض کے ضمن میں تین جوابات تحریر کرتا ہے۔ اعتراض یہ ہے۔ جب چاروں صاحبزادیاں آپ کی حقیقی بیٹی تھیں۔ تو بعثت کے بعد ان میں سے دو کا عقدیکے بعد دیگرے عثمان

سے کیا گیا۔ حالانکہ عثمان اہل تشیح کے نزدیک (معاذ اللہ) مسلمان نہیں تھے۔ بعثت سے قبل تو جو از کی وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن بعثت کے بعد ایسا کیوں کیا گیا؟
شیخ مفید کی عبارت بحار الانوار میں ملاحظہ فرمائیے۔

بحار الانوار۔

قَالَ الشَّيْخُ السَّعِيدُ الْمُنِيدُ قَدَّسَ
رُوحَهُ فِي مَسَائِلِ الشَّرْوِيَّةِ فِي
جَوَابِ مَنْ سَأَلَ عَنْ تَرْوِيحِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ وَرُقِيَّةَ
مِنْ عُسْمَانَ قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ بَعْدَ
إِيْرَادِ بَعْضِ الْأَجْوِبَةِ عَنْ تَرْوِيحِ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ بِنْتَهُ عُمَرَ وَكَيْسَ ذَلِكَ
يَأْتِي مِنْ قَوْلِ لُوطٍ " هَلْؤَلَاءِ
بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ " فَدَعَاهُمْ
إِلَى الْعَقْدِ عَلَيْهِمْ بِبَنَاتِهِمْ وَهُمْ
كُفَّارٌ مُذَلَّلُونَ فَتَدَاذَنَ اللَّهُ فِي
هَلَاكِهِمْ وَتَدَاوَجَ رَسُوْلُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ابْنَتَيْهِ قَبْلَ
الْبُعْثَةِ كَافِرَيْنِ كَانَا يُعْبَدَانِ الْأَصْنَامَ
أَحَدُهُمَا عَثْبَةُ بْنُ أَبِي لَهَبٍ وَالْآخَرُ
أَبُو الْعَاصِ بْنِ ثَرْوِيحٍ فَتَنَا بُعِثَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَرَّقَ
بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ ابْنَتَيْهِ فَمَاتَ
عُتْبَةُ عَلَى الْكُفْرِ وَاسْلَمَ أَبُو الْعَاصِ
فَرَدَّهَا عَلَيْهِ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ وَ
لَمْ يَكُنْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي
حَالٍ مِنَ الْأَحْوَالِ كَافِرًا وَلَا مُوَالِيًا
لِأَهْلِ الْكُفْرِ وَقَدْ رَوَى مَنْ تَبَرَّأَ
مِنْ دِينِهِ وَهُوَ مُعَادٍ لَهُ فِي اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَهُمَا اللَّذَانِ رَوَى جَهُمَا
عُثْمَانُ بَعْدَ هَيْلَاكِ عُتْبَةَ وَمَوْتِ
أَبِي الْعَاصِ وَإِثْمَارَ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَى ظَاهِرِ الْإِسْلَامِ
شَمَّ آتَهُ تَغْيِيرَ بَعِيدٍ ذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَبَعَةً
فِي مَا يَحْدِثُ فِي الْعَاقِبَةِ هَذَا عَلَى
قَوْلِ بَعْضِ أَصْحَابِنَا وَعَلَى قَوْلِ
قَرِيبِي آخِرَ آتَهُ رَوَى عَلَى الظَّاهِرِ
وَكَانَ بَاطِنُهُ مَسْتُورًا عَنْهُ وَتَمَكَّنَ
أَنْ يَسْتُرَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ يَنْذِقَ كَثِيرٍ مِنَ الْمُتَافِقِينَ وَ
قَدْ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَ رَوْمٍ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

مَرَدُوا عَلَى التَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْرُ
نَعْلَمُهُمْ) فَلَا يَنْكُرُونَ أَنْ يَكُونَ فِي أَهْلِ
مَرَكَةَ كَذَلِكَ وَالنِّكَاحِ عَلَى الظَّاهِرِ دُونَ
الْبَاطِنِ وَأَيْضًا وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ اللهُ
تَعَالَى فَتَدَابُحَهُ مَتَا كَثُرَتْ مِنْ يُظَاهِرُ
الإِسْلَامَ وَإِنْ عَلِمَ مِنْ بَاطِنِهِ التَّفَاقُ
وَحَصَّنَهُ بِذَلِكَ وَرُخِصَ لَهُ فِيهِ كَمَا
خَصَّنَهُ فِي أَنْ يَجْمَعَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِ
خَرَائِرٍ فِي النِّكَاحِ وَأَبَاحَهُ أَنْ يَنْكِحَ
بِفَيْرِ مَهْرٍ وَلَمْ يَحْظُرْ عَلَيْهِ الْمَوَاصِلَةُ
فِي الصِّيَامِ وَلَا الصَّلَاةِ بَعْدَ قِيَامِهِ مِنْ
النَّوْمِ بِفَيْرٍ وَضَوْءٍ وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ مِمَّا
خَصَّنَ بِهِ وَحُظِرَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ مِنْ عَامَّةِ
النَّاسِ فَهَذِهِ أَحْجُوبَةٌ ثَلَاثَةٌ وَعَنْ تَرْوِيحِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عِثْمَانَ وَكُلُّ
وَاحِدٍ مِنْهَا كَافٍ بِنَفْسِهِ مُسْتَغْنٍ عَمَّا سِوَاهُ
وَاللهُ الْمُؤْتِيقُ لِلصَّوَابِ .

دیکار الانوار تصنیف ملا باقر مجلسی

جلد ۲۲ ص ۴۴۱ تا ۱۶۵ تاریخ نبیا

صلی اللہ علیہ وسلم - مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:-

”مسائل السرویتہ“ میں شیخ مفید نے چند ایسے سوالات کا جواب تحریر کیا جو ایک مسائل نے دریافت کئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے کیوں لگئی؟ اس سے پہلے شیخ مفید نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی شادی جو حضرت عمر سے ہوئی تھی۔ اس کے جوابات تحریر کئے ہیں۔

یہ کوئی حضرت لوط علیہ السلام کے قول سے بڑھ کر تعجب خیز معاملہ نہیں حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ ”یہ میری بیٹیاں ہیں تمہارے سے یہ زیادہ پاکیزہ ہیں“ یہ کہہ کر آپ نے ان لوگوں کو اپنی بیٹیوں سے شادی کرنے کی دعوت دی۔ حالانکہ وہ کافر گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہلاک کرنے کا اعلان بھی فرما چکا تھا۔ یہ بھی امر واقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اپنی دو بیٹیوں کی شادی دو کافروں سے کی تھی یہ دونوں بٹوں کے پجاری تھے۔ ان میں سے ایک کا نام عبید بن ابی لبب تھا اور دوسرے کا نام ابوالعاص بن زبیح تھا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسحوت ہوئے تو آپ نے اپنی صاحبزادیوں اور ان کے عاوندوں کے درمیان جدائی کرادی۔ عبیدہ تو کفر پر ہی مر گیا اور ابوالعاص مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کے عقد میں دی ہوئی بیٹی اسی عقد کے ذریعہ واپس لوٹادی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی حال میں بھی حالت کفر پر نہ رہے، اور نہ ہی کافروں کے ساتھ آپ کا کبھی یارانہ رہا آپ نے ایسے شخص کو اپنی بیٹی بیاہ دی۔ جو آپ کے دین سے بیزار تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ کا دشمن تھا۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادی

حضرت عثمان سے کر دی۔ جو پہلے علیہ اور ابوالعاص کی زوجیت میں تھیں اور یہ دونوں فریجے تھے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شادی عثمان کے ظاہری اسلام کو دیکھ کر کی۔ پھر شادی ہو جانے کے بعد عثمان نے ظاہری اسلام بھی چھوڑ دیا۔ ایسا اس لیے جائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے معاملہ اور واقعات کے مکلف نہ تھے جو بعد میں رونما ہونے والے ہوں۔ یعنی جو کچھ فی الحال نظر آیا آپ اسی کے مکلف تھے۔ جیسا کہ فی الحال عثمان مسلمان تھا۔ لیکن انجام کیا ہوتا ہے۔ آپ اس کے مکلف نہ تھے، تاکہ عثمان کے اسلام ظاہری سے برگشتہ ہونے کی صورت میں آپ شروع سے ہی اس کو اپنی لڑکی نہ دیتے، یہ جواب، ہمارے بعض اصحاب کے قول کے مطابق دریا گیا ہے۔

ایک اور قرینہ کے قول کے مطابق جواب یہ ہو گا۔ کہ آپ نے یہ شادی ظاہری اسلامی حالت کو دیکھ کر کی۔ اور عثمان کا باطن آپ سے مخفی تھا اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے منافقین کے نفاق کو آپ سے چھپا کر رکھا ہو۔ دیکھئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے ”مدینہ کے کچھ لوگ نفاق میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ انہیں تم نہیں جانتے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں“ لہذا جب مدینہ میں ایسے اشخاص موجود تھے تو مکہ مکرمہ میں ان کا وجود ناممکن تو نہیں ہو گا۔ اور نکاح تو ہوتا ہے ظاہری حالت کو دیکھ کر نہ کہ باطن کو سامنے رکھ کر۔

اور یہ بھی (جواب دینا) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دیدی ہو۔ اور از روئے شرع مباح ہو۔

جو اسلام کو ظاہری طور پر قبول کر رہا ہے، اگرچہ آپ کو اس کے اندر کے نفاق کا علم ہی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ مخصوص کر دیا ہو اور اس میں رخصت و اجازت دے دی ہو، جیسا کہ آپ کے لیے مخصوص طور پر یہ حکم تھا کہ آپ چار آزاد مومن عورتوں سے زیادہ کے ساتھ بھی شادی کر سکتے ہیں۔ اور بغیر نفقہ کے آپ کو شادی کرنے کی اجازت تھی اور روزے لگانا رکھنا آپ کے لیے ممنوع نہ تھا۔ اور سو جانے کے بعد بغیر وضو کئے آپ کے لیے نماز پڑھا جائز تھا، ان جیسی باتیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو مباح تھیں۔ لیکن دوسروں کے لیے حرام تھیں۔ لہذا اپنی بیٹیوں کی شادی حضرت عثمان سے کر دینا حالانکہ آپ ان کے نفاق سے بخوبی آگاہ تھے (معاذ اللہ) صرف اور صرف آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ رخصت و اجازت دی تھی۔ کسی دوسرے مومن کے لیے ایسا کرنا حرام ہے تو یہ تین جواب ہوئے اس سوال کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی عثمان سے کیوں کی ان جوابات میں سے ہر ایک جواب بذاتہ مسائل کی تسلی کے لیے کافی ہے اور دوسرے کسی جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ صواب کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

شیخ مفید کے کلام کی تلخیص۔

۱۔ حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہما دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھمتی صاحبزادیاں ہیں۔

۲۔ بعثت سے قبل ان دونوں کا نکاح عقبہ اور ابوالحکم سے ہوا۔ جو اسلام قبول کرنے پر منقطع ہو گیا۔

۳۔ پھر ان دونوں صاحبزادیوں کا بعثت کے بعد ابو العاص اور عثمان سے نکاح ہوا۔ جو اہل تشیع کے نزدیک منافق تھے (معاذ اللہ) منافق کے ساتھ ایک مسلمہ عورت کی شادی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کی؟ اس کے تین جوابات ہیں۔

اول۔ یہ دونوں ابوالعاص، عثمان، بظاہر مسلمان تھے۔ اس لیے ان کے ظاہر کو دیکھ کر شادی کی گئی۔ اگرچہ بعد میں یہ دونوں اسلام سے پھر گئے۔

دوم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا اندرونی نفاق مخفی تھا۔ اس لیے ظاہری مسلمان سمجھ کر ان سے نکاح کر دینا قابل اعتراض نہیں۔

سوم۔ ظاہری اسلام اور باطنی نفاق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ پھر آپ نے نکاح کر دیا۔ تو ایسا کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جو دوسروں کے لیے ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ چار سے زائد شادیاں، حق مہر کے بغیر نکاح اور علی الاوامر روزے رکھنا وغیرہ۔

لمحہ فکر یہ ..

قارئین کریم! شیخ مفید کے اندازِ تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں چار تھیں کیونکہ ان میں سے دو رقیہ اور زینب، ہکی شادی بعثت سے قبل دو کافروں (ابوالعاص، عقیبہ) سے ہوئی۔ اس شادی کی صحت کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اور بعثت کے بعد یہ دونوں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں رہیں۔ اس نکاح کے درست اور جائز ہونے کے تین جوابات ذکر کئے۔ یہ جوابات ذکر کرنا دراصل اس بنیادی اعتراض سے اٹھنے والے سوالات کا دفاع میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ایسے لوگوں سے شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر شیخ مفید کی تحقیق یہ ہوتی کہ یہ لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں

نہیں۔ تو پھر اس کا واضح اور دو ٹوک جواب یہ ہوتا۔ دیکھو۔ ان کے نکاح کرنے سے حضور کی ذات مورد الزام نہیں ہی سکتی۔ کیونکہ یہ آپ کی حقیقی بیٹیاں ہی نہیں ہیں۔

• شیخ مفید کو اگر اضطراب اور پریشانی تھی۔ تو یہ کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض نہ آئے۔ لیکن نجفی شیبی کو پریشانی یہ لاحق ہوئی۔ کہ یہ دونوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ ہونے پائیں۔ شیخ مفید کو حضرت عثمان سے دشمنی تھی۔ لیکن اس نے اس کے باوجود حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا حضور کی حقیقی بیٹیاں ہونے سے انکار نہیں کیا۔ لیکن نجفی کو تو حضرت عثمان کے علاوہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ آپ کی حقیقی صاحبزادیوں کی آپ سے نفی کر کے اپنی دشمنی کا اظہار کرنے پر تلامذہ بیجا ہے۔ کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوں گے؟

مقام حیرت ہے۔ کہ متقدمین شیعہ میں سے کسی کو یہ جرأت نہ پڑی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا انکار کرے۔ لیکن ان کے برعکس نجفی شیبی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ائمہ اہلبیت اور اپنے متقدمین کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔
آخر کیوں؟

مکالمہ شیخ طوسی و سید مرتضیٰ

اہل تشیع کے یہ دو نامور مجتہد ہیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں اہل تشیع ان کے اقوال کو ترجیح دے دیتے ہیں مثلاً تمام ائمہ اہل بیت نے (بقول شیخ) قرآن کریم کی "تحریف" کو تسلیم کیا۔ مگر ان دونوں نے اس سے انکار کیا۔ اب بوقت مناظرہ اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن کے معتقد نہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ان دونوں کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ بہر حال ان میں سے شیخ مرتضیٰ نے "اشافی" اور شیخ طوسی نے اس کی شہرت "تلخیص اشافی" تحریر کی۔ ان دونوں نے

اپنی اپنی تصنیف میں یہ تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت زینب اور ام کلثوم آپ کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ لیکن اس مقام پر ایک اعتراض نکالا وہ یہ کہ "اس امر کی نص موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے دل کے خیالات جانتے تھے۔ اس علم کے ہوتے ہوئے پھر آپ نے اپنی ان دو حقیقی بیٹیوں کا عقدا سے آدمیوں سے کیوں کیا۔ جو باطن میں مسلمان نہ تھے؟"

اس اعتراض کے انہوں نے کئی ایک جواب دیئے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان دونوں کے نکاح کر دینے سے آپ کی ذات پر کوئی اعتراض نہیں آتا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تلخیص الشافی

فَإِنْ قِيدَ إِذَا كَانَ جَعْدُ النَّصِّ كُفْرًا
عِنْدَكُمْ وَ الْكَافِرُ عِنْدَكُمْ لَا يَجُوزُ
أَنْ يَتَقَدَّمَ إِيمَانُهُ وَلَا إِسْلَامُهُ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَالِمٌ بِكُلِّ
ذَلِكَ فَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ يَنْكَحَ
ابْنَتَهُ مَنْ يَعْرِفُ مِنْ بَاطِنِهِ خِلَافَ
الْإِيمَانِ . قُلْنَا فَتَدْمَضِي فِيمَا تَقَدَّمَ
الْكَلَامُ عَلَى تَطْيِيرِ هَذَا الْمَعْنَى وَ
جُمْلَتُهُ أَنَّ لَيْسَ كُلُّ مَنْ قَالَ
بِالنَّصِّ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يُكْفَرُ وَافِعَهُ وَلَا كُلُّ

مَنْ كَفَرَ دَا فِعَهُ يَقُولُ بِالْمَوَافَاةِ
وَ أَنَّ الْمَوَافِي بِالْكَفْرِ لَا يَجُوزُ
أَنْ يَتَقَدَّمَ مِنْهُ إِيْمَانٌ وَ مَنْ
قَالَ بِالْأَمْرَيْنِ لَا يَمْتَنِعُ أَنْ يُجَوِّزَ
كَوْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ أَلِيهِ
غَيْرَ عَالِمٍ بِحَالِ دَا فِعِ النَّصِّ عَلَى
سَبِيلِ التَّفْصِيلِ وَ إِذَا عَلِمَ ذَلِكَ
عَلَى مَا يُجَوِّزُ تَكْفِيرَهُمْ جَوِّزَ أَنْ
يَتُوبُوا كَمَا يَجُوزُ أَنْ يَمُوتُوا وَ لَمْ
يُعْلَمْ عَاقِبَتُهُمْ وَ لَوْ ثَبَتَ أَنَّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ كَانَ يَعْلَمُ التَّفْصِيلَ وَ الْعَاقِبَةَ
وَ كُلَّ شَيْءٍ جَوِّزْنَا إِلَّا يَعْلَمَهُ لَكَانَ
مُمْكِنًا أَنْ يَكُونَ تَزُ وَ يُجْهٌ كَانَ قَبْلَ
هَذَا الْعِلْمِ وَ لَوْ كَانَ تَقَدَّمَ لَهُ الْعِلْمُ
لَمَازَ وَجْهٌ وَ لَيْسَ مَعَنَا فِي الْعِلْمِ إِذَا
ثَبَتَ تَارِيخٌ .

تلخیص الشافی تصنیف ابو جعفر طوسی
اشعری جلد ۲ ص ۵۴، ۵۵ فصل فی البطلان
امامہ عثمان - مطبوعہ قم ایران -
لمع جدید -

ترجمہ

اگر اعتراض کیا جائے کہ تم (اہل تشیع) کے نزدیک نص کا انکار کرنا کفر ہے۔ اور کافر کے بارے میں تمہارا (شیعوں) عقیدہ یہ ہے کہ کفر سے پہلے اس کے پاس ایمان و اسلام نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اور تمہارا یہ بھی عقیدہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام باتوں سے باخبر تھے، یعنی یہ کہ عثمان غنی اور ابوالعاص بن مظاہر مسلمان ہوئے ہیں۔ باطن میں کافر ہیں۔ تو پھر ان معتقدات کے ہوتے ہوئے یہ کیونکہ جائز ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کریں۔ جس کے باطن کو آپ جانتے ہیں۔ کہ اس میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

ہم اس کے اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس معنی کے مطابق گذشتہ اوراق میں کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل نہیں کا قائل اس شخص کو جو اس نص کا منکر ہے کافر نہیں سمجھتا۔ اور نہ ہی اس نص کے منکر کے بارے میں موافقات دہر حال میں کافر ہے، کا قائل ہے۔ کیونکہ جو شخص ہر حال میں کافر ہی ہو۔ اس کا پہلے کسی دور میں ایمان دار ہونا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا۔ (کیونکہ وہ بھی ایک حال اور زمانہ ہے۔ جس میں اس کا ایمان تھا حالانکہ فرض یہ کیا گیا کہ وہ ہر حال اور زمانہ میں کافر ہی ہوگا) اور جو شخص ان دونوں عقیدوں کا معتقد ہے۔ (یعنی منکر نص کافر ہے (۲) منکر نص ہر حال میں کافر ہے) اس شخص کے نزدیک یہ بات کوئی ناجائز اور منع نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منکر و مخالف نص کے تفصیلی حالات سے واقف نہ ہوں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ جو ان حضرات کی (عثمان غنی اور ابوالعاص) تکفیر

کرتے ہیں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ تو یہ بھی جائز ہے، کہ ان حضرات نے کفر سے تو یہ کر لی ہو، جیسا کہ یہ بھی جائز ہے کہ مر جائیں اور ان کا انجام معلوم نہ ہو۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تفصیلی حالات اور ان کے انجام کو بخوبی جانتے تھے۔ اور ہر اس امر سے آگاہ ہوں۔ جس کو ہم نے (علی سبیل تنزیل) یہ کہا کہ آپ اُس سے لاعلم تھے تو پھر بھی یہ امکان باقی رہتا ہے۔ کہ آپ کا اپنی دونوں بیٹیوں کا ان سے نکاح کرنا اس تفصیلی علم سے قبل ہو۔ اس صورت میں اگر آپ کو تفصیلی علم پہلے سے ہوتا۔ تو ہرگز ہرگز نکاح نہ کرتے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ علم نہیں جس کے ذریعہ ہم معلوم کر سکیں۔ کہ آپ کو علم کب ہوا۔ (یعنی عقید کرنے سے پہلے یا اس کے بعد)

تین جواب تین مسئلے۔

دونوں شیعی مجتہدین نے حضرت زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا ابوالحاصل اور عثمان غنی سے نکاح ہونے کے منکوحین کی دلیل کے تین جواب دیئے۔ دلیل یہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت خلافت پر نص موجود ہے۔ اول جو نص کا منکر ہے۔ وہ یا تو کافر ہے۔ یا دائمی کافر ہے۔ لہذا جب عثمان غنی نے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت و امامت کو تسلیم نہ کیا تو نص کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ٹھہرے۔ اس لیے کسی کافر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے باطن سے بخوبی آگاہ تھے۔

پہلا جواب۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت (بلا فصل) پر نص ہونا اس پر ہی اتفاق نہیں۔ لیکن جو شیعہ نص کے قائل ہیں وہ اس کے منکر و مخالفت پر کفر کا فتویٰ لگانے میں متفق نہیں۔ جب (بقول شیعہ) حضرت علی المرتضیٰ کی امامت کی نص پر اجماع نہیں۔ پھر اس پر نص کے قائلین کا منکر نص پر بالاتفاق کفر کا فتویٰ نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی اور ابوالعاص رضی اللہ عنہما کو کیسے کافر بالاتفاق کہا جاسکتا ہے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کافر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

دوسرا جواب:-

جو شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نص کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ ان کا اس بات پر اتفاق نہیں کہ یہ کافر ایسا کافر ہو۔ کہ کبھی بھی ایمان سے آراستہ نہ ہو اور نہ ہو سکے۔ اس لیے ممکن ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (عثمان، ابوالعاص) سے اپنی بیٹیوں کا عقد کیا تو اس وقت یہ دونوں نص کے منکر نہ ہونے کی بنا پر مسلمان ہی ہوں۔ ایسی حالت میں ان سے عقد کرنے پر حضور کی ذات مقدسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تیسرا جواب:-

جن شیعوں کا یہ مسلک ہے کہ نص کا منکر کافر اور بہر حال کافر ہے۔ تو اس کا جواب یوں بنے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے باطن کا علم از خود نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے تھے۔ یہ علم کب عطا ہوا؟ کیا نکاح پہلے یا علم پہلے تھا؟ توجیب تک عطلے علم کی تاریخ کا علم نہ ہو۔ اور پھر اس تاریخ کا نکاح کی تاریخ سے قبل ہونا ثابت نہ ہو۔ تو پھر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت نکاح آپ کو تفصیلی علم تھا ہی نہیں۔ بعد میں عطا ہوا۔

پہلا مسئلہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیٹیاں حقیقی تھیں۔ تبھی تو آپ کی ذات والا صفات

پراٹھنے والے اعتراضات کا جواب دینے کی زحمت اٹھانا پڑی۔
دوسرا مسئلہ۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہمہ وقت ثابت نہیں۔ یعنی ماکان اور مایکون آپ کے احاطہ علم میں نہیں۔ لیکن اہل تشیع اپنے ائمہ کے لیے ماکان و مایکون تسلیم کرتے ہیں۔ گویا نبی الانبیاء سے ان کے جانشین اور امتی علم میں بڑھ گئے۔

تیسرا مسئلہ۔

خلافت و امامت کا منصوص ہونا تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ نہیں ماسی لیے اس کا منکر بھی متفقہ طور پر کافر نہیں ہے۔ تقریباً اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین مختلف فیہ مسائل کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ امام و خلیفہ منصوص ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے یا نہیں۔

اگر ان دونوں مجتہدوں کی بات کو ان کے نام یوں تسلیم کر لیں۔ تو بہت سے مسائل میں اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اصرار کیا جائے۔ تو جہاں اور خرابیاں پیدا ہوں گی ان کے ساتھ مسئلہ زیر بحث کے متعلق یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص اور عثمان کے کفر باطنی پر مطلع ہوتے ہوئے پھر اپنی حقیقی صاحبزادیوں کی ان سے شادی کر دی۔ اور ایسا کہنا بہت بڑی گستاخی اور بے دینی ہوگا۔

بہنا درست یہی ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیاں۔ (رقیبہ۔ ام کلثوم، زینب، فاطمہ، حقیقی صلیبی تھیں۔ اور آپ نے ان میں سے دو کی شادی جو ابوالعاص اور عثمان غنی سے کی۔ وہ از روئے قواعد شرعیہ صحیح اور درست تھی۔

چیلنج

اہل تشیع کے بزرگ علماء اور مجتہدین (علامہ امامقانی، شیخ مفید، سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی) کے محاکمے اور مکالمے کے ذریعہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سبھی بیٹیاں حقیقی تھیں۔ ان میں ربیبہ یا حالہ اخت خدیجہ کی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے عقیدہ کو "مکڑی کے جال کی طرح کمزور" کہا۔ نص رسول اور نص ائمہ کے خلاف کہا۔ ان بزرگ شیعہ علماء کے مقابلہ میں ایک گھسے پٹے "مجتہد" کی کیا چل سکتی ہے۔ میں اس موقع پر تمام موجودہ شیعہ علماء کو بالعموم اور نجفی شیعہ کو بالخصوص چیلنج کرتا ہوں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت میں سے کسی ایک امام کی طرف سے ایک ہی حدیث جو مسند، مرفوع صحیح یا مشہور ہو اور اس میں صراحت ہو کہ سیدہ زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں تھیں۔ تو تیس ہزار روپے نقد انعام دیں گا۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دوسری دلیل

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں (رقیہ، ام کلثوم

زینب) آپ کی ربیبہ (لے پالک) تھیں،

نبی شعی نے اس دلیل میں بھی وہی لچر اور فضول طریقہ اختیار کیا۔ جو اس کی طبیعت میں دوایت کر دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ اصل دلیل تو چار سطور میں مکمل ہو جاتی ہے۔ لیکن پانچ چھ صفحات اس جہل نے اپنے طوط پر جو تحریر کئے۔ ان میں زیادہ طور پر سیندا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر نازیبا لہاں مرگستا فائدہ عبادات کی شکل میں اپنے صلا کی بجز اس نکالی۔ کچھ ایسی بھی باتیں لکھیں۔ جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ بہر حال اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے۔

زوجہ عثمان رقیہ نبی کریم کی صلی بیٹی نہ تھیں۔ کیونکہ رقیہ بنت رسول کے پیدا ہونے

کے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس برس تھی۔ لہذا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

کا عقد قبر کے ساتھ چھ برس کی عمر میں ہوا۔ تاریخ یعقوبی جو کہ سنوں کی معتبر کتاب ہے کہ حوالہ

سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت چالیس برس میں کیا۔ اس لیے اس وقت جناب

رقیہ کی عمر چھ برس کی بنتی ہے۔

» پس سنی بھائی ہمیں یہ سمجھائیں۔ کہ ہمارے نبی کریم کو کیا مجبوری تھی۔ کہ چھ سال کی کم سن نابالغ بچی ایک کافر کے نکاح میں دے دی۔ شانِ نبوت کی حفاظت اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ رقیہ نامی لڑکی خدیجہ زوجہ نبی کی پالتو تھی۔ اس کی شادی عتبہ کافر کے ساتھ ہوئی۔ اور اسے طلاق کے بعد پھر اس کی شادی جناب عثمان کے ساتھ ہو گئی۔۔۔۔۔ کیونکہ کوئی غیر باپ کم سن بیٹی اپنے دشمن کو نہیں دیتا۔ پس ہمارے نبی کریم کی توہین ہے۔ نبی کریم تو کفار کے مذہب کے مخالف تھے۔ اور کفار انجناب کے دشمن تھے۔ پس ہمارے نبی کو کیا مجبوری تھی۔ کہ کم سن لڑکیاں دشمنوں کو دیتے رہے۔“
(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۰۳، ۲۰۴)

جواب :-

نہجی شعلی کی اس دلیل کا جواب دینے کی ضرورت تو کوئی نہیں۔ کیونکہ پھلی دلیل کے جواب میں اس قسم کی باتوں کی پوری وضاحت کر چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی قارئین کرام کی تسلی کے لیے چند الفاظ پیش خدمت ہیں۔ نہجی کی دلیل مذکورہ کی دو بنیادیں ہیں۔
۱۔ اتنی چھوٹی عمر (چھ سال) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی کی کافروں کے ساتھ شادی کرنے کی کیا ضرورت اور مجبوری تھی؟۔
۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے مخالف تھے۔ اُدھر کفار بھی آپ کے دشمن تھے۔ تو اس دشمنی اور مخالفت کے باوجود آپ نے اپنی بیٹی کی شادی کیسے کرنی مناسب بھی؟

دلیل کی یہ دونوں بنیادیں جہالت کا عینا جاگتا ثبوت ہیں۔ پہلی بات ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کس کتاب میں کس اصول کے تحت یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ چھ برس کی عمر کی بچی کی شادی کرنا ناجائز ہے۔ اگر نہجی اور اس کے تمام گروہوں کے پاس کوئی دلیل و حوالہ ہو۔ تو پیش کریں۔ ورنہ اپنی من گھڑت شریعت کو کہیں گندی روڑی پر پھینکیں۔ تاکہ کلپوریشن

والے اٹھا کر اُسے کہیں دور ڈال آئیں۔ دوسری بنیاد کے بارے میں گوش گزار ہوں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کی شادی عتبرہ سے کی۔ تو ان دنوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی مخالفت نہ تھی۔ کافر مخالفت کیوں کرتے۔ کفار تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین کہتے تھے۔ اور اعلان نبوت سے قبل انہیں آپ سے کسی قسم کی شکایت نہ تھی۔ آخر مخالفت کی کوئی وجہ بھی ہونی چاہیے۔ محض لکھ دینا کہ کافر آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ بغیر دلیل اسے کون تسلیم کرے گا؟ بلکہ اس کے خلاف کے دلائل موجود ہیں۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما ہوئے۔ تو آپ کی ولادت باسعادت کی خبر ابولہب نے سنی۔ تو خوش کن خبر دینے والی لونڈی ثویبہ کو اس کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ یہی ثویبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں بھی بنیں۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی کے اندر مذکور ہے۔

تاریخ یعقوبی

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ بَعَثَهُ اللَّهُ رَأَيْتُ
آبَا لَهَبٍ فِي النَّارِ يُصِیْحُ الْعَطَشُ
الْعَطَشُ فَيَسْقِي فِي نَفْسِ ابْنِهِ فَمَلَّتْ
بِهِ هَذَا، فَقَالَ بَعَثْتَنِي ثَوْبِيَّةَ لِأَنَّهَا
أَرْضَعَتْنِي.

تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۹ مولا رسول اللہ

مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت مبارکہ کے بعد فرمایا۔ میں نے ابولہب کو دوزخ کی آگ میں پینتے ہوئے دیکھا۔ وہ العطش العطش کی

صدائیں بلند کر رہا تھا۔ تو اس کو اس کے انگھوٹھے میں سے کچھ پینے کو دیا جاتا میں نے دریافت کیا۔ یہ کیونکر؟ ابولہب نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں نے آپ کی ولادت کی خوشی کے طور پر اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اور بعد میں اسی لونڈی نے آپ کو دودھ پلایا۔ اس کی آزادی کی وجہ سے مجھے پانی ملتا ہے۔

قارئین کرام! صاحب تاریخ یعقوبی شیعہ نے اپنی تاریخ میں اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو اعلان نبوت سے قبل کوئی دشمنی نہ تھی۔ ورنہ آپ کا بہت بڑا دشمن کبھی بھی آپ کی ولادت پر ثویبہ نامی لونڈی کو آزاد نہ کرتا۔ جس کی بدولت وہ جہنم میں بھی نفع حاصل کر رہا ہے۔

نوٹ:-

نجفی شیعہ کو اہل تشیعہ نے ”حجۃ الاسلام“ کی دُوم لگا کر دُمدار شیعہ بنایا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ اس لفظ سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے کذاب اور مفتری کو یہ لقب کیونکر دیا گیا۔ ہاں ممکن ہے۔ کہ جب ان کے مذہب میں تقیہ کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔ جسے بقول ان کے ائمہ حضرات بھی اپناتے رہے۔ تو اس فن میں مہارت تامہ رکھنے والا ان کے نزدیک ایسے لقب سے ملقب ہوتا ہو۔ اس تقیہ باز حجۃ الاسلام نے تاریخ یعقوبی کو سینوں کی معتبر کتاب لکھا۔ جو بالکل کذب و افتراء ہے۔ کیونکہ انہی کے ایک ”ثقة المحدثین ناصر اللہ والدین“ شیخ عباس تمی نے صاحب تاریخ یعقوبی احمد بن ابی یعتوب کو ”امای شیعہ“ کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الکنی واللقاب:-

احمد بن ابی یعتوب بن جعفر بن دھب بن واضح کاتب و نویسنده عباسی و شیعہ

امای است... تاریخ وارو بنام تاریخ یعقوبی وغیر اینہا در سال ۲۸۱ وفات نمود۔
کتاب الکفی واللقاب جلد ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ تہران طبع جدیدہ
ترجمہ م احمد بن ابی یعقوب بن جعفر خاندان عباسیہ کا کاتب اور منشی تھا۔ اور
مذہب امامی شیعہ تھا... اس کی تصنیفات میں سے ایک کا نام تاریخ یعقوبی
ہے۔ ۲۸۳ میں فوت ہوا۔

میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نجفی شیعہ کو حق پہچاننے اور پھر اسے قبول کرنے کی
توفیق عطا فرمائے۔ اور تمبرہ بازیوں کذب و افتراء سے اُسے باز رکھے۔
(فاعتبروا یا اولی الابصار)

تیسری دلیل،

قول مقبول،

قرآن پاک سے ثبوت گذر چکا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو کفر و شرک پسند نہیں ہے۔ اسی
لئے ان کو رشتہ دینے سے اللہ نے روکا ہے اور جو چیز خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ ایک عام
مومن کو بھی پسند نہیں ہے تو خدا کا نبی تو چونکہ ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ لہذا خدا کی ناپسند
چیز کو وہ ہرگز اختیار نہ کرے گا۔

حدیث مذکور نے بتایا کہ جب آپ سے کوئی ایسا شخص رشتہ مانگے۔ جس کے دین
کو آپ پسند کرتے ہوں۔ تو اس کو رشتہ دے دینا۔ پس اگر کافر مسلمان سے رشتہ مانگے
تو چونکہ مسلمان کو کافر کا دین پسند نہیں ہے۔ لہذا ایک عام مسلمان بھی کافر کو رشتہ دینا
گوارا نہیں کرے گا۔ چونکہ جہاں سے نبی کفر مٹانے آئے تھے۔ پس ناممکن ہے۔ کہ حضور پاک
نے کسی کافر کے دین کو پسند کیا ہو اور اسے بیٹی کا معاذ اللہ رشتہ دیا ہو۔ خلاصہ اگر

زینب ورقیہ اور ام کلثوم ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں تو ان کے نکاح کفار سے نہ ہوتے اور جب قیاس استثنائی میں استثناء نقیض تالی ہو۔ تو نتیجہ بھی نقیض مقدم ہوتا ہے پس چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہوئے تھے۔ لہذا ہمارے نبی کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۰۵)

جواب :-

بخنئی شیعہ کی یہ دلیل بھی دراصل دلیل اول کا ہی ایک رخ ہے۔ لہذا اس کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ دلیل اول کا جواب ہی اس کا جواب ہے۔ آپ اس دلیل کو غور سے پڑھیں۔ تو وہی بات دہرائی جا رہی ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین سے منع فرمایا ہے۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو کفار کے عقد میں کیوں کر دے سکتے ہیں۔

ہاں اس دلیل میں اپنی علیت کے اظہار کے لیے قیاس استثنائی۔ استثناء نقیض تالی اور نقیض مقدم وغیرہ الفاظ سے قاری کو مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس بیچارے کو کیا خبر کہ ہمارے مدارس کے سال اول کے طلباء جو تیسرا المنطق اور السانوی پڑھتے ہیں۔ وہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اس علیت کی حقیقت کیا ہے۔ ٹھیک ہے کہ قیاس استثنائی میں اگر استثناء نقیض تالی ہو تو نتیجہ مقدم کی نقیض ہوتا ہے۔ لیکن اس قیاس کو اپنی دلیل کے ساتھ منطبق بھی کرو۔ تمہیں یہ ثابت کرنا لازم ہے۔ کہ کفار کو ابتدائے اسلام میں لڑکیوں کے رشتہ دینا حرام تھا۔ اور یہ تم کبھی بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ خود تمہارے آقاؐ نعمت واضح الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کفار سے مسلمانوں کا رشتہ کرنا کرنا جائز تھا۔ اس کو ”ولاتنحکوا المشرکین الخ“ آیت سے منسوخ کیا گیا۔

ربا یہ معاملہ کہ اس دلیل سے آخر بخنئی شیعہ ثابت کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کا

مقصد اصلی کیا ہے؟ تو وہ مقصد صرف یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان غنی سے عقد نہیں ہوا۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں۔ کہ ان کے باہین نکاح کا اس آیت مذکورہ (ولا تلحقوا المشرکات الخ) سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ اس میں مانعت نکاح مشرکین سے ہے۔ نہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے رشتہ کالین دین نہیں کر سکتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عقد فرمایا۔ تو حضرت عثمان اس وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ جس کا ثبوت ابھی میں نے شیعوں کی ایک معتبر کتاب ”انوار نعمانیہ“ سے پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف ”نعمت اللہ جزائری شیبی“ نے بالکل صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادی حضرت عثمان سے اس لیے کی۔ کہ وہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ نعمت اللہ جزائری نے اس نجفی شیعہ کی منطق کی بھی تردید کی۔ وہ یوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام مسلمانوں کی طرح ظاہری شریعت کے مکلف تھے۔ لہذا نجفی کا یہاں نقیض تالی سے مقدم کی نقیض نتیجہ نکالنا بھی باطل اور لغو ٹھہرا۔ اور اس پر یہ تفریح بٹھانا قطعاً غلط ہے پس چونکہ ان کے نکاح کفار سے ہونے تھے۔ لہذا وہ ہمارے نبی کی لڑکیاں نہ تھیں“ ہم یقین سے کہتے ہیں۔ کہ جب اس قسم کے دعووں کی بنیاد ہی باطل ہے۔ تو اس پر جتنی عمارتیں قائم ہوں گی۔ وہ حقائق کی معمولی ہوا اور تحقیق کے ایک جھونکے سے زمیں بوس ہو جائیں گے۔ اور اس پر لطف یہ کہ ”انوار نعمانیہ“ نے ہی نجفی شیبی کے دلائل کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔

چوتھی دلیل

نجفی شیبی نے اپنی چوتھی دلیل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی صرف اور صرف ایک ہی شخصیت یعنی حضرت علی المرتضیٰ کے

ساتھ ہی مختص ہے۔ کوئی اور شخص آپ کا داماد نہیں بن سکتا۔ ہم اس کی دلیل کو من دین نقل کر دیتے ہیں۔ آپ اسے پڑھ کر خود اندازہ لگالیں گے۔ کہ اس دلیل کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے داماد رسول نہ ہونے سے کونسا تعلق ہے؛ دلیل کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

”وہ نبی کریم نے جناب امیر سے فرمایا تھا۔ کہ آپ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں۔ جو کسی ایک کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اور نہ ہی مجھے۔ آپ کو میرے جیسا سسر ملا۔ اور مجھے ایسا شرف نہ ملا۔ آپ کو میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی۔ لیکن مجھے اس کی مثل (صدیقہ) زوجہ نہ ملی۔ آپ کو حسن و حسین جیسے اپنی صلب سے ملے اور مجھ کو اپنی صلب سے ان کی مثل بیٹے نہ ملے۔ لیکن آپ مجھ سے ہیں اور میں آپ سے ہوں۔“

نوٹ :-

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ یہاں اور شعل ہونا یہ فضیلت صرف حضرت علی کی ہے۔ کیونکہ لَمْ یُوْتُوْهُنَّ اَحَدًا ایسا جملہ ہے۔ جس میں ”اَحَدًا“ نکرہ ہے اور سیاق نفی میں عموم کا قاعدہ دے رہا ہے۔ ہمارے نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے جیسا سسر کسی کا ہو یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب میں ہے۔

خلاصہ :-

اگر وہ تین لڑکیاں حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو یہ فضیلت کہ میں سسر ہوں۔ اسے جناب امیر کے ساتھ حضور پاک خاص نہ کرتے۔ نبی کریم کا مذکورہ فضیلت کو جناب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ خاص کرنا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ وہ تین لڑکیاں آنجناب کی حقیقی اولاد نہ تھی۔ اور عثمان صاحب کا داماد رسول ہونا سفید بھوٹ ہے۔“

رقول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

جواب :-

اس دلیل میں نجفی شیعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کو صرف حضرت علی المرتضیٰ کے لیے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے تخصیص کا مفہوم نکلتا ہو۔ جن کتابوں میں مذکورہ روایت موجود ہے۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ اے علی! جو تین باتیں تمہیں حاصل ہوئیں۔ کسی دوسرے کو نہیں ملیں، بلکہ مجھے بھی نہیں ملیں۔ ایک یہ کہ میری صدیقہ جیسی بیٹی تمہیں ملی۔ وہ مجھ سمیت کسی کو بھی ایسی نہ ملی۔ اس سے صاف ظاہر کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شان جیسی کسی دوسری عورت کو شان حاصل نہیں۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں ان جیسی کوئی ہے۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹیوں میں کوئی شان میں ان کی ہم مسر۔ اتنی بات سے کس کو انکار ہے۔ کہ کوئی عورت بھی حضرت فاطمہ کی شان جیسی نہیں۔ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ تو یہ کسی مجتہد اہل ہوا میں کا مطلب ہی ہو سکتا ہے۔ الفاظ سے ایسا مفہوم ہرگز ثابت نہیں۔

یہی یہ بات کہ نجفی نے کہا۔ ”ہماکے نبی نے ایسا کلام فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے چنانچہ کسی کا شکر ہو۔ یہ فضیلت صرف علی بن ابی طالب کو ہے۔“
عربی عبارت کا یہ مفہوم نکالنا سراسر نجفی کی مکاری اور عیاری ہے۔ اور انتہاء درجہ کی جعل سازی ہے۔

نجفی شیعہ نے ”ریاض النضرۃ“ کی عبارت کا جو ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ ہرگز درست نہیں۔ کتاب کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ اَوْنَيْتَ صِيْهْرًا مِثْلِيْ وَلَمْ اَوْتِ اَنَا مِثْلَكَ الخ ” یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے علی! تجھے مجھ سا شکر (شکر) ملا اور ایسا شکر مجھے نہ ملا۔ اس کا آسان مطلب یہی ہے۔

کہ تمہارے سسر جیسا مجھے سسر نہ ملا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سسر وہ ذات ہیں۔ جو امام الانبیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رحمتہ للعالمین ہیں۔ اُدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر بیویاں کی۔ ان کے باپ میں سے کوئی نبی نہ تھا۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حقیقت کا بیان فرمایا۔ گویا وہ تین ایسی خصوصیات ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ میں بھی وہ نہیں ہیں۔

لیکن ان الفاظ کا یہ مطلب و مفہوم نکالنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سسر تھے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی تنہا آپ کے داماد تھے۔ کیونکہ آپ کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اور آپ نے حضرت علی سے ہی اس کا عقد فرمایا۔ کہاں تک درست ہے؟ بس اس غلط مفہوم کو لے کر کبھی نے تانا بانا باندھا۔ جو اسے ایک مضبوط گھریا قلدہ دکھائی دیا۔ جبکہ میدان تحقیق میں اس کی حیثیت مکڑی کے جال سے بھی کمزور اور ناقص نکلی۔ اس قسم کی دھوکہ بازیوں اور جعل سازیوں سے اپنے رفقاً خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن بظرافت و بصیرت دیکھنے والے قطعاً اس کو پرکھ کر گاہ کی حیثیت دینے کو تیار نہیں۔ جب ہم نے اس دلیل پر ڈالے گئے پردوں کو اٹھا کر حقیقت کو بے نقاب کر دیا۔ تو روز روشن کی طرح مسلک اہل سنت ثابت ہو گیا۔ اور ادھام و تدلیس کے بادل بھٹ جانے پر آسمان تحقیق کے ستارے یوں چمکے۔ کہ شکوک و شبہات کے وادیوں میں رہنے والے سسے ششدر رہ گئے۔ اور اپنی کذب بیانی اور خود ساختہ روایات پر ماتم کرنے بیٹھ گئے۔

پانچویں دلیل

قول مقبول کے مصنف نجفی شیبی نے دلیل پنجم میں حضرت رقیہ، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے متعلق جو یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقی لڑکیاں نہیں تھیں۔ ہم اس کو من و عن اسی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

أَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ - وَرُؤْيَا أَقْتَهَا نَزَلَتْ جِئِن صَاح

النَّبِيِّ عَلَى وَ لِدِ خَدِيجَةَ

ترجمہ: یتیم پر قہر نہ کرو، روایت میں آیا ہے۔ کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی۔

جب نبی کریم نے اولادِ خدیجہ کو بھڑکی دی اور بلند آواز سے بلایا۔

نوٹ ۱:

انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ مر جائے۔ حیوانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس

کی ماں مر جائے۔ پرندوں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کے دونوں مرجائیں۔

نوٹ ۲:

زینب و رقیہ اور ام کلثوم ہی مذکورہ روایت میں مراد ہیں۔ ورنہ ان کے علاوہ اور

اولادِ خدیجہ کوئی مراد نہیں ہو سکتی۔ اور مذکورہ لڑکیوں کو حضور نے جب بھڑکی دی۔ تو یہ

آیت نازل ہوئی۔ کہ یتیم پر قہر مت کریں۔ اگرچہ لڑکیاں حضور کی صلیبی ہوئیں۔ تو اللہ تعالیٰ

ان کی حضور کی زندگی میں یتیم نہ کہتا۔ کیونکہ یتیم وہ ہے جس کا باپ مر جائے۔ اور ان لڑکیوں

کے باپ اگر خود رسول اللہ تھے تو وہ تو زندہ تھے۔ پس یہ لڑکیاں یتیم کیسے بن گئیں۔

نوٹ ۳:

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ وہ لڑکیاں اگر ہمارے نبی کی حقیقی لڑکیاں ہوتیں۔ تو

اللہ تعالیٰ ان کو حضور پاک کی زندگی میں یتیم نہ فرماتا۔ اور نیز ان کے نکاح کافروں کے

ساتھ نہ ہوتے۔ کیونکہ باپ کی موجودگی میں بچے یتیم نہیں کہلاتے۔ نیز نبیوں کی بیٹیاں

کفار کے نکاح میں آتیں۔

(قول مقبول فی اثبات وحدہ بنت الرسول ص ۲۹۶)

جواب :-

نجفی شیعہ نے آیت کریمہ کی تفسیر میں جو جملہ ذکر کیا۔ وہ تفسیر کبیر سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی یتیم اولاد کو جھڑکا۔ تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی (أَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَدْ) تو مصنف و منصف نے اس سے یہ ثابت کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ کی یتیم اولاد کو جھڑکا۔ وہ رقیہ، زینب اور ام کلثوم ہی تھیں۔ الخ۔

اس تحریر کے بعد ہم قول مقبول کے مصنف سے پوچھتے ہیں۔ کہ تفسیر کبیر کی کوئی عبادت سے یہ ترجمہ کیا گیا۔ کہ سیدہ ام کلثوم، زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ کی یتیم بچیاں تھیں۔ بلکہ نجفی کو میری طرف سے کھلی دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری نہ سہی اپنی کتابوں سے ہی سند صحیح کے ساتھ کم از کم ایک ہی مرفوع حدیث پیش کرے۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے پہلے خاوندوں سے جو اولاد تھی۔ اس میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم شامل ہیں۔ اگر ایک حوالہ بھی پیش کرے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یہ حقیقت ہے۔ کہ نجفی کیا تمام ذریت یزید اور پوری امت شیعہ یہ ثابت نہ کر کے گی۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے خاوندوں کی اولاد میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم تھیں۔

نجفی کا یہ ثابت کرنا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یتیم اولاد ان تین بیٹیوں پر مشتمل تھی۔ جو یتیم تھیں۔ ان کا یہ دعویٰ یوں سمجھئے۔ کہ پانی میں کسی نے گوز مار دیا ہو۔ ہم ثابت کرتے ہیں۔ کہ کتب شیعہ میں اس امر کی واضح نشاندہی ہے۔ کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں سے اولاد یہ تین صاحبزویاں نہ تھیں۔ وہ اور اولاد تھی۔ ملاحظہ ہو۔

کشف الغمہ :-

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ رِعَامَةَ قَالَ كَانَتْ خَدِيجَةَ

قَبْلَ أَنْ تَتَزَوَّجَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عِنْدَ عَتِيقِ بْنِ عَائِذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَخْرُومٍ
يُقَالُ وَلَدَتْ لَهَا جَارِيَةً وَهِيَ أُمُّ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِي
الْمَخْرُومِيِّ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا بَعْدَ عَتِيقِ أَبُو هَالَةَ
هِندُ بْنُ زُرَّارَةَ التَّمِيمِيَّةُ فَوَلَدَتْ لَهُ هِنْدُ بْنُ هِنْدٍ ثُمَّ
تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ کشف الغمہ فی مفرقة الائمہ جلد اول ص ۱۵۱، ۱۵۲۔ فی فضائل خدیجہ۔ مطبوعہ تبریز

طبع جدید

۲۔ مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۵۱۔ نسل نبی اقرباہ۔ مطبوعہ قم۔

طبع جدید

۳۔ بحار الانوار جلد ۱۶ ص ۱۰۰۔ نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مطبوعہ تہران

طبع جدید

۴۔ انوار نعمانیہ جلد اول ص ۸۰۔ نور تصنیوی مطبوعہ تبریز۔ طبع جدید

ترجمہ: قتادہ بن دعامہ سے روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد و حیت میں آنے سے پہلے عتیق بن مخرومی
شخص کے نکاح میں تھیں۔ اس سے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جو
محمد بن صیفی المخزومی کی والدہ تھیں۔ پھر عتیق (زوجہ خدیجہ) کے وفات
پانے کے بعد ابو ہالہ ہند بن زرارہ کے عقد میں آئیں۔ جو تمیمی تھے۔ ان
کی زوجیت میں حضرت خدیجہ کے ہاں ایک لڑکا "ہند" پیدا ہوا۔
پھر اس خاندان کے فوت ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت
خدیجہ کی شادی ہوئی۔

مذکورہ جواہرات کتب شیعوں سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل وادامیوں سے عقد ہوا تھا جن میں سے ایک کا نام عتیق اور دوسرے کا نام ہند تھا۔ ان میں سے اول الذکر سے ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکی محمد بن صبیح کی والدہ بنی۔

بحار الانوار :-

حَدَّثَنَا عَنْ أُمِّهِ هِنْدُ بْنُ أَبِي هَالَةَ رَضِيَ رَسُولِ
اللَّهِ وَ أُمُّهُ خَدِيجَةُ -

بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۵۸ تاریخ بنینا

صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: سنن نے اپنے آپ سے اور اس نے ہند بن ابی ہالہ سے حدیث بیان کی۔
ہند ابی ہالہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لپالک بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ تھا۔

حضرت آپ نے کتب شیعوں سے معتبر جواہرات ملاحظہ فرمائے۔ مگر نجفی شیعی کے بقول حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوندوں سے ہوتیں۔ تو ان کا کم از کم کسی ایک کتاب میں ثبوت آتا۔ صاحب بحار الانوار ملاحظہ فرمائیے نے ہند بن ابی ہالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ریب کہا۔ اور یہ بھی وضاحت کر دی۔ کہ ان کی والدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھا۔ لہذا اس سے معلوم ہوا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ریب ہند بن ابی ہالہ تھا۔ اگر تینوں بیٹیاں بھی ریبہ ہوتیں۔ تو ان کا ذکر بھی یہاں ہوتا۔

ان باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ نجفی صاحب قول نامقبول نے جو سر توڑ کوشش کی۔ کہ

حضرت رقیہ زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہ تھیں۔ بلکہ رضیہ تھیں اور ان رضیہ لڑکیوں سے عثمان غنی کی شادی ہوئی۔ لہذا حضرت عثمان کی اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سراسر اس کی صحت و صحری اور خود اپنے مذہب کی کتب معتبرے نادانی اور جہالت کا ثمرہ ہے۔ اگر نظر انصاف سے کام لیتا۔ اور اپنی معتبر کتب سے اس بات میں تسلی و تشفی چاہتا۔ تو یقیناً اپنے اکابر کی طرح یہی قول کرتا۔ کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضیہ نہ تھیں۔ بلکہ حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور اس قسم کی نپاک جملت نہ کرتا۔ جو اس نے قول نامقبول میں کی ہے۔

خلاصہ کلام۔

پانچویں دلیل میں نجی شیعہ نے جو آیت کریمہ ”رَأْمًا أَلَيْبَتِيْمُ فَكَلَّا فَتُهَرُّ“ کے تحت تفسیر کبیر سے یہ ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم یتیم بچیاں تھیں۔ جن کے باپ حضور نہ تھے۔ بلکہ فوت ہو چکے تھے۔ تو اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان کی اپنے ہاں تربیت فرمائی۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات سے اس دلیل کی حقیقت آپ حضرت پر رضردشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گئی۔ ایک سرسری نظر ڈالنے والا بھی اس امر کو جان جاتا ہے۔ کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران نیک اختران کی زوجیت میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ کائنات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ”ذو النورین“ کہتی ہے یعنی دو نوروں والے۔ وہ دو نور کون تھے۔ یہی صاحبزادیاں تھیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ انہی کی زوجیت کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

”ذو النورین“ کہلائے۔ رفاعبر وایا اولی الابصار

چھٹی دلیل

قول مقبول :-

اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر غرائب القرآن میں پانچ سو نساء آیت نمبر ۲۸۔
 وَدَيَايِكُمْ اللّٰتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَاءِكُمُ اللّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
 پانچ سو نساء آیت ۲۸ قَوْلُهُ مِنْ نِّسَاءِكُمُ اللّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ
 بِدَيَايِكُمْ كَمَا نَقُولُ بَنَاتُ رَسُولِ اللّٰهِ مِنْ خَدِيجَةَ

حاصل مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں جن کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد کوئی
 شخص ہم بستری کر چکا ہو۔ تو ان عورتوں کی وہ لڑکیاں جو کسی پہلے سے
 ہوں۔ اس مرد پر حرام ہیں۔ ان سے وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ ایسی لڑکیوں
 کو عربی اصطلاح میں ربیہ (یعنی پروردہ) کہتے ہیں اور ان پروردہ
 لڑکیوں کی مثال صاحب تفسیر نے یہ دی ہے کہ جیسے رسول اللہ
 کی لڑکیاں تھیں خدیجہ سے۔

نوٹ :- مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ رقیہ اور اہم کثوم حضور کی اپنی لڑکیاں
 نہ تھیں بلکہ پروردہ تھیں۔ کیونکہ اگر یہ حضور کی اپنی لڑکیاں ہوتیں تو وہ آیت حُرْمَتِ
 عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ کے حکم میں آچکی تھیں۔ دوبارہ ان کو دہرایا گیا
 کے حکم میں ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور۔)

جواب :-

یہ دلیل دراصل مولوی اسماعیل شیبلی کی ذکر کردہ ہے۔ جسے موصوف کے جمع
 کردہ مناظر سے بنام ”فتوحات شیعہ“ میں ناصر حسین نے ذکر کیا ہے۔ اس دلیل کا تفصیلی

جواب ہم بے حکم میں جو آگے آ رہا ہے صرف دونوں کے حوالہ میں کچھ فرق ہے۔ مولوی اسماعیل شلیبی نے تفسیر کبیر کے حوالہ سے بعینہ یہی الفاظ نقل کئے۔ اور نجفی شمس نے اسے تفسیر غرائب القرآن کے حوالہ کا ذکر کیا ہے۔ الفاظ دونوں کے یہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص ڈوب رہا ہو تو اسے منکے کا سہارا بھی بہت بڑا سہارا محسوس ہوتا ہے۔ ورنہ تنکے کا سہارا درحقیقت کوئی سہارا نہیں۔ محض اپنے آپ کو تسلی دینے کی خاطر ایک فریب ہے۔ دھوکہ ہے۔ ان دونوں تبرے کے پیالوں کو کہیں سے پانی نزل سکا تو سہراب کو پانی سمجھ بیٹھے۔ لیکن جب پیاس بجھانے کے لئے مٹہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پانی کا نام و نشان تک نہیں۔ پھر قدرتی طور پر گناہا غلام ثلاثہ کی پہچان کے لئے اللہ تعالیٰ قدرتی اسباب مہیا فرمادیتا ہے۔ تاکہ انکی شناسائی ہو سکے۔

صاحب تفسیر غرائب القرآن اور علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہما کی مثال نا سمجھی کی بنا پر انہوں نے اپنا اُتو سیدھا کرنا چاہا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس مثال سے یہ ثابت کرنا ہرگز مقصود نہ تھا اور نہ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم (بقول نجفی وغیرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہیہ بیٹیاں تھیں۔ بلکہ مثال کے ذکر کرنے کا مقصد ایک نحوی ترکیب اور آیات میں مذکور الفاظ کا صحیح مطلب واضح کرنا تھا۔ کیونکہ ترکیب کے اختلاف سے معانی کا مختلف ہونا لازمی ہے۔ آئیے ذرا مختصری سی جھلک اس کی دیکھ لی جائے۔

قرآن حکیم میں عترت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جریہ ارشاد فرمایا: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلَّذِيْنَ دَخَلَكُمْ مِّنْ بٰرِعِمْ** یہ بار مجرور کس کے متعلق کیا جائے۔ اس کے متعلق کے بارے میں دو خیالات تھے۔ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اس بار مجرور کا تعلق ”اُمّہاتِ نِسَائِكُمْ“ اور ”دَبَائِكُمْ“ دونوں سے ہے۔ اس تعلق کی بنا پر میں یہ ہوگا

کہ تم پر تمہاری بیویوں کی بائیس حرام قرار دی گئیں۔ بشرطیکہ تم نے اپنی بیویوں کو نکاح میں لانے کے بعد ان سے ہم بستری کر لی ہو۔ اور تم پر تمہاری ربیبہ (سے پاک بچی) بھی حرام کر دی گئی۔ بشرطیکہ اس کی ماں سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ گویا ساس اور ربیبہ سے نکاح ایک ہی شرط کے ساتھ مشروط ہو کہ حرمت کا موجب ہے اور اگر وہ شرط نہ پائی جائے۔ تو دونوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ اس جار مجبور کا تعلق صرف ”دبائیکو“ سے ہے۔ ”نسائیککو“ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں۔ جس سے مقصد یہ نکلے گا کہ صرف ربیبہ سے نکاح ناجائز اس صورت میں ہے۔ جب اس کی ماں یعنی اپنی بیوی سے نکاح کے بعد تم ہم بستری کر چکے ہو۔ لیکن ساس کے لیے حرمت اس شرط کے بغیر بھی ہے یعنی ساس کی بچی سے بطور نکاح ہم بستری ہوئی ہو۔ یا صرف نکاح ہی منقذ ہوا۔ دونوں صورتوں میں حرام ہے کہ ساس سے عقد کیا جائے۔

ان دونوں مفسرین کرام نے اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے دونوں احتمالات میں سے جس احتمال کو راجح قرار دیا۔ اس کی تائید دلائل میں بیان کی۔ ایک دلیل یہ بیان فرمائی کہ اگر اس کا تعلق دونوں کے ساتھ کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ ایک مشترکہ لفظ کو بیک وقت دو مستقل معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور ایسا کرنا قواعد کے خلاف ہے۔ دوسری دلیل یہ پیش فرمائی کہ جب ”بین نسائیککو“ کو ”الامات نسائیککو“ سے متعلق کیا جائے۔ تو اس صورت میں حرف ”من“ بیانہ بنتا ہے۔ اور اگر ”ربائیککو“ سے تعلق جوڑا جائے تو پھر ”ہن“ کے ابتدائے نایت کے لئے ہو گا۔ گویا ”ہن“ بیک مرتبہ دو مختلف معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔ ایک حقیقی معنی اور دوسرا مجازی۔ لہذا قواعد کی رو سے حقیقت اور مجاز دونوں بیک وقت مقصود نہیں ہو سکتے۔ ان دونوں تعلقات کے وقت ”ہن“ کے ابتدائے نایت والے معنی کو مثال کے

ذریعہ واضح کرنے کے لئے وہ الفاظ ذکر کئے گئے۔ جنہیں نجفی وغیرہ نے بطور دلیل لے لیا۔ یعنی ”من“ ”ابتداءً“ غایت کی مثال یہ ہے۔ ”کما نقول بلسان الرسول من خدیجۃ“ اس وضاحتی مثال کے ذکر کرنے کے بعد صاحب غرائب القرآن نے تشریح کرتے ہوئے لکھا۔

تفسیر غرائب القرآن :-

لَا تَنْ مِنْ مَعَ الْأَقْوَالِ الْبَيَانِ وَمَعْنَاهَا مَعَ الثَّانِيَةِ
إِبْتِدَاءُ الْعَايَةِ وَإِسْتِعْمَالُ اللَّفْظِ
الْمُشْتَرِكِ فِي مَقْلُوبَتَيْهِ مَعًا
غَيْرُ جَائِزٍ .

(تفسیر غرائب القرآن جزو خامس ص ۱۸)

ترجمہ۔ اس لئے کہ پہلی صورت میں (جبکہ اس بار مجبوراً کوادہات نام سے متعلق کیا جئے) حرف ”من“ ”بیانہ“ ہے اور دوسری صورت میں یہی حرف ابتداءً غایت کیلئے ہو گا اور خواہی یہ ہوگی کہ ایک مشترک لفظ کو ایک وقت دو مختلف معنی میں استعمال کرنا ہٹے گا۔ اور یہ جائز نہیں ہوگا۔

لیکن نجفی فہمی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق مذکورہ تفاسیر سے عبارت نقل کرتے

وقت بددیانتی کا مظاہرہ کیا اور پوری عبارت نقل نہ کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مکمل عبارت نقل کر دی گئی تو میری من گھڑت شریعت کون مانے گا۔ اور میری علمیت کی داد دے گا۔ بس جتنا مفید تھا وہ الفاظ نقل کر دیئے اور اس سے یہ ثابت کر دکھایا

کہ ان دونوں مفسرین اہل سنت کے نزدیک بھی یہ لڑکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں بلکہ ربیبہ بنتیں۔ تبھی مثال دے کر ان کا۔ بیہ ہونا ثابت کیا۔

برائے عقل و دانش بباہر گریست۔

ساتویں دلیل

قول مقبول :-

نبی شیبی نے اس دلیل میں تفسیر و منشور جلد ۲ ص ۵۹ سورۃ الرعد کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ میرے امر کو پہنچانے کی کوشش کر اور سستی نہ کر۔ میرے امر کو سن اور اس کی اطاعت کر۔ اے کنواری بتوں کے بیٹے میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اور میں نے تجھے اور تیری ماں (مریم) کو عالمین کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔ پس میری ہی عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ اور کتاب کو مضبوطی سے بکڑ۔ جناب عیسیٰ نے عرض کی کس کتاب کو حکم پولا انجیل کو اور اس کی اپنی امت کے لئے تفسیر کر۔ اور انھیں حزر پہنچا دے۔ کہ تحقیق میں ہی مبعود برحق ہوں۔ حقی اور قیوم ہوں۔ ہر چیز کا خالق ہوں۔ اور ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ جسے زوال نہیں۔ (اپنی امت سے کہہ دو) ایمان لائیں اللہ اور اس کے رسول پر۔ وہ رسول جو نبی اکمل ہے۔ جو آخری زمانہ میں آئے گا۔ اس کی تعریف کرو اور پیروی کرو۔ وہ اونٹ، زرہ، ڈنڈے اور تاج والا ہے۔ کشادہ آنکھ والا ہے۔ ملے ہوئے ابروؤں والا ہے۔ چادر والا ہے۔ اس کی نسل خدیجہ خاتون سے ہوگی جو برکت والی ہے۔ اے عیسیٰ! خدیجہ کے لئے جنت میں گھر ہے۔ ایسے موتیوں سے بنا ہوا جن میں سوراخ نہیں ہوگا۔ اور اس میں سونے کی ملاوٹ ہوگی۔ اس گھر میں تکلیف اور ننھ کاوٹ نہیں ہوگی۔ اس خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہے جس کا نام فاطمہ ہے۔ اور اس فاطمہ کے دو بیٹے ہونگے۔ ایک حسن اور دوسرا حسین اور وہ دونوں شہید ہونگے۔ (قول بقول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۲۱۲-۲۱۳)۔

جواب:-

بخئی شیبی نے تفسیر درمنثور سے جو اسطویل اقتباس نقل کیا۔ اس میں سے اس کے مطلب کی عبارت صرف یہ ہے کہ "خدیجہ کی ایک بیٹی ہے جو فاطمہ نامی ہوگی اور اس فاطمہ سے دو بیٹے من و حسین ہونگے۔"

قارئین کرام! میں درمنثور کی اصل عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ بخئی شیبی نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے کس قدر دھوکا دہی سے کام لیا ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

لَهَا بِنْتُ يَعْقِبُ فَاطِمَةَ وَ لَهَا ابْنَاتٌ
فِي سَشَاهِدُ وَنَا يَعْقِبُ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ .

ترجمہ:- اس خدیجہ کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی جس کے دو بیٹے حسن اور حسین کے نام والے ہوں گے اور یہ دونوں شہید ہوں گے۔

عربی عبارت اور ترجمہ ملاحظہ کرنے کے بعد آپ سوچیں کہ کس لفظ کا یہ ترجمہ بخئی شیبی نے کیا۔ خدیجہ کی صرف ایک بیٹی ہوگی۔ یہ "صرف" کا معنی کس لفظ سے لیا گیا ہے۔ اس کی وضاحت ہونی چاہیے۔ اگر عربی قواعد پیش نظر لفظ "لسا" کے مقدم آنے کی وجہ سے تخصیص ہوئی (جو یقیناً بخئی کے ذہن میں ہوگی) تو ہم پر چلتے ہیں یہی لفظ "لما ابسان" میں بھی مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ پھر یہاں بھی تخصیص کا فائدہ ہوگا اور معنی یوں بنے گا کہ اس فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹے من و حسین ہوں گے۔ یعنی جس طرح تخصیص کرتے ہوئے حضرت خدیجہ کی صرف ایک ہی بیٹی ہوئی، دوسری کوئی نہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہ کے بھی صرف دو لڑکے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اولاد تھی۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ اگر واقعی بخئی کی طرح اہل بیت کے ساتھ بغض و عناد ہوگا تو یہ ثابت ہو جائیگا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد نہ

یہی دو صاحبزادے نہ تھے بلکہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہما دونوں بھی ان کی..
صاحبزادیاں تھیں۔ کتب شیعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدہ خاتون جنت کے ہاں حسین
کہ یسین کا ایک بھائی محسن بھی پیدا ہوا تھا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے صرف دو بیٹوں کے سوا
باقی تمام اولاد کو نجفی نے نکال دیا۔ آخر کیوں بہ صرف اسی لئے کہ چند جاہل شیعہ اس کی اس
تحریر کو پڑھ کر توش ہو جائیں اور شاباش دیں کہ ہمارے علاوہ اور کیوں نے دیکھو سنیں
کی کتابوں سے ثابت کر دکھایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف ایک ہی تھی
باقی یہ سب تھیں۔ لیکن ذرا ہوش و خرد والے جانتے ہیں کہ اسی دلیل میں کتنی پختگی ہے اور
اس کو کس طرح توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔

ایک اور غلطی طلب امر ہے کہ لفظ لولیا بنت یعنی فاطمہ کے الفاظ سے ایک مفہوم
جو بالکل غلط ہے یہ ہی نکلتا ہے کہ اس حدیث کی ایک بیٹی فاطمہ نامی ہوگی۔ اس میں بیٹی کی
نسبت سیدہ خدیجہ کی طرف کی گئی یہ نہیں کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی سیدہ خدیجہ کے بطن سے صرف ایک لڑکی ہی پیدا ہوگی۔ تو اس مفہوم کو سامنے
رکھ کر ان تین بیٹیوں کا سر سے سے انکار لازم آتا ہے۔ جن کے حقیقی یا ربیہ ہونے کی
نجفی نے بحت شروع کر رکھی ہے۔ جب خدیجہ کی ایک ہی بیٹی ہوئی تو تین بیٹیاں
کسی اور کی ہونگی۔ اب وہ کون عورت ہے کہ حضرت رقیہ زینب اور ام کلثوم کو جس
کی بیٹیاں قرار دیا جائے۔ کتب شیعہ میں خاموشی اور کتب اہل سنت میں کچھ سراغ
نہیں ملتا۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں تخصیص اور حصر مراد نہیں۔ صرف ایک بیٹی کا تذکرہ مقصود
ہے اور اس کے دو صاحبزادوں کی نشاندہی مطلوب ہے۔ نہ کہ ان کے علاوہ دوسروں

کی نئی مقصود۔

آٹھویں دلیل

قول مقبول :-

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر و منثور ص ۲۹۴ پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۳۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب سیرت حبیبہ صیپ ذکر تزویج۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ
عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ عَنِ ابْنِ
مَرْدُودِيهِ عَنِ النَّسِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ فَقَالَ
عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا مَعْنَى
أَنْفُسِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّا أَنْفُسُكُمْ
نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسَبًا لَيْسَ فِيَّ وَلَا أَبَائِي مِنْ
لَدُنْ آدَمَ سَفَاحٌ كُلُّهَا نِكَاحٌ

ترجمہ: روادی کہتا ہے کہ حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا کہ تحقیق تمہارے
پاس آیا ہے رسول "من انفسکم" حضرت علی بن ابی طالب نے عرض
کی کہ یا رسول اللہ انفسکم کا کیا معنی ہے۔ تو حضور پاک نے فرمایا کہ میں تم میں
زیادہ نفیس ہوں ان دونوں نے نسب کے اور داماد کے اور حسب کے۔ مجھ
میں اور میرے باؤا اجداد میں آدم سے لیکر مجھ تک سب نیکان سے پیدا ہوئے
ہیں۔ کوئی غلط نیکان نہیں ہے۔

نوٹ: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ میرے
داماد چاہے گا داماد نہیں ہے اور فخر یہ تب درست ہے کہ وہ تین لڑکیاں جو کفار سے بیابھی
گئی تھیں۔ حضور پاک کی حقیقی لڑکیاں نہ ہوں۔ اگر ان کو حقیقی مان لیا جائے۔ تو ان کے
نیکان تو کفار کیساتھ ہی ہوئے ہیں اور کافر و کافروں نے پر تو ایک علم لکھی ہیں فخر نہیں کرتا۔

(قول مقبول، ص ۲۱۵-۲۱۶)

۔۔ اس دلیل کا خلاصہ صرف دو الفاظ میں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی بن ابی طالب کو جواباً یہ فرمنا ” اَنَا الْقَسَمُ نَسَبًا وَصِهْرًا “ یعنی میں تم سب میں سے نسب اور دامادگی کے اعتبار سے نہایت عمدہ ہوں۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ جو داماد مجھے ملے ایسے کسی اور کو عیسر کہاں؟۔ اس جملہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر فخر کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ جو میرے داماد ہیں۔ ان جیسا تم میں سے کسی کا داماد نہیں۔ لیکن نبی شیبی نے اس کا جو معنی کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے علاوہ آپ کا کوئی داماد نہیں۔ یہ منہجہوم کن الفاظ کا ہے؟ ذرا اس کی وضاحت ہو جاتی تو بہتر تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ اور ان جیسا کسی دوسرے کو داماد نہیں ملا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ہمیں اس کا اقرار ہے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہماری آنکھوں کے نور ہیں اور ان کے بہت سے فضائل و کمالات ہیں جن پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف علی رضی اللہ عنہ تھے، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ خود شیعہ بھی اسے نہیں ملتے۔ آگے چل کر اس کا حوالہ ذکر کروں گا۔ تو جس طرح حضرت علی المرتضیٰ داماد رسول ہیں۔ اسی طرح ابوالعاص کو بھی داماد ہی رسول کا شرف حاصل ہے جن کا نام سننا شیعہ گوارا نہ کرے گا۔ حالانکہ کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میری فتیہ گی کے بعد میری بیانی ” امام بنت زینب بنت رسول “ سے شادی کر لینا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

منتخب التواریخ :-

حضرت فاطمہ الزہراء بخت حضرت امیر المؤمنین دو وصیت فرمود کہ بعد از وفات من امامہ دختر خواہم را تزویج فرما۔

(منتخب التواریخ ص ۲۳ باب اول فضل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ: حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی

کہ میرے مرنے کی بعد میری بجائے ”امامہ“ سے شادی کرنا۔

لہذا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد

ہونے پر فخر فرمایا۔ اسی طرح آپ نے ابوالعاص کے داماد ہونے پر بھی فخر فرمایا۔ اور

خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کو بھی شیعہ کتب نے ذکر کیا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں جب محصور تھے۔ تو ابوالعاص

رات کے وقت اونٹوں پر گنم لا کر شعب ابی طالب میں چار سال تک بارگاہ رسالت

میں پیش کرتے رہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص کے حق میں یوں

خوشی اور فخر کا اظہار فرمایا۔

بحار الانوار:-

وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَمَتَدَّ
صَاهِرَنَا أَبُو الْعَاصِ فَأَحْمَدُنَا صَهْرَةً.

بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۳۱۱ باب دخوله

الشعب الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البتہ داماد ہونے ہمارے ابوالعاص۔ پس

انکی دامادی کا رشتہ ہمارے لئے بہت زیادہ قابل تعریف ہے۔

الحاصل:-

قارئین و ناظرین کرام! ملاحظہ فرمایا! آپ نے کہ مخفی شمس کے طریقہ استدلال میں

کتنی جان ہے۔ ایٹری چوٹی کا زور لگایا کہ حضرت رقیہ زینب اور اہم کلمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بیٹیاں ثابت کر سکے۔ لیکن جس دلیل کا بھی اس نے سہارا لینا چاہا ہم نے اس دلیل کو اٹھا اس کے خلاف جاتے دیکھا۔ نجفی نے کمال مکاری اور عیاری سے ثابت کرنا چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد صرف حضرت علی ہی تھے کیونکہ بقول اس کے آپ کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ لیکن احنی کی کتابوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خاتون جنت کے علاوہ اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے بغیر آپ کے اور داماد بھی تھے۔ اور جس طرح آپ نے حضرت علی کے داماد ہونے پر فخر و انبساط فرمایا۔ اسی طرح ابو العاص کی دامادی کو بھی قابل فخر و تعریف کہا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نویں دلیل

نجفی شیبی نے ”صواعق محترمہ“ سے ایک اقتباس پیش کیا۔ اور اس سے بھی یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اور صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے علاوہ آپ کی کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ ”صواعق محترمہ“ کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول :-

جب حضرت علی کو معاویہ کا ایک فخریہ خط پہنچا تو جناب علی نے اپنے ایک غلام سے فرمایا کہ اس خط کا جواب لکھو۔ پھر آنجناب نے یہ لکھوایا کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے نبی ہیں اور میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور حمزہ شہیدوں کا سردار میرا چچا ہے۔ اور جعفر جو صحیح و شام

فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتا ہے۔ میرا مال جایا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کی بیٹی میرے دل کا سکون اور میری زوجہ ہے۔ اس کا خون اور گوشت میرے خون اور گوشت سے ملا ہوا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کے دونوں سے ان کی بیٹی سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کون ہے جس کو شرف سے ایسا حصہ ملا ہو جیسا کہ مجھے ملا ہے۔ میں تم تمام سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کر گیا۔ اس وقت میں بچہ تھا۔ اور سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔

(قول مقبول ص ۲۱۷-۲۱۸)

جواب :-

بخنی کی مذکورہ دلیل کو پڑھ کر آدمی سر ہٹا کر بیٹھ جاتا ہے۔ یا اللہ! اس عبارت سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ایک ہی تھی۔ اور باقی تین ربیبہ تھیں۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داماد مصطفیٰ اور آپ کے بھائی ہونے کا معاملہ ہے۔ کون ہے وہ جو اس سے منکر ہے؟ اسی طرح حضرت حمزہ کے سید الشہداء اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حضرت علی کے دل کا سکون ہونا کون اس کو نہیں مانتا۔ یہ تمام باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے واقعی باعث فخر ہیں۔ لیکن کوئی بخنی غیبطی سے پوچھے۔ خدارا بتلاؤ۔ کہ اس عبارت میں کون سا وہ جملہ ہے۔ کہ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی داماد نہیں ہے۔“

اگر بخنی اور اس کے خیر خواہ یہ کہیں۔ کہ اَبُكُمْ لَكُمْ سَخَرُ كَسَهِيْ ،

تم میں سے وہ کون ہے۔ کہ جو بزرگی و فخر کے اعتبار سے مجھ جیسا حصہ رکھتا ہو۔ کا جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی صاحبزادی تھی۔ تو ان سے پوچھا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں کس کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں؟ جواب یہی ہوگا۔ کہ اس کے مخاطب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ یہ خط انہیں ہی

لکھا گیا تھا۔ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا و احباب جو اس وقت ملک شام میں تھے۔ ان تمام میں کوئی بھی ایک فرد ایسا نہ تھا۔ جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داماد ہو۔ دامادی مصطفیٰ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لئے خط میں حضرت علی نے جو کچھ لکھا۔ بالکل حق تھا۔

ہاں نعمتی کی یہ دلیل اس وقت شاید کام دے جاتی۔ جب اس کلام کے مخاطب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کارہوتے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔ تم میں سے کون ایسا ہے۔ جسے میری طرح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف و اعزاز ملا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز و فخر ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ وہ سیدہ فاطمہ بنت جنت کے خاوند ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ان کے عقد میں تھی۔ تو یہی امر سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بھی باعث فخر ہے۔ بلکہ زیادہ باعث ناز۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے عقد میں دیں۔ اسی مرتبہ و نشان امتیازی کے باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ رسالت میں ہی ”ذوالنورین“ کے لقب سے ملقب ہو گئے۔ اس امر کی تصدیق ایک شیعہ مورخ نے بھی کی۔ منتخب التواریخ کے مصنف محمد ہاشم خراسانی نے لکھا۔

منتخب التواریخ:-

واما محمد بن مکرّمہ ۱۱۰ کلثوم امّ شہر لقیس آمنہ بود و بعد از جناب رقیہ

عثمان تزویج شد و لا عثمان را ”ذوالنورین“ میگویند۔

(منتخب التواریخ ص ۲۵ فصل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت مطبوعہ تہران)

طبع جدید

ترجمہ:- بہر حال قابل احترام بی بی "ام کلثوم" جن کا اسم گرامی آمنہ تھا۔ حضرت تیبہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی کے عقد میں آئیں اسی بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئیں، انھیں "ذوالنورین" کہتے ہیں (یعنی دونوں والا) قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام ذوالنورین کیوں کہتے تھے۔ اس شیوہ مورخ نے اس کی وجہ یہی بیان کی کہ چونکہ ان کی زوجیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم) یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہی وہ دو صاحبزادیاں ہیں کہ جن کا بطنی کو قتل ہے کہ یہ اور ان کے علاوہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی دو صاحبزادیاں نہ تھیں اگر بطنی کی اس بات میں کوئی صداقت ہوتی تو صحابہ کرام جو واقعات و حالات کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے کہ رقیہ اور ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کیوں کہتے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اس حقیقت سے بالکل آشنا تھے کہ حضرت عثمان کے عقد میں آیوالی دو مستورات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ یہی حقیقی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہم شیرگان ہونے کی وجہ سے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے خالائیں قرار پائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے خاتمہ ہونے پر ناز فرمایا۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

ذبح عظیم:-

آنحضرت نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ حسین وہ

ہے جو باعتبار اپنے نانا اور اپنی نانی کے سب لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا نانا تو رسول خدا اور نانی جناب خدیجہ ہے۔ جو تمام ملت اسلامیہ میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں۔ اور یہ وہ حسین ہے جو اپنی خالہ اور ماموں کے اعتبار سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے ماموں تو قاسم، عبد اللہ اور ابراہیم ہیں اور خالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ اور حسین وہ ہے کہ جو اپنی پھوپھی اور چچا کی طرف سے سب لوگوں سے افضل ہے۔ آپ کے چچا تو جعفر اور عقیل ہیں۔ اور پھوپھی حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا الخ۔ (ذبح عظیم مصنفہ سید اولاد حیدر رفیق بانگرا می ص ۲۴ مطبوعہ لاہور)۔

آپ نے اس عبارت سے یہ ملاحظہ فرمایا کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز تھا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کسرتھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی زوجہ مقدسہ تھیں۔ جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ ان کے چچا تھے۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ناز تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم ان کی خالائیں ہیں۔ اگر یہ تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریبہ ہوتیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نہ یہ ہمیشہ گان ہوتیں۔ اور نہ ہی پھر حسین کریمین کی خالائیں ہوتیں۔

دوئی دلیل

صاحب قول نام مقبول نے اس دلیل کا عنوان ان الفاظ سے باندھا ہے: "طواد رسول ہونے کو تمام علماء نے مولیٰ علی کے فضائل و انساب میں شمار کیا ہے" اس منوی کے بعد تقریباً دو ورق پر مشتمل تحریر میں جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! تیرا مرتبہ میرے نزدیک وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے عقد میں آئیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت مباہلہ حضرت علی کو بھی شریک فرما کر ان کی شان بیان کر دی۔
ان دونوں باتوں کے ثبوت کے طور پر نجفی شہمی نے "القول المہم" اور شرح فقہ کبیر کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کیا ہے

قول مقبول۔

حضرت علی ابی القلب مرتضیٰ ہے۔ نبی کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر ہیں۔ نبی پاک کے چچا کے بیٹے ہیں۔ اور بند درجہ کے عالم ہیں اور بڑے بڑے صحابہ مشکلات میں حضرت علی سے پڑھا۔

نوٹ۔ حضرت علی علیہ السلام کے وہ فضائل ہیں جن کی گواہی دشمن بھی دیتے ہیں۔ اور فضیلت ہوتی بھی وہی ہے جس کی گواہی دشمن دیتے ہیں۔ جناب امیر کی فضیلت یہ ہے کہ ولما در رسول ہیں۔ اس کی گواہی اپنے اور اپنے موافق اور مخالف سب دیتے ہیں اور جناب عثمان کی کسی فضیلت کی گواہی کسی مخالف نے نہیں دی۔

(قول مقبول ص ۲۲۵-۲۲۶)۔

جواب۔۔ نجفی کا دعویٰ آپ نے پڑھا۔ یعنی یہ کہ "درج ذیل دلیلوں کی روشنی میں عثمان کا داماد اصل ہونا سفید بھڑٹا ہے" اور اس دعویٰ کے ثبوت کے طور پر جس دلیل کو اس کی زبانی قول نامقبول سے ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مندرجہ دعویٰ کے ثابت کرنے میں کہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کون سا ایسا جملہ ہے کہ جس کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل نہ تھا۔ دلیل کے مندرجہ نجفی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب ذکر

کئے۔ اس سے کون سا اُس تیر مارا۔ کیونکہ ان فضائل و مناقب کے متعلق ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کمالات سے نوازا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل و کمالات کے ہم کب منکر ہیں لیکن اس اقرار کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مخصوص فضائل بھی ہیں جن میں کوئی دوسرا ان کے ہم پلہ اور برابر نہیں۔ ان مخصوص فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہ اعزاز کسی دوسرے کو نہ مل سکا۔ اور نہ تا قیامت اس کے حصول کا امکان باقی ہے۔ بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیائے اکرام اور رسولان نظام کے امتیوں میں سے کسی امتی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ بیعت رضوان کے مبارک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام موجود صحابہ کرام سے بیعت لی تو اس وقت ہر صحابی نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر رکھ کر بیعت کی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی تھی کہ جن کی طرف سے بیعت کے لئے حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت لی۔ یہ بھی ان مخصوص فضائل میں سے ایک ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہ ہوا۔

(دیکھئے تاریخ التواریخ حیات رسول حصہ دوم)

جنگ تبوک کی تیاری کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جس قدر مالی تعاون کیا کسی صحابی نے اتنی مقدار میں تعاون نہیں کیا۔ خود شعیبہ لوگ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اس عظیم مالی خدمت و تعاون کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا۔
لَا يَصْرُوْا عُثْمَانَ بِمَا لِيْ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا۔ (تاریخ روضۃ
للصفا جلد ۲، صفحہ ۳۰۳) اور تاریخ حیات رسول حصہ سوم، یعنی آج کے

بد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل بھی نقصان نہ دے سکیگا۔ بلکہ اسی کتاب میں یہاں
یکے لکھا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کے عالم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
کے لئے ان الفاظ کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی۔ **اللَّهُمَّ ارْضُ عَنِ عُمَرَ فَإِنِّي
رَاضٍ بِعَنْدِهِ۔** اے اللہ! میں تو عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ غزوہ
تنبوک میں مالی تعاون کرنے کے صلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو
حضرت عثمان کو مقام عطا ہوا۔ اور جن اعزازات سے آپ نے انہیں نوازا۔ اس
خصوصیت میں بھی ان کے ساتھ کوئی دوسرا صحابی شریک نہیں۔ بہر حال مختصر یہ کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام کو مختلف مخصوص
فضائل و مناقب سے نوازا۔ ہم اس کے قاطعاً منکر نہیں۔ لیکن ہم اس بات کو حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخصوص فضیلت قاطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی دامادی کا شرف صرف حضرت علی کو ہی حاصل ہوا۔ بلکہ خود اہل تشیع بھی اس
معاہدہ میں ہمارے ساتھ ہیں۔ صرف نجفی حنبلی اور اس جیسے چند سر پھرے ہی اپنی ڈیڑھ
اینٹ کی الگ مسجد بنا بیٹھے ہیں۔

مذکورہ دلیل سے کوئی بھی صاحب انصاف وہ نتیجہ نہ نکال سکے گا۔ جسے موضوع قرار
دے کر پھر اس کی تائید میں نجفی نے ادھر ادھر کی قلابازیاں کھائیں۔

(فاعتبروا اور لی الا بصار)

گیارھویں دلیل

صاحب قول نامتبولوں نے بھی پچھلی دلیل کی طرح اس دلیل کا بھی ایک عنوان
بادھا۔ وہ کہتا ہے۔ وہ فاطمۃ الزہراءؑ کا غوسہ ہونا حضرت علی کا وہ شرف ہے جس کے
بلے میں ابن عمر اور حضرت زکریاؑ بڑی رکھ تھے۔ اس کے بعد نجفی مذکور نے اپنی سنت

کی ایک عربی کتاب ”صواعق محترمہ“ کا ترجمہ یوں لکھا۔

قول مقبول :-

حضرت عمر کہتے تھے کہ حضرت علی کو تین فضیلتیں ایسی عطا ہوئیں۔ مجھے ان میں سے اگر ایک بھی حاصل ہو جاتی تو مجھے ریح اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سی فضیلتیں؟ حضرت عمر نے کہا پہلی فضیلت ان کی یہ ہے کہ ان کی شادی رسول اللہ کی بیٹی سے ہوئی۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ وہ مسجد میں اس طرح آجاسکتے تھے جو میرے لئے جائز نہ تھا اور تیسری فضیلت یہ کہ خیبر کے دن انھیں پرچم اسلام ملا۔

(قول مقبول ص ۲۲۷-۲۲۸)

برصوائق محترمہ کے ترجمہ سے نجفی نے یہ ثابت کیا کہ حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس بات کا رشک تھا کہ کاش ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہوتا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر کو زوجیت میں لانے سے حاصل ہوا۔ تو اس پر اعتراض کیسا؟ اور اس حسرت کے اظہار میں ان دونوں حضرات نے آخر کونسی غلطی کی۔ جو نجفی کے لئے قابل نفرت بن گئی۔ اگر صرف حسرت کرنا قابل اعتراض ہے۔ تو پھر نجفی ہی بتائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہے گا۔ کیونکہ آپ نے بھی ایک موقع پر حسرت کا اظہار فرمایا۔ جسے کتب شیعہ میں ذکر بھی کیا گیا۔ ملاحظہ ہو۔

الوار نعمانیہ :-

أَمَّا الثَّلَاثُ الَّتِي أُعْطِيَ عَلَيْهَا وَلَمْ أُشَارِكْ فِيهَا
فِيَاثَةَ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُ

وَأُعْطِيَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءَ ذَوْجَةً وَلَمْ
أُعْطَ مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَلَمْ
أُعْطَ مِثْلَهَا عَيْنِي مَا السَّلَامُ -

(انوار نعمانیہ جلد اول ص ۱۱۱ نور نبوی مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ:- تین وہ خوبیاں جو حضرت علی المرتضیٰ کو عطا کی گئیں۔ میں بھی ان میں اس کا
شریک نہیں۔ انہیں شجاعت اتنی دی گئی کہ مجھے ویسی نہ دی گئی۔ انہیں
بطور بیوی فاطمہ الزہرا ملیں۔ مجھے ان جیسی زوجہ نہ عطا ہوئی۔ انہیں
دو درجے کے حسن و حسین دیے گئے۔ مجھے ایسے نہ ملے۔

ناظرین کرام! آپ نے دلیل پڑھی۔ دعویٰ دیکھا۔ کہیں اس دلیل میں کوئی ایسی
سطر آپ کو نظر آئی ہو کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی صرف
ایک ہی تھی۔ یعنی خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور باقی تین بیٹیاں
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔ نجفی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں دلائل سے ثابت کیا
کہ جناب رقیہ، زینب اور کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں نہیں لیکن
اسکا دعویٰ کے ثبوت کے لئے اس دلیل کو کہیں دور تک بھی نام و نشان نہیں پہنچا
اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ اس نام نہاد "حجۃ الاسلام" کو بے تنگی باتوں میں یدِ طولیٰ حاصل
ہے۔ شاید اسی قسم کی موضوع سے کوسوں دور باتوں کے صلہ میں اس کو یہ لقب ملا ہو
اور ایسی ہی من گھڑت باتوں کی وجہ سے یہ "وکیل" ہو گیا ہو۔

بارھویں دلیل

نجفی نے اس بارھویں دلیل کا بھی عنوان باندھا۔ نبی کریم نے اپنے داماد حضرت
علی کی تعریف فرمائی: "پھر اس عنوان کے تحت اہل سنت و جماعت کی کتاب المناقب

خوارزمی "ص ۲۴۳ کی عبارت نقل کی۔

قول مقبول بر

زَوْجَةٌ رَسُولٍ ابْنَتُهُ فَاطِمَةٌ وَقَالَ لَهَا زَوْجُكَ
سَيَّبِدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ -

ترجمہ: نبی کریم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی فاطمہ کا رشتہ دیا۔ اور بیٹی سے کہا میں نے
تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا اور آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔
(قول مقبول ص ۲۳۱)

جواب :- گزشتہ دلائل کی طرح اس دلیل میں نفس موضوع سے دور ہونے کا تعلق نہیں۔
اس دلیل ضلیل کے دوران بھی نجفی خطبی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق بہت سی واہمی
لکھیں اور تبراہ بازی پر اتر آیا۔ آپ خود اس دلیل کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اس میں کونسی
وہ عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ سیدہ فاطمہ جنّت رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی کوئی نہیں تھی۔

"مناقب خوارزمی" کے حوالہ سے جو صاحب قول نام مقبول نے تحریر کیا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء سے فرمایا۔ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو
دنیا و آخرت میں لوگوں کا سردار ہے۔ تو اس بات سے نجفی کو کیا فائدہ۔ اس امر کا اگر کوئی
منکر ہوتا تو اس کے سامنے یہ فضیلت بیان کرنا زیب بھی دیتا۔ ہم بحمد اللہ اس فضیلت
کے قائل ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس وصف کا کوئی مستحق منکر نہیں۔ لیکن
سوال یہ ہے کہ اس کا آخر موضوع سے کیا تعلق ہے؟

ہاں ایک بات ضرور قابل توجہ ہے۔ کہ نجفی کی مذکورہ عبارت کے متعلق کتب شیعہ
میں مذکور ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ آہ و بکا کی اور حضور صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اباجان! آپ نے میرا عقد ایک ایسے آدمی سے کیا۔ جو فقیر ہے۔
تو اس آہ و بکا اور فقر کے طعنہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ تبریک اُتر کر فرمایا۔

بحار الانوار

إِذْ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ وَهِيَ تَبْكِي فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهَا وَقَالَ مَا
مِيئَتِكَ لَا أَبْغِي اللَّهُ عَيْنَيْكَ يَا حَوْرِيَّةَ قَالَتْ مَرَرْتُ
عَلَى مَلَأٍ مِنْ نِسَاءِ قُرَيْشٍ وَهُنَّ مُتَّصِفَاتٌ فَلَمَّا
نَظَرْنَ إِلَيَّ وَقَعُوا فِيَّ وَفِي ابْنِ عَمِّي فَقَالَ وَمَا سَمِعْتَ
مِنْهُنَّ قَالَتْ قُلْنَ كَانَ قَدْ عَزَّ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ أَلَمْ
يُزَوِّجْ ابْنَتَهُ مِنْ رَجُلٍ فَقِيرٍ قُرَيْشِيٍّ وَأَقْلَهُمْ
مَالًا فَقَالَ لَهَا وَاللَّهِ يَا بِنْتِيءُ مَا زَوْجُكَ وَلَكِنْ
اللَّهُ زَوْجُكَ مِنْ عَلِيٍّ۔

(بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۵۰ تاریخ سید النساء فاطمہ زہرا۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنا نکاح اندرائیں۔ اور وہ روز ہی تھیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر رکھ کر پوچھا۔ رونے
کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تجھے خوش و خرم رکھے۔ جناب فاطمہ نے کہا۔ قریشی
عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ تو مجھے دیکھ کر میرے
اور میرے خاوند (چچے بھائی) کے متعلق کچھ کہنے لگیں۔ آپ نے
پوچھا۔ تم نے ان سے کیا سنا۔ بولیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک غریب فقیر قریشی سے کر دیا ہے۔ اور اس کے

پاس مال و دولت کچھ بھی نہیں۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ بیٹی! تیری شادی
اُس سے میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

بجٹی نے یہ حوالہ جو ذکر کیا۔ تو اس سے یہ ثابت ہونا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی
بیٹی ایک ہی ہے۔ بہت دُور کی بات ہے۔ لیکن بظاہر فضیلت بیان کرنے کے رنگ
میں جس طریقہ سے یہ فضیلت بیان کی گئی۔ دیکھا جائے تو اس میں حضرت سیدنا محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہے۔ ہم تو دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اے اللہ! ان شیعوں کو راہِ راست کی
ہدایت عطا فرما۔

تیسری دلیل

اس دلیل کا صاحبِ قول نامقبول نے عنوان یوں باندھا۔ جناب ناظرِ بچپن کی
خدمات بارگاہِ رسالت میں۔ اس عنوان کے بعد صحیح البخاری کے باب الجہاد ص ۳۳۱ کی
عبارت کا ترجمہ یہ لکھا۔

قول مقبول :-

راوی کہتا ہے۔ کہ نبی پاک کعبہ کے سامنے میں نماز پڑھتے تھے۔ اور مکہ میں کسی
جگہ کچھ اونٹ خمر کئے گئے تھے۔ ابو جہل اور کچھ اور لوگوں نے کچھ آدمی بھیجے اور وہاں سے
کچھ گندگی اور فلاحت منگوائی اور اس گندگی کو حضور پر ڈال دیا۔ پس جناب فاطمہ آئیں۔
اور اس گندگی کو حضور پاک سے بنایا۔ حضور پاک نے بددعا فرمائی کہ خدایا قریش کو اپنی گندگی
سے بے صورت بنا ابو جہل، عقبہ اور شیبرہ۔ نیز ان چند لوگوں کے نام لے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں
نے ان تمام لوگوں کو جنہیں حضور نے بددعا دی تھی۔ دیکھا کہ ان کے مُردے بدر کے کنوئیں

نخعی نے اس دلیل سے یہ ثابت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی غلاظت یا اونٹوں کی ادھیری دُور کرنے والی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ مگر اسی کے علاوہ سرگردو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور حقیقی بیٹی ہوتی۔ تو وہ بھی آپ کی اسی طرح ہڈ ہوتی۔ اور آپ کے جسم اقدس سے غلاظت دُور کرتی۔ لہذا صرف حضرت فاطمہ الزہراء کے اس فعل سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہی حقیقی بیٹی تھیں۔

جواب :- آپ حضرات اندازہ فرمائیں۔ کہ حضرت خاتون جنت کی ہمدردی اور غلاظت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے دُور کرنا کیا اس سے وہ بات ثابت ہوجاتی ہے۔ جو نخعی خنطلی نے ثابت کرنا چاہی۔ یہ توڑیں ہی ہوا۔ کہ کوئی شخص کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے غلاظت حضرت علی کرم اللہ وجہہ علی دُور کر سکتے تھے۔ لیکن نہیں کی۔ تو کیا اس وجہ سے یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی رشتہ نہ تھا۔ ورنہ وہ حضور ہمدردی کرتے۔ کیا دعویٰ کیا اور کیسی دلیل بڑی؟ واہ رے واہ "حجۃ الاسلام" کی جتیں اور حقائق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو آک بیت النبی سے نکانے کے لئے بیچاے خنطلی کو کیا کیا پاڑ پینے پڑے۔ لیکن بذنامی اور روسیاهی کے سا کچھ تیسرہ آیا۔

پہلے دو دلیل

نخعی شبلی نے اس دلیل سے پہلے بھی "جناب فاطمہ الزہراء کی جنگ اُمد میں نبی کریم سے ہمدردیاں، منواہن بانذحابے اور پیر صحیح البخاری کے باب الجہاد سے ہی ایک حدیث کا ترجمہ لکھ دیا۔

قول مقبول :-

راوی کہتا ہے کہ جنگ اُمد میں نبی کریم کا چہرہ زخمی ہو گیا اور ایک دانت ٹوٹ گیا۔

اور حضور کے سر پر خود ٹوٹ گیا۔ جناب فاطمہ بنت رسول اور حضور کے زخم کو دھوتی۔ اور حضرت علی ڈھال میں پانی بھر کر (ان کے زخم پر) ڈالتے تھے۔ جب بی بی نے دیکھا کہ کہ خون نہیں رک رہا تو چٹائی کا ایک ٹکڑا بلا یا جب وہ لاکھ ہو گئی تو اس کو زخم پر لگایا پس خون رگ گیا۔

(قول مقبول ص ۲۳۷)

نجفی ششی نے اس حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے ہی غزوہ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھویا۔ حالانکہ اس غزوہ میں حضرت عائشہ بھی حاضر تھیں۔ لیکن خاتون جنت کے مرہم پٹی اور زخم کے دھونے کے وقت حضرت عائشہ غیر حاضر تھیں۔ ان کی غیر حاضری سے یہ ثابت ہوا کہ اس طرح اس غزوہ میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما جاگ کھڑے ہوئے تھے۔ عائشہ مدلیقہ بھی موقعہ پا کر جاگ نکلی تھیں (معاذ اللہ) اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمدردی ہوتی تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتیں۔ اسی طرح اگر اُم کلثوم زوجہ عثمان رضی اللہ عنہا صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی ہوتیں تو وہ یقیناً حضرت خاتون جنت کے ساتھ مرہم پٹی کسے میں شرکت کرتیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ اُم کلثوم وغیرہ حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔

جواب: حیرانی کی بات ہے کہ نجفی خطبی نے یہ کلیہ اور قاعدہ کہاں سے حاصل کیا کہ ایک شخص کی اولاد میں سے اگر کوئی ایک فرد کسی مجبوری کے وقت اس کے کام آتا ہے۔ اور دوسرے غیر حاضر ہوں۔ تو غیر حاضر تمام کے تمام اولاد ہی نہ رہیں۔ بلکہ اجنبی قرار پائیں۔ کہاں ہے یہ ضابطہ؟ کس کتاب میں اس کا ذکر ہے آخر کوئی نہ کوئی تو ثبوت چاہیے۔

ایک باپ کی اولاد اپنے والدین کے مختلف کاموں میں ہاتھ بٹاتی ہے کسی کام

کے وقت کوئی حاضر ہوتا ہے دوسرا نہیں۔ اور کسی دوسرے موقع پر کوئی اور اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ ایسا ہونا عام مشاہدہ ہے۔ تو اگر اس قاعدہ اور ضابطہ کو پیش نظر رکھا جائے۔ جو نجفی شیعہ کی اختراع ہے تو پھر کسی شخص کی کوئی بھی حقیقی اولاد باقی نہ رہے۔ آخر کبھی نہ کبھی ہر ایک غیر حاضر ہو ہی جاتا ہے۔ ہاں اگر برقت موجودگی صرف بچہ بڑھو کر اپنے والدین کی خدمت کرے تو وہ لائق تحسین ہوتا ہے۔ اور دوسرے کو بھی ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس نے فلاں وقت اپنے والدین کی خدمت میں سستی برتی۔

الحاصل :-

.. اگر نجفی غلطی وغیرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کی صاحبزادیوں کی شان میں گستاخی ہی کرنی تھی۔ تو اسے یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ ابو جہل وغیرہ کفار کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گندگی پھینکی گئی۔ تو ام کلثوم، رقیہ اور زینب نے باوجود وہاں موجود ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت نہ کی۔ اور کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار نہ کیا۔ اور غزوہ احد میں موجود ہوتے ہوئے ان لڑکیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کی مرہم پٹی وغیرہ نہ کی۔ لیکن اتنی بات بھی ثابت نہ کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ تینوں لڑکیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ آخر اس میں کیا ربط ہے اور اپنے دعویٰ کے ساتھ ان دلائل کا کیا تعلق ہے؟

صاحبِ قول نامتبول کے پیش کردہ چودہ دلائل بعد ان کے دندان شکن جوابات آپ حضرات نے ملاحظہ فرمائے۔ اس بحث کے آخر میں ہزاروں نظر قاری و ناظر سے میری التماس ہے کہ آپ نے دعویٰ جات اور انکے دلائل بھی دیکھے اور میری طرف سے ذکر کئے گئے جوابات پر بھی نظر ڈالیں۔ ان تمام باتوں کے بعد میں بیدرکھتا ہوں کہ حق و باطل کے امتیاز کرنے میں آپ کو کوئی وقت پیش نہ آئیگی۔ اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے اور باطل دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ لِي حِسْرًا مُّسْتَقِيمًا)

خاتمہ فصل

دو فتوحات شیعہ، شیعوں کی وہ کتاب جس میں مولوی محمد اسماعیل شیعہ کے مناظروں کی روئید اور نقل کی گئی ہے۔ اس میں ایک مناظرہ کی کاروائی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شیعہ کا بناتِ رسولؐ کے موضوع پر جب مولوی دوست محمد قریشی کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو مولوی محمد اسماعیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تینوں بیٹیوں کو اہل سنت کی تین کتب سے دبیہ ثابت کر دیا اور مولوی دوست محمد قریشی کو خاموش کر دیا۔ اسی طرح اسی فتوحاتِ شیعہ کے ص ۱۹۸ پر بناتِ رسولؐ کے موضوع پر ایک مناظرہ کے بارے میں (جو مولوی احمد علی مرزائی کے ساتھ ہوا) لکھا ہے کہ اس میں بھی انہی تین کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے گئے۔ مزید یہ بھی کہ تفسیر نیشاپوری میں آیت "وَدَبَّابِكُمْ اَلَّتِي" کے تحت صاف مذکور ہے کہ "كَبَنَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ مِنْ خَدِيَجَةَ"، یعنی ربیبہ بیٹیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ "فتوحاتِ شیعہ" کی عبارت یہ ہے۔

فتوحاتِ شیعہ :-

مبلغ اعظم (مولوی محمد اسماعیل شیعہ) نے ان لوگوں کا ربیبہ ہونا کتبِ اہل سنت یعنی سیرت ابن ہشام جلد چہارم ص ۲۹۳ تفسیر نیشاپوری جلد پنجم ص ۹ تفسیر کبیر جلد ہشتم ص ۴۲ وغیرہ سے پیش کر کے مولوی دوست محمد کے جذباتی بیانات کو ختم کر دیا۔ مبلغ اعظم نے فرمایا مولانا! آپ ان علمائے اہل سنت پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں جنہوں نے کہا کہ یہ بیٹیاں۔ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہروں سے تھیں اور آپ کی تربیت میں آگئیں یعنی نبی علیہ السلام کی ربیبہ۔

شہنشاہی ریس کے حتمی دوا دہانت نہیں ہوتے، ہرگز یہ فیستول میں پای لیں گے۔

افتوحات شہدائے سیر و انتخاب نامہ

نہجی سنت علیہ السلام

بہرین فتوحات شہدائے سیر کے ناموں کا تصور سے ذوق کر رہے ہیں، اللہ علیہ وسلم کی سنتی

صاحب ذوق ہوں، ایک سید و فاضل ہوں، اور دوسری میں صاحب ذوق ہوں، یہاں پہنچ

اپنی دیکھیں نہیں ہوں، یہ نہیں۔

جواب:-

مور و ماسا میل شہدائے سیر کی سنت ذوق کر رہے ہیں، اللہ علیہ وسلم کی سنتی

ذوق کر رہے ہیں، حضرت سید و فاضل ہوں، اور دوسری میں صاحب ذوق ہوں، یہاں پہنچ

اپنی دیکھیں نہیں ہوں، یہ نہیں۔

مور و ماسا میل شہدائے سیر کی سنت ذوق کر رہے ہیں، اللہ علیہ وسلم کی سنتی

ذوق کر رہے ہیں، حضرت سید و فاضل ہوں، اور دوسری میں صاحب ذوق ہوں، یہاں پہنچ

اپنی دیکھیں نہیں ہوں، یہ نہیں۔

مور و ماسا میل شہدائے سیر کی سنت ذوق کر رہے ہیں، اللہ علیہ وسلم کی سنتی

ذوق کر رہے ہیں، حضرت سید و فاضل ہوں، اور دوسری میں صاحب ذوق ہوں، یہاں پہنچ

اپنی دیکھیں نہیں ہوں، یہ نہیں۔

مور و ماسا میل شہدائے سیر کی سنت ذوق کر رہے ہیں، اللہ علیہ وسلم کی سنتی

ذوق کر رہے ہیں، حضرت سید و فاضل ہوں، اور دوسری میں صاحب ذوق ہوں، یہاں پہنچ

اپنی دیکھیں نہیں ہوں، یہ نہیں۔

جو الفاظ پیش کئے کہ در کتبناک رسول اللہ من خدیجۃ، یہ ایک علمی اور گہری بحث ہے جو نام نہاد مبلغ اعظم کی سمجھ شریف میں آنے والی نہیں ہے۔ مجموعوں میں نایح کو ذکر عوام کو خوش کر لینا ایک الگ بات ہے اور علماء حق کے سامنے بات کرنا چیز دیگر۔

مذکورہ حوالہ جات قارئین کرام کے سامنے رکھیں گے، ان کا مفصل مفہوم و مطلب بیان کریں گے اور بتائیں گے کہ ان حوالوں کا بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ بحث وضاحت طلب اور کسی قدر طویل بھی ہے۔ اس لئے پہلے ہم آپ کو سیرت ابن ہشام کی عبارت دیکھتے ہیں۔ اس آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے اس عبارت میں کس قدر فراڈ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ سیرت ابن ہشام کی بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عبارت ملاحظہ ہو۔

سیرۃ ابن ہشام ہر

وَقَالَ الزُّبَيْرُ وَلَدْتُ لِعَتِيقٍ جَارِيَةً اسْمُهَا
هِنْدٌ وَوَلَدْتُ لِهِنْدٍ ابْنًا هَالَةً ابْنًا
اسْمُهُ هِنْدٌ اَيْصًا مَاتَ بِالطَّاعُونَ طَاعُونَ
الْبَصْرَةَ وَكَانَ قَدْ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَخْرُ
قًا مِنْ سَبْعِينَ اَلْفًا فَشَغَلَ النَّاسَ بِجَنَائِزِهِمْ
عَنْ جَنَازَتِهِ فَلَمْ يُوجَدْ مَنْ يُحْمِلُهَا
فَنَاحَتْ نَادِيَةً وَهِنْدُ بْنُ هِنْدَاهُ وَرَبِيبٌ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمْ تَبْقَ جَنَازَةٌ اِلَّا تَرَكَّتْ وَ
اِحْتَمَلَتْ جَنَازَتَهُ عَلَى اَطْرَافِ

الْأَصَابِعِ إِعْظَامًا لِرَبِيبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهُ الدُّوَلَابِيُّ وَ
 أَخَذَ نَجَّةً مِنْ أَبِي هَالَةَ ابْنَانِ غَيْرِ هَذَا
 اسْمُهُ أَحَدُهُمَا الظَّاهِرُ وَاسْمُ الْآخَرِ هَالَةُ...
 ذُكِرَ أَنَّ خُدَيْجَةَ وَلَدَتْ لِلنَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَهُ كُلَّهُ إِذْ بَرَّاهِمِمْ
 فَإِنَّهُ مِنْ مَارِيَةَ.

السيرة النبوية لابن هشام
 جلد اول ص ۱۲۷ فصل في تزويجه
 عليه السلام خديجة رضي الله
 عنها مطبوعه مكتبة فاروقية عمان

ترجمہ۔

زیر نے کہا کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے آپؐ
 کے پہلے خاوند عقیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ہند تھا اور
 آپؐ کے بطن شریف سے آپ کے دوسرے خاوند ہند اہل ہال سے
 ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بھی ہند تھا۔ جو طاعون کی بیماری سے جو
 میں فوت ہو گیا۔ اس دن ستتر ہزار افراد فوت ہوئے۔ لوگ ان کے جنازہ
 میں نہ رونے ہوئے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اس دہندہ کو اٹھاتا۔ اس
 وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سلمیٰ اور خدیجہ بڑے ہوئے
 آپؐ نے پیاراً و ہند بن ہند اور ہند بن ہند اور ہند بن ہند
 صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے بعد ان کے بیٹے اور بیٹیاں

ہند کے جٹازے کو اٹھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریسب کی تعلیم کرتے ہوئے اس کو دلائی نے ذکر کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ابو ہریرہ کے اس نام کے علاوہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ایک کلام علی ہریرہ دوسرے کا ہلا تھا۔ ذکر کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ حضرت ادریہ قبیلہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

ناظرین کرام! آپ نے سیرت ابن ہشام کی اصل عربی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ دیکھ لیا۔ اس میں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کا نام تک موجود نہیں ہے جیسا کہ ان کے رد میں ہونے کا ذکر ہو۔ حوالہ مذکورہ میں ہندابی ہلا کے ایک بیٹے کا نام ہند ذکر ہوا جس کے فوت ہونے پر سیدہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے دعا پڑھی: «وَإِنِّي مِنْ هِنْدَاءَ»۔ اور «وَأَرْبَعٌ رُسُلٌ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» فرمایا صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ مائی ماجدہ رضی اللہ عنہا نے ہند میں ہند کو فرمایا ہے۔ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا رد میر ہوتا کیسے ثابت ہو گیا؟

اسی حوالہ میں آپ نے پڑھ لیا کہ سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف سے ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب کو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا رد میر ہوتا ثابت کرتے۔ حالانکہ سیرت ابن ہشام کی حوالہ بلا عبارت سے صحت ہند میں ہند لائی بالاکار ریب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہم نے تین سے زائد شعیر کی کتب معتبرہ سے حضرت زینب، حضرت رقیہ اور

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کی حقیقت پر ایمان نہ ہوتا تھا یہ بت کیا ہے۔

دیکھا آپ نے کہ اس نام نہاد محبِ اہل بیت اور بزرگموشیوں میں سے کس نے اپنے آپ کو رسول کے اولاد سے کہا ہے؟ اور اہل رسول سے کس نے جو شتمنی کا اظہار کیا ہے؟ اگر آپ خود فرمائیں گے تو اس حقیقت کو پا لیں گے کہ یہ لوگ رسولؐ والہ رسولؐ کے محبت نہیں پتے دشمن ہیں۔ یہی کلمہ علیؑ اور علیؑ کی سادہ سادگیوں کے ساتھ شتمنی ہے کہ "آپؐ کی زوجات کے ساتھ عدوت"۔ آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ بغض و عناد کتاب اللہ میں تحریر ہے "کا اعتقاد"۔ یہ وہ قاطعہ ہے جس نے اللہ عنایا کی اولاد میں سے صرف بارہ اماموں کا اقرابا ہی سب سے انکار۔ یہ شیعہ فرقہ کی خصوصیات ہیں۔

فاغتبوا یا اولاد اللہ بصار

تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری سے مولوی اسماعیل صاحب

کے حوالہ جات کی حقیقت۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ ایک دقیق علمی بحث ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب کے میں کھڑے نہیں۔ ہمارے خیال میں مولوی صاحب ان عبارات کو سمجھ ہی نہیں سکتے اور اگر سمجھیں تو تباہی و بربادی کے نزدیک سے کام لیا ہے۔ اس فرار کی حقیقت کو انکار کرنے کے لیے بد تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری کے دونوں حوالوں کو نقل کرتے ہیں واضح ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے لالہ اب علم و دیانت کا خون کیا ہے۔

لاحظہ ہو۔

تفسیر کبیر :-

لَا عَلَىٰ هَذَا التَّقْدِيرِ يَصِيرُ نَظْمُ الْآيَةِ هَكَذَا
 وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَيَكُونُ
 الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ " مِنْ " هَهُنَا التَّمْيِيزُ ثُمَّ
 يَقُولُ وَرَبَّائِكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ
 مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَيَكُونُ
 الْمُرَادُ بِكَلِمَةِ " مِنْ " هَهُنَا ابْتِدَاءُ
 الْغَايَةِ كَمَا يَقُولُ يَدَاتُ الرَّسُولِ مِنْ خُدَيْجَةَ
 فَيَلْزِمُ اسْتِعْمَالَ اللَّفْظِ الْمَشْتَرِكِ فِي كِلَا
 مَفْهُومَيْهِ وَإِنَّهُ غَيْرُ جَائِزٍ .

تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۲ مطبوعہ مطبعة

البيبة المصرية سن طباعت

۱۳۵۶ ہجری

ترجمہ :- اس تقدیر پر آیت کی عبارت یوں ہوگی درو اُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ
 اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی حرام میں تم پر تمہاری ان بیویوں کی مائیں
 جن سے تم نے جماع کیا ہے، پس اس تقدیر پر کلمہ در میں، تمیز کیلئے
 ہوا۔ پھر کہے۔ وورَبَّائِكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمْ
 اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی تمہاری پرورہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں
 ہیں وہ حرام ہیں جو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم نے دخول
 کیا تو اس تقدیر پر کلمہ در میں،، ابتدا کے غایت کیلئے ہوا۔

جیسے کہ ابتدائے غائت کے لیے ہے اس عبارت میں کلمہ "من" کا یہی ہے
 جملہ میں "وَرَبَّنَا تَرَسُولٍ مِنْ خُدَيْجَةَ"، یعنی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی بیٹیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ پس لازم ہے
 گا استعمال کرنا لفظ (من) کا جو وہ مفہوموں (تمیز اور ابتدائے غائت) میں مشترک
 ہے اور یہ ناجائز ہے۔

تفسیر نیشاپوری :-

أَمَّا اشْتِرَاطُ الدُّخُولِ بِأَيْمَانِهَا فَلِقَوْلِهِ مِنْ
 نِسَائِكُمُ اللَّائِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّقٌ
 بِرَبِّائِيكُمْ كَمَا تَقُولُ بَنَاتُ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُدَيْجَةَ..... وَأَيْضًا
 عَوْدُ الشَّرْطِ إِلَى الْجُمْلَةِ الْأُولَى وَحَدِيثُهَا
 بَاطِلٌ بِالْإِجْمَاعِ وَكَذَا عَوْدُهُ إِلَيْهِمَا مِمَّا
 كَانَ مَعْنَى مِنْ مَعَ الْأُولَى الْبَيَانُ وَمَعْنَاهَا
 مَعَ الثَّانِيَةِ ابْتِدَاءُ الْعَايَةِ وَإِسْتِعْمَالُ
 اللَّفْظِ الْمُشْتَرَكِ فِي مَفْهُومَيْهِ
 غَيْرُ جَائِزٍ۔

(تفسیر نیشاپوری جلد ۱، نجوم ص ۱۱۱)

بیروت طبع جدید

ترجمہ: ربیرہ لڑکیوں کے حرام ہونے کے لیے ان کی ماؤں سے دُخول کی شرط
 لگا، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے "مِنْ نِسَائِكُمُ"

اللّٰہِ دَخَلْتُمْ بِہِیْہِیْنَ، اور اس میں درمیان۔ ابتداء کے غایت کے لیے ہے
 اور اس کا تعلق اور باریت کے ہے۔ جیسے تو کہے «بِتَّتْ
 التَّسْوِیْہِ صَیْہِ اَلْمَہْمِہِ۔ وَتَمَّہِہِ۔ رِیْجَہِ» اور
 علی اللہ علیہ وسلم کی بسیار سعادت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ایک شرط
 کا پہلے جملہ «مخات نسا» کی طرف لڑانا یا اجتماع باطل ہے
 اور اس کی طرف شرط کا دو نوں حملوں کی طرف ایک وقت لڑانا جو بیوک
 پہلے جملے میں درمیان، «ایات» کے لیے ہے اور دوسرے «وَدَبَّیْہِہِ»
 میں ابتداء کے غایت کے لیے۔ اور لفظ «مخات» کا استعمال ایک وقت
 دونوں معنوں میں ناجائز ہے۔

تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری کی عبارات کا اصل

پس منظر

آیت:-

اَقْتَدٰتُمْ سَبٰیۃً وَّ رِبَیۡتُمْ اللّٰتِیۡ رَفِیۡ
 حُجُوۡرِکُمْ مِّنۡ سَبَیۡکُمْ اللّٰتِیۡ دَخَلْتُمْ
 بِہِیۡہِیۡنَ۔

دیکھ آخری رکوع

ترجمہ: حراموں کی کسب تو یہ تمہاری بیویوں کی ماہی اور تمہاری خود پروردہ
 لڑکیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان تمہاری بیویوں سے کہ جن سے تم
 نے جماع کیا ہے۔

اس آیت میں عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک یہ ہے کہ جن خوردوں کے ساتھ نکاح کیا جائے ان کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ۔ ان خوردوں کی ماہیں نکاح کرنے والے پر حرام ہو جاتی ہیں۔ لیکن پروردہ رطکیاں تب حرام ہوتی ہیں جبکہ ان کی ماؤں کے ساتھ جماع بھی کیا ہوا ہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ بیویوں کی ماہیں اور ان کی پروردہ رطکیاں اسی وقت حرام ہوتی ہیں جبکہ بیویوں کے ساتھ جماع کیا ہو۔ عرف نکاح سے حرام نہیں ہوتی۔

غلام کلام یہ ہے کہ عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللاتی دخلتہن بیعتہن، کو صرف دو بایب کلمہ، کے لیے قید اور شرط بتاتے ہیں اور درمعات نیابکلمہ، کو الگ اور مستقل جملہ سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللاتی دخلتہن بیعتہن، کو ایسے دو بایب کلمہ اللاتی، کے لیے قید اور شرط مانتے ہیں ایسے ہی درمعات نہ مکرمہ، کے لیے بھی قید اور شرط بتاتے ہیں۔

امام رازی صاحب تفسیر کبیر اور امام نظام الدین صاحب تفسیر نیشاپوری رحمہما اللہ تعالیٰ عام صحابہ کرام کی طرف سے دلائل نقل کرتے ہوئے بعض صحابہ کرام کو بطور ادرام جو اب سے رہے ہیں کہ اگر درمعات نیابکلمہ اللاتی دخلتہن بیعتہن، کو درمعات نیابکلمہ، اور دو بایب کلمہ اللاتی، دونوں کے لیے قید اور شرط بنایا جائے تو آیت مذکورہ کی تفسیریں ہو جائے گی جیسا کہ آپ نے دونوں تفسیروں کی عبارتوں سے ملاحظہ فرمایا۔

فہذا امام نیشاپوری اور علامہ نظام الدین نیشاپوری نے ثابت کیا ہے کہ اگر اسی قید کو مذکورہ دونوں جملوں کے لیے قید اور شرط بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک مشترک فقہاء میں دو مختلف معنوں میں بیک وقت استعمال ہو جو کہ ناجائز ہے حقیقت یہ ہے کہ امام رازی اور علامہ نیشاپوری رحمہما اللہ درمعات اللاتی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ خُدَيْجَةَ،، کے الفاظ اس جگہ اس لیے لائے ہیں کہ ثابت ہو جائے کہ ”وَرَبَّائِكُمْ
 اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ قِيْنًا يَسَاءُ كُمْ“ میں حرفِ درمیں،، ابتدائے غایت کے لیے
 ہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا ربیبہ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔
 اسی لیے ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ مبلغ صاحب ان عبارات کا مفہوم نہیں سمجھ سکے اور اگر
 مفہوم و معنی سمجھ کر پھر روایاتِ التَّسْوِيلِ مِنْ خُدَيْجَةَ،، کے الفاظ سے حضور
 علی الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا ربیبہ ہونا ثابت کیا ہے تو یہ کد فریب اور جھوٹ کی
 بہترین مثال ہے۔ ایسے لوگوں سے دین و دانش کی توقع عبث ہے۔
 نوٹ:-

مولوی محمد اسماعیل نے تفسیر نیشاپوری کی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے
 لکھا ہے۔

”در چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں آیت ”وَرَبَّائِكُمُ اللَّاتِي“ کے تحت صاف
 لکھا ہے کہ ”رَبَّائَاتِ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ خُدَيْجَةَ“، کہ ربیبہ ایسی بیٹیاں ہوتی
 ہیں جیسے رسول اللہ کی ربیبہ بیٹیاں جناب خدیجہ سے،“

(فتوحاتِ شیعہ ص ۱۹۸)

دیکھ لیا آپ حضرات نے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بیٹیوں کو ربیبہ ثابت کرنے کے لیے اس عبارت میں ”رَبَّائَاتِ رَسُولِ اللَّهِ“،
 کے الفاظ پر حرفِ دو کاف،، اور تشبیر کے لیے ہوتا ہے) کو زیادہ کر کے یوں لکھا
 ہے۔ ”رَبَّائَاتِ رَسُولِ اللَّهِ“، تاکہ ثابت ہو کہ ربیبہ بڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جیسی
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ بڑکیاں۔ مولوی اسماعیل نے بدترین خیانت کا ارتکاب
 کرتے ہوئے حرفِ دو کاف،، اپنی گرم سے لگایا تاکہ اپنا اٹو سیدھا کر سکیں۔ لیکن بھول
 گئے کہ کلمہ کی ہنڈیا تانجے؟

ہم اہل الصاف حضرات کو دعوتِ خود فکر دیتے ہیں کہ تفسیر کبیر اور تفسیر نیشاپوری
ایسی کتابیں نہیں جن سے دنیائے علم ناواقف ہو۔ یہ کتابیں ہزاروں کی تعداد میں چھپ
کر منظر عام پر آچکی ہیں اور دنیا کی تقریباً ہر روٹی لائبریری میں موجود ہیں مولوی اسماعیل صاحب
تو اپنی ڈفلی بجاتے بجاتے اگلی دنیا کو سدھارے مولوی اسماعیل کی تمام قدیت کو ہمارا
بیخسج ہے کہ اگر کوئی مجتہد مذکورہ تفاسیر سے لفظ و بیانات، پر صرف تشبیہ (ک) دکھا
وے تو سپہ پاس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کریں گے۔ مگر ہمارا دعوت ہے کہ کوئی شیعوہ
ذاکر، مولوی یا مجتہد ایسا لفظ ہرگز نہیں دکھائے گا۔

بناتِ رسول کے ربیبہ ہونے کا دعویٰ معتبر آئمہ

مذہب شیعہ کی نظر میں

(۱) انوار النعمانیہ :-

اِخْتَلَفَ اصْحَابُنَا فِي اَنَّ رُقِيَّةَ وَاُمِّ كَلثُومٍ هَلْ
هُمَا رَبِيبَتَاہُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمَّ ابْنَتَاہُ وَاللَّعَلُّ
عِنْدَنَا لَا يَتَّفَعَاوَتَا لِاَنَّ عُمُثْمَانَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ كَانَ مُطَهَّرًا لِاِسْلَامٍ وَّكَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ يَرِيْدُ تَنَالِيْفَ قُلُوْبِهِمْ
وَدُخُوْلَ الْاِسْلَامِ اِلَيْہَا فَكَانَ يَلَا طِفْہُمْ بِاَنْوَاعِ
اللِّطَآئِفِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْمَنَآكِحَاتِ وَغَيْرِہَا۔

والانوار النعمانیہ جلد اول صفحہ ۳۶ نورانی مولود انبسی

صلی اللہ علیہ وسلم مطہر و تبریز طبع جدید

ترجمہ: ان بارے میں "عقائد صحف" کا اختلاف ہے کہ آیا یہ قرآن مجید اور کتب
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبر لڑھکیاں تھیں یا حقیقی اور سنی حاجت الایمان اور
 حقیقت اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام کا اعلان کرنے والے تھے اور
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تالیف قلوب چاہتے تھے اور وہ لوں میں
 اسلام داخل کرنا چاہتے تھے پس آپ مختلف روایات کے سنی تالیف اور
 کتاب وغیرہ سے ان کی روایات فرماتے تھے۔

۲۲ "حیات القلوب:-

جبی اللہ کے ساتھ خدا و عباد، عقائد ملت کر قیود و احکام کثوم و خیر کل خیر
 یومئذ اللہ شہید و گواہی میں "حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" داشتند و حضرت
 ایسا ترا ترمیم کردہ بود و خیر حقیقی ان جناب نبوند و بعضی گفتند کہ خیر
 بلا خواہد بود کہ بود و خیر حقیقی ای دو قول روایات معتبرہ روایات کی کند۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۷۸-۷۹ باب
 پنجم و حکم و اولاد اجماعاً حضرت علی رضی
 اللہ عنہ وسلم علیہم و آلہم و سلم

ترجمہ: علامہ شامی و دیگر کی ایک جماعت کا اختلاف یہ ہے کہ سیدہ زینب اور
 ام کلثوم رضی اللہ عنہما حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی دوسری خاتون
 سے بیٹیاں تھیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ کے خاوند
 تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تربیت فرمائی یعنی یہ تھیں
 بعض نے کہا ہے کہ وہ حضرت خدیجہ کے بیٹیاں ہوں گی بیٹیاں تھیں۔
 مگر حیرت الایات ان اولاد کی طرح تھیں کہ وہ تھیں۔

الْحَاصِلُ:

پچھلے اوراق کی مسلسل تقریروں سے عورتوں کا ظہور و افشاح ہو گیا۔ گوشت خورد
بن کر کرم کی شریعتوں کی چلنی چلی جا رہی ہیں۔ جن میں سے تمہیں کمال تکرار کو کے
شیعوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بڑی گستاخی کی ہے۔ جو وہ حقیقت نقض حقیقت
متمنانہ جیسے جرم کا شاخسار ہے۔ اللہ شیعہ فرقہ کو ہلاکت عطا فرمائے۔

وما علينا الا البلاغ المبين

بیان

از

پیر طریقت راہ پر شریعت واقف اسرار حقیقت قبلہ سیدی و

سندی حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف، ضلع گوجرانوالہ



اگر شیعوہ فرقہ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جبار نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف میں گستاخات بات منسوب کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھے گالی دیا کرو کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

چنانچہ ان کی مشہور کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔

أَقَامَ الشَّيْطَانُ فُسَيْبُونِي فَيَاتَنِي زَكْوَةٌ وَلَكُمْ رِيحَاءٌ

یعنی تمہیں اجازت کہ مجھے گالی دیا کرو کیونکہ یہ میرے لیے زکوات اور

تمہارے لیے دوزخ سے نجات ہے۔

پتہ چلا شیعوہ فرقہ محب علی نہیں دشمن علی ہے۔ اگر علی رضی اللہ عنہ سے کچی محبت رکھنے

والا گروہ ہے تو وہ اہل سنت کا ہے جن کی کتب میں یہ حدیث موجود ہے کہ التضرالی وجہ علی عبادة
علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔
پھر شیوخ فرقہ کہتا ہے کہ حضرت علیؓ ابو بکر صدیقؓ کی بیعت نہ کرنا چاہتے تھے تو لوگوں نے ان کے
گلے میں رسی ڈال لی کھینچ کر لے آئے اس طرح سے ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کروائی چنانچہ ان کی
کتبوں میں ہے۔

جلاء العیون:

پس کافراں بیسمانی در گردن امیر المؤمنین انداختند و بسوئے مسجد کشیدند۔
(حوالہ کے لیے دیکھئے۔)

(۱- جلاء العیون جلد اول ص ۲۱۹)

(۲- حمله حیدرآباد ص ۲۸۲)

(۳- رجال کشی ص ۱۴ و غیرہ)

ترجمہ:

یعنی لوگوں نے حضرت امیر المؤمنین کے گلے میں رسی ڈال لی اور کھینچ کر مسجد میں
لے آئے۔

میں سیدہ ہوں اور کوئی غیرت مند شخص اپنے خاندانی بزرگوں کی توہین برداشت
نہیں کر سکتا۔ تو کیسے ممکن ہے کہ شیوخ فرقہ حضرت علیؓ کو بزدل کہے ڈرپوک بتلائے اور ان کے
گلے میں رسی ڈال کر بازاروں میں لٹھماٹے اور سیدہ سے برداشت کر جائیں اس لیے ہمیں
شیوخ فرقہ سے نفرت ہے اور اہل سنت کا عقیدہ محبوب ہے جن کا ایمان ہے کہ

شادہ وال شیخ یزدان قوت پور دیکھئے۔

لافتوا الاصلی لاسبب لادو حقا

جیکر شیوں کا یہ کہنا ہی سمجھوٹ ہے کہ حضرت علیؑ بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ کہ انہوں نے اپنی جان کے ڈر سے بزول سے بیعت کی تھی۔ کیونکہ ان کی اپنی کتاب تاریخ میں ہے۔

فمشیيت عند ذلك الى ابني بكر و بايعته و نهضت
في تلك الاحداث فتولى ابوبكر تلك الامور
وسدد ويسر وقارب فصحيته مناصحاً
وَ اطعته فيما اطاع الله فيه
جاهداً۔

ذناخ التواريخ حالات حضرت علیؑ

جلد ۲ ص ۱۲۲۲

ترجمہ:

میں خود علیؑ کو حضرت ابو بکر کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر لی اس کے بعد میں نے تمام مصائب و حوادث میں اس کی مدد کی۔

سیدنا حضرت علیؑ تہنشاہ ولایت، مظہر العجايب والغرائب کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ اور آپ کے بچوں و بھتیجوں بھائیوں اور چند خادموں نے میدان کربلا میں زید کی بیعت قبول نہ کی اور شہادت قبول کر لی۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ شیر خدا کے صاحبزادے نے تو بیعت نہ کی اور شیر خدا نے بیعت قبول کر لی۔ یہ تہنشاہ ولایت پر محض ایک الزام ہے۔ با خدا کا خوف کرو اور ہوش کرو۔

سیدنا محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوار شریف سے قطعاً گوجرانوالہ

بروز جمعۃ المبارک ۲۹ شعبان ۱۴۰۶ھ

شان صحابہؓ ردّ شیعہ پر تین عظیم الشان اور بے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
مجتہد علی نقشبندی

تالیفات

- ☆ ردّ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شعیہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے اصول خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔

فقہ جعفریہ
جلد ۴

مکتبہ جعفریہ
جلد ۵

میزان الکتب

عقائد جعفریہ
جلد ۳

مکتبہ نوریہ حسنیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ